علماء خطباء اور وابستگان سلسلہ امدادیہ اشرفیہ
کے لئے گراں بہا تحفہ
معارف الابرار
از افادات
محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ
www.besturdubooks.wordpress.com

واعظین خطباء اور آئمہ مساجد کے لئے گراں بہا تحفہ

معارف الابرار

از افادات

محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مرتب: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بالمقابل چڑیا گھر شاہراہ قائد اعظم لاہور
پوسٹ کوڈ: 54000 پوسٹ بکس نمبر 2074

ناشر: انجمن احیاء السنہ نفیر آباد باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
موبائل نمبر: 9489624 0300-0321-0334-0313

نام کتاب : معارف الابرار

ازافادات : محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تبویب وترتیبِ نو : بشیر احمد بھائیہ لیاقت پور محمد راشد ڈیرہ اسماعیل خان

زیرِ سرپرستی : یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بالمقابل چڑیا گھر شاہراہِ قائدِ اعظم لاہو

ناشر : انجمن احیاء السنہ نفیر آباد باغبانپورہ لاہور

اشاعت : محرم الحرام ۱۴۳۲ھ جنوری 2011ء

کمپوزنگ : محبوب شاہین پرنٹرز لیاقت پور

ڈیزائننگ : وسیم گرافکس

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل چڑیا گھر شاہراہِ قائدِ اعظم لاہو
پوسٹ کوڈ: 54000 پوسٹ بکس نمبر 2074

انجمن احیاء السنہ
نفیر آباد باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
موبائل نمبر: 9489624 0300-0321-0334-0313

ڈاکٹر عبد المقیم عفی عنہ
خلیفہ مجاز: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش ۳۲۔ راجپوت بلاک نفیر آباد۔ باغبانپورہ۔ لاہور

ھدیۂ عقیدت

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق قدس سرہ کے

اِن حقّانی ملفوظات کو جدید ترتیب وتبویب اور طبعِ جمیل کیساتھ

حضرت محی السنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر خلیفہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کی خدمت بابرکت میں بصد مسرت و عقیدت ہدیہ کرتے ہیں

کہ انھی کے فیضِ صحبت سے ہم اس خدمت کے قابل ہوئے

؎ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

تأثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی
رئیس الجامعہ دار العلوم الاسلامیہ، کامران بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے عظیم خلفاء میں سے تھے۔ آپ پر اپنے شیخ کی تعلیمات کا رنگ اتنا پختہ تھا کہ کسی عمل میں بھی شیخ کے نقشِ ذہن سے اوجھل نہیں ہوتے تھے۔

اتباع سنت میں خاص ذوق تھا، اذان، اقامت، وضو اور نماز کی ایک ایک ادا میں سنت کا اہتمام تھا۔ بیسیوں ایسی غلطیوں کی نشان دہی فرماتے تھے جن میں لاشعوری طور پر بڑے بڑے علماء مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تعظیمِ قرآن پاک میں عجیب شان تھی، جہاں تشریف لے جاتے وہاں اس پر خاص نظر ہوتی کہ مساجد اور مدارس میں قرآن پاک کی تعظیم کس حد تک کی جا رہی ہے۔

آپ کی تعلیمات (آپ کی مجالس کے ذریعہ اور آپ کے مواعظ اور تالیفات کے ذریعہ) امت مسلمہ کیلئے مشعلِ راہ ہیں اور یقیناً انمول خزانہ ہیں۔

انہی بکھرے ہوئے گلہائے رنگ رنگ کے گلدستہ کو محترم ڈاکٹر عبد المقیم صاحب اپنے خوبصورت ذوق کے مطابق مختلف رنگوں کے امتزاج سے مزین کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ ویسے عبد المقیم صاحب کا ذوق خود بھی بہت لطیف ہے تاہم اس عظیم جواہر پارے کا حق بھی یہی تھا کہ اسے نہایت ذوق کے ساتھ خوب محنت کر کے شائع کیا جائے۔ میں اس عظیم خدمت پر ڈاکٹر عبد المقیم صاحب اور تمام معاونین کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

مشرف علی تھانوی

رفتید ولے نہ از دلِ ما

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالی کی تجدیدی و اصلاحی مساعی سے جو چراغ روشن ہوئے، اُن میں ایک نمایاں نام اور بلند مقام حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ تعالی کا ہے۔ رسوم کی اصلاح اور منکرات سے روک ٹوک میں آپ اپنے شیخؒ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ بدعات، اضافات اور انحرافات پر آپ کی گہری نظر تھی، کتنی باتیں تھیں، جو عوام تو درکنار، علمی حلقوں میں رواج پا کر مستند ہو چکی تھیں۔

حضرتؒ کی مسلسل تنبیہ سے اُن کی خطا واضح ہوئی۔ مساجد و مدارس میں غیر اہم سمجھتے ہوئے کئی امور میں ادب ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا، حضرتؒ نے نہایت اصرار سے ادب کے قرینے واضح کیے۔

حضرتِ والاؒ کے کردار کی مہک ابھی فضاؤں میں موجود ہے، آپ کی گفتار ابھی کانوں میں رَس گھول رہی ہے، آپ کی ادائیں ابھی آنکھوں میں سما رہی ہیں اور ہزاروں زبانیں یہ شہادت دے رہی ہیں کہ آپ کی مجالس سنت و شریعت کی تبلیغ و ترغیب سے معمور ہوتی تھیں، بدعات و خرافات کی تردید ہوتی تھی، اور بڑے زور و شور سے ہوتی تھی، حاضرین کے قلوب سے غفلت کے پردے اترتے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ اطاعت اور اہل اللہ سے ارادت و مصاحبت کا شوق موجزن ہوتا، گناہوں سے توبہ کی توفیق ملتی اور فواحش سے نفرت ہو جاتی، ظاہر پر بہار اور باطن میں نکھار آ جاتا، الغرض ایک انقلاب تھا، جو قلب و نظر میں برپا ہوتا۔

حضرت شاہ ابرار الحقؒ وقت کی خوب قدر فرماتے کوشش ہوتی کہ کوئی لمحہ ذکر و فکر سے خالی نہ رہے اور ہر آنے والا دامنِ مراد میں کچھ خیر اور کچھ سوز لے کر جائے۔ سفر ہوتا یا حضر، اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رہتا، نصیحت و عبرت کی باتیں ہوتیں، کبھی مختصر، کبھی مفصّل، مجمع زیادہ ہوتا یا کم، جوشِ بیان کم نہ ہوتا تھا۔ آپ کے کلام میں نہایت اثر تھا، جو دراصل آپ کے بِرّ و تقویٰ کا ثمر تھا۔ ارادت مند آپ کے ملفوظات اور مواعظ کو قلمبند کر لیتے، اس طرح دائرہ فیض وسیع تر ہوتا گیا۔

حضرتؒ اسم بامسمّٰی تھے، حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت ایسا کہ مجلس میں ایک کیف و نور چھا جاتا اور دیکھنے والا والہ و شیدا ہو جاتا۔

؎ چمکتا ہے چہرہ ، دمکتی ہیں آنکھیں
بڑھاپے میں بھی جانِ جاں ہو رہا ہے

آپ ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ 17 رمئی 2005 کو منگل کے روز ہردوئی، یوپی، بھارت میں اِس دارِفنا سے دارِبقاء کو روانہ ہوئے، آپ کے دیدار سے تو ہم محروم ہوئے، لیکن ملفوظات و مواعظ کی صورت میں آپ کی مجالس کا بدل موجود ہے اور قارئین محسوس کریں گے کہ آپ کے فرمودات سے آج بھی دل وجد میں آتا ہے اور روح جھوم اُٹھتی ہے، ایمان تازہ ہوتا ہے اور عمل میں پختگی آتی ہے۔

اس لیے ان سعادت آگیں ساعتوں سے محروم اب بھی محروم نہیں ہیں، اور بدل سے اصل کا فیض جاری ہے، ہاں ضرورت ہے طلب اور قدر کی، کیونکہ پیاس اور جستجو نہ ہو تو دریا بھی قطرہ دکھائی دیتا ہے!

حضرت والاؒ کے ارشادات و ملفوظات کا ابتدائی مسودہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے نہایت ادب اور عقیدت سے جمع کیا اور ترتیب دیا، حضرتِ ابرارؒ کے خلفاء کرام میں حضرتِ اختر بلند اختر ہیں، خود شیخِ وقت ہیں، اصلاح و تربیت میں اپنے شیخؒ کے نقشِ قدم پر ہیں، اِس طرح بزِ وحق کے ملفوظات قلمِ حکمت سے مرتّب ہو کر تاثیر میں دوآتشہ ہو گئے ہیں!

حضرتِ والاؒ کے افادات کو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے خلیفۂ ارشد حضرت ڈاکٹر عبدالمقیم حفظہ اللہ تعالیٰ جس ذوق و شوق اور محبت و عقیدت کے ساتھ چھاپتے ہیں، اِس سے اِن مطبوعات کی تاثیر یقیناً سہ آتشہ ہو جاتی ہے!

اللہ تعالیٰ حسنِ قبول عطا فرمائے!

ظفر اللہ شفیق

متوسّل سلسلۂ امدادیہ اشرفیہ
۱۷ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ
27 ستمبر 2010ء سوموار

شعبہ اسلامیات، ایچی سن کالج، لاہور
خطیب جامع مسجد خالد، کیولری گراؤنڈ، لاہور

در بیانِ تشکرِ احساناتِ شیخ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محمد اختر

اے برار الحق چہ احساں کردۂ   ماہِ جانم را چہ تاباں کردۂ

آپ نے ابرارِ حق مجھ پر بڑا احساں کیا   یعنی میری زندگی کے چاند کو چمکا دیا

جانِ خود با جانِ تو در بافتم   زیں گدائی صد حیاتے یافتم

جب سے باندھا اپنی جاں کو تیری جانِ پاک سے   زندگیاں مجھ پہ برسیں سیکڑوں افلاک سے

خواجگی اندر گدائی دیدہ ام   اندرونِ فقرِ شاہی دیدہ ام

میں نے تیری خواجگی میں بھی گدائی دیکھی ہے   اور فقری میں بھی تیری بادشاہی دیکھی ہے

باتو بودم در سفر ہم در حضر   در بلادِ ہند ہم در بحر و بر

کیا سفر میں کیا حضر در در میں تیرے ساتھ تھا   شہرِ ہندوستاں میں بحر و بر میں تیرے ساتھ تھا

سر چو در سجدہ نہی از دردِ خویش   دردِ ما ہم یاد کن در دردِ خویش

جب بھی تو اپنی جبیں سجدے میں رکھے مرشدی   تو ہمارے درد کو بھی یاد کر لے مرشدی

اے ز فیضت خارِ من گلزار شُد   اے ز فیضت دارِ من دربار شُد

تیری ہی برکت سے خارِ زیست گلشن بن گیا   اور دلِ برباد ذکرِ حق کا آنگن بن گیا

اے ز فیضت کیمیائے ما رسید   دردِ ما را ہم دوائے ما رسید

نسخہ ہائے کیمیا تیری ہی برکت سے ملا   بن گیا جو میرے حق میں دردِ عصیاں کی دوا

ہر چہ ایں فیضانِ حق بر من رسید   بالیقیں دانم بحقِ تُو رسید

میرے مرشد مجھ پہ جو اللہ کا فیضان ہے   سب ترا صدقہ ہے مرشد سب ترا احسان ہے

پس بروز حشر اے ابرارِ حق   دستگیری کن مرا دربارِ حق

روزِ محشر بھی مرے مرشد شہِ ابرارِ حق   دستگیری کر کہ پاؤں بخششِ دربارِ حق
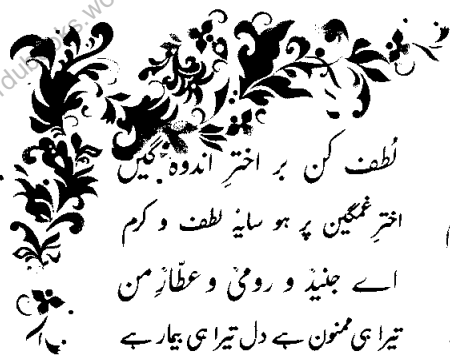
اے برار الحق بحق ربِ دیں
لُطف کن بر اخترِ اندوہ گیں

اے برارِ حق بحقِ حق و ہادئ امم
اخترِ غمگین پر ہو سایۂ لطف و کرم

اے کہ ممنونت دِل بیمارِ من
اے جنیدؔ و رومیؔ و عطّارِ من

تو ہی تو میرا جنید و رومی و عطار ہے
تیرا ہی ممنون ہے دل تیرا ہی بیمار ہے

چشمِ ما در ہجر چوں خونریز شد
بہر جانم شہر تو تبریز شد

فرقتِ مرشد میں میری چشم دل خونریز ہے
مرے حق میں شہرِ مرشد واقعی تبریز ہے

اے کہ فیضانِ شما باشد عیاں
از برائے ہمچو دور اُفتادگاں

فیض تیرا مجھ سے مہجورِ خدا پر ہے عیاں
تجھ سے کرتا ہوں فغاں تو ماں سے بڑھ کر مہرباں

خاکپایت سُرمۂ چشمم بُدے
بر درت قربان صد جانم شُدے

کاش تیری خاکِ پا سرمہ ہو میری آنکھ کا
ہوں تمہارے در پہ میری سیکڑوں جانیں فدا

اے ز فیضت با اثر شد آہِ من
اے رسانیدی حریمِ شاہِ من

با اثر ہیں میری آہیں یہ بھی تیرا فیض ہے
مل گئیں مولیٰ کی راہیں یہ بھی تیرا فیض ہے

چوں بیاید نامۂ تُو سُوئے من
می شود خوش از فرح ہر موئے من

نامہ جب آتا ہے تیرا چومتا ہے دل مرا
پڑھتے ہی تحریر تیری جھومتا ہے دل مرا

اے کہ تجویزش بُود آبِ حیات
پس ملاقاتش چہ باشد در صفات

نسخۂ ترکِ معاصی ہے ترا آبِ حیات
خط ہے جب اس درجہ نافع بالمشافہ کیا ہو بات

اے حیاتِ ما عنایاتِ شما
اے مماتِ ما عتاباتِ شما

ہے تیری چشمِ عنایت میرے حق میں زندگی
موت کی مانند ہے مجھ کو تری ناراضگی

أَنْتَ شَيْخٌ أَنْتَ مِصْبَاحُ الطَّرِيْق
أَنْتَ لِيْ نِعْمَ الصَّدِيْقُ وَ الرَّفِيْق

تو ہی مرشد تو ہی محسن تو ہی مصباحِ طریق
تو مرا صدیق ہے تو ہی مرا احسن رفیق
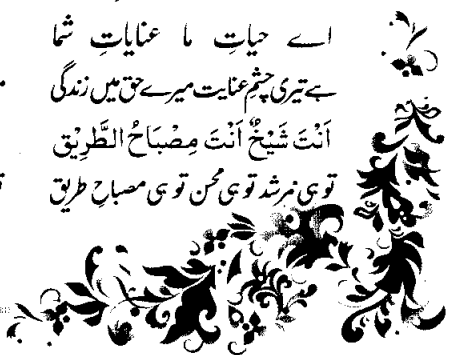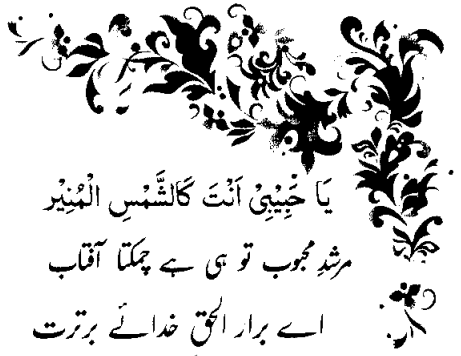
یَا حَبِیۡبِیۡ اَنۡتَ کَالشَّمۡسِ الۡمُنِیۡر	ہمچو مہ نورم ز نورت مستنیر
مرشدِ محبوب تو ہی ہے چمکتا آفتاب	نور میرا بھی ترے انوار سے ہے اکتساب
اے برار الحق خدائے برترت	گوہر رحمت ببارد بر سرت
مرشدِ محبوب تجھ پر یوں کرم فرمائے رب	تیرے سر پر اپنی رحمت کے گہر برسائے رب
پیش نورِ آفتابت اے برار	اختر و صد اختراں را چہ شمار
بالمقابل مہرِ تاباں حق ہے اے شاہِ برار	مثلِ اخترؔ سیکڑوں اختر کا بھی ہے کیا شمار
من چہ گویم پیش تو شکر و ثنا	آفتاب آمد و اختر شد فنا
کیا کروں اے مرشدی میں تیری توصیف و ثنا	مہر کے آتے ہی ہو جاتے ہیں سب اخترؔ فنا

منظوم اردو ترجمہ : حضرت شاہین اقبال اثرؔ جونپوری
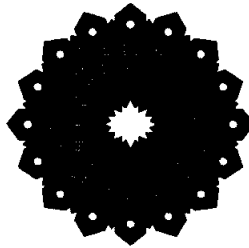
فیضانِ شیخ

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے یہ مصرع عطا فرمایا تھا۔ ”دورِ نشاط چل بسا گردشِ جام ہو چکی“ اور اس پر اشعار کہنے کی فرمائش کی تھی۔ حضرت والا کی برکت سے یہ اشعار ہو گئے۔ محمد اختر عفی عنہ

دَورِ نشاط چل بسا گردشِ جام ہو چکی
صبحِ بہارِ وصل کی فرقت شام ہو چکی

عشق بھی تام ہو چکا عقل بھی تام ہو چکی
زندگی بے نظام کی زیرِ نظام ہو چکی

دیکھو تو فیضِ شیخ سے زاغ بھی ہنس ہو گیا
زندگی اِک ہلال سے ماہِ تمام ہو چکی

نشۂ کبر و جاہ تھا سیرتِ نفورِ عشق تھی
عاشقِ میکدہ ہے وہ خوگرِ جام ہو چکی

اے مرے خالقِ حیات تجھ پہ فدا ہو صد حیات
تیری رضا سے بندگی میری تمام ہو چکی

اخترِ بے نوا کو گر تیرا کرم کرے معاف
سمجھوں گا مجھ پہ اے خُدا رحمت تمام ہو چکی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

سفرِ بنگلہ دیش

در مدحِ محی السنۃ قطب العارفین مخدومی و مرشدی و مولائی حضرت اقدس
مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم　　　محمد اختر عفا اللہ عنہ

بہار آئی بہار آئی بہارِ جاں فزا آئی
کہ بنگلہ دیش میں خوشبوئے اشرف کو صبا لائی

بیانِ سُنّتِ نبوی سے بنگلہ دیش روشن ہے
کہیں سنبل کہیں نسریں کہیں ریحان و سوسن ہے

شبِ تاریک روشن ہوگئی انوارِ سُنّت سے
جسے دیکھو وہی مسرور ہے اذکارِ سُنّت سے

مدرسے اک منٹ کے اور یہ انوار سُنّت کے
جہاں میں عام ہو جائیں یہ سب گلزار سُنّت کے

تری تقریر سے بادل چھٹے ظلمات بدعت کے
ملے ہیں طالبوں کو ہر طرف لمعات سُنّت کے

اولو العزمی تری دیکھی بُرائی کو مٹانے میں
نہیں دیکھی ہے ہم نے ایسی جرأت اس زمانے میں

اثر فرما کسی کا خوف تجھ پر ہو نہیں سکتا
مزاجِ شیرِ نر روباہ ہرگز ہو نہیں سکتا

جہاں ہر نامناسب خو پہ شانِ احتسابی ہے
وہیں عفو و کرم کی شان بھی کیا بے مثالی ہے

تری شفقت سے ہم سب ناقصاں امید رکھتے ہیں
بحمد اللہ شبِ تاریک میں خورشید رکھتے ہیں

یہ اختر خاک تیرہ بے زباں بے ساز و ساماں ہے
مگر مٹی پہ بھی فیضِ شعاعِ مہرِ تاباں ہے

مری یہ گرمیٔ ایماں ترے آتش فشاں سے ہے
مرے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے

مجھے احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا، چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

(محمد اختر)

دردِ محبت

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے
اسی کا نام ہے دردِ محبت
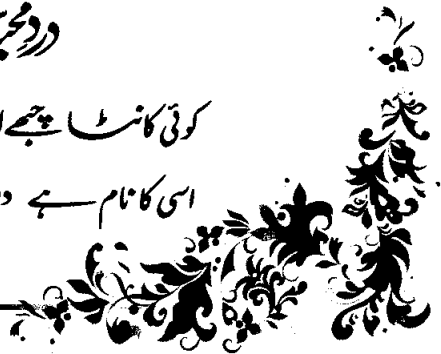
جادوئے بنگال

(حضرت کی ایک نظم جو ۲۴؍ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ڈھاکہ میں ہوئی جس کو ہمارے مُرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بہت پسند فرمایا۔)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کیسی ظالم ہے تقریر   کیسی ظاہر ہے تحریر
یہ ہے نالۂ شب گیر   یہ ہے آہوں کی تاثیر
سب کو مارے ہے بے تیر
میرا خواجہ میرا پیر

لایا سینے میں وہ دِل   دل ہے درد کا حامل
دردِ دِل ہے دردِ دِل   اس کو مت کہہ آب و گِل
تُو بھی جا کے اُس سے مِل
دیکھو کیسا ہے بِسمل

جام و مینا و سبو　　اُس کا میکدہ ھُو
ھر دم حق کی جستجو　　جُو بہ جُو، کُو بہ کُو

دیکھو ہر طرف ہر سُو
اُس کا حق اُس کا ھُو

اُس کا جام ہے لبریز　　اُس کا شہر ہے تبریز
میرا ساقیا برخیز　　مئے معرفت برریز

میرا درد بانگیز
میرا شمس دیں تبریز

تھا جو خار ہے گلریز　　مُلّا زاہد ہے مے ریز
زمینِ سخت شر انگیز　　تیری صحبت سے زرخیز

پلا دے جامِ مئے تیز
رُومی آیا ہے تبریز
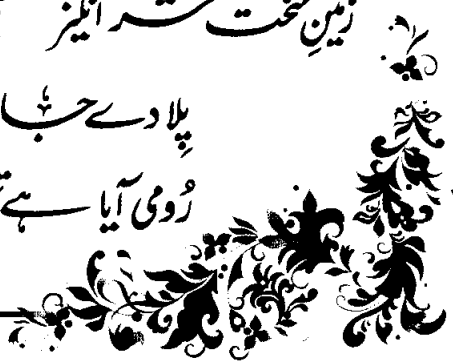
اُس کا عِشق مُعتبَر   اُس کی آہوں میں اَثر
بجلی گرتی ہے دِل پر   جب وہ ڈالے ہے نظر
یہ ہے برق یا شَرَر
جو ہے بات پُر اَثَر

سب کو خالق سے آگاہ   اُس نے کر دیا ناگاہ
کرتا ہے وہ آہ آہ   میرا خواجہ میرا شاہ
ہے سَراپا، یا اللہ!
چلتی پھرتی خانقاہ

کیسی شیریں ہے گفتار   کیسی مست ہے رفتار
سارا شہر ہے بیمار   اُس کے درد کا اے یار
میرا خواجہ ابرار
ہے وہ حامِلِ اَسرار

تجھ سے میری ہے فریاد میرے دل کو کردے شاد

تیرے بِن دلِ ناشاد کیسے ہو اللہ آباد

آجا میرے اے مُراد

دل کو کر مُراد آباد

پیشِ شیخِ باکمال کر دو نفس کو پامال

چھوڑو اپنا قیل و قال بنو اب مَردِ صاحبِ حال

مُبارک اے زبانِ حال

تُو ہی ہے جادوئے بنگال

تیری رحمت ہو شامل فضل اپنا کر نازل

مجھ کو تقویٰ دے کامل تیری مل جائے منزل

تیرے درد کا حامل

اختر مانگتا ہے دِل

زبانِ عشق

درِ رازِ شریعت کھولتی ہے — زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے

خرد ہے محوِ حیرت اُس زباں سے — بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے

جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی — وہ پا سکتے نہیں دردِ نہانی

لغت تعبیر کرتی ہے معانی — محبّت دل کی کہتی ہے کہانی

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں — نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے — بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے

یہ ملتی ہے خُدا کے عاشقوں سے — دُعاؤں سے اور انکی صحبتوں سے

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے — مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا — جمالِ شمس کا نُورِ قمر کا

نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خُدا کی — حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

"بگویدزیں سبب ایں عشق بے باک — چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"

یہ دولت دردِ اہلِ دل کی اختر
خُدا بخشے جسے اُس کا مقدر

شیخ العرب والعجم عارف باللہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم
محمد اختر

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	عرضِ مرتب	1
2	دینی حمیّت واستقامت کا پیکر	7
3	حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کا مقام ومرتبہ (اکابر اہل اللہ کی نظر میں)	13
4	حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہندوستان کے علماء کرام کے تاثرات (بعد از وفات)	17
5	عظمت قرآن اور اس کے تقاضے	20
6	اتباعِ سنّت کا اہتمام	43
7	ایک منٹ کا مدرسہ	56
8	دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت	66
9	علم اور اہل علم کی عظمت	76
10	مدارس کے لیے رہنما اصول	82
11	معلمین کرام کے لیے قیمتی نصائح	101
12	طلباء کرام کی لیے قیمتی نصائح	111
13	حافظہ بڑی قابل قدر نعمت ہے	127
14	اہل علم اور ضرورت عمل	130
15	اہل علم اور ضرورت صحبت اہل اللہ	134

نمبر	عنوان	صفحہ
16	دینی خدّام کی خدمت میں	139
17	چندہ کے اہم آداب	144
18	عمل میں اخلاص نیت	150
19	صحت روحانی کی ضرورت واہمیت	158
20	اصلاح نفس وضرورت مرشد	169
21	شیخ کے حقوق وآداب	182
22	اصلاح ظاہر وباطن	194
23	شرعی وضع قطع کی اہمیت	204
24	داڑھی کی اہمیت	212
25	اے زائر حرم......!	221
26	آداب دعوت وتبلیغ	240
27	وعظ ونصیحت کے آداب	259
28	گھر کی اصلاح	267
29	آداب مسجد	274
30	اذان اور مؤذن کا مقام (اذان واقامت درست پڑھیے)	285
31	نماز قائم کرنا	296
32	نماز تہجّد (صلحاء کا شعار)	306
33	رمضان المبارک (ولی اللہ بننے کا مہینہ)	313
34	دعا کے آداب	320
35	ذکر اللہ باعث اطمینان قلب ہے	330

36	عیادت سے تعزیت تک	339
37	ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	350
38	مصائب و آلام (مؤمن کا امتحان)	365
39	حاجات کے لیے وظائف	377
40	کھانے پینے کے آداب	385
41	گناہوں کی وبا اور اس کا انسداد	395
42	فضول گوئی سے پرہیز کیجئے	420
43	عُجب وتکبّر کی برائی اور اس کا علاج	430
44	غیبت کے نقصانات اور اس کا علاج	438
45	نظر کی حفاظت	444
46	اسبال ازار (گناہ بے لذت)	450
47	شادی۔ چند کوتاہیاں	455
48	شرعی پردہ	461
49	حُبّ دنیا (خرابیاں اور علاج)	471
50	چند مزید روحانی امراض اور ان کا علاج	482
51	د	496
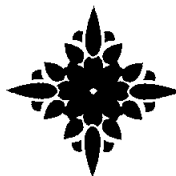
عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

بے حد و حساب حمد و ثناء ربِ ذوالجلال کے لئے جس نے تمام کائنات کو جیسا اس نے چاہا تخلیق فرمایا اور انسان کو اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا۔ اور سب سے بڑا انعام یہ کہ ہمیں اپنے محبوب مولائے کل ختم الرسل آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔

بے شمار درود و سلام رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر کہ جن کے فیضان رحمت سے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوئی۔

مَوۡلَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِماً اَبَدًا

عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّھِمِ

رسول کریم ﷺ کی امت میں ہونے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو ہر مومن اپنا مقصد حیات بنائے اور قرآن و سنت کی تعلیمات کو علمی و عملی ہر لحاظ سے حرزِ جان بنائے رکھے۔ یہ کام شکر گذاری کے ساتھ دنیا و آخرت میں مزید عنایات ربانی کا ذریعہ بنے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے عہد سے بزرگانِ دین نے قرآن کریم کے ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کی

حفاظت واشاعت میں اپنی زندگیاں صرف کرڈالیں۔ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے اوران شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا۔ اور ہر دور میں ایک جماعت اس کارخیر کے لئے مصروف عمل رہے گی۔

حکیم الامت مجدّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے آخری خلیفہ مجاز بیعت محیّ السنّۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی پوری زندگی احیائے سنت کے کارخیر کے لئے وقف کردی تھی سنتِ نبویہ کی محبت اور بدعت سے نفرت ان کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کا اندازِ بیان اس قدر پُر تاثیر ہے کہ ہر بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔

آپ کے مواعظ وملفوظات کی کتب کثیر تعداد میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ کتب بلاشبہ کسی نہ کسی عنوان کی حامل ہیں۔ مگر ان میں دیگر بہت سے موضوعات پر بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات موجود ہیں۔ وعظ و نصیحت کے انداز میں ایک بات سے دوسری بات نکلتی چلی آتی ہے جو اپنے موضوع میں نہایت مناسب اور جچی تلی ہوتی ہے مگر ایسے تمام ملفوظات کو علیحدہ مستقل عنوانات کے تحت یکجا نہیں رکھا گیا تھا۔

اللہ رب العزت نے جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسمٰعیل خان) کے دل میں یہ بات ڈالی اور اُنہوں نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات کی کتب میں سے مختلف موضوعات کے تحت آنے والے ارشادات کو یکجا تحریر کرکے مختلف دینی رسائل میں اشاعت کے لئے بھیجنا شروع کردیا اور

جب یہ مضامین خاصی تعداد میں شائع ہو چکے تو انہوں نے ان کی فوٹو کاپیاں حضرت ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں ارسال کر دیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلّہ العالی نے ملفوظات کو موضوعات کے تحت یکجا کرنے کا یہ انداز بہت پسند کیا۔

ماہ اپریل ۲۰۰۹ء کے اواخر میں احقر کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور میں حاضری کا موقع ملا تو حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم نے یہ تمام مواد احقر کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو بہت کم ہے اور ہدایت فرمائی کہ ان موضوعات اور دیگر موضوعات کے تحت حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ ملفوظات جمع کروں۔ نیز ان مضامین کی کمپیوٹر کمپوزنگ کرانے کی ذمہ داری بھی احقر کو سونپ دی۔

احقر کی علمی کم مائیگی اور محدود استعداد کے مقابلے میں یہ بہت بڑا کام تھا مگر اپنے لئے سعادت سمجھتے ہوئے اس امید پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عمل کو میرے لئے دارین کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنا دیں گے کیونکہ ''رحمت حق بہانہ می جوید، بہانمی جوید'' کام شروع کر دیا۔

ابتداء میں تو کافی مشکل پیش آئی کیونکہ مختلف مجالس میں بعض مضامین کی تکرار ہے جو فی نفسہٖ ضروری تھا مگر تقسیم مضامین کرنے والے کے لئے دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک بات کو ختم کر کے دوسری بات شروع ہونے کا یقین کرنا بھی مذکورہ دشواری کا سبب بنتا ہے کیونکہ ہر مجلس کے مضامین کا

ربط باہم اتنا گہرا ہوتا ہے کہ یہ یقین کرنا مشکل نظر آتا ہے کہ کہاں بات ختم ہوئی اور کہاں سے نئی بات شروع ہوتی ہے۔

اس کام کے آغاز سے تقریباً دو ماہ قبل حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بیعت حضرت منصور علی خان صاحب جو کہ تقریباً چالیس سال سے جدہ (سعودی عرب) میں مقیم ہیں لیاقت پور تشریف لائے۔ احقر کو آٹھ دن تک مختلف مقامات کے سفر و قیام میں حضرت کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران آپ نے حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم فرمودہ ایک دعا بتلائی کہ جب بھی کوئی اچھا کام کرنے لگو تو اس سے پہلے یہ دعا مانگ لیا کرو۔

"یا اللہ! مدد فرما، آسان فرما، پورا کرا، قبول فرما۔"

جب احقر کو اس حوالے سے پریشانی لاحق ہوئی تو یہ دعا یاد آ گئی۔ اب جب کام کرنے لگتا تو اوّل و آخر درود شریف پڑھ کر مسنون دعا "رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ" کے بعد یہی دعا پڑھ لیا کرتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام پریشانی جاتی رہتی اور کام کرنے کی ہمّت دل میں پیدا ہو جاتی۔ البتہ بجلی کی زبردست لوڈ شیڈنگ اور کچھ دیگر مجبوریوں کے باعث رفتارِ کار بہت سست رہی۔ الحمد للہ آج ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق 9 جنوری 2010ء بروز ہفتہ کام مکمل ہوا۔ جو کہ واعظین، خطباء اور آئمہ مساجد کے لئے ایک عمدہ تحفہ ہے اور عام لوگوں کے لئے علم دین کے حصول اور اتباع سنت کی رہنمائی

کے لئے ایک مستند ذخیرہ ہے۔

اکثر کتب و رسائل میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسمِ مبارک کے بعد صرف "ؐ" یا "صلعم" اور حضرات صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے بعد صرف "رضؓ" تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ اور دیگر بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی کے ساتھ صرف "رحؒ" لکھا ہوتا ہے۔ اس کتاب "معارف الابرار" میں اہتمام کے ساتھ یہ مقدس دعائیہ کلمات مکمل لکھے گئے ہیں اور ان کی علامتوں سے احتراز کیا گیا ہے۔

ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کو کہیں کہیں بعض مضامین کی تکرار نظر آئے گی یعنی کوئی ملفوظ کسی ایک موضوع کے تحت آیا ہے، آگے چل کے کسی اور موضوع کے تحت بھی وہی ملفوظ یا اسی مضمون کا دوسرا ملفوظ نظر آئے گا۔ یہ تکرار مضمون کی مناسبت سے ضروری تھی ورنہ تشنگی رہ جاتی۔ اس بارے میں حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ بھی پیش نظر رہے جو کہ "مجالس ابرار" صفحہ ۴۸۹ پر موجود ہے۔

"ملفوظات کی طباعت میں اگر مضامین کی تکرار ہو جاوے یعنی ایک ہی مضمون بار بار دو تین مرتبہ بھی آ جاوے تو کیا مضائقہ ہے۔ نصیحت میں یہ تکرار مطلوب ہوتا ہے۔ دیکھو قرآنِ پاک بار بار مضامین کی تکرار سے معمور ہے کیونکہ موعظت اور نصیحت ہے"۔

پروف ریڈنگ کے حوالے سے اپنی پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی

نہ رہ جائے۔ مگر پھر بھی انسانی کوشش ہے اور انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے۔ ان سب احتیاطوں کے باوجود کسی غلطی کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کوئی غلطی نظر میں آوے تو براہِ کرم مطلع فرماویں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائیگی۔

موجودہ ترتیب جدید میں ہماری کوشش کس حد تک کامیاب رہی اور کتاب کس قدر افادیت کی حامل ہوئی اس کا اندازہ تو قارئین کرام ہی کریں گے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نہایت عجز وانکسار کے ساتھ دست بدعا ہیں کہ اس کتاب کو حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے پیرو مرشد شیخ العرب والعجم رومئ دوراں حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت ڈاکٹر عبد المقیم صاحب دامت برکاتہم کے لئے بلندئ درجات کا باعث بنادے اور مرتبین اور اس کی اشاعت کے حوالے سے کسی بھی قسم کا تعاون کرنے والے حضرات اور قارئین کو اخلاص کی دولت نصیب فرمائے اور تمام معاملات میں اُسوۂ رسول اکرم ﷺ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول سے نوازے۔ آمین۔

احقر العباد

بشیر احمد بھائیہ

مکان نمبر ۱، ماڈل کالونی، کچی منڈی

لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

دینی حمیّت واستقامت کا پیکر

پچھلی صدی میں جن شخصیات سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عموماً اور برصغیر میں خصوصاً اپنے دین کا کام لیا ہے ان میں سرفہرست ایک نام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرّہٗ کا بھی ہے۔ حضرت سے اللہ تعالیٰ نے علمی، تصنیفی، فکری اور اصلاحی نوعیّتوں کا کام لیا ہے۔ آپ کی خدمات کا ایک اہم پہلو اصلاح و تربیت اور تربیت کرنے والی شخصیات تیار کرنا بھی ہے، تصوّف وسلوک اور اصلاح وتربیت کے حوالے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مقدار کی بجائے معیار پر ہوتی تھی، اس لیے وہاں چھان پھٹک کے بعد ہی کسی کی اصلاح و تربیت کے لیے اپنے حلقۂ خدّام میں شامل کیا جاتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق اصلاح کے لیے قبول فرما لیتے تھے تربیت کے معاملے میں ان سے رو رعایت رکھنے کے قائل نہیں تھے۔ اس کا یہ اثر تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن جن حضرات کو اجازت وخلافت سے نوازا وہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر آفتاب وماہتاب ثابت ہوئے۔

انہی نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے ایک شخصیت حضرت اقدس محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۷ء کے لگ بھگ بھارت کے صوبہ یوپی کے شہر ہردوئی میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمود الحق حقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرّہٗ کے متعلقین اور خلفاء میں سے تھے۔ اس لیے انہیں بھی نوعمری ہی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے اور استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔

آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔آپ کی ابتدائی تعلیم عربی، فارسی اور اردو گھر ہی پر ہوئی۔ اس کے بعد دینی تعلیم کے آخری مراحل برصغیر کی معروف دینی درسگاہ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں طے کیے۔ جہاں آپ کو قطب وقت عظیم محدّث، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمّذ حاصل ہوا۔

دوران طالب علمی آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ہر ہفتہ سہارنپور سے تھانہ بھون حاضری ہوتی رہی، خصوصاً ایام تعطیل اپنے پیر و مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارتے رہے، یوں علم وعمل کی یہ منازل ایک ساتھ طے ہوتی رہیں۔

آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی اصول پسند شخصیت نے آپ کو صرف ۲۲ سال کی عمر میں خلافت سے نواز دیا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیض کو آپ نے اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کو دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچایا۔آپ نے اپنے سادہ مگر پُر اثر مواعظ کے ذریعے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء میں حضرت کی تربیت کا ایک خاص رنگ نظر آتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ہر شخصیت کا اپنا اپنا ایک الگ رنگ بھی ہوتا ہے۔دونوں کی آمیزش مزاج و مذاق کا ایک خاص حسن پیدا کرتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں چند چیزیں بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔

ایک تو یہ کہ حضرت کے مخاطب زیادہ تر عامّۃ النّاس کی بجائے دینی خدمات بجالانے والے حضرات ہوتے تھے۔ان کی طرف سے دینی کام کے طریقہ کار کے سلسلہ میں ہونے والی غلطیوں پر تنبیہ فرماتے تھے۔عموماً تنبیہ ایسی چیزوں پر فرماتے تھے جنہیں معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔حضرتؒ کا

فرماتا تھا کہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہی مسلسل نظر انداز رہنے کی وجہ سے بڑی بن جایا کرتی ہیں۔ حضرت کا جہاں تشریف لے جانا ہوتا تھا وہ چونکہ عموماً حضرت کے متعلقین و مریدین ہوتے تھے۔اس لیے سفر میں بھی ہر جگہ اسی طرح تنبیہات کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ چلتے پھرتے سامنے آنے والے معمولی معمولی واقعات سے بڑے بڑے سبق حاصل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا۔اور اپنے مواعظ میں اس سلیقے کو بڑے احسن انداز میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔انتظامی امور میں بھی اللہ تعالیٰ نے انفرادی سمجھ بوجھ سے نوازا تھا۔

دینی مدارس کے ذمہ داران کو جو تنبیہات فرماتے ان میں سرِ فہرست قرآن پاک کی تعظیم ہوتی تھی۔ حضرت کو کسی دینی مدرسے میں جب عالی شان دارالحدیث اور درجہ کتب کی درسگاہیں دکھائی جاتیں تو فوراً فرماتے کہ درجہ قرآن کی درسگاہیں بھی دکھاؤ۔ حضرت اس بات کو قرآن پاک کی عظمت کے خلاف قرار دیتے تھے کہ دیگر علوم وفنون کے لیے تو شاندار اور آرام دہ درسگاہیں ہوں اور قرآن کریم کے لیے خستہ حال اور شکستہ۔

حضرت والا اپنے تبلیغی اسفار کے دوران اکثر و بیشتر مرتبہ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد تشریف لے گئے۔ حضرت کی باریک بینی اور قرآن کریم کے بارے میں احساسات کا اندازہ یہاں سے ہوسکتا ہے کہ وہاں مسجد کے باہر لکڑی کی ایک پٹی پر "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" لکھا ہوا دیکھا تو فوراً تنبیہ فرمائی کہ صحیح لفظ "وَتَعَاوَنُوْا" ہے اور یہاں واؤ کے بغیر "تَعَاوَنُوْا" لکھا ہوا ہے۔

ایک اور موقع پر دورہ حدیث کے طلباء سے اذان و اقامت سنی اور اصلاح فرمائی اور تمام طلباء کو نماز سنّت کے مطابق درست پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔اذان واقامت ایسے امور ہیں جنہیں عام طور پر معمولی سمجھ کر نظر انداز کر

دیا جاتا ہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ جب کوئی صاحب اپنا مدرسہ دکھانے لے جاتے تو حضرت فرماتے کہ سب سے پہلے مطبخ، مطعم اور بیت الخلاء دکھائیں مسجد اور دارالحدیث بعد میں دیکھوں گا اور مطبخ وغیرہ کی صفائی سے ہی مدرسہ کی صفائی کا اندازہ فرمالیتے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایسے امور پر بہت زیادہ گرفت فرماتے تھے اوران کی اصلاح کی اہمیت پر بہت تاکید فرماتے تھے۔

حضرت کے ذوق کا ایک اہم حصہ نہی عن المنکر کا اہتمام تھا۔ حضرت کی نظر میں وہ احادیث رہتی تھیں جن میں نہی عن المنکر کے چھوڑنے پر وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت کا احساس یہ تھا کہ دینی کام کرنے والے طبقات امر بالمعروف تو عموماً کرتے ہیں۔ نہی عن المنکر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ حالانکہ دونوں شریعت کے مستقل حکم ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر بھی زور دیا کرتے تھے کہ دین کے مختلف شعبوں سے وابستہ حضرات ایک دوسرے کو اپنا فریق سمجھنے کی بجائے رفیق سمجھیں۔ اس لیے کہ مقصد سب کا دین کی ترویج اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

یوں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی تقویٰ و احتیاط، طہارت و پاکیزگی اور دعوت و تبلیغ کے حسین موتیوں سے مرصّع تھی۔ مگر جس وصف خاص کے رنگ سے آپ کا انگ انگ رنگا ہوا تھا وہ اتباع سنّت ہے، اسی لیے تو آپ کو ''محی السنّہ'' کہا جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ امّت اس وقت جو تمام دنیا میں ذلیل ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امّت نے سنتوں کو ترک کر دیا ہے۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد کی قائم کردہ ''مجلس دعوۃ الحق'' کو حضرت کے وصال کے بعد از سر نو زندہ کیا۔ اس مجلس کے نمایاں مقاصد میں ایک مقصد احیائے سنت تھا۔ الحمدللہ اس کے ذریعے احیائے سنت کا کام بڑے مضبوط اور

مستحکم طریقے پر انجام پایا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس دعوۃ الحق کے زیر انتظام بے شمار مکاتب و مدارس بھی قائم کیے جن کے نظم ونسق کی تمام تر ذمہ داری حضرت والا اور آپ کے نائبین وخدّام پر تھی۔ ان مدارس میں تصحیح کلام پاک پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ حضرت کے یہاں کلام پاک کے حروف کی تجوید وصحت کے ساتھ ادائیگی پر اس حد تک زور تھا کہ بڑے بڑے اہل علم حضرات اس مقصد کے حصول کے لیے حضرت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق قاعدہ پڑھتے نظر آتے تھے۔ اسی طرح حضرت کے یہاں کلمات اذان واقامت کی ادائیگی کا ایک خاص اسلوب تھا اور مؤذنین اور آئمہ کو اس کی بطور خاص تعلیم دی جاتی تھی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تزکیہ واحسان کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ بھارت کے صوبے یوپی میں ''اشرف المدارس'' کے نام سے ایک عظیم الشان اور مثالی ادارہ قائم فرمایا جس میں دس ہزار کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں۔ یہ عظیم سعادت اللہ رب العزت نے حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خلفاء کے حصے میں رکھی تھی کہ ان کے مبارک ہاتھوں سے بکثرت مدارس قائم ہوئے۔ کراچی سے لے کر پشاور تک تقریباً تمام بڑے مدارس حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے براہ راست خلفاء یا خلفاء کے خلفاء اور متوسّلین نے قائم فرمائے۔

حضرت والا نے تبلیغ دین اور احیائے سنّت کے مقصد سے بے شمار ملکی وغیر ملکی سفر کیے، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے علم وعمل کے دیوانے پروانوں کی طرح منڈلانے لگتے تھے۔ کچھ عرصہ دراز سے تقریباً ہر سال حج بیت اللہ شریف کے لیے جانا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے تقریباً پچاس حج کیے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں افراد آپ کی قیام گاہ پر حصول فیض کے لیے جمع رہتے تھے۔

حضرت والا کی زندگی اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی کا عکس جمیل تھی۔ امت کے ہر فرد کا غم آپ کے دل میں اس طرح پیوست تھا کہ شاید ہی کوئی لمحہ آپ اس سے سکون پاتے تھے۔ ہر مشکل گھڑی میں آپ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کی۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد جب ہندوستان کے مسلمان شدید ترین مایوسی کا شکار ہوئے تو آپ نے ان کو تسلّی و تشفّی کے لیے ایک ہدایت نامہ جاری فرمایا اور اس میں مسلمانانِ ہند کو اس مایوسی کے عالم سے نکلنے کے طریقے تلقین فرمائے۔ خود بھی متّبع سنت تھے اور دوسروں کو بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ دورِ حاضر میں اتّباعِ سنت کا جس قدر اہتمام حضرت کو تھا شاید ہی کسی دوسرے کو رہا ہو، ایک طرح سے آپ اسوۂ نبی اکرم ﷺ کا مکمل اور جامع نمونہ تھے۔

آپ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کے قلم سے کئی کتابیں تحریر ہوکر زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں۔ حضرت والا کی اتنی یادیں اور باتیں ہیں کہ جنہیں لکھنے بیٹھیں تو ختم ہی نہ ہوں۔

علم و عمل اور رشد و ہدایت کا یہ درخشندہ آفتاب ۹ ربیع الثّانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء کو ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا مگر ان کی تعلیمات کی کرنیں اب بھی جگمگا رہی ہیں، اہلِ طلب کے دلوں کو منوّر کر رہی ہیں اور ہمیشہ کرتی رہیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ماخوذ از

ماہنامہ ''الابرار'' کراچی جون ۲۰۰۵ء

ماہنامہ ''الصیانۃ'' لاہور جون ۲۰۰۵ء

''خطباتِ ابرار'' شائع کردہ مجلس نشریات اسلام کراچی

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا

مقام ومرتبہ (اکابر اہل اللہ کی نظر میں)

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

''میری اور مولانا کی نسبت میں اتحاد ہے اور مولانا کی انتظامی شان دیکھ کر تو معلوم ہوا کہ یہ سلطنت بھی چلا سکتے ہیں۔'' (مجالس ابرار، صفحہ:۸)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ خلیفۂ ارشد حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سابق مفتی اعظم پاکستان وبانی ومؤسس دارالعلوم کراچی (۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ)

''جناب مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ اپنے مرشد کے طریق پر اخلاق ومعاملات کی اصلاح اور تربیت وتزکیہ، تعلیم وتدریس کی خدمات پورے انہماک کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔'' (مجالسِ ابرار، صفحہ:۲)

محدّث کبیر فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ بانی ومؤسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی (۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ)

''حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ اپنے عصر میں ان مایہ ناز ہستیوں میں سے تھے جن کی حیات مقدّسہ کے انفاس قدسیہ تربیت واصلاحِ امت ورشد وہدایت کا سرچشمہ تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء ومستفیدین کو جتنا تعلق وقرب وجذب کی نسبت رہی اسی قدر حق تعالیٰ نے ان کو بھی مقبول بنایا۔ ان قابل قدر مبارک ہستیوں میں سے الحمد للہ ہمارے گرامی اخلاص مولانا ابرار الحق صاحب نفع اللہ الامۃ بحیاتہ کا وجود بھی ہے۔ ابتدأً تو

غائبانہ تعلق رہا اور ایک عرفاتی ملاقات بھی ہوئی اور ان کے قابل قدر احوال بھی سنتا رہا۔ لیکن اس دفعہ کراچی تشریف آوری کے موقع پر قریب سے دیکھا اور دو تقریریں سننے کا موقع بھی نصیب ہوا۔ الحمدللہ کہ توقع سے بالاتر پایا۔ ماشاء اللہ حضرت تھانوی قدس سرّہٗ کی نسبت جذب نے ان کو اپنا مجذوب بنا کر ان کی زبان کو اپنے پُر کیف مواعظ سنانے کے لیے انتخاب فرمایا۔

وَکَفٰی بِہٖ فَخْرًا ''(مجالس ابرار صفحہ ۳۔۴)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ارشد حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۶ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ)

''میرے محترم برادر عزیز مولانا ابرارالحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی اوصاف سے نوازا ہے۔ ماشاء اللہ عالم، حافظ، قاری اور ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ موصوف نے تحصیل علوم درسیہ کے بعد اپنی ساری عمر اشاعت دین اور اصلاح امّت کے لیے وقف کر دی ہے۔ اور بہت سے مدارس دینیہ بعون اللہ تعالیٰ قائم کیے ہیں اور نمایاں ترقی کر رہے ہیں، اس کے علاوہ جگہ جگہ مواعظ و ملفوظات سے بھی مسلمانوں کو مستفیض فرماتے رہتے ہیں ۔۔۔ ان تمام ملفوظات میں ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مذاق اور مسلک کا رنگ جھلکتا ہے اور ''از دل خیزد بر دل ریزد'' والا اثر محسوس ہوتا ہے۔'' (مجالس ابرار صفحہ ۴۔۵)

حضرت بابا نجم احسن صاحب نگرامی رحمۃ اللہ علیہ

مجاز صحبت حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۲ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ)

''محبّ عزیز، صاحب جمال حضرت ابرار در فدائے سنّت سیّد الابرار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مولانا ابرارالحق صاحب مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِطُوْلِ بَقَاءِہٖ کا دیدار

اب کہ برسوں بعد نصیب ہوا۔ ان کے محاسن اور کمالات ذاتی کے علاوہ وہ وقت یاد آ گیا جب تھانہ بھون میں انہیں چٹکتی کلیوں یا گل نو بہار کی کیفیت میں دیکھا تھا اور یہاں جب گل وگلزار کی شان دیکھی تو طبیعت وجد میں آ گئی۔ بیان، حسن بیان، جاذبیت، حسن ادا، میں ناکارہ کیا بیان کر سکتا ہوں۔ ''بسیار شیوہاست حسین را کہ نام نیست'' کا معاملہ ہے۔ پھر یہ کہنا پڑتا ہے کہ بزم اشرف کے اس آفتاب ضیاء افروز کو دیکھ کر دل میں بے ساختہ یہ آیا کہ۔

''بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را۔''

بیان اور حسن بیان سے قطع نظر ماشاء اللہ علمی وعملی شانیں اور آئیں یہی نہیں کہ خاص ابراری انداز رکھتی ہیں بلکہ ان کی نافعیت ان شاء اللہ یقینی ہے۔ پھر ایک خاص شان یہ ہے کہ مصلحانہ انداز میں کوئی ضعف ورعایت نہ ہونے کے باوجود قلب وروح اس سے سرور اور نفع دونوں حاصل کرتے ہیں۔''

(مجالس ابرار صفحہ ۵۔۶)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعۃ الرشید کراچی (۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ)

''حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شانِ اصلاح سے نوازا ہے اور پھر اصلاح امّت کے کام کو ان کے لیے اس طرح دردِ دل بنا دیا ہے کہ اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی کہیں نہیں ملتی۔

رہبران قوم نے نہی عن المنکر کے فریضہ کو تو ایسا بھلا دیا ہے کہ گویا یہ حکم سرے سے شریعت میں ہے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر منکرات کی مجالس میں علانیہ شرکت بلکہ اپنی مجالس میں منکرات کی کھلی چھٹی دے کر عوام کو فتنہ اباحیت میں مبتلا کر دیا ہے۔

میں اطراء فی المدح اور کسی کی مدح کے ضمن میں تنقیص غیر سے پناہ

مانگتے ہوئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اصلاح منکرات کا جو کام حضرت مولانا ابرار الحق صاحب سے لے رہے ہیں وہ آج دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتا پھر نہی عن المنکر کے جذبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسنِ بیان اور ایسی شان جاذبیت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی نکیر باعث تنفیر نہیں بنتی بلکہ منکرات کا قبح قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ یہ دل کی تڑپ اور اخلاص وقبول کی علامت ہے۔" (مجالس ابرار صفحہ ۶۔۷)

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں ہندوستان کے چند علماء کرام کے تاثرات

(بعد از وفات ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء)

حضرت مولانا عبدالعلی صاحب فاروقی

مہتمم وصدر مدرس دارلعلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ

''حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے آخری خلیفہ تھے۔ حضرت والا نہ صرف خود کامل درجہ کے متّبع سنت تھے اور ان کے لباس، وضع قطع ، نشست و برخاست ،سکوت وتکلّم اور عادات وعبادات کو دیکھ کر سنتوں کی تذکیر ہوا کرتی تھی بلکہ اتّباع سنت اور اصلاح منکرات کو انہوں نے اپنا مشن بنالیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی مثالوں ،روزہ مرہ کے معمولات ،پیش آمدہ تجربات اور ناقابل تردید حقیقتوں سے استشہاد کر کے حضرت والا جس طرح اتّباع سنت کی فضیلت اور اہمیت کی ترغیب اور منکرات ومعاصی کی ترہیب پر مختصر سے مختصر اور طویل سے طویل وعظ فرماتے ان کا اثر''از دل خیزد بردل ریزد'' والا ہوکر رہتا۔ اوران مواعظ کے ذریعہ نہ جانے کتنے بندگان خدا کو راہ تسلیم ورضا پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہوئی''

حضرت مولانا محمد کاظم ندوی صاحب

استاذ دارالعلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ

''حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی مرجع خلائق تھی۔ راقم الحروف کوکئی مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہونے اوران سے ملاقات ،بات چیت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت کی جلوہ سامانیاں

اور ادائے مشفقانہ دیکھنے کو ملیں۔ حضرت کا درس بھی سنا۔ اتّباع سنت کے نقش و نگار بھی دیکھے۔ حضرت کا اپنے مہمانوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ بھی ان نگاہوں سے دیکھا "اَکْرِمُوْا النَّاسَ مَنَازِلُھُمْ" کی جیتی جاگتی تصویر بھی دیکھی۔ وہ سب کچھ دیکھا جو ایک درویش صفت انسان اور ایک عالم باعمل کی شان ہوتی ہے"۔

حضرت مولانا محمد رابع صاحب (صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

"حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ دینی حمیّت رکھنے والے شخص تھے۔ وہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور سنت کے احیاء کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ اس لیے ان کی سیرت کو اپنی زندگیوں میں پیوست کرنے کی ضرورت ہے"۔

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

"حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کرام کی کڑی کے ایک فرد تھے۔ جن کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر لے کر چلیں۔ مولانا مرحوم نے احیائے سنت کا کام بڑے توازن کے ساتھ انجام دیا۔ وہ ہمیشہ مثبت انداز میں تربیت کرتے، گفتگو میں نرمی اور والہانہ کیفیت تھی۔ ان کی تربیت سے ایمان میں تازگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا تھا"۔

حضرت مولانا نظام الدّین صاحب (ناظم امارات شرعیہ)

"حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم و فضل اور اخلاص وللّٰہیت کے اعتبار سے علماء و مشائخ کی جماعت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ مزاج میں تواضع و خاکساری تھی۔ تفوّق و تعلّی کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز ہونے کے باعث ان میں اصول پسندی اور وقت کی پابندی اس درجہ تھی کہ اس سے سرِ مو انحراف نہ کرتے"

حضرت مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارات شرعیہ

''حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی خصوصیت وقت کی پابندی تھی۔ کس وقت کون سا کام کرنا ہے؟ کس سے ملنا ہے اور کب ملنا ہے؟ سارے اوقات منضبط تھے۔ اس پابندی سے وقت کی حفاظت ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ان کے وقت میں بڑی برکت تھی۔ وہ تواضع وانکساری کا پتلا تھے۔ ان کے تقویٰ اور طہارت کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ وہ مدح وذم سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ انہیں نہ ستائش کی تمنا تھی نہ صلہ کی پرواہ انہوں نے خدا کی رضا کو اپنا مقصد بنالیا تھا''

بقول شاعر ان کا حال کچھ یوں تھا کہ

غیروں کے ستم یاد نہ اپنی ہی وفا یاد
مجھ کو تو محبت کے سوا کچھ بھی نہ رہا یاد

(ماخوذ از ''خطبات ابرار'' صفحہ ۱۴ تا ۲۳ شائع کردہ مجلس نشریات اسلام کراچی)

عظمت قرآن اور اُس کے تقاضے

زندگی تاریک تر ہے نور قرآن کے بغیر
دل بھی اک ویران گھر ہے نور قرآن کے بغیر

قرآن پاک اللہ تبارک وتعالیٰ کا آخری کلام ہے اور شاہی کلام ہے اس کلام کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی تلاوت صحیح تلفظ اور تجوید کے ساتھ کی جائے۔ اس کا احترام کیا جائے اس کے معانی ومفاہیم کو سمجھا جائے اس کے احکامات پر عمل کیا جائے اور اسے حفظ کیا جائے۔ زیر نظر ارشادات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے انتخاب ہے جن میں انہی باتوں کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کے چار حقوق ہیں۔

(۱)۔ عظمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ بہت بڑے مالک کا کلام ہے۔

(۲)۔ محبت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ پالنے والے کا کلام ہے۔

(۳)۔ متابعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ احکم الحاکمین کا کلام ہے۔

(۴)۔ تلاوت مع الصحت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ حکم باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴾ (پ۲۹، ع۱۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیل کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ ۔ادائیگی حروف بھی عمدہ ہو اور وقف کرنے کے احکامات سے واقفیت بھی ہو۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ قرآن ناظرہ پڑھنے کی بڑی فضیلت اور ثواب ہے حدیث پاک میں ہے کہ ''جو شخص قرآن پڑھے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی

دنیا کے گھروں میں چمکنے والے آفتاب کی روشنی سے اعلیٰ ہوگی۔ اگر (بالفرض) تمہارے گھروں میں آفتاب ہو، اب اس شخص کا مرتبہ تم خود سمجھ سکتے ہو جس نے اس پر عمل کیا"۔ (مشکوٰۃ/۱۸۶)

جو حافظ بن جائے اس کا پھر کیا پوچھنا؟ وہ خود بھی جنت کے اندر جائے گا اور دس اعزہ اپنے ساتھ لے جائے گا جو کہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم کے قید خانہ کے مستحق تھے۔ حدیث میں ہے کہ:۔

"جس شخص نے قرآن پاک کو پڑھا پھر اسے حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے ان دس عزیزوں کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائیں گے جو دوزخ کے مستحق ہوں گے" (اصول الفلاح صفحہ ۲۸۔۲۹)

ارشاد فرمایا کہ اکثر معاملات میں کچھ نہ کچھ مستحبات و مستحسنات ہوتی ہیں، جس کا لوگ ماشاء اللہ خیال کرتے ہیں۔ مگر قرآن پاک کے جو مستحسنات ہیں اور اس کا جو جمال ہے آج اکثر سے اکثر خواص بھی غافل ہیں، تصحیح قرآن پاک کی فکر نہیں، بڑے بڑے قاریوں کو دیکھا کہ تراویح میں تجوید کا خیال نہیں، اگر کسی شاعر کا کلام پڑھا جارہا ہو اور وہ شاعر بھی اس مجلس میں موجود ہو تو پڑھنے والا کتنی احتیاط سے پڑھتا ہے اگر کسی نے غلط پڑھ دیا تو شاعر کو کتنا ناگوار ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اب غور کا مقام ہے کہ مخلوق کے کلام میں تو اس قدر احتیاط اور خالق کے کلام کو جس طرح چاہیں پڑھیں پھر اس پر یہ توقع کہ ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام اللہ کی جیسی عظمت ہونی چاہیے تھی آج اس میں کمی ہوگئی ہے جس کی بناء پر یہ معاملہ ہو رہا ہے اس لئے تلاوت کے وقت یہ دھیان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم کو سناؤ کیسا پڑھتے ہو اور جو لوگ سننے والے ہیں وہ یہ خیال کریں کہ محسن اعظم اور

احکم الحاکمین کا کلام پڑھا جارہا ہے۔ انتہائی عظمت ومحبت کے ساتھ سنیں۔ اس سے ان شاء اللہ قرآن پاک کی عظمت پیدا ہوجائے گی۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۰۔۳۱)

ارشادفرمایا کہ آج قرآن پاک کی عظمت میں بہت کمی ہے۔ ایک جگہ میرا جانا ہوا۔۔۔۔۔(وہاں قرآن شریف ایسے ہی رکھے ہوئے تھے) معلوم ہوا کہ جزدان نہیں، بچے الماریوں میں کپڑا نہیں بچھاتے۔ اپنے کپڑے رکھیں گے تو کاغذ بچھادیں گے، لیکن قرآن شریف کو یوں ہی الماری میں رکھ دیا۔ کیا ہوگیا ہے۔ جہاں گردوغبار کا امکان نہ ہو تو خیر وہاں کا معاملہ اور ہے لیکن جہاں گردوغبار ہوتا ہے وہاں بھی یوں ہی رکھ دیا جاتا ہے۔ جن کی عمریں چالیس سال کی ہیں انہوں نے دیکھا ہوگا اپنے بچپن میں کہ قرآن پاک بغیر جزدان کے نہیں نظر آتا تھا۔ اب دیکھو جہاں چاہا وہیں رکھ دیا، جس طرح چاہا رکھ دیا۔ بالخصوص اکثر مساجد ومدارس میں بھی اس سلسلہ میں لاپرواہی ہے، پڑھا اور یوں ہی اٹھا کر رکھ دیا۔ ایک دفعہ میں نے ایک جگہ قرآن پاک کی الماری کھولی تو قرآن پاک رکھے ہوئے نہ تھے بلکہ الٹے سیدھے نعوذ باللہ جسے کہتے ہیں پڑے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ یہ معاملہ قرآن پاک کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ بڑی کوتاہی کی بات اور عظمت کی کمی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۶۔۵۷)

ارشادفرمایا کہ ایک وزیر کے لڑکے کا سورۂ بقرہ ختم ہوا اس نے استاد کی خدمت میں ڈھائی سو اشرفیاں ہدیہ پیش کیں۔ استاد نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ ہے۔ میں نے ابھی کیا ہی کیا ہے جو اتنے بڑے انعام کا مستحق ہوں، وزیر نے ہدیہ تو دے دیا اور کہا کہ مجھ سے تنہائی میں ملنا۔ جب خلوت میں ملاقات ہوئی تو کہا اب میرے لڑکے کو پڑھانے مت آنا۔ کیونکہ تمہارے قلب میں سورۂ بقرہ کی عظمت ڈھائی سو اشرفیوں سے بھی کم ہے۔ اور میرے اس ہدیہ کو سورہ بقرہ سے زیادہ وقیع سمجھا۔ جب آپ کا یہ حال ہے تو ہمارے لڑکے کے قلب میں

قرآن پاک کی عظمت کیسے پیدا ہوگی۔ کیا حال تھا اس زمانے کے امراء کا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ قرآن پاک پر چشمہ یا قلم یا ٹوپی رکھ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا کسی دینی کتاب پر بے ادبی ہے۔ چہ جائیکہ قرآن پاک جو رب العالمین کا کلام ہے۔ اسی طرح قرآن پاک پر حدیث شریف کی کتاب نہ رکھے اور کتب فقہ کو حدیث پاک پر نہ رکھے اور تصوف کی کتابوں کو کتب فقہ پر نہ رکھے۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

(مجالس ابرار صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ مساجد و مدارس میں قرآن پاک کا معائنہ کیا جاوے، حدیث وفقہ اور فنون کی کتابیں نہایت عمدہ جلد میں الماریوں میں سجاتے ہیں اور قرآن پاک کے ساتھ کیا معاملہ ہے کہ بوسیدہ قرآن پاک کی جلد بندی بھی نہیں کراتے اور بدوں غلاف بے قاعدہ رکھتے ہیں اور بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ بوسیدہ اوراق کے ساتھ قرآن پاک کو اوپر نیچے نہایت بے ترتیبی سے الماریوں میں بھر دیا گیا جس کو دیکھ کر دل کانپ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت کے خلاف ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے اور جزدان (غلاف) کو کبھی کبھی دھونا چاہیے اور اس کے دھوئے ہوئے پانی کو دیواروں پر چھڑک دیں یا کیاری میں ڈال دیں کہ یہ پیاری چیز ہے شاہی کلام کے لباس کا پانی ہے۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کے بارے میں ایک اور حق بیان کرتا ہوں وہ ہے عظمت، اس کی کمی ہے۔ آنکھ میں تکلیف ہو جائے تو ماہر ڈاکٹر کو دکھلاؤ گے، قلب میں تکلیف ہو تو یہاں نہیں دکھلاؤ گے بلکہ لکھنؤ جاؤ گے اور جب

قرآن پاک کی تعلیم کا نمبر آتا ہے تو اس کے لیے پڑھانے والا سستا ہونا چاہیے، یہاں پر ماہر کی قید نہیں ہے اس کی فکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جیسی عظمت ہونا چاہیے ویسی نہیں ہے' گھڑی کی عظمت ہے، گھڑی کی قیمت ہے کہ ہر گھڑی ساز کو نہیں دکھلائیں گے، مکہ مکرمہ کی لائی ہوئی گھڑی ہر گھڑی ساز کو نہیں دکھلائیں گے، اس کے لیے اعلیٰ درجہ کا گھڑی ساز ہو اور جب قرآن پاک کا نمبر آتا ہے تو سستا ہونا چاہیے، سستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار۔ (اصول الفلاح صفحہ ۴۲)

ارشاد فرمایا کہ بعض مدارس دینیہ کے معائنے کے لیے جب حاضری ہوئی تو دیکھا کہ کافیہ پڑھنے کی درسگاہ میں دریاں نہایت عمدہ اور حفظ قرآن پاک کے درجے میں بوسیدہ اور گھٹیا درجہ کی چٹائیاں تھیں۔ دل بے حد غمگین ہوا اور وہاں کے مہتمم صاحب سے گذارش کی گئی کہ یہ کیا حال ہے مقدمات اور مقصود کے ساتھ یہ معاملہ؟ (مجالس ابرار صفحہ ۱۳۔۱۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر طلباء کسی جلسے میں قرآن مجید غلط پڑھیں تو ان کو اسی وقت ٹوک دینا چاہیے محض مدرسہ کی سبکی یا بچوں کی توہین کے خوف سے احکم الحاکمین کا کلام غلط پڑھنے پر خاموش رہنا کیسے جائز ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۴)

ارشاد فرمایا کہ جوتے پر پالش کی، چہرے پر مالش کی، مکان پر پلستر کی ضرورت ہے۔ ہر جگہ جمال مطلوب ہے، مگر قرآن پاک کے جمال اور صحت سے پڑھنے کی فکر نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۲)

ارشاد فرمایا کہ توراۃ پر عمل نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں گدھا قرار دیا گیا تو قرآن پاک جو توراۃ سے افضل ہے اس کا علم رکھنے کے بعد بے عمل ہونے والا کیا مستحق وعید نہ ہوگا؟ (مجالس ابرار صفحہ ۴۲۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ حاضری ہوئی مسجد بہت شاندار لیکن امام صاحب نے جب نماز پڑھائی تو بے حد افسوس ہوا۔ امام صاحب نے سورۃ

الناس اس طرح پڑھائی مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنَّسْ حروف کی صحت نہایت ضروری ہے۔اب تو بیعت کرتے وقت احقر عہد لیتا ہے کہ تلاوت مع الصحت کرونگا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۳۰)

ارشاد فرمایا کہ آج کل مجمع لگانے کے لیے جلسوں میں پہلے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے کیونکہ مقرر صاحب کہتے ہیں آدمی تھوڑے ہیں کیا دل لگے گا۔ تقریر میں کوئی قاری صاحب تلاوت کریں تا کہ لوگ آ جائیں۔ توبہ توبہ قرآن پاک کو کس مقصد کے لیے استعمال کیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۷)

ارشاد فرمایا کہ عام طور پر جلسوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرائی جاتی ہے مگر اس کے پڑھنے کا مقصد ہی بدل گیا اسی وجہ سے ہمارے یہاں طلبہ کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ جب بھی مجمع میں قرآن پاک کی تلاوت کریں تو اولاً اس کے فوائد وآداب بیان کر دیا کریں تا کہ اصل مقصد واضح ہو جائے پھر تلاوت کریں تا کہ تلاوت کا پورا نفع ہو۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب بے تکلف ایک جگہ کے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ سے تخصص کیا ہے میں نے کہا سورۃ والعٰدیٰت سناؤ، سورہ فلق اور سورہ ناس سناؤ، انہوں نے سنایا تو میں نے کہا کہ ماشاء اللہ تخصص فی الفقہ کیا ہے، سُوَرِ صلوٰۃ یعنی جو سورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں اور جن کو نمازوں میں پڑھاتے ہو ان میں بھی تخصص کرلو اور میں نے کہا اچھا سورۃ فاتحہ سناؤ، سورۃ فاتحہ میں پاس ہونے کے نمبر تھے، اعلیٰ درجہ کے نمبر نہ آئے تو میں نے کہا کہ تخصص فی الفاتحہ بھی کرلو۔ (مجالس محی السنہ ۵۴۔۵۵)

ارشاد فرمایا کہ اب نئی دکان پر قرآن خوانی کا رواج شروع ہو گیا ہے۔ یہ سب رسم ہے، قابل اصلاح ہے۔ بعض لوگ اسی قرآن خوانی کی رسم کے ساتھ کسی بزرگ کا بیان اور دعوت بھی شامل کر لیتے ہیں یہ بزرگوں کو دھوکہ

دینا ہے۔۔۔۔کیا قرآن شریف دکانوں کے افتتاح کے لیے نازل ہوا ہے اور یہ مشائخ اسی کام کے لیے رہ گئے ہیں ؟ برکت کے لیے صرف ۲ رکعت صلوۃ الحاجت پڑھ کر دعا کر کے شروع کر دیجئے۔۔۔۔پس سنت کے موافق کام ہو گیا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۸۶۔۴۸۷)

ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے کہ اے لوگو! تمہارے دلوں کو اس طرح زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو پانی زنگ لگاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ پھر کس طرح زنگ صاف ہو گا؟ ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن پاک کرو اور کثرت سے موت کو یاد کرتے رہو۔ ہمارے استاد مولانا عبد الطیف صاحب سہارنپوریؒ کثرت سے تلاوت قرآن پاک بچوں سے سنتے رہتے تھے۔ آج سمجھ میں بات آئی کہ کیا مقصود ہوتا تھا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۰۔۷۱)

ارشاد فرمایا کہ جب تلاوت شروع کرے تو نیت کر لے کہ اس سے ہمارے قلب کا زنگ دور ہو گا۔ اور حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو گی اور یہ تصورر ہے کہ حق تعالیٰ سن رہے ہیں حدیث پاک میں وارد ہے کہ تلاوت قرآن پاک سے زنگ دور ہوتا ہے۔۔۔۔نیت اور اخلاص ہی اصل ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۰)

ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن پاک سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے، جس کی برکت سے دل پھر حق بات قبول کرنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حرف پر دس ثواب کا انعام ملتا ہے مگر شرط ہے کہ قرآن پاک میں ریا کاری نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تلاوت کرے اور حروف کی صحت کے ساتھ تلاوت کرے۔ حدیث میں ہے کہ:

﴿رُبَّ قَارِیٔ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ﴾

”بعض پڑھنے والے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے“

(مجالس ابرار صفحہ ۴۷۶۔۴۷۷)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بات چیت سے محبت بڑھتی ہے تلاوت بھی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے۔ اس لیے تلاوت قرآن پاک سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ایک حرف پر دس نیکی اور ایک پارہ پر ایک لاکھ نیکی کا اوسط ہے، یہ انعام الگ ہے، ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ تلاوت قرآن پاک میں دل نہیں لگتا۔ حضرت والا نے جواب لکھا کہ یہ سوچا کرو کہ حق تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہمارا کلام سناؤ، دیکھیں کیسا پڑھتے ہو، پڑھنے کا انعام الگ ہے، سمجھنے کا انعام الگ ہے۔ جو لوگ پڑھنے کو بدون سمجھنے کے بیکار سمجھتے ہیں وہ یا تو جاہل ہیں یا بددین۔ اور مخالف فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن پاک کا حافظ دراصل اس معجزہ عظیم کا محافظ ہے، ملک کی سرحد کے محافظ تو سرکاری آدمی سمجھے جاتے ہیں۔ تو قرآن پاک جو کلام رب العالمین ہے اس کے حافظوں کو کیا سرکاری محافظ کا مقام حاصل نہ ہوگا؟ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۸)

ارشاد فرمایا کہ تلاوت کے وقت یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا کلام ہم کو سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو۔۔۔ یہ بھی سوچے کہ اللہ تعالیٰ کا نور ان حروف کے واسطوں سے میرے قلب میں آرہا ہے، ہر حرف پر دس نیکی مل رہی ہے اور ایک پارہ کے حروف کو شمار کرنے سے ایک لاکھ نیکی بنتی ہے، لہذا اگر ایک پارہ تلاوت کر لیا تو ایک لاکھ نیکی جمع ہوگئی۔ تلاوت کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کیا جاوے تو اہل اللہ ہو جاوے گا۔ اہل القرآن کو حدیث میں اہل اللہ کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۴۔۳۶۵)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کی عجیب شان ہے اس کے عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے قرأت کے دس امام ہیں اس کو سبعہ اور عشرہ کہا جاتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۲)

ارشاد فرمایا کہ تلاوت کے بعد دعا قبول ہوتی ہے یہ کتاب اللہ کی

خصوصیات میں سے ہے دعا دل کی پکار ہے صرف زبان سے الفاظ دعا کافی نہیں ہیں بلکہ دل کو متوجہ رکھنا چاہیے۔ پوری توجہ اور دل کے حضور سے دعا مانگنی چاہیے۔

(مجالس محیی السنۃ صفحہ ۱۱۲-۱۱۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ اس موقع پر آپ نے کئی نصیحتیں فرمائیں۔ اُن میں سے ایک نصیحت یہ بھی فرمائی۔

﴿عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ﴾ (بیہقی مشکوٰۃ صفحہ ۴/۴۱۵)

''تلاوت قرآن پاک اور اللہ عزوجل کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو۔''

اس نصیحت کے دو جز ہیں، ایک قران پاک کی تلاوت، دوسرے ذکر، قرآن پاک کی تلاوت کے جو آداب و شرائط ہیں اُن کا لحاظ رکھا جائے، انتہائی محبت و عظمت کے ساتھ تلاوت کی جائے، تجوید کی رعایت رکھی جائے۔ اس طرح ذکر کا بھی اہتمام کیا جائے۔ اس کے لیے نہ وضو کی شرط، نہ تسبیح کی شرط، نہ کسی خاص وقت اور جگہ کی قید، بلکہ اٹھتے بیٹھتے جب بھی موقع ہو ذکر کرے اور ذکر بہت سارے ہیں، کلمہ طیبہ، درود شریف، استغفار جو جی چاہے پڑھے اس کا فائدہ کیا ہوگا۔ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ ''تمہارے ذکر کا باعث ہوگا آسمان میں۔'' یہاں قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذکر کرنے والے کا تذکرہ آسمان میں کیا جاتا ہے، کتنی بڑی چیز ہے اس کو قرآن پاک میں فرمایا۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (پ ۲۔ ع ۲)

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ (بیہقی مشکوٰۃ ۴/۴۱۵) ''تمہارے لیے زمین میں نور ہوگا۔''

تلاوت و ذکر سے تمام دینی و دنیوی امور میں آسانی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جب نور ہوگا تو نور سے سرور ہوگا اور سرور یہ ذریعہ ہے چین و آرام کا۔ (ملفوظات ابرار ۵۳-۵۴)

ارشاد فرمایا کہ اپنی اپنی مسجدوں میں تین منٹ کے لیے تلاوت کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔ آجکل ہماری مساجد سونی ہوگئی ہیں نماز پڑھنے کے بعد کچھ کتاب کا معمول ہو تو وہ ہو جائے پھر تلاوت کی جائے، جو قرآن نہیں پڑھتے ہیں وہ بھی قرآن کو لے لیں اور اس کو کھولیں اور انگلی پھیرتے رہیں اور کہتے رہیں کہ یہ بھی حق ہے، یہ بھی حق ہے تو تین منٹ میں کم از کم پانچ ہزار نیکیاں تو مل جاتی ہیں۔ کوئی ایک صفحہ پڑھے گا تو پانچ ہزار آدھا صفحہ پڑھے گا تو ڈھائی ہزار نیکیاں مل جائیں گی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ مساجد میں پارے رکھ دیے جائیں اور کم از کم تین منٹ تلاوت کا اہتمام کیا جائے۔ اگر ایک صفحہ بھی تلاوت کرلی تو پانچ ہزار نیکیاں ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائیں گی۔ حرمین شریفین میں تلاوت کا کس قدر اہتمام ہے۔ ہماری مسجدوں میں بھی اپنے ملکوں میں اہتمام ضروری ہے۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں انہیں میں سے بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ جو چیز معجزہ ہے اور ایسا معجزہ جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں اُتارا اور اس کی حفاظت کی صورت ظاہر فرمادی، فرمایا:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾

''ہم نے ہی قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔''

حفاظت کبھی ہوتی ہے اسباب کے ساتھ، کبھی بغیر اسباب کے، اسباب مقرر کر دیے اس کی حفاظت کے، لوگوں کو حکم دے دیا اس کے پڑھنے پڑھانے اور یاد کرنے کا، لوگوں کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ صلاحیت پیدا کر دی کہ وہ قرآن پاک کو محفوظ کریں، اس کے پڑھنے کو محفوظ کریں، اس کے اعمال

کو محفوظ کریں۔ اس لیے بھائی یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۱۔۳۲)

ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں قرآن پاک اُترے، اس میں جو حکم ہے اس پر عمل نہ کرے تو یہ کتنی بڑی محرومی ہے، اس لیے فرمایا کہ انعام جو ملے گا قرآن پاک پڑھنے والے کو، ناظرہ پڑھ رہا ہے تو اس کے ماں باپ کے سر پر تاج رکھا جائے گا کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی، وہ کس کے لیے؟ جو عمل کرے، جو حافظ ہو جائے گا اور عمل کرے گا تو وہ اپنے دس اعزاو اقرباء کو جنت میں لے جائے گا، خود بھی جنت میں جائے گا، کتنا بڑا درجہ ہے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۳۲)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملنے کا جو وعدہ ہے وہ صحیح پڑھنے پر ہے مثلاً قُلْ کے دو حرف پر بیس نیکی کا وعدہ ہے لیکن اگر کوئی اس لفظ قُلْ کو کُلْ پڑھے اور قاف ادا نہ کرے تو یہ ثواب کس طرح ملے گا۔ اگر اردو کا امتحان لیا جا رہا ہو اور کہا جاوے کہ لکھو ظالم اور طالب علم لکھے جالم تو کیا آپ اس کو پاس کریں گے یا کوئی نمبر دیں گے؟ حالانکہ ایک حرف کو غلط لکھا ہے اور تین حرف کی اکثریت صحیح ہے، اسی طرح آپ نے کہا لکھو ''طوطا'' اس نے لکھا ''توتا'' تو آپ کیا نمبر دیں گے؟ پس جو فیصلہ یہاں کریں گے قرآن پاک کی تلاوت میں بھی کر لیں۔ بہت اہتمام سے قرآن پاک کی تلاوت کو صحت حروف کے ساتھ مشق کریں۔ قرآن پاک کی غلط تعلیم سے منتظمین مدرسہ بھی وبال سے نہ بچ سکیں گے اور صدقہ جاریہ کے بجائے ضد صدقہ جاریہ ہوگا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۳)

ارشاد فرمایا کہ حضرت اقدس حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا۔ بعض شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث کو بھی خانقاہ تھانہ بھون میں قاعدہ پڑھنے کا حکم دیا گیا اور جمال القرآن کا رسالہ جو تجوید پر نہایت

جامع رسالہ ہے پڑھنا پڑا۔ کسی شاعر کے کلام کو غلط پڑھ کر دیکھئے کہ اسے کس قدر ناگواری ہوتی ہے اور یہ کلام پاک تو کلام رب العالمین اور کلام احکم الحاکمین ہے۔اس کی صحت حروف اور قواعد تجوید کا کتنا اہتمام ہونا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں حفاظ کرام کو جہری نماز ہو یا سری، خواہ فرض نمازوں کی امامت ہو یا تراویح پڑھانی ہوں تجوید اور قواعد کی پوری رعایت رکھنی ہوتی ہے، بعض حضرات جہری نمازوں میں تو قرأت کے تمام اصول کی پابندی کریں گے اور سری نمازوں میں سب اصول ختم کر دیتے ہیں، کیا یہ قواعد صرف جہر کے لیے خاص ہیں؟ اگر یہ قرآن پاک کی عظمت کا حق ہے تو پھر ہر حالت میں اس کی رعایت ضروری ہے، تراویح میں تو ابتلا ہے کہ تیز پڑھنے میں تمام قواعد ہضم کر جاتے ہیں، میں اس کی ایک مثال دیا کرتا ہوں وہ یہ کہ کار کے تیز چلانے پر حکومت کی طرف سے انعام مقرر ہو تو کچھ لوگوں نے سرخ سگنل کو بھی پار کر لیا اور تصادم سے بھی نہ رکے، سب کو گراتے پڑاتے منزل مقررہ تک پہنچ گئے اور کچھ لوگ ہر سرخ سگنل پر اپنی کار کو روک لیا کرتے اور کسی کی جان بھی تیز رفتاری سے ضائع نہیں کی تو آپ ہی بتلائیں کہ انعام کن لوگوں کو ملے گا؟ اور چالان کن لوگوں کا ہوگا؟ انعام تو کجا ایسے لوگوں کی سزا کا خطرہ ہے جو تیز رفتاری سے تراویح میں اصول وقواعد کی پرواہ نہیں کرتے اور مقتدیوں کو خوش کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۔۱۵)

ارشاد فرمایا کہ گھڑی خراب ہو جائے تو شہر میں جو سب سے ماہر گھڑی ساز ہوگا اس کے پاس جاویں گے اور بچوں کی قرآن پاک کی تعلیم کے لیے سستا استاد تلاش کریں گے۔ چاہے وہ کیسا ہی غلط کیوں نہ پڑھتا ہو۔۔۔۔ قرآن پاک کے لیے فن تجوید کے ماہر کو استاد بنانا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

﴿خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ﴾

''تم لوگوں میں سے سب سے اچھا اور نیک وہ ہے جو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو تعلیم قرآن پاک کی دے۔'' مگر بھائی یہ انعام صحیح پڑھنے پر ہے ۔۔۔۔۔ ہمارے یہاں صرف قاعدہ میں آٹھ مرتبہ امتحان ہوتا ہے اور امتحان کا حق استاد کو نہیں صدر مدرس کو ہوتا ہے۔ استاد خود ترقی نہیں دے سکتا۔ اس اہتمام کی برکت ہے کہ الحمد اللہ ہمارے یہاں قرآن پاک کی تعلیم قواعد تجوید سے معیاری ہونے میں مشہور ہے اور ہردوئی میں مختلف صوبوں سے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے مصارف سے آکر پڑھ رہے ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۰۲۔۱۰۳)

ارشاد فرمایا کہ بعض حضرات صرف جلسہ میں پڑھنے کے لئے دو ایک رکوع قواعد سے مشق کر لیتے ہیں اور روزمرہ اپنے گھروں میں تمام قرآن کی تلاوت بدوں قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات صرف جہری نماز (مغرب: عشاء فجر) میں قواعد کی رعایت کرتے ہیں۔ اور سری نماز (ظہر، عصر) میں اخفاء ادغام، غنہ وغیرہ کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ سب اصول ختم۔ بعض حضرات تراویح میں باوجود ماہر فن ہونے کے قواعد کی رعایت اس لیے نہیں کرتے کہ اس سے تاخیر ہوگی۔ اس لیے جلد پڑھ کر مقتدیوں کو خوش کر دیتے ہیں۔ اب خود فیصلہ کیجئے کہ مذکورہ کوتاہیوں کی حقیقت اور اس کا سبب کیا ہے؟ اگر قواعد کی رعایت قرآن پاک کی عظمت کا حق ہے تو پھر جلسہ اور جہری نماز کی تخصیص کیوں ہے۔ اور تراویح مستثنیٰ کیوں ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۵)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جہری نمازوں میں تلاوت کے اصول کی رعایت اور سرّی نمازوں میں بے پروائی اس

بات کی دلیل ہے کہ قلب میں حق تعالیٰ کی عظمت نہیں، ورنہ کیا سرّی نماز میں ہماری تلاوت کو حق تعالیٰ نہیں سنتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۵)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں عالموں کی تقرری پر ان کا قاعدہ کا امتحان ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم صاحب کچھ خفا ہوئے اور کہنے لگے ''ہماری سند میں تمام کتابوں کے اندر ہمارے اعلیٰ نمبر آئے ہیں'' ان سے گذارش کی گئی مگر آپ کی سند میں قاعدہ کے امتحان کا ذکر نہیں ہے۔ پھر ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا گیا۔ اور اس سے ان کو قاعدہ کا سبق سنایا گیا۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ یہ بچہ مجھ سے اچھا پڑھتا ہے۔ پھر ان سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ کو اس بچے کا امام بنا دیا جائے تو اس بچے کے قلب میں آپ کی کیا وقعت ہو گی۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ آج کل اس میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ علماء کو سند دے دی جاتی ہے اور وہ قرآن کو قواعد تجوید سے نہیں پڑھ سکتے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۹)

ارشاد فرمایا کہ آج کل جو خوش آواز ہو اور قرآن پاک کے حروف کو صحت سے ادائیگی نہ کرتا ہو اس کو اس شخص سے مقدم رکھتے ہیں جو خوش آواز نہ ہو اور صحت حروف کا پابند ہے حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۵۹)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حروف قرآن کو غلط پڑھنا یعنی صاد کو سین پڑھنا یہ لحن جلی کہلاتا ہے جو حرام ہے۔۔۔۔۔ مکان کے رنگ و روغن کی فکر ہے تاکہ جمال پیدا ہو لیکن قرآن پاک کے جمال کی فکر کیوں نہیں؟۔۔۔۔۔ جہاں ضروریات دین کا اہتمام نہ ہو تو پھر وہاں معارف و دقائق تصوف ان کو کیا نفع دے سکتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۶)

ارشاد فرمایا کہ (ایک مدرسے کے معائنے پر) بعض طلباء نے

قرآن کے حروف کو صحت سے نہیں پڑھا کافیہ اور مرقاۃ کی عبارت تو صحیح پڑھیں اور قرآن پاک غلط پڑھا۔ کتاب اللہ کی عظمت نہیں ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۸)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں گیارہ صوبوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ افریقہ، لندن، موزمبیق اور پاکستان سے پڑھ کر وہاں تصحیح کے لیے پہنچ رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ معیاری صحت و تجوید سے قرآن پاک کی تعلیم ہوتی ہے۔ آج کل رواج ہے کہ قرآن پاک کے ۵۴۰ رکوع میں سے صرف چند رکوع مشق کر لیتے ہیں اور قاری صاحب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ پورا قرآن پاک صحیح ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰۶)

ارشاد فرمایا کہ آج ہمارے مشائخ کے یہاں بھی اس کا ہتمام ہونا چاہیے کہ خود بھی تلاوت مع الصحت کا اہتمام ہو اور طالبین کو بھی توجہ دلائیں۔ مراقبہ استغراق، وظائف، حقائق اور معارف کے ساتھ ایسے ضروری امور کا بھی اہتمام ضروری ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے کہ ان کے کلام کی عظمت ہو اور عظمت کلام کا حق ہے کہ صحت حروف کے ساتھ تلاوت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بے فکری اور کاہلی اور سستی سے صحیح نہ پڑھنا کس قدر گستاخی ہے اور اندیشہ مواخذہ کا ہے۔ تصوف کا ایسا غلبہ کہ شریعت کے مسائل کا اہتمام نہ رہے یہ بہت خطرناک حالت ہے اور اگر مغلوب الحال ہے تو مقتدیٰ بنانا ایسے مغلوب کو جائز نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۱)

ارشاد فرمایا کہ تجوید کا اور صحت حروف کا اہتمام ضروری ہے مگر افسوس آج کل اچھی آواز کو حروف کی صحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً کسی مدرسہ کا جلسہ ہو اور دو لڑکے ہیں ایک تو حروف کی ادائیگی میں عمدہ ہے اور دوسرا حروف کی ادائیگی میں کم تر ہے مگر آواز میں اس سے بہتر ہے تو اگر مہتمم صاحب نے اچھی آواز والے کو مقدّم کیا اور اسی سے پڑھوایا تو امتحان اخلاص کا ہو گیا کہ

رضائے خالق نہیں ہے، رضائے خلق ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۷)

ارشاد فرمایا کہ اگر دس منٹ صرف دو ماہ تک دیا جاوے قرآن پاک کے حروف کی ضروری صحت ہو جاتی ہے۔ بوڑھے آدمی اگر کلام پاک کی صحت میں لگ جائیں تو امید ہے کہ اس کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جاوے گی۔ حق تعالیٰ شانہ کو رحم آجاوے گا کہ بوڑھا ہو کر ہمارے کلام کی درستی اور صحت تجوید میں لگا ہوا تھا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۸)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کی عظمت اور محبت قلوب میں بٹھلانا کہ احکم الحاکمین اور محسن اعظم کا کلام ہے۔ تلاوت کلام پاک میں صحت حروف اور کھڑے پڑے کا لحاظ رکھنا اور قاعدہ سے سانس توڑے اور سانس توڑنے کے بعد تلاوت کرنے کا طریقہ سیکھنا یہ ضروری ہے۔ اس میں کوتاہی کرنے والا گنہگار رہوتا ہے۔ (سبیل الفلاح صفحہ ۲)

ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مستحسنات تلاوت یعنی اخفاء واظہار وتفخیم وترقیق، معروف ومجہول وغیرہ کا اہتمام رکھنا بھی اہم ہے۔ جس طرح ہم نماز، روزہ، خیرات، حج میں مستحبات ونوافل کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح تلاوت کے مستحبات کا اہتمام بھی مطلوب ہے۔ نیز جس طرح مکان، مسجد میں پلاسٹر کا اہتمام کرتے ہیں، خورد ونوش میں انڈے، ٹوسٹ، مکھن، آئس کریم، برف کا اہتمام رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ضروریات زندگی میں سے نہیں ہیں۔ بغیر ان کے بھی کام چل سکتا ہے۔ اسی طرح تلاوت کے حسن وجمال کی درستی کی بھی فکر چاہیے۔ اس کی طرف اہل صلاح حضرات کی توجہ کم ہے۔ میرے یہاں اہل علم، اہل صلاح حضرات تشریف لاتے ہیں۔ توجہ دلانے پر وہ بطیب خاطر درجہ قاعدہ ناظرہ والوں کے ساتھ بیٹھ کر تصحیح کرتے ہیں۔

(سبیل الفلاح صفحہ ۲)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کی صحیح تلاوت کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ترتیل کے ساتھ پڑھو قرآن پاک کو۔ (پارہ ۲۹: ۱۳) اور ترتیل کی تفسیر کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ (الاتقان ۱/۱۱۰) حروف کو صحیح ادا کرنا اور وقف کے طریقہ کو پہچاننا۔ سانس کیسے توڑے؟ کہاں توڑے؟ کیا قاعدہ ہے؟ کوئی ڈرائیور گاڑی لائے اور گاڑی پلیٹ فارم سے آگے نکالے تو غلطی ہے اور پہلے روکے تو یہ بھی غلطی ہے اور آدھی آگے اور آدھی پیچھے روکے تو یہ بھی غلطی ہے قاعدے کے اعتبار سے۔ ایسے ہی سانس کہاں توڑے، اس کے طریقے بتلائے ہیں۔ بیچ میں سانس توڑے تو کہاں توڑے اور کیسے توڑے پھر یہ کہ کہاں سے شروع کرے۔ اس کے اصول بتلائے گئے ہیں۔ اس کی خلاف ورزی کرنے سے قرآن پاک کے الفاظ اور معنی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ حروف کی اہمیت کتنی ہے؟ بہت مختصر عرض کرتا ہوں۔ آپ کسی مدرسہ میں جائیں اور کہیں کہ وقت تھوڑا ہے اس لیے امتحان مختصر ہوگا اور طلبا سے کہیں کہ لکھو ''قمر کو مال دو''۔ اب ایک طالب علم لکھ رہا ہے کہ ''کمر کو مل دو''۔ اس طالب علم کو کوئی نمبر دو گے؟ نہیں، فیل کر دو گے، کیوں؟ اس لیے کہ یہی امتحانی چیز ہے اس میں غلطی کی ہے۔ ایک تو قمر میں ''ق'' کی غلطی کی ہے کہ ''ق'' کی جگہ ''ک'' لکھ دیا دوسرے مال میں کھڑے پڑے کی غلطی کی ہے اور مال کو مل لکھ دیا۔ جب اردو کے اندر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف بدلیں، کھڑے کی جگہ پڑا کر دیں تو فیل کر دیں گے۔ کیوں صاحب؟ قرآن پاک میں ایک حرف کی بجائے دوسرا حرف پڑھیں، کھڑے کی جگہ پڑا پڑھ دیں اور یہ توقع رکھیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں گی یہ کہاں کی عقل مندی اور انصاف ہے۔ یہ لحن جلی کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے (اصول الفلاح صفحہ ۳۹۔۴۰)

ارشاد فرمایا کہ ''جمال القرآن'' میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا پڑھ دیا۔ جیسے'' الحمد '' کی جگہ'' الھمد '' پڑھ دیا یا'' ث'' کی جگہ ''س'' پڑھ دیا یا'' ح'' کی جگہ'' ھ'' پڑھ دیا یا ''ذ'' کی جگہ'' ز'' پڑھ دی یا ''ص'' کی جگہ'' س'' پڑھ دیا یا'' ض'' کی جگہ'' ذ'' پڑھ دی یا'' ظ'' کی جگہ'' ز'' پڑھ دی یا ''ع'' کی جگہ'' ء'' پڑھ دیا یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' میں'' دْ'' کے پیش اور'' ہ'' کی زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا کہ اَلْحَمْدُو لِلّٰهِی پڑھ دیا۔ یا کسی حروف کو گھٹا دیا جیسے '' لَمْ یُوْلَدْ'' میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اور اس طرح پڑھا'' لَمْ یُلَدْ'' یا زبر، زیر، پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا۔ جیسے اِیَّاکَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِھْدِنَا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا ''اَھْدِنَا'' یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی ''اَنعَمَتُ'' یا اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ دورہ کے طلباء کرام اکثر عربی عبارات بہت عمدہ پڑھتے ہیں مگر اس اعلیٰ معیار سے تلاوت قرآن پاک مع الصحت نہیں کرتے اور نہ مشق کی فکر کرتے ہیں۔ اگر یہ امامت کے منصب پر فائز ہوں اور ان کی اقتداء میں کوئی قاری ہو تو کیا خیال کرے گا؟ اس سے علماء کرام کی وقعت نہیں رہتی۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ انگریزی گنتی میں ون کے بعد ٹُو کی آواز سب کی صحیح ہوتی ہے۔ کوئی ٹُو کو مجہول نہیں پڑھتا حالانکہ انگریز کو گئے ہوئے زمانہ گزر گیا لیکن وہ ایسا سبق پڑھا گیا کہ ہم اس کو نہیں بھولتے تو پھر اَلْحَمْدُ کی دال پر ٹُو کی طرح آواز کیوں نہیں نکالتے۔ اکثر مجہول پڑھتے ہیں حالانکہ مجہول پڑھنا سنّت کے خلاف ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ حسن صوت اللہ کا عطیہ ہے کہ جو غیر اختیاری ہے۔ تجوید سے پڑھنا یہ اپنا کمال ہے اور اختیاری ہے اس لیے جو چیز غیر اختیاری ہے اس کے پیچھے نہ پڑے، جو اختیاری ہے جس کا انسان مکلّف ہے اس کو حاصل کرے اور اس میں محنت کرنے لگے۔ پھر یہ کہ مقبول عند اللہ تجوید سے پڑھنے والا ہے نہ کہ بلا تجوید اچھی آواز سے پڑھنے والا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں قرآن پاک کا دور کرنا چاہیے۔ کیونکہ افضل المخلوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور ملائکہ میں افضل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور یہ دونوں حضرات افضل الکتاب یعنی قرآن مجید کا دور رمضان شریف میں کیا کرتے تھے۔ جو کہ تمام مہینوں سے افضل ہے، دور کرنے والے بھی افضل، جس کا دور کیا جا رہا ہے وہ بھی افضل، اور جس مہینہ میں دور ہو رہا ہے وہ بھی افضل۔ اس سے اس ماہ مبارک میں دور کی اہمیت اور اس کا مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے۔ آج امّت سے یہ سنّت چھوٹ گئی ہے۔ اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ کسی نماز کے بعد کچھ حضرات جمع ہو کر ایک رُبع پارہ ورنہ ایک رکوع کا دور کر لیا کریں۔ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو الحمد شریف سے ایک آیت کا دور شروع کر دیں۔ پھر تیس پارہ کی آخری سورتوں کا۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۲۶-۲۷)

ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید بنا کر با قاعدہ پڑھے۔ اس سے قلب میں بہت نور اور صفائی ہوتی ہے۔ گڑ بڑ پڑھنے سے قرآن مجید لعنت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں ہوتے، کیونکہ قرآن مجید پڑھنا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی سے کوئی باتیں کرے اور بے تمیزی سے باتیں کرے تو مخاطب کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور اگر تمیز سے باتیں کرے تو جی بہت خوش ہو جاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس باتمیز کو کیا انعام دے دوں اور با قاعدہ پڑھنے سے

خود بھی عمر بھر لطف اُٹھاتا ہے اور دوسرے بھی۔ اور بے قاعدہ پڑھنے سے نہ خود مزہ پاتا ہے اور دوسرا۔ (اصول زریں صفحہ ۲۱)

ارشاد فرمایا کہ جب نماز اکیلا پڑھے یا وہ نماز پڑھے جس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے تو قرآن مجید کو بنا کر پڑھے اور جیسی سورتیں پڑھنی مسنون ہیں ویسی سورتیں پڑھے کیونکہ اس کے خلاف میں تلاوت، خدا کے لیے نہیں ہوتی بلکہ آدمیوں کے لیے ہوتی ہے اس لیے کہ جب زور سے پڑھتا ہے تو بنا کر پڑھتا ہے اور آہستہ پڑھتا ہے تو بگاڑ کر پڑھتا ہے تو مدنظر آدمیوں کو سنانا ہوا۔

(اصول زریں صفحہ نمبر ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ درسگاہ درجہ قرآن شریف اور فرش دیگر درجات کے لحاظ سے گھٹیا نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ بہتر ہونا مناسب ہے۔ بڑی درس گاہوں میں دارالقران ودارالحفظ کی مستقل عمارت ہونا زیادہ بہتر ہے۔

(سبیل الفلاح صفحہ ٦)

ارشاد فرمایا کہ مشاہرہ معلّمین قرآن شریف کا صَرف نحو، منطق و ادب کے معلّمین سے کم نہ ہونا چاہیے۔ زیادہ ہونے میں مضائقہ نہیں کہ محنت زیادہ پڑتی ہے۔ (سبیل الفلاح صفحہ ٦)

ارشاد فرمایا کہ جو بچے قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں، یہ شاہی خاندان ہیں۔ اہل القرآن کو اہل اللہ بھی کہا گیا ہے۔ ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اگر تراویح کی مشروعیت کی ایک حکمت یہ بیان کی جاوے تو صحیح ہوگی کیونکہ بڑے بڑے سلاطین بھی تراویح کے زمانے میں حافظ قرآن کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے محدّثین اور مفسّرین بھی کم عمر حافظ قرآن کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے رمضان المبارک میں تراویح کو سنّت مؤکدہ فرما کر اور اس میں پورے قرآن

پاک کے سننے کی تاکید فرما کر قرآن پاک کے حافظوں کی عظمت اور عزت بھی ظاہر فرمادی ہے اور حق تعالیٰ کا وعدہ "وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ" کا بھی ظہور اسی عبارت کے ذریعے پورا ہوتا ہے۔ اگر ہر سال تراویح میں قرآن پاک سنانے کی عبادت شروع نہ ہوتی تو قرآن پاک کو محفوظ کر لینے کے بعد محفوظ رکھنا مشکل ہو جاتا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۶۔۴۵۷)

ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو معصوم شخصیتیں قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان حضرات میں نہ نسیان کا خطرہ تھا نہ صحت کی غلطی کا امکان تھا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۹)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قرآن پاک کو پڑھے اور اس کو حفظ کرے تو حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے اور اپنے دس عزیز و اقرباء کے لیے اس کی شفاعت قبول کریں گے۔ جن کے لیے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے، ناظرہ خواں کی بھی سفارش ہوگی اگر ان کے اعمال اچھے ہونگے تو وہ بھی جنت کے اندر جائیں گے۔ ان کے ماں باپ بھی جائیں گے۔

(تعلیم السنہ صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ حفظ قرآن کی ایک آسان صورت یہ سمجھ میں آئی ہے کہ ایک آیت ہر روز یاد کرلے تو سال میں ایک پارہ تو ضرور ہی ان شاء اللہ تعالیٰ یاد ہو جائے گا اور تیس سال میں پورے حافظ ہو گئے اور اگر اس سے قبل انتقال ہو گیا تو قیامت کے دن حافظ اٹھایا جائے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک بہت سہل نسخہ ہے حافظ بننے کا ------

حافظ بننے کے لیے میرے عزیزو ایک بہت سہل نسخہ ہے، حدیث پاک میں جو حافظ ہونے کی فضیلت آئی ہے اس میں مدّت کا ذکر نہیں کہ یہ فضیلت اتنی مدّت میں حفظ کرنے پر ہے بلکہ اس کی مدّت کی کوئی تعیین نہیں۔ کوئی پانچ برس

میں حفظ کرے، کوئی دس برس میں، کوئی تیس برس میں کرے تو بھی اس کو یہ فضلیت مل جائے گی۔ اس لیے بھائی آج ہی ارادہ کرلو کہ ہم حافظ بنیں گے، ایک ایک سطر یاد کرو، ایک سطر یا آدھی سطر یاد کرو گے تو سال بھر میں ایک پارہ ہوجائے گا۔ ایک ایک پارہ یاد کرتے رہو گے تو تیس برس کے اندر حافظ ہوجاؤ گے، اور اس سے جلدی بھی ہوسکتے ہیں، اگر ہمارا وقت آگیا اور دنیا سے اُٹھا لیے گئے تو حافظ ہوکر اُٹھائے جائیں گے۔ کاسگنج کے اندر جب میں نے اس کو بیان کیا تو ۶۵ سال والوں نے یاد کرنا شروع کردیا۔ بمبئی میں ایک صاحب ہیں جن کی عمر ۷۵ سال کی ہے انہوں نے اس عمر میں حفظ کرنا شروع کردیا اور ایک دو پارے یاد بھی کرلیے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ تراویح کے نظم کے سلسلہ میں بھی ایک آسان تدبیر ہے کہ تیس آدمی تیار ہوجاؤ اور ایک ایک پارہ یاد کرلو، ایک پارہ تم، ایک پارہ تم، ایک پارہ تم، سال بھر میں ایک ایک پارہ یاد کرلو گے تو ظاہر ہے کہ اس سے کتنی سہولت اور آسانی ہوجائے گی۔ محلّہ میں اگر حافظ مل جاتا ہے تو اب سامع کی ضرورت نہیں ہے اور اگر حافظ نہیں ملتا ہے تو سب لوگ ایک ایک پارہ باری باری سنادو، ہمت کرو، یاد کرو، آگے بڑھو (اصول الفلاح صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک یاد کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر دن ایک آیت یا ایک لفظ پڑھ لے، یاد کرلے۔ مراکش میں یہی طریقہ ہے کہ لوگ نماز پڑھ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ امام ایک آیت پڑھا دیتا ہے۔ اس طریقہ سے وہاں لوگ قرآن حفظ کرلیتے ہیں۔ وہیں مسجد میں آدھا گھنٹہ دے دیتے ہیں اور پڑھ لیتے ہیں، کوئی دس منٹ دے دیتا ہے۔ جس کو جتنی گنجائش ہوتی ہے اس لحاظ سے وقت دے دیتے ہیں۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۱-۵۲)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے مدرسہ میں بعد نماز فجر ہر بچے کو ایک پارہ

یاد کر کے آنے کی ہدایت ہے۔ چاند کی جو تاریخ ہوگی وہی پارہ ہر بچہ یاد کر کے آتا ہے اور جس بچے سے چاہتے ہیں کہیں سے بھی اسی پارہ میں سے ایک دورکوع سن لیتے ہیں۔ اس طرح ہر طالب علم ایک پارہ خوب پختہ یاد کر کے آتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۲)

ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ بچوں کو حفظ کراتے ہیں۔ بچہ کچھ دنوں میں حافظ ہو جاتا ہے مگر پھر اس کے یاد کرانے اور باقی رکھنے کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔۔۔۔۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ حافظ ہو گئے تو ان کے والد صاحب نے کہا کہ اب تو کوئی کام نہیں ہے روزانہ ایک قرآن کریم ختم کر لیا کرو۔ چنانچہ آپؒ روزانہ فجر کے بعد تلاوت کے لیے بیٹھ جاتے۔ چھ سات گھنٹے میں ختم کر لیتے، پھر کھانا کھاتے تھے۔ اس طرح سے نگرانی کی اور اہتمام کرایا۔ آج لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچہ حافظ ہو گیا، اس کی فکر نہیں ہوتی کہ بچہ ختم کے بعد روزانہ کتنا پڑھ رہا ہے۔ اس لیے اس کی بھی نگرانی اور فکر رکھی جائے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۷)

سنوار کر پڑھنے کی دو صورتیں اور ان کا حکم

(از افادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ)

''فرمایا کہ سنوار کر پڑھنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس نیت سے پڑھیں کہ لوگ ہماری تعریف کریں، ہم قاری مشہور ہوں۔ یہ تو واقعی ریا ہے اور یہ کہ ایک مسلمان کا جی خوش ہوگا اور تطییبِ قلب مسلم بھی مطلوب ہے۔ یہ یقینی عبادت ہے۔'' (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

اتّباعِ سنّت کا اہتمام

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

ارشاد فرمایا کہ جن سنّتوں پر خاندان یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا ان پر عمل فوراً شروع کر دیں جیسے کھانے پینے کی سنّتیں، سونے جاگنے کی سنّتیں وغیرہ تو اس سے نور پیدا ہوگا اور نور سے روح میں قوت پیدا ہوگی اور پھر ان سنّتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہونے لگے گی جو نفس پر مشکل ہیں اور معاشرہ اور ماحول اس میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ (مجالس ابرار ص ۴۴)

ارشاد فرمایا کہ سنّت کا راستہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے مثلاً ہاتھ دھو کر کر کھانا یہ اجمل ہے۔ سامنے سے کھاؤ یہ اسہل ہے۔
بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ کہہ کر کھاؤ یہ اکمل ہے کیونکہ اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ہم ہر چیز بڑھیا (عمدہ) پسند کرتے ہیں امرود عمدہ ہو، کیلا عمدہ ہو، مکان عمدہ ہو، لیکن وضو عمدہ ہو، نماز عمدہ ہو اس کی فکر نہیں اور وضو اور نماز عمدہ ہوتی ہے ان کی سنّتوں کی پابندی سے۔ امرود کا باطن اچھا ہو لیکن اس کے اوپر داغ ہو آپ نہیں پسند کرتے۔ پس مسلمان کا ظاہر بھی عمدہ ہو اور باطن بھی عمدہ ہو۔ ظاہر بھی وضع قطع صلحاء سے آراستہ ہو اور باطن بھی۔ زمانہ ہو گیا وضو کرتے اور نماز پڑھتے مگر سنّتیں وضو اور نماز کی معلوم نہیں الّا ماشاء اللہ۔ اور دماغ کا یہ حال ہے کہ موٹر کھول کر ہر جزو علیحدہ کر دیا اور صاف کر کے پھر سب کو فٹ کر دیا۔ جنرل اسٹورز کی ہزاروں چیزیں ازبر یاد کہ کون سی چیز کہاں ہے۔ گاہک نے مانگی اور فوراً ہاتھ پہنچا، مگر افسوس کہ آخرت کے معاملہ

میں اس دماغ اور حافظہ کو استعمال ہی نہیں کیا کہ وضو اور تمام سنّتوں کو اور سونے جاگنے چلنے پھرنے کھانے پینے کی تمام سنّتوں اور دعاؤں کو سیکھتے۔

اے کہ تو دنیا میں اتنا چُست ہے
دین میں کیوں آخر اتنا سست ہے

اگر ایک سنّت ایک دن میں یاد کریں تو ۳۶۰ دن میں ۳۶۰ سنّتیں یاد ہو جائیں گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۵)

ارشاد فرمایا کہ سنّت کے معنیٰ کامل عمل اور صحیح عمل ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۴۹)

ارشاد فرمایا کہ بدعت کا گندہ پانی نکالنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سنّتوں کی خوب اشاعت کی جائے۔ جب سنّت کے صاف پانی کا بہاؤ آئے گا۔ بدعت کا گندہ پانی خود بخود ختم ہو جائے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۷)

ارشاد فرمایا کہ سنّتوں کو خوب پھیلانا چاہیے۔ ایک دو سنّت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں۔ سنّتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود دفنا ہونے لگے گی۔ ایک انگریزی اسکول کے لڑکے کو ایک ایک سنّت ہر روز سکھائی گئی۔ جب بیس سنّتیں یاد ہو گئیں تو ان پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود ان کو توفیق ہوئی۔ پوچھا کہ بالوں کی سنّت کیا ہے۔ پس یہی بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق ہو گئی۔ اتباعِ سنّت کی برکت عجیب ہے۔ ''گلزارِ سنّت'' اور ''تعلیم الدین'' سے ایک ایک سنّت روز یاد کرائی جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۱)

ارشاد فرمایا کہ جہاں سنّتوں کو خوب پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کے ساتھ تھی جاتی رہی اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ تو بڑے ہی اصلی عاشقِ رسول ﷺ ہیں۔ ہر سنّت کا طریقہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۲)

ارشاد فرمایا کہ سنّت کے مطابق کام کرنے سے ہماری طبعی حاجات بھی عبادت بن جاتی ہیں، جیسے کہ کھانا پینا، سونا جاگنا، استنجا کرنا یہ انسان کی ضروری حاجتیں ہیں اور طبعی حاجتیں ہیں، مگر سنت کے موافق ان کاموں کو انجام دینے سے یہ سب عبادت بن جاتے ہیں۔ جس طرح ڈیوٹی کے اندر ملازم کو کھانے اور استنجا کرنے کے وقت کی بھی تنخواہ ملتی ہے۔ (مجالس ابرار ۴۵۷)

ارشاد فرمایا کہ انسان ہر چیز بڑھیا پسند کرتا ہے۔ مکان بڑھیا ہو، دکان بڑھیا ہو، پان بڑھیا ہو آپ ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں مگر خود کیسے ہیں۔ آپ بھی بڑھیا ہیں یا نہیں۔ اور آپ بڑھیا ہوں گے جب اتباع سنّت کریں گے۔ وضو، نماز سنت کے مطابق ادا کریں گے، کھانا پینا اور تمام اعمال سنّت کے موافق ہوں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۱)

ارشاد فرمایا کہ اگر ہم سنّت نہ اپنائیں گے تو کسی اور کا طریقہ اپنائیں گے اپنے نفس کے طریقے پر یا اپنی بیوی کے طریقے پر یا برادری کے طریقے پر یا شہر کے طریقے پر یا صوبے کے طریقے پر یا ملک کے طریقے پر چلیں گے۔ پھر ہمارا دین نفسانی یا برادری والا یا صوبائی یا ملکی ہوگا۔ مگر حضور ﷺ کے طریقوں سے بڑھ کر کس کا طریقہ ہوگا؟ نجات وفلاح کا وعدہ کس کے طریقے پر چلنے سے ہے؟ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۱۔۴۶۲)

ارشاد فرمایا کہ وصول تو مطلوب ہے مگر اصول کے ساتھ۔ سنّت کے طریقوں کے علاوہ قرب حق کا تصور ہی جہالت ہے۔ ورنہ حاکم کے پاس تو مجرم بھی ہوتا ہے مگر بے اصول ہونے کے سبب معتوب ہوتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۶۲)

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اپنے خیال میں اپنی قیمت زیادہ لگا لیتے ہیں، اپنی قیمت سنّت کی کسوٹی پر لگایئے۔ حضور اکرم ﷺ بکریاں چرا لیتے

تھے۔ دودھ بکری کا تھن سے نکال لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاخرانہ لباس سے انکار کر دیا کہ اپنے نفس میں کچھ تغیر محسوس کیا۔۔۔۔۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر کھانا گر گیا، اُٹھا کر کھالیا۔ بعض ممالک کے سفراء بھی تھے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کیا خیال کریں گے۔ فرمایا کہ ان احمقوں کے سبب ہم اپنے نبی پاک ﷺ کی سنّت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴)

ارشاد فرمایا کہ کسی بستی کے حالات کا علم قبرستان، مساجد اور مدارس سے ہوسکتا ہے۔ اگر یہاں اتباعِ سنّت کے آثار ہیں تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اس بستی کے اہل دین دار اور متبع سنّت ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۸)

ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ ﷺ سے محبت خاص چیز ہے، اس کی وجہ سے طاعت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ بعض طلبہ دورۂ حدیث شریف پڑھتے ہیں مگر آدابِ طعام اور سونے کی سنّتوں وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے۔ اب یہ لوگ کب سیکھیں گے؟ ابھی ہی سے اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ محض محبت کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۰)

ارشاد فرمایا کہ اصلی معیار نسبت معتبرہ کا متابعت سنّت ہے۔ جو سنّت کا پابند ہوگا اسے کامل نسبت حاصل ہوگی۔ لہٰذا دل میں اگر کوئی بات ہوگی تو وہ اعضاء سے ظاہر ہوگی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۰)

ارشاد فرمایا کہ بعض نادان لوگ تھرڈ کلاس کے ڈبے میں باوجود فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لینے کے بیٹھ رہے تھے اور دل میں یہ دلیل قائم کی کہ تھرڈ کلاس کے ڈبے پر تین نمبر (III) ہیں اور فرسٹ کلاس کے ڈبے پر ایک نمبر (I) ہے۔ اسی طرح بعض لوگ سنّت کی قدر نہیں کرتے۔ بدعات کے اضافہ کو زیادہ دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ کاش یہ لوگ اہل علم سے رجوع کرتے۔ یہ مثال میں دعائے جہری پر دیا کرتا ہوں کہ سنّت طریقہ دعائے سرّی کا ہے اور جہری کا

صرف جواز ہے وہ بھی بعض شرائط سے۔ لیکن آجکل عوام کے خوف سے اماموں نے بھی اصل سنّت کو ترک کرر کھا ہے اور دعائے جہری کا التزام کرر کھا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک بستی پر کامیابی ملنے میں تاخیر ہو گئی ۔۔۔۔۔ چنانچہ پہلے تو اس کی اطلاع امیر المومنین کو دی گئی، وہاں سے جواب آیا کہ سب لوگ اپنا اپنا جائزہ لیں کہ کوئی سنّت تو ترک نہیں ہو رہی ہے۔ چنانچہ حسب ہدایت اپنا اپنا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسواک کی سنّت چھوٹ گئی ہے، اس کی وجہ سے غیبی مدد و نصرت رُکی ہوئی ہے۔۔۔۔ آج ہم سے طریقہ سنّت چھوٹ رہا ہے۔ ولادت، عقیقہ، ختنہ، شادی بیاہ، خوشی اور غمی کے موقع پر دوسروں کی دیکھا دیکھی رسم و رواج میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اولاً فرائض واجبات، سنّت مؤکدہ کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ سنن غیر مؤکدہ کو بھی جس قدر اپنائیں گے اسی قدر فلاح و بہبود میں کامیابی ہو گی ۔ ہر معاملہ میں سنّت کے موافق معاملہ کرنا چاہیے ۔ سنت پر عمل کرنا چاہیے۔ لہٰذا جب سنّتوں کی خلاف ورزی ہم سے ہو رہی ہے پھر کیسے اللہ کی نصرت و مدد ہو ہم خود ہی اپنے عمل سے اس کو روک رہے ہیں۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص صالح اور نیک بننا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں کو اپنایا جائے ان کو اختیار کیا جائے۔

(تعیم الاصلاح صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ٹی بی کا مریض روزانہ دوا کی ایک گولی یا ٹکیہ استعمال کرے۔ ایک انجکشن لگواتا رہے تو طاقتور ہو جاتا ہے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ امت بھی جو آج غلطی میں مبتلا ہے اگر وہ سنّت کی گولی استعمال کرے تو وہ بھی صحت مند ہو جائیگی اور ترقی کرنا شروع کر دے گی۔ اور

جب ہم سنّت پر عمل کریں گے تو جو کرنے کی چیزیں ہیں ان کو کریں گے، مامورات پر عمل کریں گے اور جو چیزیں چھوڑنے کی ہیں ان سے بچیں گے، منہیات کو چھوڑیں گے۔ (تعیم الاصلاح صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ کمزور آدمی جب خمیرہ کھانا شروع کرتا ہے تو طاقت آجاتی ہے کہ نہیں؟ ایک ذرا سی ٹکیہ کھاتے ہو اور بخار چلا جاتا ہے۔ انجکشن لگاتے ہو طاقت آجاتی ہے۔ کیا سنّت کی ٹکیہ کھاؤ گے تو امّت زندہ نہیں ہوگی؟ چین وسکون نہیں ملے گا؟ کوئی خمیرہ کھائے گا، مقویات کھائے گا، اثر ہوگا کہ نہیں؟ اثر ہوگا، لیکن مسلسل کھائے۔ قاعدہ سے کھائے۔ اسی طرح اہتمام کے ساتھ سنّت پر عمل کرے۔ مسلسل عمل کرے تاکہ ساری زندگی سنّت کے موافق ہوجائے۔ (مومن کی پہچان صفحہ ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ پہلے ان سنّتوں پر عمل کرنا شروع کردے جن پر کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ مزاحمت کرنے والا نہیں پھر اور سنّتوں پر عمل کرنے کی قوت وہمت پیدا ہوجائیگی۔ سونے کی سنّتوں پر عمل کرنے سے کون روکتا ہے؟ بیت الخلا جانے کی سنّتوں پر عمل کرنے سے کون روکتا ہے؟ کھانے اور پینے کی سنّتوں پر عمل کرنے سے کون روکتا ہے؟ ان سنّتوں پر عمل کرو گے تو جو اور سنّتیں ہیں اور واجبات ہیں ان پر عمل کرنا آسان ہوجائیگا۔ (مومن کی پہچان صفحہ ۱۳)

ارشاد فرمایا کہ سنّت پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ محبوبیت ومقبولیت عطا فرمادیتے ہیں اکابر اور بزرگانِ دین کو دیکھو ان میں کیا خاص بات ہے، دوسروں میں بھی ان کی کتنی محبوبیت ومقبولیت ہے۔ اپنے تو عزت واکرام کا معاملہ کرتے ہی ہیں۔ دوسرے لوگ کتنا کرتے ہیں۔ کیا یہ ہیرے جواہرات کھاتے ہیں؟ بس سنّت پر عمل کرتے ہیں۔ اس پر عمل کی یہ برکات ہیں۔

(مومن کی پہچان صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ آج جن لوگوں نے سنّت کو پکڑ رکھا ہے انہیں کو ہم علماء ربّانی اور مشائخ حقّانی کہتے ہیں، ہر شخص عطر لگا کر آئے تو فضا کی کیا کیفیت ہوگی جدھر سے گزریں گے لوگوں کا دماغ مہکتا چلا جائے گا۔ ایسے ہی ہر مومن سنّت پر عمل کرنے لگ جائے پھر دیکھو کیا اثرات ظاہر ہونگے، فضا کیسی بدل جائے گی آج ہم نے سنّت کو کتابوں میں بند کر رکھا ہے، کتابوں میں سنّت کا ذکر ہے، عملی زندگی اس سے خالی ہے، عطر ہے، شیشی میں بند ہے، اس کو اور محلّہ والوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا، عطر لگا کر چلے، اپنا دماغ بھی معطر ہوگا اور اوروں کو بھی فیض پہنچے گا، سنّت پر عمل کرنے سے اپنا بھی فائدہ ہوگا دوسروں کو بھی نفع پہنچے گا۔ (مومن کی پہچان صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ ولی اللہ کو پہچاننے کے لیے اتبّاع سنّت کسوٹی ہے۔ جو متّبع سنّت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ہودہ ہے۔ خرق عادات تو دجّال سے بھی ہونگے۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۷)

ارشاد فرمایا کہ ہم کام تو کرتے ہیں اس میں کسی نہ کسی کی نقل ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس کام کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کریں تو کیا ہی کہنے۔ اور اس کے دو فائدے ہونگے ایک تو یہ کہ وہ کام ہو جائیگا اچھے طریقے سے۔ دوسرے یہ کہ سنّت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ بس تھوڑی سی فکر اور توجہ کی ضرورت ہے کہ جب بھی کوئی اچھا کام کرنا ہو تو یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس کے کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ بس اسی کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سنّتوں کا علم ہو، سنّتیں معلوم ہوں پھر اس پر عمل ہوگا۔ (اصول الفلاح صفحہ ۴۵)

ارشاد فرمایا کہ سوال یہ ہے کہ جنّت کی طرف عزّت سے پہنچنے، راحت سے پہنچنے اور عجلت سے پہنچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ اہتمام سنّت

ہے۔۔۔۔۔ نیک اعمال میں اعلیٰ درجہ سنّت کا ہے۔ یہی سنّت کا اہتمام اور التزام کیا تو ایسے شخص کے لیے جنت کے اندر شاہی مہمان خانہ ہوں گے۔ شاہی مہمان کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو دوستو رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے نمونہ بنا کر بھیجا ہے، ایک ایک بات اور ایک ایک تعلیم جو آپ ﷺ کی ہے وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ نافع ہے، آپ ﷺ کی کسی ایک تعلیم اور کسی ایک طریقہ کو لے لیجئے، پھر دنیا والوں سے پوچھئے کہ اس سلسلہ میں تمہاری تعلیم کیا ہے؟ تمہارا طریقہ کیا ہے؟ دونوں کا موازنہ کر لیجئے، معلوم کر لیجئے کہ اعتبار سے فائدہ کس میں ہے؟ خود معلوم ہو جائے گا۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح انسان فون کے ذریعے دور سے بات کر لیتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بالکل قریب ہے۔ اس طرح ہم لوگوں کو چاہیے کہ سنّت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور یہ کیسے ہوگا؟ اتباعِ سنّت سے۔ آجکل متبع سنّت لوگ کم رہ گئے ہیں۔ اس میں بڑی کمی ہوتی جارہی ہے۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۴۹)

ارشاد فرمایا کہ سیمنٹ کی سڑک پر کچے مکان گر جائیں تو سڑک پر بہت کافی مٹی جمع ہو جانے سے وہ کچی سڑک معلوم ہونے لگتی ہے۔ اب کوئی کہے کہ اس کچی سڑک کے نیچے پختہ سڑک سیمنٹ والی ہے تو کچھ لوگ مخالفت کریں گے کہ ہم تو باپ دادا سے اسی طرح کچی سڑک دیکھتے آرہے ہیں اور کچھ لوگ موافق ہونگے کہ یہ صحیح بات ہے۔ پھر جب کھدائی ہوگی اور مٹی صاف کر دی جائیگی تب سیمنٹ کی صاف سڑک نظر آنے لگے گی۔۔۔۔۔ جب سنّت کی سڑک پر بدعات اور رسومات کی مٹی جم جاتی ہے تو اس کی کھدائی ضروری ہے، اس کے بعد ہی سنّت کی سڑک ملتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۸-۳۴۹)

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو وضو اور نماز اور کھانے پینے کی سنّتوں کا بھی علم نہیں ان کے سامنے کیا حقائق و معارف بیان کیے جائیں، ان کو تو پہلے ضروری علم دین سکھایا جاوے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۶)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک کے بھی تین حق ہیں اس کی عظمت ہو، محبت ہو، تیسرا حق احکام کی متابعت ہو۔ آج سنّت کے سلسلے میں بڑی غفلت ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ آج ہماری نماز کا معاملہ ہے، نماز پڑھتے ہیں لیکن سنّت کے موافق نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ نماز کی سنّتوں کا علم کتنا ہے؟ وضو کی سنّتیں کتنی ہیں؟ بتانے والے مشکل سے ملیں گے۔۔۔۔۔ اب ذرا اسی سے اندازہ کرلو کہ جب نماز کی سنّتیں یاد نہیں ہیں تو وضو کی سنّتیں کیسے یاد ہونگی؟ ختنہ اور عقیقہ کی سنّتیں کیسے معلوم ہونگی؟ غسل وغیرہ کی سنّتیں کیسے یاد ہوں گی اور اذان و اقامت کی سنّتیں کیسے یاد ہوں گی؟ شادی اور غمی کی سنّتیں کیسے یاد ہونگی؟ ان پر عمل کیسے ہوگا جب مسجد کے اندر سنّتیں زندہ نہیں ہیں تو گھروں اور بازاروں میں کیسے زندہ ہونگی؟ سوچنے کی بات ہے میرے عزیز و دوستو! فکر کی بات ہے کوئی مشکل چیز نہیں ہے، فکر کی ضرورت ہے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۴۲، ۴۳)

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ دنیا میں جو کام کرتے ہیں، سونا جاگنا، کھانا پینا، ختنہ، عقیقہ، شادی وغیرہ، ان کو کسی بھی طریقہ سے کریں تو اس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو اس طرح کیوں کیا ہے؟ ظاہر ہے اس کے مختلف جواب ہونگے۔ کوئی کہے گا ہماری پسند ہے اس لیے ایسا کیا ہے۔ کوئی کہے گا ہمارے باپ دادا کا یہی طریقہ ہے، کوئی کہے گا کہ ہمارے خاندان کا یہی طریقہ ہے، کوئی کہے گا ہماری برادری کا یہی طریقہ ہے، کوئی کہے گا ہمارے صوبے اور ملک میں ایسا ہوتا ہے، کوئی کہے گا ہم باہر سے آکر یہاں رہے، محلّہ والوں اور دوست احباب کو ایسا کرتے دیکھا، وہی ہم نے کیا اور کوئی کہے گا کہ رسول اللہ

ﷺ کا یہی سنّت طریقہ ہے۔ اب خود فیصلہ کرو کہ کام تو کرنا ہی ہے تو کس کی نقل کرے، کسی شرابی یا کبابی کی؟ اچھے آدمی کی کرے یا برے آدمی کے برے عمل کی؟ نقل اس ذات کی کرے جو اعلیٰ درجہ کی ہو؟ اگر کوئی بچے کی نقل کرے تو کوئی اس کو اچھا کہے گا؟ لوگ اُس کو احمق کہیں گے۔ اعلیٰ درجہ کا کون ہے؟ جس کو دنیا بھی تسلیم کرے۔ وہ ذات حضور ﷺ کی ہے۔۔۔۔۔ اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی یہ نمونہ ہے۔ میرے عزیز و دوستو! میں صرف توجہ دلانے کے لیے کہتا ہوں کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں آپ ﷺ کا بتلایا ہوا اور نماز کے اندر درود شریف آپ ﷺ کا پڑھتے ہیں۔ نماز آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر پڑھتے ہیں۔ لیکن جب آتا ہے شادی اور عقیقہ کا وقت اس میں کس کا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟ اور جب وضع قطع اور لباس کا نمبر آتا ہے تو کس کا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟

(تعلیم السنہ صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تمہارے لیے نمونہ بنا کر بھیجی گئی ہے۔۔۔۔۔ آپ ﷺ کی زندگی ہر ایک کے لیے نمونہ ہے، ہر ایک کے لیے آپ کی زندگی میں ہدایت ہے، جس معاملے میں ہدایت چاہو اس کے متعلق پوری رہنمائی رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں ملے گی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے فلاں معاملہ میں رہنمائی نہیں ملی تو یہ اس کی لاعلمی اور ناواقفیت ہے ورنہ اس کا جواب ضرور ہے جو کہ جاننے والوں سے پوچھ کر معلوم ہوسکتا ہے۔ (طریق الصبر صفحہ ۶)

ارشاد فرمایا کہ سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔

﴿ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهٖ ﴾ (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱)

''میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے وہ کتاب اللہ اور سنّت رسول ﷺ ہیں۔''

آج ہم نے کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کو پکڑا تو ہے مگر کسی نے تین انگلیوں سے کسی نے دو انگلیوں سے، کسی نے برائے نام۔ تو ظاہر ہے پھر اس کا انجام کیا ہوگا، عجیب حال ہو رہا ہے کہ دینی معاملات میں اختلاف اور معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ بعض اوقات نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی تحقیر اور تذلیل بھی کی جاتی ہے جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ رائے کا اختلاف تو پہلے بھی تھا مگر کوئی ایک دوسرے سے مزاحمت نہیں کرتا تھا، نہ کوئی نامناسب معاملہ کرتا تھا اور نہ ہی دوسروں کو اپنی تحقیق کا پابند بنانے کی کوشش کرتا تھا۔۔۔۔۔ مقصود تو سنّت پر عمل کرنا ہے، جو شخص اپنی تحقیق و معلومات کے مطابق جس کو سنّت سمجھے وہ اس کو اختیار کرے، اس پر عمل کرے اب اگر کوئی اس کے خلاف عمل کر رہا ہے تو اس سے مزاحم نہ ہو، منوانے کی کوشش نہ کرے، تو حاصل یہ کہ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے پانچوں انگلیوں سے پکڑا جائے اور ہر معاملہ میں ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۲۲ تا ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب جو کہ بڑے عالم بھی تھے اور بیس سال سے بخاری شریف پڑھاتے تھے اور اوپر مکان میں رہا کرتے تھے تو ایک حدیث ہے:

﴿ كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا اَنْزَلْنَا سَبَّحْنَا ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح)

''جب ہم اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔'' مگر اس پر عمل کی نوبت ہی نہیں آئی، توجہ و دھیان ہی نہیں گیا۔ چنانچہ ایک جگہ بیان ہوا اس میں میں نے تذکرہ کیا کہ جب اوپر چڑھے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے اور جب نیچے اترے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھے اور برابر جگہ پر چلے تو لَا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہِ پڑھے اس کے بعد وہ جب بھی اپنے مکان کو جاتے یا آتے تو یہ باتیں انہیں ضرور یاد آجاتیں، معلوم ہوا کہ عمل کے لیے توجہ اور داعیہ کی ضرورت ہے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۸)

ارشاد فرمایا کہ سنّت کے ساتھ ساتھ مستحبات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، مستحبات سے سنّتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے خاص برکات اور فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ٹخنوں سے اوپر پائجامہ یا لنگی کا رکھنا سنّت ہے اور ذرا زیادہ اٹھا کر پہننا مستحب ہے۔ اب اگر درجہ سنّت پر عمل کرتا رہے گا تو اگر پائجامہ نیچے گر آیا تو حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔ یعنی ٹخنے ڈھنپ جائیں گے، اور اگر اس میں مستحب پر عمل ہے، کسی وجہ سے پائجامہ تھوڑا سا اگر نیچے گر آیا تو ایسی صورت میں سنّت پر عمل باقی رہے گا اور حرام میں مبتلا نہیں ہوگا کیونکہ اس کو خیال آجائے گا، درست کرلے گا۔ اس لیے سنّت کے ساتھ ساتھ مستحبات کا بھی خیال اور اہتمام رکھنا چاہیے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے فطری طور پر ہر اچھی اور بڑھیا چیز کو چاہتا ہے چنانچہ جب سامان لینے بازار جاتا ہے تو اچھی چیز پسند کرتا ہے، بڑھیا چیز لیتا ہے، کیلا ہو تو بڑھیا، امرود ہو تو بڑھیا، کپڑا ہو تو عمدہ، غرضیکہ ہر چیز بڑھیا ہو، اس طرح کی خواہش ہونا کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ اچھی بات ہے اور پسندیدہ ہے، لیکن یہی معاملہ دین میں بھی ہونا چاہیے کہ ہماری نماز بھی بڑھیا ہو، وضو بھی بڑھیا ہو، اذان بھی بڑھیا ہو، تاکہ ہم اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہو جائیں۔ آج بڑا عجیب حال ہو رہا ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے پچاس برس ہو گئے لیکن نماز کی سنّتیں تک معلوم نہیں، وضو کی سنّتیں معلوم نہیں جب نماز اور وضو سنّت کے مطابق نہیں تو اور چیزوں کا بھی اسی پر قیاس کرلیا جائے کہ اس میں کیا حال ہوگا۔ ہر شخص کو اس طرف توجہ دینی چاہیے اور اس کا سہل طریقہ یہ

ہے کہ سنّت کا اہتمام کیا جائے، اتباعِ سنّت سے اعمال بڑھیا ہوجاتے ہیں۔ اس لیے ایک ایک سنّت سیکھنے سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۵)

ارشاد فرمایا کہ ہر ماہ میں ایک دن مقرر کر کے اپنا اپنا کھانا لیکر احباب جمع ہوں اور اس اجتماع میں سنّت کے مطابق کھانا کھائیں اور تصحیح قرآن پاک اور نماز و وضو اور زندگی کے ہر کام کی سنّت اور دعائے مسنونہ یاد کرنے کا مذاکرہ ہو اور اراکین حضرات کا رجسٹر حاضری بھی ہو، جو صاحب تشریف نہ لائیں ان کے گھر پر حاضری دی جائے اور خیریت معلوم کی جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۳)

ارشاد فرمایا کہ نظام سنّت کے علاوہ کوئی نظام مقصود نہیں ہوتا۔ کسی دوسرے نظام کو درجہ مقصودیت دینا بدعت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۹)

ارشاد فرمایا کہ صرف نظام سنت مقصود ہوتا ہے۔ غیر نظام سنّت کو درجہ مقصودیت دینا بدعت ہے۔ غیر نظام سنّت کو معین نظام سنّت تو بنایا جاسکتا ہے نہ کہ اس کو مقصودیت کا درجہ دے دے۔ پس اگر کوئی شخص دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے اور نظام سنّت کے لیے اس کو معین اور نافع پاتا ہے تو اس کو فریق نہ بنائے بلکہ رفیق سمجھے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرمائے (آمین)

اتباعِ سنّت میں محبوبیت کا راز

ازافادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے۔ (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے) (کمالات اشرفیہ)

ایک منٹ کا مدرسہ

مدرسے ایک منٹ کے اور یہ انوار سنت کے
جہاں میں عام ہو جائیں یہ سب گلزار سنت کے

ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص صالح اور نیک بننا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کی سنتوں کو اپنایا جائے۔ ان کو اختیار کیا جائے۔ اس کی سہل صورت یہ ہے کہ اپنی اپنی مسجدوں میں کسی ایک نماز کے بعد ایک ایک سنّت سنا دی جائے، بتلا دی جائے، اسی طرح مدرسوں میں بچوں کو ایک ایک سنّت بتلادی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اپنے گھروں میں جا کر اپنے گھر والوں کو بھی بتلا دیں، اسی طرح دھیرے دھیرے سنّتوں کا علم ہوگا، سنّتیں زندہ ہونگی، ان پر عمل شروع ہو جائے گا، قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے۔ اس لیے پہلے اپنی مسجدوں کو سُنی بناؤ۔ اپنے مدرسوں کو سُنی بناؤ۔ مسجدوں کی جو سنّتیں ہیں ان پر عمل شروع کر دو۔ مدرسہ میں سنّت کا مذاکرہ اور بچوں کو یاد کرانے کا سلسلہ شروع کرا دو۔ (تعلیم الاصلاح صفحہ ۱۶۔۱۷)

ارشاد فرمایا کہ طلب علم دین فرض ہے اور اَلدِّیْنُ یُسْرٌ دین کو آسان بھی فرمایا گیا ہے تو آج کل حق تعالیٰ نے ایک آسان صورت دل میں ڈالی ہے جس کا تجربہ بھی نہایت مفید ثابت ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ جہاں جہاں مثلاً دس منٹ سنانے کا نظم ہے تو دو منٹ اس میں سے نکال کر ایک سنّت بتا دی جائے۔ اس طرح مثلاً وضو کی ایک سنّت بتائی جائے کہ پہلے نیّت کرنا کہ وضو سے ہم نماز و تلاوت کے قابل ہو جائیں۔ دوسرے دن دوسری سنّت بتا دی کہ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا، تیسرے دن تیسری سنّت بتا دی کہ دونوں ہاتھ گٹے تک دھونا، اسی طرح تیرہ دنوں میں ترتیب وار تیرہ سنّتیں عوام کو بھی یاد ہو گئیں۔ پھر کھانے

کی سنّتیں بتائی گئیں۔ پہلے دن مثلاً دسترخوان بچھانا بتادیا، دوسرے دن ہاتھ دھونا، تیسرے دن بِسۡمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ پڑھنا۔ اس طرح پندرہ دن میں کھانے کی پندرہ سنّتیں یاد ہوگئیں اور ایک دن میں ایک سنّت اس طرح یاد ہوتی ہے کہ عمر بھر نہیں بھولتی (مجالس ابرار صفحہ ۲۵)

ارشاد فرمایا کہ اہل بدعت کی اصلاح کے لیے ایک نافع صورت یہ ہے کہ سنّتوں کی خوب ترویج کی جاوے۔ مدرسہ اور مسجد میں ایک ایک سنت روز بتائی جاوے اور بالخصوص مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی سنتوں کی عملی مشق کرائی جائے اور کسی قدر آواز سے مسجد میں داخل ہوتے وقت بِسۡمِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ افۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ خود پڑھیں اور بچوں سے پڑھوائیں۔ اس طرح نکلتے وقت بِسۡمِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ اَللّٰهُم اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ پڑھیں۔ طلباء سے اور نمازیوں سے پڑھوائیں تو اہل بدعت کا یہ خیال کہ ہم لوگ صلوٰۃ وسلام کے منکر یا تارک ہیں دور ہو جائے گا۔ اور بسم اللہ و درود شریف کا مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت پڑھنے کا ثبوت مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۵)

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ہر روز مساجد میں ایک ایک لفظ کے معنی بتایئے۔ سورہ فاتحہ، درود شریف، سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی اور سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ اس طرح نماز اور اذان میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے ان کا ترجمہ سب کو یاد ہو جاوے گا اور بچوں کو یا بڑوں کو ایک سنّت سکھائی جاوے اس کو پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر سکھائیں۔ اس طرح سنّت کا نور مسجدوں سے گھروں تک پھیل جاوے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۵۔۳۴۶)

ارشاد فرمایا کہ جہاں سنّتوں کو خوب پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کے ساتھ تھی جاتی رہی اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ

یہ تو بڑے ہی اصلی عاشق رسول ﷺ ہیں۔ ہر سنّت کا طریقہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۲)

ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ۔۔۔۔ مسجدوں میں اور گھروں میں ہر روز ایک سنّت سکھائیں، علم کا طلب کرنا فرض ہے مگر دین آسان بھی ہے۔ ایک سنّت عصر بعد، ایک سنّت فجر بعد اگر سنا دیں تو ایک ماہ میں ۶۰ سنّتیں یاد ہوں گی اور وقت صرف ایک منٹ صرف ہوگا۔ یہ ''ایک منٹ کا مدرسہ'' زبردست کام کرتا ہے۔ اس کے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور لوگوں کو بار بھی نہیں ہوتا۔ اگر ہمارے اندر سنّتوں پر عمل کرنا جاری ہو جائے تو ہماری طبعی حاجتیں سونا، جاگنا، کھانا، پینا، استنجا کرنا سب عبادت بن جاتی ہیں۔ کیونکہ سنّت کے موافق عمل کرنے سے یہ سب چیزیں دین بن جاتی ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۶)

ارشاد فرمایا کہ برسوں گزر جاتے ہیں لوگوں کو درود شریف اور الحمد شریف کے معنیٰ نہیں معلوم ہوتے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ، بِسْمِ اللّٰہِ کے معنیٰ نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا بھی یہی نظام ہے کہ ''ایک منٹ کا مدرسہ'' بعد نماز عصر یا ''ایک منٹ کا مدرسہ'' بعد نماز فجر قائم کیا جاوے اور ایک لفظ کے معنیٰ کو ایک دن بتایا جاوے۔ مثلاً ایک دن اَعُوْذُ کا معنیٰ دوسرے دن بِاللّٰہِ کے معنیٰ، تیسرے دن مِنَ الشَّیْطٰنِ کے معنیٰ، چوتھے دن الرَّجِیْمِ کا معنیٰ یاد کرایا جاوے۔ اس طرح ان پڑھ آدمی کو بھی ترجمہ آسانی سے یاد ہو جاوے گا، دین آسان ہے۔ ان تجاویز پر جہاں بھی عمل کیا گیا بڑی کامیابیاں نظر آئی ہیں اور گھر والے بھی بڑے خوش ہیں اور جن بعض احباب کو ہمارے اکابر سے حسن ظن نہ تھا۔ سنّتوں کی تعلیم سے ان کی رائے بدل گئی اور حسن ظن پیدا ہو گیا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۰۳۔۴۰۴)

ارشاد فرمایا کہ اپنے اپنے مکاتب اور اپنے اپنے گھروں میں

بچوں کو ایک ایک سنّت بتائی جائے، یاد کرائی جائے، علما سے پوچھیے، معلوم کیجئے، ان سے جو سنّت معلوم ہو جائے اس کو اپنی مسجد اور اپنے گھر میں اپنایئے اور عمل کیجئے، ایک بلب لگائیں گے تو اس کی روشنی دوسروں تک پہنچتی ہے تو اگر سنّت کا ایک بلب لگائیں گے تو کیا دوسروں کو فائدہ نہ ہوگا، اس کے آس پاس فیض نہ پہنچے گا۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ آج کل عصر کے بعد ''ایک منٹ کا مدرسہ'' کے نام سے جو کتاب ہے وہ سنائی جاتی ہے۔ اس میں ایک منٹ لگتا ہے۔ اس کے لیے سب کے سب نہیں بیٹھتے، اس کے لیے بھی فکر نہیں۔ اہتمام نہیں، بھائی ایک منٹ کے لیے تو بیٹھو، دو منٹ کے لیے تو بیٹھو، تا کہ کچھ دین کی باتیں معلوم ہوں، کیا کیا گناہ ہیں اور ان کے کیا کیا نقصانات ہیں، وہ معلوم ہوں۔ جب یہ باتیں معلوم نہیں ہونگی تو پھر علاج کیسے ہوگا؟ (مصائب و پریشانی کا آسان حل صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ ہم کام تو کرتے ہیں۔ اس میں کسی نہ کسی کی نقل ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس کام کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کریں تو کیا ہی کہنے، اور اس کے دو فائدے ہونگے۔ ایک تو یہ کہ وہ کام ہو جائے گا اچھے طریقے سے۔ دوسرے یہ کہ سنّت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ بس تھوڑی سی فکر اور توجہ کی ضرورت ہے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس کے کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ بس اسی کے مطابق کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سنّتوں کا علم ہو۔ سنّتیں معلوم ہوں، پھر اس پر عمل ہوگا۔ تو اس کا ایک سہل طریقہ یہ ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو رفتہ رفتہ ساری سنّتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ بہت آسان طریقہ ہے۔۔۔۔۔ صرف ایک منٹ دیجئے، اس تھوڑے سے وقت میں جو کہ ''ایک منٹ کا مدرسہ'' ہے اس میں ان شاء اللہ سب سنّتیں معلوم ہو جائیں گی۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی مسجدوں

میں کسی ایک نماز کے بعد جس میں نمازی زیادہ ہوں اور سہولت بھی ہو، اس نماز کے بعد روزانہ پانچ مضمون سنانے کا سلسلہ رکھا جائے۔

(۱)۔نماز کی سورتوں، دعاؤں اور تسبیحات کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ بتایا جاوے۔

(۲)۔ایک ایک سنّت بتلائی جاوے۔ پہلے نماز کے متعلق بتلائی جاوئے، اس کے ختم ہونے کے بعد سلسلہ وار دوسری چیزوں کی سنّتیں ایک ایک کر کے بتلائی جائیں۔

(۳)۔بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک ایک گناہ بتایا جاوے۔

(۴)۔گناہ کے نقصانات جن کو حضرت والا حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ نے ''جزاء الاعمال'' میں تحریر فرمایا ہے اس میں سے ایک ایک نقصان کو بتایا جائے۔

(۵)۔طاعات اور نیکیوں کے فوائد جو ہیں ان کو بھی روزانہ ایک فائدہ سنایا جائے یہ بھی ''جزاء الاعمال'' میں ہیں۔

ان پانچ باتوں میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ ایک منٹ میں سب ہو جائے گا۔

(اصول الفلاح صفحہ ۴۵۔۴۶)

ارشاد فرمایا کہ اپنے یہاں مساجد میں یہ سلسلہ قائم کیا جائے اور اساتذہ کرام اپنے اپنے مدرسوں میں بچوں کو یہ باتیں بتلائیں اور یاد کرائیں پھر یہ کہ مسجد میں بڑے لوگ، مدرسے میں بچے جو باتیں سنیں وہ اپنے اپنے گھروں میں عورتوں اور لڑکیوں کو بتلائیں تو اس سے سنّتوں کی اشاعت ہوگی اور سنّتیں زندہ ہوں گی اور سب کو معلوم ہو جائیں گی، جب سیکھنے سکھانے کا یہ سلسلہ قائم ہو جائے گا ادھر مکاتب کے ذریعہ، ادھر مساجد کے ذریعہ تو گندگیاں خود بخود نکلیں گی، ظلمت اور تاریکی ختم ہوگی۔ جب عمدہ صاف پانی، پاک پانی پہنچتا ہے تو گندگی وغیرہ سب ختم ہو جاتی ہے، روشنی پہنچتی ہے تو اندھیرا خود بخود ختم

ہو جاتا ہے اس لیے سنّتوں کا اہتمام کریں۔رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اختیار کریں گے تو محبوبیت حاصل ہوگی، کیونکہ آپ ﷺ محبوب ہیں۔جب محبوب کی نقل کرو گے تو خود بھی محبوب بن جاؤ گے۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے، میں صورت لے کے آیا ہوں

جب سنّت کی نقل کریں گے تو اس کی برکات حاصل ہوں گی۔

(اصول الفلاح صفحہ ۴۶)

ارشاد فرمایا کہ چھوٹے بچوں کو ابھی سے عادت ڈالیں، ان کو سنّت کے موافق کھانا کھانے کی، سنّت کے موافق سونے کی ابھی سے عادت ڈالیں، خود بھی عمل کریں، ان سے بھی عمل کروائیں، ایک ایک سنّت خود بھی یاد کریں، ان کو بھی یاد کرائیں، ہمارے یہاں مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، ان کو بھی کھانے کی پندرہ سنّتیں یاد کرادی گئی ہیں، اسی طرح وضو کی تیرہ سنّتیں، نماز کی اکیاون سنّتیں بتلادی گئی ہیں۔ان سے پوچھتے ہیں کہ فلاں چیز کی فلاں نمبر سنّت کیا ہے۔؟ وہ ماشاء اللہ فر فر سناتے ہیں۔اس کی آسان صورت یہ ہے کہ مسجد اور مدرسہ میں روزانہ ایک ایک سنّت بتلادی جائے، بڑے اور بچے یہاں جو سنّت سیکھ کر جائیں وہ گھروں میں مستورات کو بتلادیں۔کتنی آسانی سے سنّتوں کا علم اور اس کی اشاعت ہو سکتی ہے۔(منصب مومن صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ سنن مؤکدہ کا اہتمام امّت مسلمہ بلکہ صلحائے امّت میں جیسا ہونا چاہیے تھا اس کی بہت کمی ہوگئی ہے۔برسوں گزر جاتے ہیں نماز پڑھتے ہوئے، اذان دیتے ہوئے مگر سنن نماز بلکہ سنن وضو پورے طور پر یاد نہیں ہوتیں تو سنّت کے موافق اذان اور نماز کیسے ہوگی؟ خود ہی سوچیے اس بات کی طرف دارالاقامہ والے مدارس کے حضرات کی توجہ خاص کی ضرورت

ہے۔اس کا سہل طریقہ جس پر بفضلہٖ تعالیٰ توفیق عمل مل رہی ہے، عرض کیا جاتا ہے۔وہ یہ کہ نماز فجر یا عصر کے بعد ایک ایک سنّت بتلائی جائے مثلاً نماز میں سیدھا کھڑا ہونا چاہیے، دوسرے دن پچھلی سنّت اور آئندہ ایک سنّت مثلاً دونوں پیروں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا، اسی طرح تیسرے روز پچھلی دو سنّتیں اور ایک اگلی سنّت مثلاً امام کی تکبیر کے ساتھ ساتھ مقتدیوں کو تکبیر کہنا، یہ ایک منٹ کا درس ہے۔اسی کو احقر کہا کرتا ہے ''ایک منٹ کا مدرسہ'' مساجد میں جاری کیا جائے۔ بعد دعائے نماز عصر یا فجر ۱۵ روز میں ۱۵ سنّتیں سب کو یاد ہو سکتی ہیں، اگر توجہ کی جائے۔(سبیل الفلاح صفحہ ۳)

ارشاد فرمایا کہ برسوں ہو جاتے ہیں کہ نماز کے معنیٰ یاد نہیں ہوتے ہیں۔ اس کے لیے سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک دن اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے معنیٰ بتلائے جائیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ دوسرے دن اللہ اکبر کے ساتھ سُبْحَانَ کے معنیٰ بتلائے جاویں کہ پاکی بیان کرتا ہوں تیسرے دن اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اور سُبْحَانَ کے معنیٰ اور رَبِّی کے معنیٰ کہ میرا پالنے والا ہے بتلائیں۔ ہر روز تین یوم کے سبق کا اعادہ کیا جائے بعد نماز فجر یا عصر ایک منٹ کا یہ بھی درس ہے اذکار کے بعد اَعُوْذُ سے سلسلہ شروع کیا جاوے۔چند سورتوں کے بعد دعائے قنوت والتّحیات و درود شریف کے معنیٰ بتلائے جاویں، درود شریف کے معنیٰ چھ سات یوم میں یاد ہو سکتے ہیں۔ان کو پہلے یاد کرادیں تو اچھا ہے، سُنن عادیہ (غیر مؤکدہ) کا بھی اہتمام فرمایا جاوے۔(سبیل الفلاح صفحہ ۳۔۴)

ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی مدرسہ کے سب طالب علموں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے انہیں سنّت کے مطابق کھڑا ہونا، ہاتھ ناف کے نیچے سنّت کے مطابق باندھنا اور پاؤں کے آپس میں فاصلے کا چار انگلیوں کے برابر ہونا اور پاؤں کا قبلہ رخ ہونا اور اسی طرح پوری نماز کو عملی طور پر سنّت کی راہ پر مشق

کرادیں اوران سے کہا جائے کہ تم لوگ اپنے گھروں، اپنے ماں باپ اور بہن بھائی کو اسی طرح بتادو اور عورت اور مرد کی نماز میں جو فرق ہے اس کی بھی مشق کرادیں یا بتادیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱۳)

ارشاد فرمایا کہ بالغین کے لیے پہلا مدرسہ مساجد ہیں اور بچوں کے لیے مدارس ہیں اور جو لوگ مساجد میں نہیں آتے ان کے لیے تبلیغی نظام ہے۔ مساجد اور مدارس میں ''ایک منٹ کا مدرسہ'' صبح ''ایک منٹ کا مدرسہ'' شام کو اس طرح شروع کیا جاوے کہ صرف ایک سنّت بتادی جائے تو تیس دن میں تیس سنّتیں یاد ہو جاویں گی اور تعب بھی نہ ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰۲)

ارشاد فرمایا کہ سنّت کا جتنا اہتمام ہوگا اتنا ہی ان شاء اللہ نفع ہوگا، اللہ کا قرب بڑھے گا، اور محبت میں اضافہ ہوگا۔ اور ان شاء اللہ اس پر عمل کی برکت سے گناہوں سے بچنے کی طاقت و ہمت پیدا ہو جائے گی، بڑی خاص چیز ہے، سنّت کا اہتمام بڑی اہم چیز ہے۔ اس کے برکات وفوائد کے سلسلہ میں یاد آ گیا کہ ایک سرکاری افسر اور ایک اچھے عہدہ دار ہیں ان کا خط چھ صفحہ کا خود میرے پاس آیا۔ آخر میں لکھا کہ یہ خط میں نے اس لیے لکھا کہ میرا حال آپ کو معلوم ہو جائے اور مجھے بھی توبہ کرا دیجیے۔ (نوٹ: اس خط میں انہوں نے اپنے اندر پائے جانے والے بہت سے گناہوں کا تذکرہ کیا تھا)۔۔۔۔۔ یہ انہوں نے اپنا حال لکھا تھا، جب اس قسم کے حالات تھے تو پھر وضع قطع جیسی ہوگی ویسی ہوگی، عام طور پر جیسی خلاف شریعت ہوتی ہے ویسی ہی ہوگی۔ اب سنئے کیا ہوا؟ لکھتے ہیں کہ جمعہ کے لیے جامع مسجد پہنچا۔ یہ ''ایک منٹ کا مدرسہ'' نامی کتاب جو چالو ہے اس کے بہت سے فوائد و برکات ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ اس (مسجد) میں ہمارے ہی علاقہ کے ایک مدرس صاحب جو اہل علم تھے ان کا معمول اس کے سنانے کا تھا۔۔۔۔۔ تو وہ مدرس صاحب جمعہ میں تقریر کر رہے تھے سنّت کی

اہمیت پر، اس میں انہوں نے کہا بھائی نماز میں اکیاون سنّتیں ہیں۔ آج ہم تین سنّتیں بتلائیں گے اور ہر جمعہ کو تین تین سنّتیں بتلایا کریں گے، پہلے جمعہ کی تین سنّتیں بتلائیں، نمبر ایک سیدھا کھڑا ہونا، چہرہ قبلہ کی طرف ہو،۔۔۔۔۔ نگاہ سجدہ گاہ کی طرف ہو، دوسرے یہ کہ پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں، دونوں پیروں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ہو یہ مستحب ہے، تیسرے یہ کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ یہ تین سنّتیں ہیں جمعہ کو انہوں نے بتلائیں تو میں نے ان تینوں سنّتوں پر عمل کرنا شروع کر دیا، اس کے بعد اگلے جمعہ کو گیا تو اور تین سنّتیں بتلائیں اسی طرح ہر جمعہ کو بتلاتے رہے۔ نماز میں اکیاون سنّتیں ہیں اور ہر جمعہ کو تین بتلاتے تھے تو وہ سترہ جمعوں میں ہو گئیں قیام کی گیارہ سنّتیں، قرات کی سات سنّتیں، رکوع کی آٹھ سنّتیں، سجدہ کی بارہ سنّتیں، قعدہ کی تیرہ سنّتیں، اس طریقہ سے نماز کی پوری سنتیں معلوم ہو گئیں اسی طرح پھر اور سنّتیں بتلائیں اور اس سلسلہ میں کتابیں بھی بتلائیں۔ ان کا مطالعہ کیا تو اب کیا حال ہے؟ لکھا کہ اب حال یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھنے لگا، دوسری بات یہ ہے کہ خود سینما چھوڑ دیا اور بیوی کو سینما چھڑا دیا۔ تیسری بات یہ کہ گانا سنانا بھی بند کر دیا اور سننا بھی بند کر دیا۔۔۔۔۔ یہ انقلاب کیسے آیا؟ سنّت کے ذکر اور اس پر عمل کرنے کی برکت سے ہلکے ہلکے طاقت پیدا ہو گئی، گناہ سے بچنا آسان ہو گیا، لیکن مسلسل اور تسلسل کے ساتھ عمل کرے تو ان شاء اللہ اس کا فائدہ محسوس ہوگا۔ (خصائص مومن صفحہ ۴۳ تا ۴۶)

ارشاد فرمایا کہ سنّتوں کو خوب پھیلانا چاہیے، ایک دو سنّت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں، سنّتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود دفنا ہونے لگے گی۔ ایک انگریزی سکول کے لڑکے کو ہر روز ایک سنّت سکھائی گئی۔ جب بیس سنّتیں یاد ہو گئیں تو اس پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود

ان کو توفیق ہوئی، پوچھا کہ بالوں کی سنّت کیا ہے؟ بس یہی بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق ہوگئی۔ اتباعِ سنّت کی برکت عجیب ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۱)

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی امّت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ملک میں دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت و استغناء اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بنائے ہوئے دینی تعلیم وتربیت کے اہم کام میں مصروف ہے۔ ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج وکردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیات ایمانی اور اسلامی تہذیب وتمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے، وہ تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لئے استعمال کیا جائے جو کہ ملک وملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلے میں حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعل راہ ہے۔

''اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق مقصود نہیں، دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد واعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرت اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی بقا ہر چند کہ فی نفسہٖ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے''

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ:

''مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے

لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے۔اس لیے گولیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہونگے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا، رسول ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے، ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے" (اصول الفلاح صفحہ ۴۸-۴۹)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿يَرْفَعَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾

"اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ان لوگوں کے رتبے کو جو تم میں سے ایمان لائے (یعنی ایمان کو کامل کیا نیک اعمال اور شرع کی پابندی کر کے) اور ان کے رتبے بلند کرتا ہے جن کو علم عطا فرمایا گیا۔"

اس آیت کریمہ میں پہلے ایمان کامل والوں کا رتبہ بیان کیا گیا، پھر اہل علم حضرات کی بزرگی کو خصوصیت سے بیان فرمایا گیا ورنہ مؤمنین کاملین میں علمائے کرام تو شامل تھے ہی ان کو علیحدہ بیان فرمانا ان کی خصوصیت اور ان کی بزرگی ظاہر فرمانا مقصود ہے۔اس کو اصطلاحاً تخصیص بعد التعمیم کہا جاتا ہے۔تاکہ ایک حکم عام بیان فرما کر پھر مخصوص حضرات کو الگ بھی بیان کرایا جاتا ہے تاکہ مخاطب کے دل میں ان کی عزت اور رفعت شان زیادہ پیدا ہو۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۷۸)

ارشاد فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دعا کی اور وہ دعا بھی بڑی جامع ہے ﴿نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ﴾ (مشکوٰۃ/۳۵)

"خوش وخرم رکھے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جو میری بات سنے۔" آپ ﷺ نے اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سرسبز وشاداب رکھے، خوش وخرم رکھے، ہر قسم کی فکر و

پریشانی سے محفوظ رکھے اس شخص کو جو ایک کام کرے، وہ یہ کہ جو دین کی بات غور سے سن کر اس کو محفوظ کر کے پھر کسی کو بتلا وے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۹)

ارشاد فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے پہلے زمانے میں کیسا ذوق تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص دمشق سے مدینہ شریف حاضر ہوا صرف التحیات سیکھنے کے لیے کہ ہم کو حضور ﷺ جیسے التحیات پڑھا کرتے تھے ویسی التحیات سکھا دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے اس جذبہ سے رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ اکبر کیا طلب ہے، جنتی معلوم ہوتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۱)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

﴿ فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ﴾ (ترمذی ۲/۹۳)

''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔'' کسی بستی کے اندر ہزار عابد ہوں تو شیطان کو کوئی فکر نہیں کہ ہزار جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو آسانی سے بہکا کر گمراہ کر سکتا ہے، جیسے کسی بستی میں دس بیس مالدار ہوں تو چور ڈاکوؤں کو ان سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہوگی، ان سے پریشان نہیں ہونگے بلکہ وہ کہیں گے کہ اچھا ہے، جب چوری کرنا ہوگی تو کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، یہیں پر اپنا کام کر لیں گے، لیکن اگر کوئی کوتوال ہو، سپرنٹنڈنٹ ہو تو اس سے گھبراتے ہیں ضلع بھر کے بدمعاش، اسی طرح اگر ایک عالم باعمل ہوتا ہے تو شیطان اس سے گھبراتا ہے، ڈرتا ہے کیونکہ وہ برسوں کے مکر وفریب کو تھوڑی دیر میں توڑ دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے کتنے بندگان خدا راہ یاب ہوتے ہیں۔ (اصول الفلاح صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک فقیہ اور ایک عالم بھاری ہے شیطان پر ہزار عابد سے، یہ خبر ہے، قاعدہ ہے کہ ہر خبر کے پیچھے

ایک حکم ہوتا ہے۔ ہر حکایت اور ہر واقعہ کسی نہ کسی حکم پر مشتمل ہوتا ہے، مثلاً کہا جائے کہ اس راستہ میں سانپ ہے یا اس راستہ میں کاٹنے والا کتا ہے تو بظاہر یہ ایک خبر ہے لیکن اس خبر سے یہ حکم نکلا کہ اس راستہ سے مت چلو، اس راستہ سے احتیاط رکھو۔ یہی انداز قرآن پاک کا اور حدیث پاک کا ہے کہ ان میں بھی ہر واقعہ اور خبر سے کوئی نہ کوئی عبرت، نصیحت اور حکم مقصود ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا گیا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پ۳۰۔ع۳۷) ''کہہ دیجئے آپ کہ اللہ ایک ہے۔''

تو اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور ایک جانو، اسی طرح حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ ایک فقیہ بھاری ہوتا ہے تو اس خبر سے درحقیقت حکم دینا ہے کہ فقیہ بنو اور بناؤ تا کہ تمہارے اندر بھی وہی شان اور فضیلت پیدا ہو جائے۔ فقیہ بننے اور بنانے کا انتظام کرو۔ یہ حکم دیا گیا ہے اس خبر کے ذریعے۔

(اصول الفلاح صفحہ ۲۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک بات اور بتلا دوں، یہاں فقیہ بننے کے سلسلے میں بات چل رہی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ یہاں جتنے لوگ بیٹھے ہیں وہ سب فقیہ اور اور عالم بن سکتے ہیں، تھوڑی سی ہمت وارادہ اور محنت کی ضرورت ہے، زیادہ نہیں صرف چالیس احادیث یاد کرلو اور دوسروں کو پہنچا دو تو ان شاء اللہ فقہاء کے ساتھ حشر ہو جائے گا، کتنی آسانی ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کیا جا سکتا ہے، قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔ اگر ایک ایک حدیث روزانہ یاد کرلے تو چالیس دن میں چالیس حدیثیں یاد ہو جائیں گی۔ چنانچہ حدیث میں اس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے۔

﴿ بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيهًا وَّ كُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَافِعًا وَّشَهِيدًا ﴾ (مشکوٰۃ / ۳۶)

''اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کرنے والا اور گواہ بنوں گا۔'' (اصول الفلاح صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ میرے عزیز دوستو! فقیہ بنو اور بناؤ، اپنی اولادوں کو بناؤ، ایک بات بتلا رہا ہوں کہ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، لیکن وزیر اعظم اور گورنر کی کرسی پر بیٹھنے والے لوگ رہتے ہیں یا نہیں رہتے، وزراء بنتے ہیں کہ نہیں بنتے ہیں؟ ملک کے لوگوں میں ہی کوئی نہ کوئی ان عہدوں کو سنبھالتا ہے اور ان کرسیوں پر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح نبوت تو ختم ہو چکی ہے لیکن ولایت تو ختم نہیں ہوئی ہے، وہ تو باقی ہے، اس میں بھی درجات اور مراتب ہیں، قطب، غوث اور ابدال کی کرسیاں رہتی ہیں۔ قیامت تک رہیں گے۔ بڑے بڑے بزرگانِ دین، اللہ والے محدّثین، فقہاء اور علماء رہے ہیں جو ان کرسیوں پر بیٹھے اور دین کا کام کیا، جب تک یہ دین رہے گا اس وقت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور بڑے بڑے اکابر کی جگہ پر بیٹھنے والے اللہ کے بندے پیدا ہوتے رہیں گے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی تو اس کام کو کرے گا ہی، کوئی نہ کوئی تو ان کرسیوں پر بیٹھے گا، کیونکہ دین کی خدمت اور اشاعت کا کام تو قیامت تک چلتا رہے گا اور کوئی نہ کوئی تو خدمت کرے گا ہی، تو ہماری اولاد ان کرسیوں پر کیوں نہ بیٹھے؟ اور وہ اس خدمت کو کیوں نہ انجام دے؟ ہماری اولاد اس جگہ کو نہ پہنچے سو چو تو کیا حال ہو رہا ہے۔ اس طرف کتنی غفلت اور سستی ہے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۳۴-۳۵)

ارشاد فرمایا کہ اس سلسلے میں ایک بات اور عرض کردوں کہ دنیا میں جو لوگ بزرگوں کے طریقے پر چلتے ہیں اور دین میں لگے ہیں ان کو دیکھو کہ دنیا میں ان کا کتنا اعزاز ہوتا ہے۔ عید، بقرعید کے موقع پر لوگوں کا جہاں اجتماع ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے لکھ پتی ہوتے ہیں، کروڑ پتی ہوتے ہیں، حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار ہوتے ہیں کہ نہیں؟ اور جہاں حکومت اسلامی ہے وہاں پر وزیر آتے ہیں کہ نہیں؟ بادشاہ مملکت آتے ہیں کہ نہیں؟ ایسے موقع پر امام کس کو بناتے ہیں؟ کسی لکھ پتی کو یا کروڑ پتی کو، یا کسی وزیر کو، یا کسی تاجر کو یا کسی

فوجی کو؟ نہیں، ان میں سے کسی کو نہیں بناتے ۔ بلکہ امام انہی کو بناتے ہیں جو ان مکاتب میں پڑھتے ہیں، حافظ کو، قاری کو، عالم کو امام بناتے ہیں، جو وزیروں کا امام ہے اس سے بڑھ کر اس کی کیا عزت ہوگی جو بڑے بڑے افسران اور جج صاحبان کا امام بن رہا ہے، کلکٹر کا جو امام بن رہا ہے اس کا کیا مرتبہ ہے؟ اس کی کیا عظمت۔ کیا وقعت ہے دنیا کے اندر، دیکھ لو۔ (اصول الفلاح صفحہ ۳۵۔۳۶)

ارشاد فرمایا کہ انسان اپنا اور اپنے متعلقین کا خیال رکھتا ہے، جسمانی اعتبار سے خود بیمار ہو جائے تو اپنا علاج کراتا ہے یا بیوی بچے اور متعلقین میں سے کوئی بیمار ہو جائے ان کا بھی علاج کراتا ہے۔ اسی طرح دینی لحاظ سے بھی فکر کرنی چاہیے کہ جو کمیاں اور کوتاہیاں ہیں ان کی اصلاح کی فکر کرے۔ یہ ہر ایک کی ذمہ داری ہے، اس لیے خود بھی علم دین سیکھنا اور اس پر عمل کرنا، اولاد کو دین سکھانا اور ان کی تربیت کرنا ضروری ہے۔ اس میں کوتاہی نہیں کرنا چاہیے، عام طور پر اس میں کوتاہی اور غفلت ہو رہی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۰۹)

ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو پہلے دین کی تعلیم دلاویں یعنی قرآن شریف حافظہ یا ناظرہ، پھر ضروری عقائد واحکام کی دینی اردو کتابیں اور اس کے بعد کسی کاروبار یا دین ودنیا کی مزید تعلیم میں لگا دیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۵)

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اہل علم نہیں ہیں ان کو ایک چیز کا اہتمام پابندی سے کرنا چاہیے کہ جو چیز ذہن میں آئے اسے فوراً کرنے نہ لگے، بلکہ علماء سے پوچھے اور معلوم کرے، اگر وہ جائز بتلائیں تو کرے، ورنہ نہ کرے، ہمیشہ اپنے کو علماء کا محتاج سمجھے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ دینی تعلیم کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بچوں کو روزانہ ایک ایک بات بتلائی جائے، سننے والوں کو اس میں کوئی دقت نہیں کہ زیادہ وقت بھی نہیں لگتا اور دین کی ایک بات ان کو معلوم بھی ہوگئی، آسانی سے اس کو محفوظ بھی

کر سکتے ہیں، اسی طرح دین کی بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے، تھوڑی سی فکر اور اہتمام کی ضرورت ہے۔ (فیض الحرم صفحہ ۲۱)

ارشاد فرمایا کہ ہر روز اپنے گھر والوں کو جمع کر کے کوئی دینی کتاب مثلاً حیاۃ المسلمین، جزاء الاعمال، حقوق الاسلام، تعلیم الدین، حکایات صحابہ پڑھ کر سنایا کریں، ان شاء اللہ گھر والوں کے حالات بدل جائیں گے، سب دین دار ہو جائیں گے۔ یہ خمیرہ کوئی کھلا کر تو دیکھے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانے میں ہماری ماؤں، بہنوں کو اس کا بڑا ذوق تھا۔ اس کی طرف اس کا اہتمام تھا۔ ایک واقعہ سناتا ہوں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ ہماری ماؤں، بہنوں نے دین میں کیا کیا خدمات انجام دی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ساری دنیا جانتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کن کی محنت سے تیار ہوئے، بچپن میں ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، ان کی والدہ اور بہن نے ان کی تربیت کی، اپنے ساتھ لے جاتی تھیں محدّثین کی خدمت میں اور ان کی مجلس میں لے جاتی تھیں، ان سے دعا کرواتی تھیں، ان کی صحبت میں بٹھلاتی تھیں، چنانچہ ان کی محنت اور تربیت کا یہ نتیجہ نکلا کہ علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام عطا کیا کہ انہوں نے کتاب لکھی بخاری شریف، وہ اتنی مقبول ہوئی ہے کہ قرآن مجید کے بعد تمام امت میں بالاتفاق بخاری کا درجہ ہے، کہیں چلے جاؤ ہندوستان کے اندر، کہیں باہر چلے جاؤ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف ملے گی۔ دیکھا یہ کس کی پرورش کا نتیجہ ہے (اصول فلاح صفحہ ۳۱)

ارشاد فرمایا کہ طریقہ ہے کہ جہاں جاتے ہیں وہاں کی مشہور چیزیں معلوم کر کے گھر لے جاتے ہیں اہل وعیال کے واسطے۔ جیسے عام طور پر یہاں سے لوگ زم زم اور کھجور لے جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے ضرور لے جائیں۔ لیکن یاد رکھیں اصل تحفہ دین کا تحفہ ہے۔ یہاں آپ نے کیا سیکھا، کیا سبق ملا، یہ

بھی اہل وعیال کے واسطے لے کر جانا چاہیے، انہیں جا کر بتلانا چاہیے کہ ہمیں یہ دین کی باتیں معلوم ہوئیں، یہ ایمان کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۸۔۹)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح اپنی دنیوی حاجات وضروریات کے لیے آدمی ماہرین کے پاس جاتا ہے، معلومات کرتا ہے اور اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اسی طرح دینی ضروریات میں بھی ہونا چاہیے، اہل علم کے پاس جایا کرے ہر بات پوچھ پوچھ کر عمل کرے، یہ بہت ہی آسان طریقہ ہے علم وعمل کی درستگی کا۔ لیکن اس طرف کوئی دھیان نہیں ہے۔ دین میں علم وعمل کے لحاظ سے کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے، دنیا کے کاموں میں ہر چھوٹا بڑے سے استفادہ کرتا ہے، دیکھو بچے کو جب بھوک لگتی ہے رو کر ماں کو متوجہ کر لیتا ہے، چھوٹا بنے بغیر بڑا بننے کی ہوس، ہوس ہی ہے۔ کبھی ایسا شخص بڑا نہیں بن سکتا۔ مختصر یہ کہ چھوٹوں کی اصلاح بڑوں سے رجوع کرنے میں منحصر ہے۔ پس ہر طالبِ اصلاح کو چاہیے کہ کسی بڑے کا انتخاب کرے۔ پھر اس کے مشورہ اور رہبری میں کام کرتا رہے، ایک دن مقصود حاصل کر لے گا۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو بچپن میں دین سکھاؤ۔ حدیث پاک میں ہے کہ سات برس کی عمر سے بچے کو نماز کا حکم کرو۔ اور دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو پھر تھوڑی پٹائی بھی کرو۔ شریعت نے سب سے پہلے نماز کا حکم دیا۔ ایک تو اس لیے کہ وہ سب سے اہم عبادت ہے۔ دوسرے یہ حکمت بھی ہے کہ جب نماز کا حکم دیں گے تو نماز بھی سکھانی ہوگی اور اسی سے دین سکھانے اور اس پر چلانے کی مشق شروع ہو جائے گی۔ دیکھئے جب نماز پڑھوائیں گے تو وضو بھی سکھانا ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَ تَمَامَ الصَّلٰوۃِ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ بڑھیا نماز کے لیے وضو بھی بڑھیا ہونا چاہیے جیسے پانی عمدہ ہوگا تو چائے عمدہ بنے گی۔ جب وضو سکھائیں گے تو

دعائیں بھی سکھانی ہونگی، مثلاً درمیان وضو میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ والی دعا پڑھنا ہے۔ اب جب یہ یاددلائیں گے تو بچہ کو ذنب کی تعریف بھی سمجھانی ہوگی، گناہ کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی تو اس سے نفرت پیدا ہوگی، پھر طہارت کے مسائل بھی سکھانے ہونگے، طہارت جسم کے ساتھ ساتھ طہارت اخلاق کا سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سب رحمت ہیں، جیسے باپ اپنے بچوں کے حق میں شفیق ہوتا ہے، اس سے زیادہ نبی اپنی امت کے حق میں مہربان ہوتے ہیں، اسی طرح بچوں کو باوضو رہنے کی عادت ڈلوایئے۔

(تحفۃ الحرم صفحہ ۱۳)

ارشاد فرمایا کہ میرے عزیز دوستو! اپنی اولاد کو اللہ کی خاطر، اللہ کی رضا کی خاطر فقیہ بناؤ، علم دین پڑھاؤ، خود بھی علم دین حاصل کرو، فقیہ بنو، فقیہ بنانے کا حاصل یہ ہے کہ اپنے افراد کو اس کے لیے تیار کرنا، اس کے لیے انتظام کرنا، اس کے لیے جدوجہد کرنا، یہی دینی مکاتب و مدارس ہیں کہ ان میں باقاعدہ سے کام کرو۔ اصول کے موافق کام انجام دیا جائے تو انہیں میں سے ایسے لوگ تیار ہونگے جو اللہ والے ہونگے، دین کے خدّام ہونگے، ان سے سنّت کی روشنی پھیلے گی، یہ مدارس دین کے مراکز ہیں، ان کی دیکھ بھال کرو، یہ بھی ذمہ داری ہے، کوئی باغ ہو اور اس باغ میں ہر قسم کے درخت لگے ہوں، اس میں پانی کی کمی ہوجائے جس سے درخت خشک ہورہے ہوں تو ایسے موقع پر پانی کا انتظام کرنا، اس کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ان مکاتب و مدارس کی دیکھ بھال اور ان کے تعاون کا معاملہ ہے کہ جس کو یہ سعادت ملے، اجتماعی سعادت یا انفرادی سعادت، دونوں میں سے جو بھی ملے وہ بڑی چیز ہے۔ اس کی قدر کرنا چاہیے۔ اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہم کو حکم دیا گیا ہے، فقیہ بننے اور بنانے کا انتظام کرو۔ خود اپنے کو اور اپنی اولاد کو بنانے کی

کوشش کرو۔ اور مجبوری سے ایسا نہ کر سکو تو اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر ایسے ادارے قائم کرو جن میں یہ سلسلہ رہے اور ان کے ساتھ تعاون کرو تاکہ اس حکم کی تکمیل ہو سکے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۳۶۔۳۷)

ن والقلم وما یسطرون
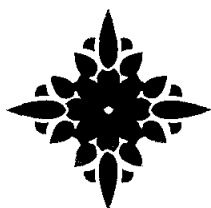
علم اور اہل علم کی عظمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔﴿یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ ’’اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ان لوگوں کے رتبے جو تم میں سے ایمان لائے (یعنی ایمان کو کامل کیا نیک عمل اور شرع کی پابندی کر کے) اور ان کے رتبے بلند کرتا ہے جن کو علم عطا فرمایا گیا۔‘‘
اس آیت کریمہ میں پہلے ایمان کامل والوں کا رتبہ بیان کیا گیا ہے پھر اہل علم حضرات کی بزرگی کو خصوصیت سے بیان فرمایا گیا ورنہ مؤمنین کاملین میں علمائے کرام تو شامل تھے ہی ان کو علیحدہ بیان فرمانا ان کی خصوصیت اور ان کی بزرگی کا ظاہر فرمانا مقصود ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۷۸)

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ آیا ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

اللہ فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے کہ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے کیا برابر ہو سکتے ہیں۔ (یہ استفہام انکاری ہے یعنی اہل علم کا رتبہ غیر اہل علم سے بڑا ہے) (مجالس ابرار صفحہ ۱۷۹)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ

﴿طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ﴾

’’علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر‘‘۔ اور فرض کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ پس فرض عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے مسائل سیکھنا بھی فرض ہوگا اور واجب عبادات کا علم واجب اور مستحب عبادات کا علم مستحب ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۷۹)

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے کہ جو شخص علم دین کو طلب کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر چلا دے گا اور طالب علم کے اکرام کیلئے فرشتے اپنے بازو رکھ دیتے ہیں۔۔۔۔۔ (جب فرشتوں کے نزدیک طالب علم کی یہ مقبولیت ہے تو حق تعالیٰ کے نزدیک یہ کیا درجہ رکھتے ہیں اور کس قدر مقبول ہیں)۔۔۔۔۔ اور بے شک عالموں کیلئے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں پانی کے اندر ان کے لئے استغفار کرتی ہیں اور بے شک عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر (کیونکہ نورِ علم مثل چاند کے تمام زمین والوں کو نفع رسانی کرتا ہے اور عالم سے مراد یہاں وہ ہے جو بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو اور عابد سے مراد وہ ہے جو بقدر ضرورت علم دین نہ رکھتا ہو) اور علماء بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۷۹۔۱۸۰)

ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچا دے میں قیامت کے دن خاص طور پر اس کی سفارش کرونگا۔ (جامع صغیر) یہ پہنچانا عام ہے، خواہ تصنیف کرے، خواہ وعظ کہے، اسی لئے علماء نے بہت سی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۸۲۔۱۸۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں ہے کہ جس روشنائی سے علمائے کرام دین کی کتاب لکھتے ہیں وہ روشنائی شہیدوں کے خون کے برابر وزن کی جائے گی۔ فائدہ: لیکن یہ سب فضائل اخلاص والے اہل علم کیلئے ہیں۔ ورنہ اگر اس نیت سے علم دین پڑھے کہ لوگ مجھے عالم سمجھیں، لوگ میری عزت کریں، ہدیہ و نذرانہ دیں، بزرگ سمجھیں تو ایسے ریاکار علماء کیلئے سخت وعید ہے۔

(مجالس ابرار ص ۱۸۳)

ارشاد فرمایا کہ علماء و طلباء کا اکرام وہی کرتا ہے جس کے دل میں

اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی عظمت ہوتی ہے اور جو انہیں رسول اکرم ﷺ کا وارث اور نائب سمجھتا ہے۔ انکی بے وقعتی کرنے پر صرف ایک ہی حدیث کی وعید کافی ہے کہ ایسے شخص سے رسول اکرم ﷺ نے اپنے سے رشتہ و تعلق ختم کرنیکا کا اعلان فرمایا ہے پھر میدان محشر میں معلوم ہوگا جب آپ ﷺ کی شفاعت سے محرومی ہوگی کہ شفاعت تو تعلق والوں کیلئے ہوگی۔ اگر علماء کرام یا طلباء کرام کے حقوق میں کوئی بے ادبی ہوجائے تو فوراً ان سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرلے اور جب عام مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ "اپنے کو مومنین کے سامنے متواضع کر کے ملتے ہیں" تو علماء و مشائخ کے سامنے اس آیت کا کیا تقاضہ ہوگا، خود فیصلہ کر لیجئے۔

مگر افسوس کہ آجکل دنیا کے حکام کے سامنے اور ایک پولیس آفیسر کے سامنے جھک کر سلام کریں گے اور ان کی عارضی عزت کے سبب ان کے سامنے عوام سراپا ادب بن جاتے ہیں اور علماء اہل اللہ اور مشائخ جو حقیقی عزت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں وہاں جا کر ان کے نفس کا تکبر اور ساری اکڑفوں ظاہر ہوتی ہے اور اگر ان کا خلاف شرع بات سے ذرا چہرہ متغیر ہوگا تب تو غصہ ان کا اور تیز ہوجاتا ہے کہ لو بھائی یہ لوگ بے سامان ہی فرعون بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہی تیزی اور تغیر جو منکرات کو دیکھ کر ان پر طاری ہوتی ہے یہی انکے کمال کی علامت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۹۲)

ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿اِنَّ الْحِدَّةَ تَعْتَرِیْ عَلٰی خِیَارِ اُمَّتِیْ﴾

"میری امت کے بھلے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کیلئے مزاج میں تیزی بھی آجاتی ہے"۔۔۔۔۔۔ خلاصہ یہ کہ علماء و طلباء کا ہمیشہ اکرام ضروری ہے اور باعث سعادت ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لوگ علمائے حق کو

برا بھلا کہتے ہیں انکی قبروں کو دیکھو کہ انکے منہ قبلہ سے پھیر دیئے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ علم اور اہل علم کا ادب و اکرام نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید کی اس شکایت پر کہ یہاں کے مقامی علماء ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ سختی سے ہدایت لکھی کہ خبردار علماء کی شکایت آئندہ مت لکھنا کہ اس سے وبال سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۹۲۔۱۹۳)

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے آج کل اسی عالم کا اکرام کیا جاتا ہے جس کی شہرت ہو اور صاحب وجاہت ہو۔ حالانکہ ہر عالم کا اکرام کرنا چاہیئے اسی طرح عالم کو بھی عالم کا اکرام کرنا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۴)

ارشاد فرمایا کہ علماء کرام کا پائجامہ سے ٹخنہ چھپا ہوتا ہے یا داڑھی کٹی ہوتی ہے یا جماعت سے نماز کا اہتمام نہیں ہوتا یا مالیات میں بے اصولی کرتے ہیں تو قوم میں ان کی وقعت نہیں رہتی۔ ان باتوں کا اہل علم حضرات کو بہت اہتمام کرنا چاہیئے۔ اس قسم کی کمزوریاں ان اہل علم میں پائی جاتی ہیں جو اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام نہیں کرتے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ علم روشنی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس روشنی پر عمل بھی مرتب ہو، جیسے کار میں روشنی ہے مگر پٹرول نہیں تو راستہ تو نظر آئے گا مگر منزل تک رسائی نہ ہوگی۔ اسی طرح علم کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف کا دل میں پٹرول نہیں تو عمل میں سخت غفلت اور کوتاہی ہوگی۔ لہٰذا اہل اللہ کی صحبت سے اہل علم حضرات کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف کا پٹرول بھی حاصل کرنا چاہیئے۔ حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں سے ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تو اس کی وجہ یہی

بیان فرمائی کہ ہم علم لینے حاجی صاحب کے پاس نہیں گئے تھے بلکہ علم پر عمل کیلئے ہمت کا پٹرول لینے گئے تھے چنانچہ پہلے تہجد کی توفیق نہ تھی جب بیعت کی تو اس کے بعد کبھی تہجد قضا نہ ہوئی۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ علماء کرام خوف سے متاثر نہیں ہوئے مگر طمع کے اثرات سے متاثر ہوئے۔ لیکن اہل اللہ کے صحبت یافتہ عالم کا اخلاص اور ایمان نہایت مضبوط ہوتا ہے جو فروخت نہیں ہوسکتا ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اہل علم نہیں ہیں ان کو ایک چیز کا اہتمام پابندی سے کرنا چاہیے کہ جو چیز ذہن میں آئے اُسے فوراً کرنے نہ لگے، بلکہ علماء سے پوچھے اور معلوم کرے۔ اگر وہ جائز بتلائیں تو کریں ورنہ نہ کریں، ہمیشہ اپنے کو علماء کا محتاج سمجھے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا عارف وہ ہے جو اہل علم کی زیادہ تعظیم کرے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۵۷)

ارشاد فرمایا کہ انسان کے پاس صحیح علم اگر ہے مگر اس علم پر عمل نہ ہو تو عرف میں وہ جاہل شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے اگر ایک شخص اپنے والد کو گالی دے رہا ہے، برا بھلا کہہ رہا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ارے میاں! یہ تیرے باپ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ تم اسے اپنا باپ نہیں سمجھتے، اپنے باپ ہونے سے تمہیں انکار ہے، تبھی تو یہ معاملہ کررہے ہو۔ تو بات یہی ہے کہ اس نے جو معاملہ کیا ہے وہ والد کی شان اور ان کے منصب کے موافق نہیں کیا جس کی بنا پر اس سے یہ بات کہی گئی۔ اسی طرح جو شخص اپنے علم کے موافق عمل نہ کرے وہ عرف میں جاہل شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں عالم بد عمل کیلئے بڑی سخت وعید ہے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۷۱)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں نفع پہنچانے والی بھی چیزیں ہیں اور نقصان

پہنچانے والی بھی ہیں ۔ دونوں طرح کی چیزیں ہیں ۔ نقصان پہنچانے والی جو چیزیں ہیں ان کی مضرت کا درجہ یکساں نہیں ہے کسی کا ضرر کم ہے، کسی کا زیادہ ہے۔ یہی حال نفع دینے والی چیزوں کا بھی ہے کہ کسی کا نفع کم ہے کسی کا زیادہ، نقصان دہ چیزوں میں سب سے زیادہ آگ سے نقصان ہوتا ہے، سیلاب سے نقصان ہوتا ہے، جھگڑے فساد سے نقصان ہوتا ہے۔ لیکن جتنا نقصان عالم بدعمل سے ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ ہوتا ہے، ایک عالم بدعمل کا ضرر ان سب سے زیادہ ہے۔ ایسے ہی نفع پہنچانے والی چیزیں بھی ہیں، کتنا نفع ہوتا ہے مساجد سے، مدارس سے، خانقاہوں سے، نیک کاموں سے لیکن سب سے زیادہ نفع عالم باعمل سے ہوتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۷۱۔۷۲)

مدارس کے لئے رہنما اصول

ارشاد فرمایا کہ مدارس دینیہ کے قیام کا مقصد محض علوم کی منتقلی یا کسی مخصوص طرز تعلیم کا اجراء نہیں بلکہ ان کی تاسیس کا عظیم مقصد میراث نبوی ﷺ (کتاب وسنت) کی علمی وعملی حفاظت واشاعت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے تعلیم وتربیت دونوں ہی ضروری ہیں۔ کیونکہ تعلیم سے علم نبوی اور تربیت سے عمل نبوی کا ظہور ہوگا اور یہی دو چیزیں درحقیقت میراث نبوی ہیں۔ یہیں سے مدارس کا جو اصل کام ہے وہ خود بہ خود متعین ہو جاتا ہے اور وہ ہے تعلیم وتربیت۔ تعلیم وتربیت کے بنیادی عناصر میں نصاب تعلیم ونظام تربیت دونوں ہی ہیں۔ اسی وجہ سے ہر دور میں یہ دونوں مسئلے بہت اہم اور غور وفکر کا موضوع رہے ہیں۔ بالخصوص اس وقت دینی مدارس میں تعلیمی وتربیتی دونوں ہی لحاظ سے جو تنزل ہو رہا ہے اس کی بناء پر ان دونوں چیزوں پر خصوصی طور پر توجہ اور غور وفکر کی ضرورت ہے، نیز دعا کا بھی خاص اہتمام چاہیے۔ تاکہ موجودہ صورت حال کے تدارک کی بہتر صورت بفضلہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے اور انفراداً واجتماعاً اس میں لگنے کی توفیق بھی مل جائے۔ (اصول زریں صفحہ ۴۳)

ارشاد فرمایا کہ ہمارا نام طالب العلم والعمل تھا مگر اختصار کیلئے صرف طالب علم بولا جاتا ہے لیکن ہم عمل کو اب مقصود ہی نہیں سمجھتے۔ طالب علمی ہی سے اعمال میں مشغول ہونے کا اہتمام اہل مدارس کو کرنا چاہیے۔ آج اساتذہ طلبہ کی تربیت اور اصلاح نفس کی فکر نہیں کرتے۔ صرف ان کی رہائش اور روٹیوں کی فکر ہوتی ہے۔ بس صورت تو طالب علم کی ہے اور روح اور حقیقت غائب۔ یعنی تعلق مع اللہ اور خشیت اور اساتذہ کا ادب واکرام سب ختم۔۔۔۔ طلبا ہماری کھیتی ہیں۔ ہم ان کے قلوب میں اگر محبت اور تعلق مع اللہ اور خشیت اور اتباع سنت

کے درخت نہ لگائیں گے تو دوسرے صحرائی خاردار درخت نکلیں گے۔۔۔۔۔ مقصود نہ طلبہ کی تعداد ہے نہ عمارت، کام کے اگر چند بھی نکلیں تو غلغلہ مچادیں گے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۷)

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو دین کی خدمت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا موقع ملا ہے۔ان کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔لیکن اس پر مغرور نہ ہوں، کیونکہ محض پڑھنا پڑھانا یہ کارآمد اور مفید نہیں۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہ ہو۔اس لیے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اخلاص اور للّٰہیت پیدا کرنے کی فکر و کوشش کرنا چاہیے۔اور یہ چیز اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے کہ ان کی صحبت کی برکت سے اللہ کی رضا اور اخلاص حاصل ہوتا ہے۔پھر انسان کا کام دام اور نام سے نہیں رہتا بلکہ رضائے ربّ انام کے لیے ہو جاتا ہے۔علم سے راستہ آسان ہو جاتا ہے مگر اللہ کی محبت کے بغیر پہنچ نہیں سکتا۔اور یہ چیز اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے۔اس لیے دعا بھی بتلائی گئی ہے۔اس کو مانگا کرے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ﴾ (مشکوٰۃ /۲۱۹)

''اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت اور ان لوگوں کی محبت مانگتا ہوں جو آپ سے محبت کرتے ہیں''۔بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام کیا جائے اور دعا کا اہتمام بھی کیا جائے تو پھر ان شاء اللہ علم کو کارآمد بنانے والی چیز حاصل ہو جائے گی۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۰۶)

ارشاد فرمایا کہ پہلے مدارس عربیہ میں جو اساتذہ ہوا کرتے تھے وہ اہل عمل ہوتے تھے یعنی فرائض و واجبات کے پابند تو ہوتے ہی تھے۔اس کے ساتھ سنن و مستحبات پر بھی پابندی سے عمل کرتے تھے۔چنانچہ اس کا طلباء پر اثر پڑا کرتا تھا کہ ان کے اندر بھی عمل کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ایک صاحب الہ آباد میں انگریزی وغیرہ پڑھایا کرتے تھے ماشاء اللہ تہجد گزار تھے۔تو ان کے جو شاگرد تھے

وہ بھی تہجد پڑھا کرتے تھے۔یعنی انگریزی پڑھ رہے ہیں اور ماشاءاللہ تہجد کی بھی پابندی تھی۔اور آج کل مدرسہ کے طالب علموں میں یہ بات نہیں ہے۔میں سب کی بات نہیں کرتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہے۔ایسا کیوں ہے؟ جو انگریزی وغیرہ پڑھیں وہ تو تہجد کی پابندی کریں اور جو عالم بن رہے ہیں یا بننے والے ہیں انہیں اس کی ضرورت نہیں ہے؟ سوچنے کی بات ہے۔(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۸۔۴۹)

ارشاد فرمایا کہ مدرسہ میں طلباء اگرچہ کم ہوں مگر تعلیم نہایت معیاری ہو اور تربیت و اصلاح معیاری ہو پھر خود لوگوں کو کشش ہوگی۔ ہمارے یہاں کا ایک بچہ جب وطن واپس گیا تو اس کی چار رکعت سنتوں کو سات منٹ میں پڑھتے دیکھا گیا۔اور اذان ہوتے ہی مسجد جانا اور خاموشی سے باادب بیٹھنا اور عمر صرف سات سال، اس کا اثر لوگوں پر یہ ہوا کہ تین آدمیوں نے اپنے بچوں کے داخلہ کے لیے تار سے منظوری حاصل کی۔(مجالس ابرار صفحہ ۳۶)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دینی مدارس میں انگریزی داخل کرنے سے سخت ضرر کا مشاہدہ ہوا۔دنیا غالب ہو جاتی ہے، دین کے خدام بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔(مجالس ابرار صفحہ ۳۷)

ارشاد فرمایا کہ عام ذہن اس طرح کا بن گیا ہے کہ جب کوئی بڑا معائنے کے لیے آئے تو خوب صفائی ہوگی ورنہ پھر کوئی اہتمام صفائی کا نہیں رہتا۔اس کا بڑا خیال چاہیے۔طالب علم دین اور اہل علم اور علماء کے وقار کو ان بے اصولیوں سے بہت نقصان پہنچا ہے۔(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۷)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ یہود کی طرح اپنے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ مت جمع کرو۔تو پھر مدارس اور مساجد کے دروازوں کے سامنے صفائی کتنی ضروری ہے۔اور کاغذ کے ٹکڑے بھی زمین پر نہ پڑے ہوں کہ کاغذ آلات علم سے ہے۔اس کا اکرام ضروری ہے اور ان کو کوڑے میں نہ

ڈالیں۔ کاغذوں کا ظرف الگ رکھیں۔ ہمارے یہاں کاغذ دان اور کوڑے دان کے الگ الگ ظرف ہیں۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ زیادہ مارنے سے بچوں کو دینی تعلیم ہی سے وحشت ہو جاتی ہے اور فی زمانہ جبکہ انگریزی تعلیم کی طرف عوام کا رجحان زیادہ ہے اور بہت کم لوگ اپنے بچوں کو دینی تعلیم میں لگاتے ہیں۔۔۔۔۔ غصہ میں مغلوب ہو کر جب تادیب ہوتی ہے تو خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اگر استاد کی مار پیٹ کی بے اعتدالی سے امت مسلمہ کا ایک بچہ بھی متوحّش اور ہراساں اور خوف زدہ ہو کر علم دین کا تارک ہوا تو اس کی اس محرومی کا وبال استاد پر اور منتظمین پر بھی ہوگا۔۔۔۔۔ حاصل یہ کہ جس طرح اپنی اولاد پر شفقت ہوتی ہے اسی طرح ہر طالب علم پر ہونی چاہیے (مجالس ابرار صفحہ ۲۰۹)

ارشاد فرمایا کہ طلبہ کے ساتھ برتاؤ میں شفقت کا غلبہ ہونا چاہیے۔ افہام وتفہیم ہی کا معاملہ رکھا جائے۔ جہاں تک ہو سکے تادیب ضربی سے احتیاط کی جاوے۔ اس زمانہ میں جو لوگ پڑھاتے ہیں عموماً ان کا اصلاحی تعلق بزرگوں سے نہیں ہوتا، اور ان کی اصلاح ہوئی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تادیب ضربی میں نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور غصہ اُتارنے کے لیے مارتے ہیں۔ حدود کی رعایت نہیں ہو پاتی، ہسپتالوں میں ہر ایک ڈاکٹر آپریشن نہیں کرتا، بلکہ اس کے لیے کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ گولیاں وغیرہ ہی دیتے ہیں۔ اسی طرح تادیب ضربی کا معاملہ ہے، یہ بھی ایک طرح سے آپریشن ہی ہے، تو یہ کام ہر ایک کو نہیں کرنا چاہیے، تادیب ضربی نہ کرنا یہ بھی تو سنت ہے، اس پر بھی تو عمل کرنا چاہیے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۰۔۲۱)

ارشاد فرمایا کہ مقصد دین کی خدمت اور دین کا فائدہ ہے، مدرسہ مقصود نہیں ہے، نہ کوئی خاص ہیئت مدرسہ مقصود ہے کہ یہ مدرسہ ضروری ہے، یہ

مدرسہ رہے جب یہ چیز پیش نظر ہو جاتی ہے تو پھر بے اصولیاں ہونے لگتی ہیں، بے اصولیوں سے چشم پوشی کی جانے لگتی ہے، نتیجہ بگاڑ اور فساد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مقصد کام ہے۔ ایک جگہ مدرسہ کھولا گیا وہ کسی وجہ سے ترقی نہیں کرسکا۔ اب اسی بستی میں دوسرا مدرسہ کھلا اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے تو پہلے مدرسہ والوں کو خوشی ہونی چاہئے اور ترقی کی دعا کرنی چاہئے اور یہ سوچنا چاہیے کہ بھائی مقصد دین کا کام ہے وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو، ہمارے مدرسہ کے ذریعہ نہیں ہوا تو کوئی بات نہیں۔ اس مدرسہ کے ذریعے ہو رہا ہے، بڑی خوشی کی بات ہے، کام ہو رہا ہے (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۲)

ارشاد فرمایا کہ جب مقصد کام ہے تو بھائی اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دار الاسباب بنایا ہے۔ اس لیے اسباب و وسائل اختیار کرے، جتنے اسباب ہوں اتنا ہی کام کرے۔ اگر دس کا انتظام ہے تو داخلہ دس کا کرے۔ ایسی حالت میں کیا ضرورت ہے کام کو بڑھانے کی؟ انتظام سو طلبہ کا ہے داخلہ ڈیڑھ سو دو سو کا کرلیا۔ اب ان کی رہائش، کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے لیے پریشان ہیں۔ کہیں ان کے پاس کہیں ان کے پاس جا رہے ہیں۔ مالدار اور امراء کی خوشامد کر رہے ہیں۔ اس چیز نے اہل دین کی وقعت کا گھٹا دیا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۲)

ارشاد فرمایا کہ دینی مدارس کے اصول میں دین کے وقار کا لحاظ اگر نہیں ہے تو صرف جسم ہے مگر روح نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴)

ارشاد فرمایا کہ طلبائے کرام کو رسول اکرم ﷺ کا ضیف (مہمان) اور دین کا مجاہد سمجھ کر ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے اور ان کو اپنا محسن بھی سمجھا جائے کہ انہوں نے اپنے قلوب کی تختی ہمارے حوالے کردی، جو کچھ دینی نقوش ہم ان پر ثبت کریں گے ہمارے لئے وہ صدقہ جاریہ بنیں گے اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی مزاج پُرسی اور تیمارداری کو اپنی سعادت سمجھنا چاہیے

اساتذہ کو شکایت ہے کہ وہ ہمارا خیال نہیں کرتے ، ہم تو ان سے ضابطہ کا تعلق رکھیں اور ان کی طرف سے رابطہ کی توقع رکھیں ۔ پہلے آپ رابطہ کا تعلق کر کے دیکھیں کہ وہ کس طرح آپ کا اکرام کرتے ہیں ۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ آج مدرسین حضرات کو یہ شکایت ہے کہ طلباء ہماری خدمت نہیں کرتے ۔ ہمارا اکرام نہیں کرتے ، تو بات دراصل یہ ہے کہ ہم تو طلبہ سے تعلق رکھتے ہیں ضابطہ کا اور ہم ان کی طرف سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا رابطہ کا خیال کریں ۔ آج حال یہ ہے کہ طالب علم کسی کمرہ میں بیمار پڑا ہے اُستاد کو دیکھنے کی توفیق نہیں ہوتی ۔ الا ماشاء اللہ ۔ تو بھائی یک طرفہ محبت کیسے پیدا ہو ۔۔۔۔۔ حدیث پاک میں مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا کو مقدم فرمایا گیا ۔۔۔۔۔ کہ جس نے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کا حق نہ پہچانا ۔ ہم سے اس کا تعلق نہیں ، کس قدر سخت وعید ہے ۔ حدیث مذکور میں اس تقدم سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت و رحمت میں سبقت کرنا چاہیے ۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۶)

ارشاد فرمایا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دورۂ حدیث میں صرف اس طالب علم کو داخلہ ملتا تھا جو تہجد گزار ہوتا تھا ۔ حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے آئے ، کھانا آیا تو صرف روٹی کھالی اور سالن واپس کر دیا ، شاہ صاحب کو تشویش ہوئی ، دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے ؟ عرض کیا حضرت ! عام طور پر دہلی کے سالن میں کھٹائی پڑتی ہے اور یہاں آموں کی خرید و فروخت پھلوں کے آنے سے پہلے ہی ہو جاتی ہے جو بیع فاسد ہے ، حضرت شاہ صاحب نے خوشی میں فرمایا کہ الحمد للہ ! ہمارے یہاں فرشتہ پڑھنے آیا ہے ، ایسے طالب علم ہوا کرتے تھے ۔ (مجالس ابرار حصہ صفحہ ۸۴ ۔ ۸۵)

ارشادفرمایا کہ مدارس کے منتظمین حضرات نماز با جماعت کی اہمیت سے طلباء کوآگاہ کرتے رہیں اور سخت نگرانی اور تاکید سے عملی مشق کرائیں فرمایا کہ الحمدللہ! ہمارے یہاں طلباء سوفیصد تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھتے ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۵۷)

ارشادفرمایا کہ مدرسہ کے ناظم اور ذمہ داروں کو طلباء کے سر پرستوں کی طرف سے جو ہدیہ دیا جاتا ہے وہ ہدیہ نہیں ہے، وہ تو ذمہ دار اور ناظم ہونے کی وجہ سے دیتے ہیں، یہ تو رشوت ہے، ہدیہ تو محبت کی وجہ سے دیا جاتا ہے، اگر تعلق ومحبت کی بات تھی تو پہلے کیوں نہیں دیتے؟ اور جب بچہ پڑھ کر چلا جاتا ہے پھر اس کے بعد کیوں نہیں دیتے؟ بعض لوگ مٹھائی وغیرہ لے آئے اور کہنے لگے کہ مٹھائی کی ہماری دکان ہے، لانے کو جی چاہا، اس کو واپس کردیا گیا کہ بچے کو دے دو۔ وہ کھائے یا فروخت کرو۔ (مجالس محی السنۃ صفحہ ۱۲۷۔۱۲۸)

ارشادفرمایا کہ ہمارے مدرسین کی تعداد ۱۶۰ ہے مگر ان کی شرائط تقرری میں ہے کہ ان کا اکابر میں سے کسی کے ساتھ اصلاحی تعلق ضرور ہو۔ اس کا فائدہ اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی اُستاد بغاوت اور بے تمیزی پر آمادہ ہوجاتا ہے فوراً اس کے مصلح اور مرشد کو اطلاع کر کے اس کا اخراج آسان ہوجاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اس طرح ہر مدرس کا خواہ وہ عالم بھی ہو اس کا امتحان قاعدہ میں ضرور ہوتا ہے۔ اس میں بعض عالم صاحب کو عار محسوس ہوئی اور کہا کہ میری سند دیکھ لیجئے کہ میں نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے عرض کیا اس میں قاعدہ تو نہیں لکھا ہے پھر ان کے سامنے ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا اور اس سے حروف ادا کرائے گئے۔ تب انہوں نے اقرار کیا کہ یہ تو مجھ سے اچھا پڑھتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر آپ کو اس بچے کا امام بنادوں تو آپ کی اس بچے کے قلب میں کیا وقعت ہوگی؟ ماشاء اللہ اسی وقت نادم ہوئے اور قاعدہ

شروع کر دیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں صرف قاعدہ میں آٹھ مرتبہ امتحان ہوتا ہے اور امتحان کا حق استاد کو نہیں صدر مدرس کو ہوتا ہے۔ استاد خود ترقی نہیں دے سکتا۔ اس اہتمام کی برکت سے الحمدللہ ہمارے یہاں قرآن پاک کی تعلیم قواعدِ تجوید سے معیاری ہونے میں مشہور ہے۔ اور ہردوئی میں مختلف صوبوں سے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے مصارف سے آ کر پڑھ رہے ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۰۳)

ارشاد فرمایا کہ آج کل اس میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے، علماء کو سند دے دی جاتی ہے اور وہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے نہیں پڑھ سکتے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اسکا بڑا اہتمام تھا۔ بعض وقت تھانہ بھون میں بعض شیخ الحدیث اور بعض شیخ التفسیر کو قاعدہ پڑھنا پڑا۔ (مجالس ابرار ۱۹۹)

ارشاد فرمایا کہ دارالاقامہ جہاں طلباء کی قیام گاہ ہو وہاں ایک استاد نگران مقرر ہو، جو رات کو دو ایک مرتبہ اچانک معائنہ کر لے کہ طلبہ کس حالت میں ہیں اس سے طلبہ پر خوف ہوگا۔ اور آپس میں غلط میل جول سے محتاط رہیں گے۔ تعمیر دارالاقامہ میں بھی اس کا خیال رہے کہ طلبہ کی قیام گاہ کا استاد معائنہ کر سکے۔ اور چھوٹے بچوں کی رہائش کا الگ انتظام ہو، بڑے طلبہ کا ان سے الگ انتظام ہو۔۔۔۔۔ اور مناسب یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے بڑے بڑے کمرے تعمیر ہوں اور ان کی اخلاقی نگرانی کا نہایت اہتمام کیا جائے۔ اور کوئی استاد ہرگز ہرگز امرد کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ خلوت مع الامارد سے سخت احتیاط رکھے۔ کیونکہ یہ مرض بہت آہستہ آہستہ اپنا اثر کرتا ہے اور جب پورا اثر ہو جاتا ہے پھر اس سے نجات بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۱۲)

ارشاد فرمایا کہ لوگ عالم بن جاتے ہیں مگر عمل کا جذبہ دل میں نہیں

ہوتا۔ ایک عالم صاحب آئے، بہت مشہور آدمی تھے۔ عشاء کے بعد ڈیڑھ دو بجے تک تقریر کی اور صبح آٹھ بجے اُٹھے۔ یعنی فرائض بھی غائب، تقریر تو مستحب کام ہے، ایک مستحب کام کی وجہ سے فرض کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے، اسی طور پر تقریر یا بیان جو سبب بنے اس کا، درست نہیں ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ جو مسنون دعائیں مثلاً سوتے وقت اور سو کر اٹھتے وقت، کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد اور دسترخوان سے اٹھتے وقت اور سواری پر چڑھتے وقت اور مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں طلبہ کو یاد کرائی جاتی ہیں، ان کو ان کے وقتوں پر عملی طور پر پڑھنے کی نگرانی بھی کرنی چاہیے اور اس پر کوئی نگران مقرر ہو اور اس نگرانی کا وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔ اس طرح پر دینی مدارس کے بچے سنت کی زندگی پر عملی مشق کی تربیت پا جائیں گے اور جہاں بھی رہیں گے ان سنتوں کی عادت بن جائے گی اور زندگی بھر کا یہ صدقہ جاریہ اساتذہ اور مہتمم اور منتظمین اور معاونین کے نامۂ اعمال میں لکھا جاوے گا۔ سنتوں کا احیاء ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک خوشی سے باغ باغ ہوگی اسی طرح طلبا کو نمازیں سنت کے مطابق پڑھنے کی مشق کرانے کے لیے نگران مقرر کیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ ان کاموں کے لیے اساتذہ ہی کو منتخب کیا جائے اور ان کی اس نگرانی کا وظیفہ علاوہ تنخواہ الگ سے دیا جائے۔ اور مدرسہ کی آمدنی کو انہیں ضروری امور میں یعنی علم اور عمل کی اصلاح میں زیادہ خرچ کیا جائے، خواہ تعمیر معمولی ہو، جسم مدرسہ میں اولاً ضروری باتوں کو مقدم رکھا جائے پھر عمدگی تعلیم کے بعد مناسب تزئین کی طرف توجہ فرمائی جاوے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸)

ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی مدرسہ کے سب طالب علموں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے انہیں سنت کے مطابق کھڑا ہونا، ہاتھ ناف کے نیچے سنت کے

مطابق باندھنا، اور پاؤں کے آپس میں فاصلے کا چار انگلیوں کے برابر ہونا اور پاؤں کا قبلہ رُخ ہونا اور اسی طرح پوری نماز کو عملی طور پر سنت کی راہ پر مشق کرا دیں اور ان سے کہا جائے کہ تم لوگ اپنے گھروں میں اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کو اسی طرح بتادو اور عورت و مرد کی نماز میں جو فرق ہے اس کی بھی مشق کرا دیں یا بتادیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱۳)

ارشاد فرمایا کہ اگر طلباء کسی جلسے میں قرآن مجید غلط پڑھیں تو ان کو اسی وقت ٹوک دینا چاہیے۔ محض مدرسے کی سبکی یا بچوں کی توہین کے خوف سے احکم الحاکمین کا کلام غلط پڑھنے پر خاموش رہنا کیسے جائز ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۴)

ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے طلباء کو پچاس گناہوں کی فہرست بھی زبانی یاد کرادی ہے اور جلسوں میں ہم طلباء سے ترتیب وار وضو کی اور کھانے پینے کی سنتیں اور گناہوں کی اس فہرست کو سنتے بھی ہیں جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدرسہ سے عوام کو حسن ظن ہوتا ہے اور اپنے بچوں کی ترقیات سے خوش ہوتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۲-۳۵۳)

ارشاد فرمایا کہ دینی مدارس کے طلباء کا امتحان قرآن پاک کی تلاوت مع الصحت میں ہونا چاہیے۔ جب فارغین طلباء عوام کی امامت کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں تو بے حد بدنامی ہوتی ہے کہ یہ کس مدرسہ کے فارغ ہیں۔ ان کو کس نے سند دے دی۔ کم از کم آخر کے دو پارہ حفظ بھی ان کو کرادیا جائے تاکہ سنت کے مطابق طویل سورتیں بھی پڑھ سکیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۰۵)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ راستے میں ایک گاؤں پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ وہاں جب پہنچے

تو ساتھ میں ایک بزرگ کے نواسے تھے۔ مسجد میں بستی والوں سے تعارف کرایا کہ یہ فلاں بزرگ کے نواسے ہیں تو ایک دیہاتی بوڑھے نے کہا کہ اجی بزرگ کے نواسہ ہوا کریں، نماز تو خلاف سنت پڑھی، کہنی زمین پر سجدہ میں بچھادی۔ تو بات یہی ہے کہ عوام ہماری نسبت ہمارے بزرگوں کے ساتھ جب تسلیم کرتے ہیں تو اعمال بھی ہمارے ٹھیک ہوں ورنہ کچھ وقعت نہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۴۹۔۴۵۰)

ارشاد فرمایا کہ مدراس دینیہ کے اندر اگر ہم طلباء اور اساتذہ کو تکبیر اولیٰ سے جماعت کی مشق نہ کرائیں گے تو پھر اس ماحول سے نکلنے کے بعد جب یہ غیر صالح ماحول میں جائیں گے وہاں ان کا کیا حال ہوگا۔ اہل مدارس خدا کے لیے اس نادر موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اپنی کھیتی کو (یعنی طلبا کی دینی حالت کو) خوب ہری بھری کرنے (سدھارنے) کی کوشش میں حد درجہ دلسوزی کریں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ اور اصلاح امت کے لیے صحیح نمونہ بن سکیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۵۸)

ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے یہاں طلباء کے لیے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پانچ پانچ مرتبہ پڑھنے کی تاکید کی ہے۔ علماء، صلحاء اور طلباء کی ہیئت نماز تو عوام کے لیے تعلیم اور سبق بننا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۸)

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت کی برکت سے عوام تو اوّابین و اشراق و تہجد اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور علماء کرام اور طلباء کرام نہ کریں تو عوام کا ان کے بارے میں کیا خیال ہوگا؟ ان حضرات کا صرف فرائض و واجبات پر اکتفا کیوں ہے؟ معلوم ہوا کہ علم پر عمل کرنے کے لیے صحبت اہل اللہ ضروری ہے ورنہ علم کے باوجود سستی رہتی ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ تھے، مدرس تھے جب پڑھاتے ہوئے

کوئی مہمان آجاتا تو چند منٹ خیریت وغیرہ دریافت کرتے، اس کو تحریر کر لیتے اور تنخواہ اتنے اوقات کی کٹوا دیتے، سبحان اللہ! کیا تقویٰ تھا۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر علماء کرام کا پائجامہ سے ٹخنہ چھپا ہوتا ہے یا داڑھی کٹی ہوتی ہے یا جماعت سے نماز کا اہتمام نہیں ہوتا یا مالیات میں بے اصولی کرتے ہیں تو قوم میں ان کی وقعت نہیں رہتی۔ ان باتوں کا اہل علم حضرات کو بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ اس قسم کی کمزوریاں ان اہل علم میں پائی جاتی ہیں جو اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام نہیں کرتے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک عربی ادارے میں حاضری ہوئی، وہاں کے مہتمم ہمارے دوست تھے، نماز کے بعد دیکھا تو ڈیڑھ صف طلباء کی مسبوق تھی، بڑا صدمہ ہوا۔ بعض دینی اداروں میں جمعہ کے دن دیکھا کہ صف اول میں عوام کو جگہ نہیں ملتی۔ تمام طلباء کرام صف اول ہوتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۶)

ارشاد فرمایا کہ بعض عربی مدارس میں جہاں طلباء کی تربیت کا اہتمام کیا گیا تھا وہاں صف اول میں شہری لوگوں کو جگہ نہیں ملتی۔ اگر طلباء کرام تہجد اور اشراق اور اوّابین اور صف اول کا اہتمام نہ کریں گے تو کیا تاجر طبقہ اور سرکاری ملازمین کے لیے صرف یہ اعمال ہیں؟ ایک عربی مدرسہ میں ایک گاؤں کا آدمی گیا تو وہ اوّابین پڑھ رہا تھا اور دیکھا تو مسجد میں ایک استاد یا ایک طالب علم بھی اوّابین پڑھتا نظر نہ آیا۔ البتہ اگر علم کی مشغولی ہو تو ٹھیک ہے۔ مگر آج کل اخبار بینی اور غپ شپ کے لیے وقت نکلتا ہے اور نوافل و تلاوت کے لیے علمی مشغولی کو مانع قرار دیا جاتا ہے۔ آج افسوس ہے کہ تاجر کی سنتیں دیر میں پوری ہوتی ہیں اور طالب علم کی سنت جلد ختم ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ یہ معروضات نصیحت گزارش کر رہا ہوں۔ یہ اس لیے کہہ رہا ہوں تاکہ ہم کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۴۹)

ارشاد فرمایا کہ کسی بستی کے حالات کا علم قبرستان، مساجد اور مدارس سے ہوسکتا ہے۔ اگر یہاں اتباع سنت کے آثار ہیں تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اس بستی کے اہل (رہنے والے) دیندار اور متبع سنت ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک ادارہ میں حاضری ہوئی شرح تہذیب اور مقامات یاد ہے مگر کھانے پینے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۲)

ارشاد فرمایا کہ آج ہمارے مدارس میں سبعہ معلّقات یاد کرنا آسان ہے اور مقامات یاد کرنا آسان ہے مگر نماز اور وضو اور کھانے پینے کی سنتیں یاد نہیں، مسجد میں آنے جانے کی سنتیں یاد نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۰)

ارشاد فرمایا کہ جب خدّام دین کی تنخواہیں معقول اور بہتر ہوں گی تو قوم اپنے بچوں کو دین سکھانے کے لیے حوصلے سے دے گی۔ اگرچہ نیّت بھی صحیح نہ ہو لیکن بعد میں نیّت بھی صحیح ہو جاوے گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰۷)

ارشاد فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہمارے یہاں قاعدہ اور حفظ و ناظرہ کے بعض اساتذہ کی تنخواہ بعض علماء سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمارے یہاں تنخواہ کا مدار ضرورت پر ہے نہ کہ قابلیت پر۔ مثلاً ایک قاعدہ پڑھانے والے کے اہل وعیال کا سات افراد کا خرچ ہے، اور عالم کا خرچ مختصر ہے، ابھی صرف بیوی ہے اولاد نہیں تو آپ فیصلہ کرلیں کہ ضرورت کس کو زیادہ تنخواہ دینے کی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۸۔۱۹۹)

ارشاد فرمایا کہ مقدمات مقاصد کے پڑھانے کی تنخواہ زیادہ دیتے ہیں مثلاً کافیہ، شرح جامی وغیرہ پڑھانے والوں کی تنخواہیں زیادہ اور قرآن پاک پڑھانے والوں کی تنخواہ کیوں کم ہو؟ فکر کی بات ہے۔ تنخواہ کی بنیاد ضرورت پر ہونی چاہیے کیونکہ علم کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے۔ ہمارے یہاں بعض حافظ صاحبان کی تنخواہ بعض علماء مدرسین سے زیادہ ہے کیونکہ وہ زیادہ ضرورت منداور

کثیر العیال ہیں تو ان کی تنخواہ بھی زیادہ مقرر کی گئی ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ اہل علم جو اہل مدارس کہلاتے ہیں ان کو بھی حسب حیثیت کچھ چندہ دینا چاہیے۔ جب علمائے کرام انفاق کے فضائل بیان فرماتے ہیں اگر کسی وقت کوئی عامی کھڑا ہو کر دریافت کرلے کہ مولانا آپ اپنی آمدنی سے کتنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو کیا جواب ہوگا؟ شرم سے گردن جھک جائے گی۔ کچھ نہ کچھ ہر اہل علم کو خواہ قلیل رقم ہی ہو۔ انفاق مالیہ کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔ اس عمل سے عوام کا حوصلہ بلند ہوگا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۰۴)

ارشاد فرمایا کہ جن جن مدرسوں میں ہم پڑھا رہے ہیں یا ہم وہاں پڑھ رہے ہیں کیا ہم اس مدرسہ کو چندہ بھی دیتے ہیں؟ نہیں دیتے تو دینا چاہیے تھوڑا ہی سہی۔ دس روپیہ، بیس روپیہ نہ سہی، پچاس پیسے، ایک روپیہ ہی سہی، دینا چاہیے۔ تاکہ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ بھائی کیا تم مدرسہ کو چندہ دیتے ہو تو کم از کم کہہ تو سکیں کہ ہم بھی دیتے ہیں اپنی وسعت کے مطابق۔۔۔۔۔ اس لیے کہ صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ برکت ہوتی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ چوتھائی رقم امور خیر میں صرف کرتے تھے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۲۔۴۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب ہردوئی میں ہمارے مدرسہ کو بالکل چندہ نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ چندہ کے لیے کچھ کہتے ہی نہیں۔ بہت امیر معلوم ہوتے ہیں۔ اب ان کے بھائی کا زمانہ آیا تو خوب ہمارے مدرسے کو دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ پر نگاہ رکھیے غیب سے مدد ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۵)

ارشاد فرمایا کہ جب دینی طلباء کا امتحان لیا جائے تو نگران قریب سے نہ مقرر کیا جائے اور دور سے کوئی نگران ہو۔ اگر کوئی طالب علم دینی خیانت

کرتے ہوئے دیکھا جاوے تو فوراً اس کا اخراج کیا جائے۔ دینی طلباء کا دیانت سے فیل ہو جانا جنت کا راستہ اور خیانت سے پاس ہو جانا جہنم کا راستہ ہے۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے مدرسہ میں ایک طالب آیا جو بیرون ہند کا تھا۔ بال ہپی تھے۔ میں نے حکم دیا کہ ان کو منڈا دو یا کٹا دو۔ اس نے عمل نہ کیا۔ میں نے حکم دیا کہ اگر ۴ بجے شام تک یہ بال نہ کٹائے تو اس کا بستر مدرسے سے باہر کر دو۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۰)

ارشاد فرمایا کہ جو طالب علم اصول کی پابندی نہ کرے فوراً اس کا اخراج کریں۔ جس طرح درخت سے جو شاخ خراب ہوتی ہے اس کو فوراً کاٹ دیتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴)

ارشاد فرمایا کہ چند تعلیمی خامیوں کے رفع کے لیے چند امور معروض ہیں:۔

۱...... نصاب تعلیم جو بھی طے ہو اس کے لیے ایسے اساتذہ جن میں حسب ذیل دو باتیں پائی جاتی ہوں انتخاب کرنا۔

(الف) جس علم وفن کو پڑھاتے ہوں اس سے مناسبت اور اس میں مہارت ہونا یا اس کی فکر ہونا اور بقدرِ ضرورت استعداد ہونا۔

(ب) بقدرِ ضرورت تقویٰ ہونا۔

۲...... تقسیم اسباق (ٹائم ٹیبل) میں پڑھانے کے لیے اسباق بقدرِ تحمل مقرر کرنا۔

۳...... ابتدائی کتب تجربہ کار اساتذہ کے پاس ہونا۔

۴...... اساتذہ کا معقول مشاہرہ بقدر حاجت مقرر کرنا۔

۵...... اسباق کی عبارت خوانی کے سلسلہ میں بلا تعیین ہر ایک سے پڑھوانا خواہ پوری پوری عبارت ایک طالب علم سے پڑھوائی جائے یا تھوڑی تھوڑی کئی ایک

سے پڑھوانا۔

۶......تصحیح عبارت پڑھنے والے سے اعراب وترکیب کی تحقیق کرنا۔

۷......پچھلا سننے کا اہتمام رکھنا، گاہ گاہ متعدد طلبہ سے پوچھ گچھ کرنا۔

۸......مشکل مقامات کا خلاصہ لکھوانا اوراس کی تقریر کرانا۔

۹......داخل شدہ طلبہ میں اگر عبارت خوانی کی صلاحیت ظاہر نہ ہوتو اس کمی کے دور کرنے کے لیے کچھ مدت مقرر کرنا، مدتِ مقررہ میں کمی دور نہ ہونے کی صورت میں تنزل کردینا۔

۱۰......امتحان ماہانہ کا انتظام کرنا اوراعلیٰ نمبر پر انعام مقرر کرنا۔

۱۱......داخلہ کا امتحان تفصیلی ومعیاری ہونا۔

۱۲......ممتحنہ کتب کے ساتھ اس کے نیچے کی کتب کی بھی جانچ کرنا۔

۱۳......نصاب تعلیم میں تصحیح قرآن شریف کو اور کتب تجوید کو بھی شامل کرنا۔

۱۴......نصاب میں اصلاح اخلاق کی کتب کو بھی داخل کرنا اس سلسلہ میں کچھ معاون کتب کو بھی تجویز کرنا۔

۱۵......اپنے اپنے مدارس کے امتحان ومعائنہ کیلئے باہر سے بھی بعض ایسے حضرات کو جو مروّت سے مغلوب نہ ہوں بلانا۔

عملی حالت کی درستی کے سلسلہ میں چند گذارشات

۱......اساتذہ کرام کی تقرری میں ان کی عملی حالت پر خاص توجہ کرنا بالخصوص وضع قطع اور سر کے بال اور شرعی ڈاڑھی کو خاص اہمیت دینا۔ ایسی کمی پر تقرر نہ کرنا۔ اگر کرنا ہوتو عارضی طور پر ایک ماہ کیلئے تقرر کرنا پھر ذمہ دار کا خصوصی نگرانی بھی رکھنا۔

۲......داخلہ کے وقت صلحاء کی وضع قطع بالخصوص سر کے بال وڈاڑھی کی دیکھ بھال کرنا۔

۳...... اپنے اپنے مدرسہ میں سنت کے موافق اذان کا نظم کرنا۔ طلباء کرام سے بھی اذان دلوانا۔ کبھی کبھی اساتذہ و منتظمین کرام کا بھی اس شرف کو حاصل کرنا۔

۴...... ادعیہ ماثورہ، تصحیح اذان واقامت اور نماز کی عملی مشق کا ہر درجہ میں نظم رکھنا اور اس کیلئے کم از کم پندرہ منٹ وقت مقرر کرنا۔

۵...... امتحان کی بعض کتب میں ان کی دیانت کے بھی امتحان کا نظم کرنا مثلاً ابتدائی کتب کا بھی امتحان تحریری لینا، طریق ذیل پر کتابیں تپائی پر رکھوانا اور کسی استاد صاحب کو نگرانی کیلئے مقرر نہ کرنا اور اس کی تذکیر کرنا کہ امانت کے ساتھ ناکام ہونا جنت کا راستہ ہے اور خیانت کر کے پاس ہونا یا اعلیٰ نمبر حاصل کرنا جہنم کا راستہ ہے۔ حدیث شریف اور تفسیر کے طلباء کرام کا امتحان اسی اہتمام سے لیا جانا سرسری نگرانی میں خیانت کے ظہور پر اخراج کیا جانا، اس سے پہلے آگاہ کرنا۔

۶...... گاہ گاہ ہفتہ عشرہ میں یا پندرھویں دن اجتماع طلباء کا اہتمام کرنا۔ اسمیں اتّباع سنت کی اہمیت وعظمت اور اس پر عمل کے فوائد کا اظہار کرنا۔ اسی طرح تجوید کی اہمیت کا بیان ہونا نیز اہل اخلاص اور اہل تقویٰ کے حالات ومعاملات سے آگاہ کرنا۔

۷...... عبادات میں اشراق، تہجد، اوّابین یا قیام لیل کی طرف بھی توجہ دلانا کہ (اہل علم ودین کو) عامہ مسلمین سے عمل میں ممتاز رہنا چاہئے۔

۸...... اذان جمعہ سے کم از کم پندرہ منٹ قبل مسجد کی حاضری کا بہت اہتمام کرنا۔ اذان جمعہ اور دیگر اذان کے احکام سے بھی مدرسہ کے ہر طالب علم کو آگاہ کرنا۔

۹...... عیادت کی سنت کی عملی مشق کرانا، اساتذہ کرام اور منتظمین کے ذریعے اس کو زبانی بتلانا اور عملاً سکھانا۔

۱۰...... اعمال ستہ جمعہ اور اعمال خاصہ کو محفوظ کرانا۔

۱۱...... جماعت کے اہتمام کی بار بار تاکید کرنا بالخصوص تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرانا۔

۱۲......تعدیل ارکان کی طرف خصوصی توجہ دلائی جانا کہ طلبہ کرام کی نماز عامہ مسلمین کی نماز سے جلد ختم نہ ہونا۔

۱۳......دارالاقامہ والے مدارس میں فجر کے بعد اور عصر کے بعد کچھ دینی مذاکرہ کا معمول رکھنا۔

۱۴......عشاء کے بعد کی پڑھائی ختم ہونے پر سنن نوم و بیداری کی تلقین کرنا اور طلباء کرام سے سنوانا۔

۱۵......جس طرح مامورات (مثلاً مساجد و مدارس) کیلئے جماعتی محنتیں ہو رہی ہیں اسی طرح منکرات (جس میں کفر و شرک، رسوم و بدعات، حرام امور اور مکروہات شامل ہیں) کے مٹانے کیلئے جماعتی محنت جہاں نہیں ہو رہی ہے اس کو جاری کرنا اور عامہ مسلمین پر اس کے فرض کفایہ ہونے کو ظاہر کرنا۔

۱۶......اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کیلئے کسی اہل حق مصلح سے اصلاحی تعلق قائم کرنا۔

۱۷...... مصلح سے رابطہ نہ ہونے پر اہل صلاح سے ملاقات کرتے رہنا اور ان کی صحبت اختیار کرنا۔

۱۸......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے صلحائے کرام کے حالات کو معلوم کرنا، ان کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کرنا۔

۱۹......اپنے اعمال کا اوقات نماز میں محاسبہ کرنا، سیئات پر توبہ کرنا اور حسنات پر شکر کرنا۔

۲۰......دعا کا خاص اہتمام رکھنا۔ بالخصوص فرائض کے بعد اور آداب دعا کی مراعاۃ رکھنا۔ اپنی اور امت مسلمہ کی اصلاح و حفاظت نیز مراکز دینیہ کی حفاظت کی رو رو کر دعا کرنا۔ رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بنالینا۔

چند متفرق گذارشات

ا......کمیت طلباء سے زیادہ کیفیت پر نگاہ رکھنا۔

۲......تادیب ضربی سے اجتناب کی سخت تاکید کرنا۔ بصورت ضرورت خاص حدود کی رعایت کرنا۔

۳......جن وجوہ سے معطّلی ہوتی ہے ان کے ظہور پر عدم اصلاح پر معطّلی کی بجائے اسقاط استقلال کا معمول مقرر کرنا اور معتد بہ مدت کے بعد مثلاً کم از کم تین مہینہ کے بعد بحال کرنا۔

۴......سوال کی مذمّت ہر طالب علم کے ذہن میں ہوتی ہے الّا نادار، مگر درخواست امداد کو سوال نہیں سمجھتے، اس کو اچھی طرح سمجھانا۔

۵......شرائط مدرسہ کو تسلیم کرنا، ان پر عمل کا عہد کرنا (ہے اس لیے) ایفائے عہد کی تاکید بار بار کرنا۔

۶......طلباء کے گھر جانے پر اپنے محلّہ کی مسجد میں کوئی ایک دین کی بات سنانے کی خصوصی فہمائش کرنا۔

۷......تربیت معلّمین (اس میں طریق تعلیم اور ان کی کمی کو دور کرنا بھی شامل ہے) کا انتظام کرنا۔ (اصول زریں صفحہ ۴۳ تا ۴۸)
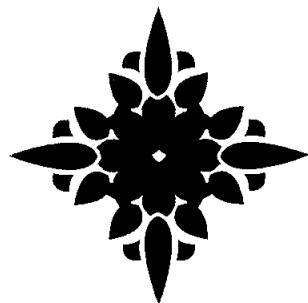
معلّمین کے لیے قیمتی نصائح

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر جس کی صنعت ہے روح انسانی

طلباء قوم کا قیمتی سرمایہ اور روشن مستقبل کی دلیل ہوتے ہیں۔ ان کی شخصیت کی تعمیر اور انہیں ملک وملت کے لیے کارآمد افراد بنانے کی سب سے بڑی ذمہ داری معلّمین کرام کے سر ہے۔ اساتذہ کرام ہی صحیح نہج پر تعلیم وتربیت کر کے طلباء کی دنیوی واخروی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔ ذیل میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ارشادات پیش کیے جارہے ہیں جو اساتذہ کرام کی رہنمائی کے لیے کافی ووافی ہیں (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ طلباء کرام کے دو حق ہیں، عظمت اور محبت، عظمت اس لیے کہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں اور اہل مدارس بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ طلباء کرام مہمان ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور محبت اس لیے کہ ہمارے محسن ہیں معاش کے، اور صدقہ جاریہ ہونے کے سبب محسن معاد بھی ہیں اور ترقی علوم کا سبب بھی ہیں۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ اس کی کوشش کرے کہ استاد جب بنے کہ اپنی اصلاح کسی شیخ کامل سے کرا چکا ہو اور ماتحتوں کو ایک نظر سے دیکھے اور طلبہ کے اخلاق کی نگرانی اور ان کی اصلاح کو مدنظر رکھے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ شاگردوں کا ممنون رہے کہ ان لوگوں نے اپنے کو تمہارے سپرد کیا ہے کہ تم اپنے دین کی کھیتی باڑی میں خوب شوق سے کام کرو۔

(اصول زریں صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ متعلّمین کو ایک نظر سے دیکھے اور یکساں برتاؤ کرے تاکہ کسی متعلّم کے دل میں حسد یا رنج نہ پیدا ہو، اور بدگمان نہ ہو۔ کسی کے ساتھ

کچھ خاص معاملہ کرنا ہو تو اس کو مع اس کی وجہ کے اوروں پر صراحۃً واشارۃً ظاہر کردے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ طلباء سے خدمت نہ لے اگر ضرورت پڑے تو کام میں آسانی کا خیال رکھے خود مدد کرے یا کسی اور سے مدد کروائے۔

(اصول زریں صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ حیا اور وقار سے رہے تا کہ یہ اخلاق متعلّمین میں پیدا ہوں کیونکہ حیا ایمان کے درخت کی بڑی شاخ ہے، اگر یہ پیدا ہو جائے گی تو دین کے بہت سے کاموں کی پابندی کرلیں گے۔ مگر وقار سے مراد کبر نہ سمجھے۔

(اصول زریں صفحہ ۲۹)

ارشاد فرمایا کہ خلوت بالا مرد سے اجتناب کرے اور امرد خوبصورت سے بہت ہی سخت اجتناب کرے۔ ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات چیت نہ کرے نہ ان کی طرف قصداً دیکھے اور نہ ان کی بات نفس کے تقاضہ سے سنے کیونکہ امرد پرستی کا مرض اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہو جاتی ہے تب پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کنارہ کشی امرد سے بہت دشوار ہوتی ہے۔

(اصول زریں صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہو سکتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے رخ پر جب تک وہ امرد تھے نظر نہ ڈالی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا تو ہم تم اپنے پاک ہونے پر کیا ناز کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا خیال دل میں

آوے تو سمجھیں شیطان دھوکا دے رہا ہے اور یہ مرض ان میں اسی طرح پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اسے خبر نہ ہو اور جب خبر ہو گی تب اسے قدرت مقابلہ نفس پر نہ ہو گی یا بہت ہی مشکل ہو گی۔ (اصول زریں صفحہ ۳۰۔۳۱)

ارشاد فرمایا کہ نفس اور شیطان سے ہر گھڑی ہر آن مقابلہ کرنے کو تیار رہے جو کام کرنے کو یہ کہیں ہرگز ہرگز نہ کرے۔۔۔۔۔اور اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی کرتا ہے اور ہر کام میں یہ سوچتا رہے کہ یہ تقاضائے نفس یا وسوسہ شیطانی سے تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو فوراً مخالفت کرے۔ ڈھیلا وست نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ سے بصد زاری والحاح عرض کرے کہ یا اللہ ان اعداء سے تو پناہ دے۔ اگر تو پناہ نہ دے گا۔ تو ہم کو دوسرا پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اور ہم سخت گھاٹے میں پڑیں گے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۲)

ارشاد فرمایا کہ طلبہ کی صحت کے لیے اور ان کی فراغت کے لیے برابر دعا کیا کرے تاکہ اپنے دین کی کھیتی کر سکے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۳۔۳۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر متعلمین سے کوئی بات خلاف طبیعت پیش آئے اور باعث ملول ہو تو یہ خیال کر کے کہ ان سے دین کا نفع مجھ کو بہت ہو رہا ہے معاف کر دے اور معاف کر دینے سے اور بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں قرب بڑھے گا۔ اللہ والے تو اور ایسوں کا احسان مانتے ہیں۔۔۔۔۔معلم اپنے دل کو پاک و صاف رکھیں کسی طالب علم کے قصور پر ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھیں اس سے دل کا ستیا ناس ہو جائے گا۔ بس دل میں اللہ تعالیٰ کو جگہ دینا چاہیے ۔۔۔۔۔ہاں طالب علم کی اصلاح کی غرض سے کچھ تنبیہ یا کوئی سزا یا کوئی ترکیب کر دے جس میں اپنے نفس کا شائبہ نہ ہو۔ اگر ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۴۔۳۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی طالب علم مدرسہ سے چلا جاوے تو بد دل نہ

ہو پریشان نہ ہو، گھبرائے نہیں، ہائے ہائے نہ کرے کہ میری آمدنی یا ناموری گئی۔ اب میری کیسے کٹے گی۔ اور اس طالب علم کی یا اس کے سرپرستوں کی ہرگز ہرگز خوشامد نہ کرے۔ اللہ پر توکل رکھے اور اللہ والا بن کر رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہو کر رہیں گے۔۔۔۔۔ اور یہ سمجھے کہ ایک کی ذمہ داری سے چھٹی ہوئی۔ اگر اس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی ہوتی تو قیامت میں گت بنتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے نجات دی۔ (اصول زرین صفحہ ۳۵۔۳۶)

ارشاد فرمایا کہ قلب میں یہی جذبہ اور نیت کارفرما ہو کہ یا اللہ! یہ تنخواہ اپنی مجبوری سے لے رہا ہوں۔ ورنہ متبادل آمدنی کے لیے کوئی جائیداد وغیرہ ہوتی تو اے اللہ! آپ کے دین پاک کی خدمت بدوں کسی معاوضہ اور وظیفہ کے کرتا۔ اور ہماری یہ بڑی سعادت ہے کہ آپ کے کرم نے ہم کو دین کے کاموں کے لیے قبول فرمایا ہوا ہے۔ (مجالس ابرار حصہ صفحہ ۲۰۴)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت کے اکابر میں سے کوئی بزرگ تشریف لائے۔ اس زمانہ میں حضرت اقدس تفسیر بیان القرآن لکھ رہے تھے۔ ہر روز جس قدر لکھنے کا معمول تھا اس سے بہت مختصر اور بہت کم چند سطور اس دن تحریر کر کے اور پھر ان بزرگ کی خدمت میں حاضری دے کر فرمایا کہ حضرت! ناغہ سے بچنے کے لیے تھوڑا سا کام کر لیا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۵۹)

ارشاد فرمایا کہ دینی مدارس میں علم دین کے اسباق بھی روحانی غذا ہیں ان کا ناغہ بھی بدوں سخت لاچاری اور مجبوری نہ ہونا چاہیے۔ اساتذہ کی اس ہمت اور عزم کا اثر طلبہ پر بھی ہوگا کہ جب یہ مدرّس ہوں گے، اس عزم و ہمت سے کام کریں گے۔ ورنہ مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۶۰)

ارشاد فرمایا کہ خود پاک و صاف رہے تاکہ ان میں نظافت و صفائی پیدا ہو مگر اس سے تکلف و تصنع مراد نہیں۔ جس بات کا اثر ڈالنا چاہیے پہلے خود اس کا عامل بن جاوے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۷)

ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ دعا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تعلیم و تربیت و اصلاح کا طریقہ تعلیم فرمادیں اور اس میں برکت نصیب فرمادیں اور قبول فرماویں اور متعلقین کو علم و عمل نصیب فرماویں اور ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح فرماویں۔ (اصول زریں صفحہ ۳۷)

ارشاد فرمایا کہ خلاف حیاء کام طلبہ کے سامنے نہ کرے اور نہ کلام خلاف حیاء زبان سے ان کے سامنے نکالے۔ کیونکہ اس بے حیائی کا اثر ان پر پڑے گا اور ان کا دین چوپٹ ہو جائے گا۔ کیونکہ حیا دین کے درخت کی بہت بڑی شاخ ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۷)

ارشاد فرمایا کہ اگر شاگرد کو کچھ سزا کسی جرم پر دے تو دوسرے وقت میں اس کی دلجوئی بھی کردے تاکہ غم رفع ہو جائے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شاگرد کو کسی حرکت ناشائستہ پر نصیحت کرنا ہو اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اگر سب کے سامنے ظاہر کی جاوے تو اسے شرم ہوگی بوجہ خلاف حیاء وغیرہ ہونے کے۔ تو اسے اکیلے میں نصیحت کرے اور بعد کو وہ نصیحت سب کو سنادے اور اس کا نام ظاہر نہ کرے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ جہاں نہ سمجھ آوے تو باتیں نہ بناوے بلکہ صاف کہہ دے کہ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ دوسرے وقت کتاب دیکھ کر یا کسی سے پوچھ کر بتاؤں گا جب معلوم ہو بتلادے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر شاگرد کوئی بات بیان کرے اور وہ حق ہو تو بلا تکلف فوراً مان لے، ٹال مٹول نہ کرے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ پڑھانے کے وقت نہ اوروں سے باتیں کر کے ان کا نقصان کرے اور نہ ان کو فضول باتیں جو کتاب سے متعلق نہ ہوں بتلا بتلا کر ان کا حرج کرے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ ہر کتاب پڑھنے کا جو نفع ہو اتنی لیاقت پیدا کرا کر تب اگلی کتاب شروع کراوے۔ (اصول زریں صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ نیچے کی کتابوں میں اوپر کی باتیں نہ بتا دے اس سے طالب علم پریشان ہوگا اور ضروری باتیں کتاب زیر سبق کی ہوں گی انہیں بھی نہ یاد کر سکے گا۔ (اصول زریں صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ پڑھاتے وقت ہر طالب علم کی طرف توجہ کرے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ (اصول زریں صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ اس کا خیال رکھے کہ سوال سے زیادہ جواب نہ دے۔ جتنی باتوں کا سوال ہو اتنا ہی جواب دے۔۔۔۔۔ ان کے ہر فضول سوال کا جواب نہ دے بلکہ اگر فضول سوال ہو تو ان کو ڈانٹنے اور سزا دے۔

(اصول زریں صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ ہر کتاب کا خلاصہ بیان کر دے۔ خصوصاً جو سبق ہو اور آموختہ کا اختصار بیان کر دیا کرے تاکہ طالب علموں کو خلاصہ کتاب سے آگاہی ہو جایا کرے اور یادداشت میں سہولت و آسانی ہو جاوے اور روزانہ سبق میں یہ بیان کر دیا جاوے کہ آج کے سبق میں یہ فلاں فلاں باتیں یاد کرنے کی ہیں اور خلاصہ ان کا یہ ہے کہ طالب علم کثرت مضامین سے گھبراوے نہیں اور مضامین ذہن میں محفوظ رہیں اور ہر کتاب اور ہر سبق کے نئے مضامین پر انہیں مطلع کر دے اور ہدایت کر دے کہ نئے مضامین کو الگ نوٹ کر کے یاد کریں۔

(اصول زریں صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ طالب علموں کو مطالعہ کرنے کا، سبق یاد کرنے کا، آموختہ کی نگرانی کا طریقہ سکھلاوے۔ اگر اس کی پابندی نہ کریں تو تنبیہ کرے اور بغیر طریقہ بتلائے ہوئے مارنا ظلم ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ اخلاق رذیلہ و جمیلہ کی امثال قرآن و حدیث سے چھوٹے چھوٹے جملے نکال کر معرب، مبنی، اعراب، عامل، معمول وغیرہ کی مشق کرادیں تاکہ قواعد بھی مشق ہوجاویں اور ادب بھی آجاوے اور حدیث کا علم بھی ہوجائے اور حدیثیں ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائیں۔ (اصول زریں صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ مسائل و قواعد کی تقریر طلبہ سے کراوے تاکہ ان کی زبان کھلے۔ (اصول زریں صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ جس فن سے مناسبت نہ ہو وہ طلبہ کو نہ پڑھاویں اگرچہ ان کے سرپرستوں کی تاکید ہو۔ کیونکہ وہ فن پڑھانا ان کا وقت ضائع کرنا ہے۔
(اصول زریں صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھاوے مگر مطالعہ کرنے کا امتحان کرلیں اس طرح پر کہاں تک پڑھو گے۔ اگر ایسی جگہ بتادے جہاں ایک بات تمام ہونے کو ایک جملہ باقی ہو یا سوال کرلے کسی مسئلہ کی علت کا جو بعد میں بیان ہو، اگر وہ کچھ نہ بولے تو سمجھو کہ اس نے مطالعہ نہیں کیا یا دیکھا ہے مگر بغیر غور کے۔ (اصول زریں صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا پڑھادیں مگر مطالعہ خوب کریں۔ یہ نہ خیال کریں کہ زیادہ زیادہ پڑھاویں تاکہ کتاب جلد ختم ہوجاوے۔ کیونکہ کتاب ہی ختم کرا کر کیا کریں گے جب سمجھیں گے نہیں یا یاد نہ رکھیں گے۔ اور یہ بھی نہ خیال کریں کہ دوسری کتاب سمجھالیں گے۔ کیونکہ شاید دوسری کتاب پڑھنے کا موقع نہ ملے۔ اور یہ مثل پیش نظر رکھیں کہ جو تھوڑا پڑھتا ہے۔ وہ تھوڑے دن میں

پڑھتا ہے اور جو زیادہ پڑھتا ہے وہ زیادہ دنوں میں پڑھتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جو زیادہ پڑھے گا وہ مطالعہ ٹھیک طور پر کرے گا اور نہ آموختہ کی نگرانی کر سکے گا نہ اچھی طرح سمجھے گا اور آموختہ کا اختیار ان سے بیان کردے گا اور اس کا اکثر ان سے سوال کرلیا کرے یہاں تک کہ آموختہ برق ہو جائے۔ (اصول زریں صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ کچھ دیر تک خلوت میں فراغت کے وقت رہے اور اس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اوامر میں سے کیا کیا پورا کیا اور نواہی میں سے کس کس کو چھوڑا اور تعلیم میں اور تربیت میں کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں۔ اور کیا کیا سرانجام ہوئیں۔ مرضیات خداوندی کے بجالانے پر تہ دل سے شکر ادا کرے تاکہ موافق وعدۂ خداوندی لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور ترقی ہو اور ارتکاب معاصی پر دل سے توبہ و استغفار کرے۔۔۔۔۔ اور کوتاہیوں کے دفع کرنے کی دل و جان سے کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ سے بصد عجز والحاح التجا کرے کہ مرضیات بجالانے کی توفیق عنایت فرماویں۔ اور نا مرضیات سے اجتناب نصیب فرماویں اور اسی پر عمر بھر رکھیں اور اسی پر خاتمہ فرماویں۔ خلاصہ یہ کہ کچھ دیر تک ضرور خلوت اختیار کرے اور مذکورہ بالا کاموں کو بجالائے تاکہ نور باطن نصیب ہو اور بہت سے آفتوں سے نجات ہو۔۔۔۔۔ اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا خلوت اختیار کرنے کا۔ حالانکہ آپ معصوم تھے، ہم لوگ تو سر سے پیر تک گناہ ہی گناہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں کے لیے خلوت اور ضروری ہوگی۔ (اصول زریں صفحہ ۲۹۔۳۰)

ارشاد فرمایا کہ مدارس کے اساتذہ کرام سے حسب ذیل گزارش کیا کرتا ہوں:۔

(۱) قاعدے کی تعلیم میں حروف کی صحت کا اہتمام کیا جاوے۔ جو نئے بچے کہیں سے بگڑے ہوئے آویں ان کو ہمزہ اور عین کا فرق سمجھائیے۔ اس کے بعد

چھوٹی ''ہا'' اور بڑی ''حا'' کا فرق پھر ''کاف'' اور ''قاف'' کا فرق سمجھایئے پھر اسی طرح ''صاد'' اور ''سین'' اور ''ذال'' اور ''زا'' اور ''ظا'' اور ''ضاد'' کا فرق سمجھایا جاوے اور خوب مشق کرائی جاوے۔

(۲) قاعدے میں امتحان ہر تختی پر ہو۔ مثلاً تختی نمبر ا اور اس پر بچہ کا نام لکھ دیا جاوے پھر اسی تختی میں امتحان ہو اور امتحان استاد کے علاوہ کسی دوسرے سے دلایا جاوے۔ پھر جب دوسری تختی شروع ہو تو پھر امتحان ہو۔ جب تک سو فی صد بچہ اس تختی میں پاس نہ ہو جاوے آگے نہ بڑھنے دیں۔ اس طرح قاعدہ میں ۱۲ تختی ہیں تو ۱۲ مرتبہ امتحانات لیے جاویں گے اور ہر تختی کے امتحان میں جو غلطی ہو اس کو ایک دفتی پر لکھ کر بچہ کو دے دیا جاوے تاکہ بچہ اس کو اپنے استاد کے پاس لیکر جایا کرے اور استاد اس تختی کو درست کرانے کا اہتمام کرے۔

(۳) اس کے بعد اللہ کا لفظ مشق کرائیں کہ کس جگہ باریک اور کہاں موٹا پڑھیں گے۔ اسی طرح ایک ایک قاعدہ کی مشق کرائیں۔

(۴) جو بچہ حفظ کے لیے آئے تو آموختہ کو اصل قرار دیں۔

(۵) حافظ ہونے پر اپنی نگرانی میں پہلے ایک بار مدرسہ کے اندر پوری محراب سن کر پھر دوسری جگہ اجازت سنانے کی دی جائے۔

(۶) استاد کا تقرر جب کریں تو تنہائی میں ان کا بھی امتحان کر لیا جاوے کہ حروف کی ادائیگی اور قواعد تجوید کا کس قدر علم ہے۔

(۷) داخلے کے وقت معلوم کر لیں کہ سیّد تو نہیں ہے تاکہ مصرف زکواۃ کا استعمال سیّد پر نہ کیا جاوے۔

(۸) تنخواہ کا معیار حاجت پر ہونا چاہیے۔ مدرّسین قرآن کی تنخواہ صرف ونحو کے مدرسین سے کم نہ ہو۔ صرف ونحو آلہٗ مقصود ہیں اور قرآن پاک مقصود ہے۔

(۹) کوئی بچہ بیمار ہو تو اس کا وظیفہ بڑھا دینا چاہیے اور بہتر سے بہتر علاج کا

انتظام ہو۔ جیسے کہ اپنے بچے کا علاج کراتے ہیں اور ان کے لیے دعائے صحت بھی کرے اور ان کی مزاج پرسی کرتا رہے۔

(۱۰) طلباء کرام کو مجاہد فی سبیل اللہ اور رسول اکرم ﷺ کا مہمان سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جاوے۔ وزیر کا بچہ، پیر کا بچہ، فقیر کا بچہ سب کا برابر خیال رکھا جاوے۔

(۱۱) ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہو تو دل میں عظمت ہو، تحقیر و تذلیل نہ ہو۔

(۱۲) کوشش کی جاوے کہ سو فیصد بچے کامیاب ہوں ایک بچہ بھی فیل نہ ہو۔

(۱۳) معائنہ کا مقصد صرف تعریف نہ ہو بلکہ اصلاح ہو۔

(۱۴) معائنہ میں مدارس کے باورچی خانے (مطبخ)، بیت الخلاء بھی دیکھنا چاہیے کہ صفائی ہے یا نہیں۔ اسی طرح کھانے کے وقت اگر قطار لگتی ہو تو طلباء کو کھڑے ہونے میں آپس میں اتنا فصل ہو کہ کوئی آدمی گذرنا چاہے تو نکل جائے بالکل متصل ہو کر نہ کھڑے ہوں اور شور و غل بھی نہ ہو۔

(۱۵) مہتمم صاحب سفر پر جاویں یا کسی ضرورت سے بھی تو کوئی نائب مہتمم مدرسہ میں نگران ہو تا کہ طلباء پر نگہداشت رکھیں اور آنے والوں اور مہمانوں سے ملاقات کریں اور ضروری باتوں کا جواب دیں۔

(۱۶) تعمیرات میں ضرورت کو مقدم رکھیں۔ پلاسٹر کی فکر نہ کریں۔ زیب و زینت کو درجہ ثانوی دیں اور تعلیم کی عمدگی کو درجہ اول دیں۔ خواہ کھڑکی دروازہ کتنا ہی دیر سے لگائے جائیں۔

(۱۷) مسجد کے اندر اجرت لے کر تعلیم دینا جائز نہیں۔ اس لیے مدرسہ کی تعمیر کا اہتمام مقدم ہے خواہ چٹائی سے ہو۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۰ تا ۳۷۲)

طلباء کرام کیلئے قیمتی نصائح

طلباء قوم کا قیمتی سرمایہ اور روشن مستقبل کی ضمانت ہوتے ہیں۔
یوں تو انسان عمر بھر علم حاصل کرتا اور تجربات سے سیکھتا رہتا ہے مگر تعلیمی اداروں میں باقاعدہ طالب علمی کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اس عمر میں طالب علم صحیح تعلیم وتربیت کے باعث جوہر قابل بن جاتا ہے یا پھر بعض وجوہ کی بناپر وہ بالکل ناکارہ ہوکر معاشرے پر بوجھ بن جاتا ہے۔
ذیل میں حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ارشادات پیش کیے جارہے ہیں جو کہ طلباء کی کامیابی کے لیے مشعل راہ ہیں۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ استاد کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کرنا چاہیے۔ دل میں ان کی محبت وعظمت چاہیے۔ جو شخص استاد کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کا معاملہ کرتا ہے تو پھر اس کی تکمیل دشوار ہوجاتی ہے۔ وہ علم سے محروم ہوجاتا ہے، اور اگر پڑھ بھی لیا تو پھر اسکی برکات سے محروم ہوجاتا ہے۔ اگر حافظ ہوگیا تو اس کے حفظ میں برکت نہیں ہوگی، عالم ہوگیا تو اس کے علم میں برکت نہیں ہوگی۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ استاد کا جتنا زیادہ احترام وادب کروگے اور اس کی جتنی زیادہ عظمت کروگے اتنا ہی علم میں برکت ہوگی، اس گُر کو یاد رکھو، استاد کی ہدایات اور ان کی تجویزات کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ہے اس کی آنکھ میں نور ہے لیکن ماڑا اور موتیا بند کی وجہ سے اس کو نظر نہیں آرہا ہے، ڈاکٹر نے آپریشن کردیا، جس کی وجہ سے ماڑا وغیرہ ختم ہوگیا، اب آنکھوں میں جو نور تھا وہ اپنا کام کرنے لگا اور دکھائی پڑنے لگا، اسی طرح طلباء میں صلاحیت واستعداد تو ہوتی ہے۔ ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے اور کام میں لگادیا جائے، تو استاد

کی تجویزات اور ہدایات جو ہوتی ہیں وہ بظاہر تو ہوتی ہیں بہت معمولی سی، لیکن بڑی نافع ہوتی ہیں، اوران پر عمل کرنے سے جو صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے وہ مفید اور کارآمد ہو جاتی ہے اس لیے ان کو اپنا خیر خواہ سمجھنا چاہیے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ ایسا کام ہی نہ کرو کہ اساتذہ کو تنبیہ کرنا پڑے، کام تو کرنا ہی ہے، چاہے عزت سے کرو، چاہے ذلت سے، چاہے پٹ کر کرو، چاہے بغیر پٹے، بہرحال جب ضرورت پڑتی ہے تو انجکشن مجبوراً لگایا ہی جاتا ہے۔ اب روز روز انجکشن کے لیے تیار رہے تو اچھا نہیں۔ آپ لوگ اپنے اوقات کی قدر کریں مدرسہ کے اصول وہدایات کی پابندی کریں، اساتذہ آپ کے خیر خواہ ہیں۔ نائی پر اعتماد، نائی خیر خواہ، نائی سے اگر استرا لگ جاتا ہے تو کوئی اس سے لڑتا ہے؟ کہتے ہیں ارے بھائی بھولے سے لگ گیا، اساتذہ بے چارے تنبیہ کرتے ہیں آپ کے فائدے کے لیے تو اس میں کبھی زیادتی بھی ہوسکتی ہے تو دل میں شکایت نہ ہو، اور ایسا کام ہی کیوں کرو کہ جس سے تادیب کی نوبت آئے۔ انسان کی اپنی عزت اس کے ہاتھ میں ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۸۔۲۹)

ارشاد فرمایا کہ عزیزو! تم نے کتابیں تو خوب یاد کرلیں، کتاب کاغذ میں چھپی تو تمہارے دماغ میں چھپ گئی، لیکن اصل یہ ہے کہ جو اعضا ظاہر ہیں ان سے چھپنا چاہئے۔ یعنی جو حکم اور جو مسئلہ کتابوں میں ہے، کتابوں میں تو سارے مسائل بھرے ہوئے ہیں، وہ آنکھ کا جو مسئلہ ہے وہ ہماری آنکھ میں چھپنا چاہئے، جو زبان کا مسئلہ ہے وہ ہماری زبان پر چھپنا چاہیے، اسی طرح ہاتھ پیر اور دیگر اعضاء کے لیے جو حکم ہے ان اعضاء کا استعمال اس کے موافق ہونا چاہئے، یہ ہے اصل چیز، اس کی طرف توجہ نہیں، اس کی اہمیت نہیں، الّا ماشاء اللہ۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۵۵)

ارشادفرمایا کہ جہاں تک ہو سکے قرض نہ لے۔ سخت مجبوری کی صورت تو الگ ہے، بالخصوص طلبہ کو تو بہت ہی احتیاط کرنا چاہئے، وہ اپنے گھر سے جس کام کے لئے آئے ہیں اس میں لگیں ان کو عموماً اس کی نوبت جبھی آتی ہے کہ جب دوستی اور تعلقات کا دور شروع ہو جاتا ہے کہ دوستوں کی خاطر مدارت کے چکر میں قرض لینے کی نوبت آجاتی ہے، اسی لیے یہاں اشرف المدارس میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ نہ ہدیہ لو نہ دو، نہ دعوت کھاؤ اور نہ کھلاؤ، یہ سب چیزیں طالب علم کے لیے مضر ہیں۔ انڈا بنڈا ٹھنڈا کے لیے قرض نہ لے، کھانے میں زیادہ تکلف کی فکر نہ کرے، انسان کو چاٹ کی خاطر پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

(مجالس محی السنۃ صفحہ ۱۰۶۔۱۰۷)

ارشادفرمایا کہ جس جگہ بیٹھے ہو وہاں سے جب اُٹھ کر جاؤ تو دیکھ لینا چاہئے کہ پنکھا تو نہیں چل رہا ہے۔ بتی تو نہیں جل رہی ہے۔ اگر جل رہی ہے تو بند کردے، ورنہ مدرسہ کے مال کا ضیاع ہوگا، مدرسہ کا نقصان نہ کرے، ہم کو مدرسہ سے کتنا نفع ہو رہا ہے، اس لیے جہاں تک ہو سکے اس کو نقصان نہ پہنچائے اس کی چیزوں کی حفاظت کرے ضائع ہونے سے بچائے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۳)

ارشادفرمایا کہ کوئی طالب علم اگر پیچھے ہے تو ترقی نہ ہونے کی وجہ سے گھبرائے نہیں، جیسے گھڑی جب پیچھے ہو جاتی ہے، سست ہو جاتی ہے تو اس کو ٹھیک کر کے آگے بھی کیا جا سکتا ہے مگر وہ خود ٹھیک نہیں ہوتی، ٹھیک کرنے والے سے ٹھیک ہوتی ہے، ایسے ہی طالب علم اُستاد کی ہدایات کے موافق کام کرے، اس کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت کرے اور لگا رہے تو برکت ہوگی، ترقی کرے گا اور سب کمی دور ہو جائے گی۔ یَا عَلِیْمُ ایک سو پچاس (۱۵۰) مرتبہ روزانہ پڑھا کرے اس کی برکت سے حافظہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۴)

ارشادفرمایا کہ پڑھنے کے زمانے میں وقت وصحت وفراغت کو

غنیمت سمجھے، کیونکہ یہ چیزیں نہایت بے اعتبار ہیں اگر یہ موقع کھیل کود میں صرف کر دیا تو بعد میں موقع نہ ملے گا اور کف افسوس ملنا پڑے گا۔ (اصول زریں صفحہ ۵)

ارشاد فرمایا کہ جس سے نفع دینی یا دینوی حاصل کرنا چاہے اس کے سامنے اپنے کو مٹادے یعنی اپنی شان وشیخی وپٹھانی طاق پر رکھ دے اور ادب اور اطاعت اور خدمت اپنا شعار بنالے۔ اشتیاق سے پڑھے اور پڑھا ہوا خوب یاد رکھے۔ ان باتوں سے ان شاء اللہ تعالیٰ اُستاد ایسا مہربان اور خوش ہوگا کہ پچاس روپے کے دینے سے بھی اتنا مہربان وخوش نہ ہوتا۔ (اصول زریں صفحہ ۵)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو عموماً اور طالب دین کو خصوصاً سب گناہوں سے عموماً اور شہوت کے گناہوں سے خصوصاً سخت پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ گناہوں سے تمام اعضاء عموماً دل ودماغ خصوصاً بہت ضعیف ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ اور طالب علم کو زیادہ ضرورت انہی اعضاء کے درست رہنے کی ہے کیونکہ اگر یہ اعضاء ضعیف ہو گئے تو نہ پڑھ سکے گا اور نہ پڑھا ہوا یاد رکھ سکے گا کیونکہ قوت حافظہ بھی جاتی رہتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمۃ للہ علیہ سے سوءِ حفظ کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ گناہوں سے پرہیز کرو کیونکہ علم فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور فضل اللہ تعالیٰ کے عاصی کو عطا نہیں ہوتا۔ (اصول زریں صفحہ ٦)

ارشاد فرمایا کہ طلباء کو چاہئے کہ استاد کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔ اگر کسی طالب علم کے ساتھ کوئی خاص برتاؤ کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ صاحب اسی لائق ہیں اور میں اسی لائق ہوں۔ یا اُن کے ساتھ وہی برتاؤ لائق مصلحت ہے اور میرے ساتھ یہی برتاؤ مصلحت ہے۔۔۔۔ خلاصہ یہ کہ بدگمانی سے بہت پرہیز کرے اور مصلحت میں بھی زیادہ غور وخوض نہ کرے بلکہ اپنے دل میں یہ سمجھ لے کہ ہوگی کوئی مصلحت۔ یہ طریقہ سرمایہ راحت دارین ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۸ تا ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ اُستاد کی روک ٹوک اگر پڑھنے میں ہو تو اس کو برا نہ سمجھے اور نہ چہرہ پر شکن پڑے، نہ ملال ظاہر کرے، اس لیے کہ اس سے اُستاد کے دل میں انقباض پیدا ہو جائے گا اور دروازہ نفع کا بند ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ موقوف ہے انشراح دل اور مناسبت پر اور صورت مذکورہ میں دونوں باتیں نہیں ہیں۔ بہت بڑا قاعدہ اور جلد منفعت کی کنجی یہ ہے کہ جس سے نفع حاصل کرنا ہو خواہ خالق یا مخلوق سے۔ اس کے سامنے اپنے کو مٹا دے اور فنا کر دے اور اپنی رائے اور تدبیر کو بالکل دخل نہ دے، پھر دیکھے کیسا نفع ہوتا ہے اور یہ بڑا کمال ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو بڑی ضرورت فراغت قلب کی ہے یعنی قلب کا کسی چیز سے یا کسی شخص سے متعلق نہ ہونا یعنی حقہ یا پان تمباکو وغیرہ کا عادی نہ بنے اور نہ کسی امرد لڑکے یا عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرے۔ ورنہ علم سے بوجہ آفات دینی و دنیوی کے محروم رہے گا اور رسوائی و ذلت ہوگی۔ مدرسہ سے خارج کر دیا جائیگا۔۔۔۔۔ اور نہ کسی طالب علم سے دوستی پیدا کرے کہ جس سے کسی کو موقع بدگمانی کا ہو اور نہ دشمنی پیدا کرے کہ اس سے لڑنے جھگڑنے میں وقت خراب ہو۔ (اصول زریں صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو چاہیے کہ بعد فارغ ہونے کے کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ کر کچھ دنوں اصلاح ظاہر و باطن کی کرے۔۔۔۔۔ تب معلّمی کرے تا کہ خود گناہ ظاہر و باطن سے اجتناب کرے اور اس کا اثر متعلمین میں یعنی شاگردوں پر پڑے۔ (اصول زریں صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ پڑھنے میں نیت خدمتِ دین اور رضائے خداوندی کی رکھے اور عزت و جاہِ دینوی کی نیت ہرگز نہ کرے اچھی نیت سے اگر پڑھے گا تو زمانہ طالب علمی میں اگر مر جائے گا تو شہید ہوگا اور قیامت میں علماء کے ساتھ اُٹھایا جائیگا اور دن رات جو محنت کی، دماغ وغیرہ خرچ کیا ہے اور پڑھا ہے۔ سب

ان شاءاللہ تعالیٰ نامہ اعمال میں دیکھے گا، اور دوسری نیت سے ان سب باتوں سے محروم رہے گا اور مستحق اور مورد عتاب خداوندی ہوگا۔ (اصول زریں صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ طلباء کو چاہئے کہ اپنا شوق اور طلب اور محنت اُستاد کو دکھائیں۔ اُستاد خود مہربان ہو جائے گا اور ان شاءاللہ پوری توجہ کرے گا۔۔۔۔ جیسا طالب ہوتا ہے اور جیسی طلب ہوتی ہے اُستاد کی جانب سے ویسا ہی فیض ہوتا ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو چاہیے کہ حق پسندی اپنا شعار رکھے اور ہٹ دھرمی سے بہت اجتناب کرے۔ سرمایہ راحت دین و دنیا میں یہی خصلت ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ طالب علموں کو چاہئے کہ جس مدرسہ میں جس مدرس سے پڑھنا چاہیں پہلے وہاں کے مدرسہ اور مدرس کے قوانین دریافت کر کے اپنے ذہن میں خوب غور کرلیں کہ ان قوانین کی پابندی مجھ سے ہوسکے گی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوسکتی تو پھر کوئی بات نہیں، اپنے گھر بیٹھے رہیں۔ اگر ہوسکتی ہے تو خوب پختہ ہو کر داخل ہوں اور ان قوانین کی پابندی کریں اور علم حاصل کریں پھر وہاں سے کہیں دوسری جگہ نہ جاویں۔ یک در گیر و محکم گیر پر عمل کریں اور ثُمَّ خَیْرًا کا مرض نہ ہونے دیں یعنی یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں نہ جاویں اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ (اصول زریں صفحہ ۱۳)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم سے اگر اُستاد کی بے ادبی یا نافرمانی یا ایذا رسانی ہو جائے تو فوراً نیاز و عجز سے معافی چاہے اور الفاظ معافی کے ساتھ اعضاء سے بھی عاجزی وانکساری وندامت ٹپکے۔۔۔۔ اگر دل میں ندامت ہوگی تو اعضا سے بھی ندامت ٹپکے گی۔ (اصول زریں صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم دین کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عزت

ہے اور بڑا مرتبہ ہے۔ اسے گناہ پر جرأت نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ خلاف حیاء اور خلاف مروّت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے لیے فرشتوں سے پر بچھوائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے انہیں ناخوش کریں اور اللہ تعالیٰ اُن کے عیوب کو چھپائیں اور یہ گناہوں کی کثرت کریں۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جن کے رتبے زیادہ ہوتے ہیں ان کو زیادہ مشکل ہوتی ہے۔۔۔۔ پس طلبہ کو چاہیے کہ اپنے رتبے پر رہیں۔

(اصول زریں صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ چھوٹے پن کے استاد کو بعد اپنے بڑے ہو جانے کے بھی استاد سمجھنا چاہیے اور ان کا ادب، لحاظ و خدمت بہت کرنی چاہیے۔ بڑے استاد سے بھی ان کا زیادہ ادب کرنا چاہیے کیونکہ چھوٹے نے تمہارے ساتھ زیادہ محنت کی اور بہت مغز مارا۔ (اصول زریں صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ کسی طالب علم کی سمجھ اور حافظہ وغیرہ پر حسد نہ کرے، کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں دنیا و آخرت کا نقصان ہوگا۔ دنیا کا نقصان یہ ہے کہ ہر وقت غم اور فکر میں رہے گا اور دل منتشر رہے گا اور انتشار قلب کے ساتھ نہ بات سمجھ میں آوے گی اور نہ پڑھی ہوئی یاد رہے گی اس کے لیے فراغت قلب کی ضرورت ہے۔۔۔۔ اور دین کا نقصان یہ ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ اور حسد کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے کام میں عیب نکالنا ہے کہ فلانا اس قابل نہ تھا آپ نے غلطی کی، نعوذ باللہ۔ (اصول زریں صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ استاد اور بڑوں کے سامنے ادب سے رہے، نہ ہنسے نہ زیادہ بولے، نہ ادھر ادھر تاکے، ایسا رہے جیسے وہ شخص رہتا ہے جس کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ہی رہتے تھے۔ اگر اس سے یا بڑوں سے کوئی بات خلاف مزاج پیش آجاوے تو یہ سمجھ کر کہ ان سے مجھے دینی نفع بہت ہوا ہے معاف کر کے دل صاف رکھے۔

بلکہ ان کے متعلقین سے اگر کوئی بات پیش آجائے تو درگزر کردے۔

(اصول زریں صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ کتاب کو یاد کرنا اس بھروسہ پر نہ چھوڑے کہ آگے اور کتابیں آویں گی ان میں یہی مسائل ہونگے۔ اسے یاد کرلوں گا۔ شاید موقع نہ ملے اور اگر اس کتاب کو یاد رکھے گا اور آگے موقع نہ ملا تو یہ کتاب تو یاد رہے گی اور کام دے گی اور اگر موقع مل گیا تو آگے کی کتابیں بجائے ایک صفحے کے چار صفحے پڑھے گا کیونکہ اس کتاب سے مدد ملے گی۔ (اصول زریں صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ قاعدہ وغیرہ جب بیٹھے، ہاتھ میں لے کر بیٹھے، اُوپر سے نہ پھینکے، اوپر سے پھینکنے میں بے ادبی ہے۔۔۔۔ کتاب قاعدہ وغیرہ تعظیم سے رکھے اور اُٹھائے، پیر سے نہ چھوئے، اس میں بے ادبی ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بطور تعلیم کے کوئی بات کہے تو اس کی بات کو سن کر تب اُٹھے ورنہ بات کی بے قدری اور بات کرنے والے کی دل شکنی ہوگی۔ نیز دل لگا کر پڑھے گا تو جلدی پڑھ لے گا ورنہ برسوں میں بھی نہ آوے گا۔

(اصول زریں صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ ہر کتاب کے مضامین کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھے۔ دوسری کتاب میں جو نئے مضامین آئیں انہی کو پڑھ لے یا ساری کتاب پڑھے مگر نئے مضامین کو الگ نوٹ کر کے یاد کرے، علیٰ ہذا القیاس تیسری اور چوتھی کو، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ لیاقت اور بہت جلد لیاقت ہوگی۔

(اصول زریں صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی ساتھی یا دوسرا طالب علم غلط الفاظ پڑھے تو ہنسنا نہ چاہئے کیونکہ اس نے غلط غلطی اور ناواقفی کی وجہ سے پڑھا جس کی وجہ سے اس پر کوئی الزام نہیں اور تمہاری ہنسی پر دو الزام۔ تکبر اور ایذائے مسلم کا، یہ دونوں

بڑے جرم ہیں۔ (اصول زریں صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ پڑھنے میں عبارت کا صحیح مطلب سمجھنے کا خیال رکھے۔ فضول سوال و جواب کے پیچھے نہ پڑے، سبق تھوڑا پڑھے مگر یاد خوب کرے اور آموختہ کی بہت نگرانی کرے تاکہ حوصلہ بڑھے اور ہمت میں قوت ہو۔

(اصول زریں صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ اگر اُستاد یا کوئی بزرگ یا کوئی اور کچھ بیان کرے اور وہ بیان صحیح ہو، خاموش ہو کر سنے، بدن اور قلب سے متکلم کی طرف متوجہ رہے۔ اپنی معلومات نہ بیان کرے، اس میں تکبر و بے ادبی و دل شکنی ہے اور یہ تینوں بری خصلتیں ہیں۔ (اصول زریں صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ عبارت پورے جملے کی ایک ہی سانس میں نہ پڑھے اور ترجمہ بھی ایک سانس میں نہ کرے، کاٹ کاٹ کر نہ پڑھے اور نہ ترجمہ کاٹ کاٹ کر کرے۔ یہ عیب کی بات ہے، لیکن مجبوری میں رکاوٹ ہو جائے تو اور بات ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ سبق پر نشان رکھے تاکہ جلدی سے کھولے۔ ایسا نہ ہو کہ تمام کتاب الٹنا پڑے کیونکہ اس میں کتاب کی بے ترتیبی اور بے انتظامی ہے۔

(اصول زریں ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ سبق آگے جھک کر نہ سناوے۔ پیچھے تن کر نہ سناوے۔ اس میں بے پرواہی اور بے ادبی ہے۔ (اصول زریں ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ سبق محض ذہن پر چڑھا کر استاد کو نہ سناوے کیونکہ ایسا یاد کرنا بالکل نہیں ٹھہرتا، سبق خوب رٹ کر یاد کرنا چاہیے تاکہ دل پر نقش ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔ سوال سمجھ کر جواب دے، بے سمجھے جواب نہ اڑانا شروع کر دے۔ (اصول زریں ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ اگر استاد بہت سی باتیں تعلیم کرے یا بہت سے الفاظ پر قرأۃ میں روک ٹوک کرے تو چند باتیں اپنے ذہن میں نوٹ کر لے۔ اگر نوٹ شدہ زیادہ ہو جائیں تو ان میں سے بھی نوٹ کرے اور یہ بھی خیال رکھے کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاوے یا کسی عالم کے وعظ میں شریک ہو تو وہاں بھی ان کے مضامین کا انتخاب کرے۔ (اصول زریں ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ سبق کا ناغہ نہ کرے، اس میں بے برکتی ہوتی ہے دل اکھڑ جاتا ہے، پڑھا ہوا بھول جاتا ہے، شوق میں کمی ہو جاتی ہے۔

(اصول زریں صفحہ ۲۰۔۲۱)

ارشاد فرمایا کہ استاد اگر علم کے متعلق باتیں کرے یا اور کوئی بات عمدہ بیان کرے تو اسے خوب توجہ سے سنے اور کسی کاغذ پر نوٹ کرے اور اسے خوب یاد کرے۔ اس بھروسہ پر نہ رہے کہ وہ تو میرے پاس رکھی ہوئی موجود ہے، کیونکہ نا معلوم تمہیں کب اور کہاں اس بات کی ضرورت پڑے تو اس کاغذ کو کہاں لیے پھرو گے؟ اور اگر گم ہو گیا تو تمہارا علم ہی گیا۔ اسی لیے کہا ہے کہ علم سینہ چاہیے علم سفینہ نہیں۔ علم کی شان تو یہ ہے کہ نہ چور چرا سکے اور نہ وراثت میں تقسیم ہو سکے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۱)

ارشاد فرمایا کہ بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھے کیونکہ بغیر مطالعہ پڑھنے سے پڑھتے وقت جب اُستاد کچھ تقریر کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر سمجھ بھی لے تو جلدی یاد نہیں ہوتی۔ اگر یاد بھی ہو جاتی ہے ٹھہرتی نہیں۔ اگر مطالعہ کر کے پڑھے گا تو ان آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ (اصول زریں صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ اگر سبق میں بہت سے شریک ہوں تو ناغہ نہ کرو۔ بہت کوشش کرو ساتھ میں پڑھنے کی، کیونکہ اگر بعد میں طلبہ سے تکرار کر لو گے تو استاد کی ساری تقریر کو طالب علم نہیں دہرا سکتا۔ اگر استاد ہی سے پڑھو گے تو بھی

مجمع میں جو مضامین استاد کے قلب میں آئے تھے وہ نہ آئیں گے، اگرچہ استاد کوشش بھی کرے، خلاصہ یہ کہ اگر ناغہ کرو گے محروم ہو جاؤ گے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو چاہیے کہ پڑھتا جائے اور مشق کرتا جائے تاکہ پڑھا ہوا خوب محفوظ رہے۔ اگر عربی پڑھتا ہے تو قرآن مجید میں غور کیا کرے۔ اگر کہیں قرآن مجید میں پڑھے ہوئے کے خلاف ملے تو قرآن مجید کی اصلاح نہ کرے اس پڑھی ہوئی کتاب کو قرآن کے موافق کرے۔

(اصول زریں صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو چاہیے کہ استاد کی تعلیم کے وقت مسکرائے نہیں اگرچہ مسکرانا اس وجہ سے ہو کہ وہ اسے معلوم ہوئی ہے کیونکہ یہ صورت بے ادبی اور بے قدری کی ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ استاد کی تقریر میں اگر کوئی لفظ فارسی یا عربی کا ہے اور اس کے معنی نہ معلوم ہوں یا کتاب میں کوئی لفظ آیا جو مشہور ہو اور اس کا ترجمہ نہیں کرایا گیا تو استاد سے اس کے معنی پوچھ لے۔ غفلت اور شرم نہ کرے کہ سب ہنسیں گے کہ ایسے مشہور لفظ کے معنی نہیں جانتا۔ کیونکہ اگر نہ پوچھے گا تو جاہل ہی رہے گا۔ (اصول زریں صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ اگر استاد کو تقریر کے وقت اپنی طرف زیادہ متوجہ کرنا چاہے تو شوق وطلب زیادہ پیدا کرے کیونکہ طالب ہی کی طرف مطلوب پہنچتا ہے۔

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود   ہر کجا دردے شفا آنجا رود

(اصول زریں صفحہ ۲۳۔۲۴)

ارشاد فرمایا کہ قاعدوں کی مسئلوں کی تقریر آپس میں اور استاد کے سامنے کرلیا کریں تاکہ قواعد محفوظ ہوں اور زبان میں گویائی آوے۔ ورنہ زبان سے مطلب کو ادا نہ کر سکے گا۔ (اصول زریں صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ طلباء جس فن کو پڑھیں اس میں کسی کا لحاظ نہ کریں نہ کسی سے دبیں، بلکہ بے دھڑک پڑھیں۔ مثلاً عربی پڑھیں تو انگریزی خوانوں سے نہ دبیں اور اگر تجوید پڑھیں تو غیر تجوید والوں سے نہ دبیں۔ حق پر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق کام کریں۔ ساری دنیا ناخوش ہو یا حقیر سمجھے یا برا سمجھے۔ کچھ پرواہ نہ کریں۔ مگر اس سے بہت پرہیز کریں کہ کسی سے لڑیں جھگڑیں نہیں، بس اپنی دھن میں رہیں، جو ناحق پر ہے وہ نہیں دبتا تو تم حق پر ہو کر کیوں دبو۔ (اصول زریں صفحہ ۲۵۔۲۶)

ارشاد فرمایا کہ بہت سی نعمتوں کو لوگ نعمت ہی نہیں جانتے، دن رات پڑھنے میں مشغول رہنا بڑی نعمت ہے اور بڑی عبادت ہے۔۔۔۔ ہر نماز کے بعد اور رات کو بعد نماز دس پانچ منٹ اس کے شکریہ میں خدا کی تعریف اور اس کی قبولیت اور اس کے نافع دین و دنیا ہونے کے لیے تہہ دل سے دعا کریں۔ اس سے ان شاء اللہ بہت ترقی ہوگی۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور اپنے قلب اور آنکھ کی حفاظت کریں۔ دل میں برے خیالات نہ لائیں اور آنکھ سے نظر بد نہ کریں۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ بہت بڑے ولی ہوں گے۔ اگر کوئی نہ معتقد ہو تو نہ ہو مگر میں تو ایسے طلبہ کی ولایت کا بڑا معتقد ہوں۔ (اصول زریں صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں۔ اس کا کار آمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۱۱)

ارشاد فرمایا کہ ہر دن اور ہر ہفتہ میں یہ خیال کر لیا کرے کہ میں نے کیا ترقی کی۔ اس سے پہلے دن اور پہلے ہفتہ میں مجھے کتنا علم تھا اور اب کتنا ہے اور کیا کیا باتیں زیادہ معلوم ہیں؟ اور جو زیادہ معلوم ہوئی ہوں انہیں ذہن میں اچھی طرح بٹھالے اور اسی کے مطابق عمل کرے۔ کیونکہ مقصود علم سے صرف

عمل ہی ہے، ورنہ علم بغیر عمل کے کسی کام کا نہیں۔ بلکہ علم ہو اور عمل نہ کرے تو زیادہ گنہگار ہے۔ (اصول زریں صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طلبائے کرام اور علمائے کرام سے ایک مرتبہ خطاب فرمایا کہ صاحبو! جتنا آپ نے پڑھا ہے اتنا ہی درس نظامیہ ہم نے بھی پڑھا ہے، مگر آج علم کی جو برکتیں آپ محسوس کر رہے ہیں، یہ سب اساتذہ کرام کے ادب و اکرام کا ثمرہ ہے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے کسی کو ایک آیت بھی کلام اللہ کی سکھا دی تو وہ سکھانے والا طالب علم کا آقا بن گیا (طبرانی) یعنی طالب علم غلام اور اُستاد آقا ہو گیا غرضیکہ اُستاد کا بہت ادب کرنا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۷۱)

ارشاد فرمایا کہ بدوں مطالعہ استعداد نہیں پیدا ہوتی، خصوصاً عربی کے طلبائے کرام کو اس کا بڑا اہتمام چاہئے کہ کل پڑھنے کے سبق کو رات ہی میں اس قدر گہری فکر سے مطالعہ کریں کہ تمام سبق پڑھا سکیں، اس کے لیے لغت اور حاشیہ سے بھی مدد لیں، اس طرح مطالعہ سے مدرس بننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور اُستاد کے سامنے اس کی تقریر خوب سمجھ آتی ہے۔ مطالعہ سے اگر پورا سبق سمجھ میں نہ آئے تو بھی گھبرا کر ترک نہ کریں۔ نصف یا تہائی سمجھ میں آوے تو بھی مطالعہ کا اہتمام جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے کچھ دن میں ترقی محسوس ہوگی اور پھر زیادہ حصہ سمجھ میں آنے لگے گا۔ کل کے سبق میں مشکل الفاظ کو حاشیہ میں دیکھیں ورنہ لغت ضرور رکھیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۱۳-۲۱۴)

ارشاد فرمایا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک بزرگ یحییٰ اُن کے شاگرد تھے، مدینہ منورہ میں اندلس سے پڑھنے آئے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں یحییٰ! ہاتھی آیا ہے، دیکھ لو،

کیونکہ تمہارے اندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا، دیکھو! اہل مدینہ شوق سے جوق در جوق دیکھنے کے لیے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔عرض کیا کہ حضرت اندلس سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں، آپ کو دیکھنے آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے نہیں آیا ہوں، یہ شان تھی طالب علم کی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴۹)

ارشاد فرمایا کہ میں طلباء کو سگریٹ نوشی سے منع کرتا ہوں کہ اسی منہ سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہو اور اسی منہ کو بدبودار بھی کرتے ہو۔ ایک بابو میاں تھے۔ بیس سال سے سگریٹ نوشی کرتے تھے۔ میری گذارش سے ''تابو میاں'' ہو گئے یعنی سگریٹ کو ترک کر دیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۰)

ارشاد فرمایا کہ جس طالب علم کے دل میں خشیت اور محبت اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے وہ یونیورسٹی میں بھی اگر جاتے ہیں تو وہاں بھی صالحین کی وضع قطع میں رہتے ہیں اور اکثریت سے مرعوب اور مغلوب نہیں ہوتے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۵۲)

ارشاد فرمایا کہ آج علم میں بے برکتی کا بڑا سبب اساتذہ کا ادب و احترام نہ کرنا ہے اور تفسیر و حدیث پاک کی کتابوں کا ادب نہ کرنا ہے، عموماً طلباء انگریزی سکول کے لڑکوں کی طرح دینی کتب کو ہاتھ میں لے کر نیچے لٹکائے ہوئے، ہلاتے ہوئے چلتے ہیں، جس سے دینی کتابیں کبھی آگے کبھی پیچھے ہو جاتی ہیں اور بعض تو چارپائی کے سرہانے بیٹھے ہوئے اور پائینتی (کی طرف) کتابوں کو رکھتے ہیں۔ بعض دینی کتب پر قلم چشمہ اور ٹوپی رکھ دیتے ہیں ان باتوں سے بچنا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بے ادب کو نہیں ملتا۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب | بے ادب محروم ماند از فضل رب

ترجمہ: اے خدا! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب آپ کے فضل سے محروم ہو جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۷۱)

ارشاد فرمایا کہ شعرِ ذیل کو عربی خواں طلباء یاد کرلیں اور ہر ایک کی گردان صغیر و کبیر خوب یاد کرلیں اور تعلیلیں بھی خوب مشق کرلیں اور گردان میں اس کا بھی خیال رکھیں۔ ثلاثی مجرد مذید دونوں گردانیں اور تیسیر المبتدی کے مصادر یاد کر کے ان کی گردانیں بھی مشق کرلیں۔ وہ شعر یہ ہے۔

صحیح است و مثال است و مضاعف   لفیف و ناقص و مہموز و اجوف

اور ادب کیلئے جہاں تک ہو سکے عربی اشعار یاد کرلیں۔ خصوصاً اشعارِ دعائیہ وصلوٰتیہ تاکہ ادب بھی آجائے اور مغزِ عبادت جو دعا ہے وہ بھی حاصل ہو جائے۔

(اصولِ زریں صفحہ:۲۷)

ارشاد فرمایا کہ مدارس کے طلبہ سے احقر حسب ذیل گزارش کیا کرتا ہے

(۱) طلبہ کرام آپس میں ایک دوسرے کی دعوت نہ کیا کریں۔ اس میں تعلیمی خلل اور نقصان کے علاوہ ذلت بھی ہے چنانچہ مشاہدہ کیا گیا کہ دعوتوں کی زیر باری سے طلبہ کو ''بحر الرائق'' فروخت کرنی پڑی اور اپنا بستر تک کسی دکاندار کے یہاں رہن رکھنا پڑا۔

(۲) اساتذہ کرام کی سختی اور ڈانٹ کو نعمت سمجھیں۔ مشہور ہے کہ
جورِ استاد بہ از جور پدر ''استاد کی سختی بہتر ہے باپ کی سختی سے''

(۳) باوضو رہنے کا اہتمام کیا جائے بالخصوص مطالعہ باوضو کیا جائے۔

(۴) مطالعہ اپنے ذمہ لازم کرلیں مطالعہ کا حل تمیز المعلوم من المجہول ہے۔ یعنی اگر سب نہ سمجھ آوے تو نہ گھبرائیے کم از کم اتنا تو نفع ہوگا کہ معلوم ہو جاوے گا کہ اتنا حصہ سبق کا سمجھ میں آگیا اور اتنا سمجھ میں نہ آیا۔ پھر استاد سے سبق پڑھتے وقت مجہول بھی معلوم ہو جاوے گا۔ مطالعہ میں بڑی برکت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

(۵) استاد کا خوب ادب کرے اُستاد کا دل اگر مکدّر کر دیا پھر ایسے شاگرد کو سمجھ نہ آئے گا۔ عقل سے برکت اٹھ جائے گی۔

(۶) اپنے کمروں کے سامنے اور احاطہ مدرسہ میں کاغذ کے ٹکڑوں کو اٹھا لیا کریں۔ کاغذ آلہ علم ہے، اسکا ادب ضروری ہے۔ نظافت اور صفائی بھی دین میں مطلوب ہے۔

(۷) چار پائی بستر اور ظروف قاعدے سے رکھیے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ۔ ہر چیز میں اعتدال اور جمال مطلوب ہے۔

(۸) تکبیر اولیٰ سے نماز کا اہتمام ہونا چاہیے ایک رئیس اذان سن کر ترازو اٹھائے ہوئے تھے فوراً رکھ دیا اور گاہک سے کہہ دیا بعد نماز تولوں گا۔ مسجد گئے اور اُسی وقت ایک دکان پر ایک مولوی صاحب اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔ نماز جماعت سے نہ ادا کی۔ ان کی وقعت اس دکاندار کے قلب سے نکل گئی۔ حالانکہ اس نے خود بھی نماز جماعت سے نہیں ادا کی تھی، لیکن اس نے کہا کہ ہم تو عامی ہیں یہ تو عالم ہیں۔ کچھ خاص اعمال ایسے ہیں جن سے عوام النّاس طلباء اور علماء سے جلد بدگمان ہو جاتے ہیں۔

(۹) بال ہپی جیسے نہ ہوں۔

(۱۰) پائجامے ٹخنے سے نیچے نہ ہوں۔

(۱۱) طلباء کرام کا اصلی نام طالب العلم والعمل تھا، پھر تخفیف کر کے طالب علم رہ گیا، علم کا مقصد عمل ہے۔

(۱۲) اذان سنتے ہی مسجد میں جایئے اور مسجد میں باتیں ہرگز نہ کریں۔ درود شریف پڑھتے رہیں۔ اعتکاف کی نیت کر لیں۔

(۱۳) اذکار مسنونہ کو زبانی یاد کریں اور اپنے اپنے وقت پر ان دعاؤں کو پڑھ لیا کریں۔ (مجالس ابرار ۳۶۸ تا ۳۷۰)

حافظہ بڑی قابل قدر نعمت ہے

ارشاد فرمایا کہ حافظہ بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرنا چاہئے اور اس کی حفاظت کرنا چاہئے اور لوگوں کے کیسے کیسے حافظے ہوئے ہیں، اور اس کی کیسی حفاظت کی ہے؟ بعض لوگوں نے بتلایا کہ مکّہ میں شیخ بن باز کے متعلق جو کہ بڑے عالم ہیں، اور ان کا شمار وہاں کے بڑے علماء میں ہے۔ ان کی بینائی دس بارہ سال کی عمر میں بیماری سے چلی گئی تو ڈاکٹروں نے ان سے کہا کہ اب ایسی مشینیں اور دوائیں تیار ہوگئی ہیں کہ اگر آپ آپریشن کروالیں تو آپ کی بینائی واپس آسکتی ہے، تو انہوں نے پوچھا کہ حافظہ پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ اس میں کوئی کمی تو نہیں آئے گی؟ ڈاکٹروں نے بتلایا کہ کچھ تو کمی آجائے گی۔ انہوں نے کہا کہ پھر تو مجھے ایسے ہی رہنے دو۔ تو انہوں نے حافظہ کی حفاظت کے لیے بینائی کو پسند نہیں کیا، کتنی بڑی بات ہے! ساری زندگی نابینا ہونے کی حالت میں رہنا پسند کرلیا مگر حافظہ پر کوئی اثر پڑے اس کو پسند نہیں کیا، لکھنؤ کے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ وہاں بعض نابینا ایسے تھے کہ کپڑے کو ہاتھ سے چھوکر بتلادیا کرتے تھے۔ کہ کپڑا سادہ ہے یا چھینٹ دار ہے، رنگین ہے یا سفید، بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کے دل کو اللہ تعالیٰ روشن کردیتے ہیں، بجائے آنکھوں سے دیکھنے کے وہ دل کی روشنی سے معلوم کرلیتے ہیں، ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا نام ہی بینا دل تھا، جیسے چراغ کی روشنی ہوتی ہے، گیس کی روشنی ہوتی ہے ٹارچ کی روشنی ہوتی ہے، ایسے ہی دل کی بھی روشنی ہوتی ہے جو بعضوں کو عطا ہوتی ہے

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۷۶)

ارشاد فرمایا کہ قریب ہی زمانہ میں بعضے قوی حافظہ والے بزرگ گزرے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیریؒ دیوبند کے مدرسہ کے صدر مدرّس تھے،

بڑے عالم تھے، ان کے متعلق حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ شاہ صاحب سبق میں فتح القدیر اور فتح الباری وغیرہ کا حوالہ نہیں دیتے تھے بلکہ اس کی عبارتیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ طلبہ سے فرمایا کہ تم سوچتے ہوگے کہ میں ان کتابوں کو رات میں دیکھ کر آتا ہوں اور تمہارے سامنے اس کی عبارت پڑھ دیتا ہوں، ایسا نہیں ہے بلکہ فلاں کتاب کو دیکھے ہوئے اتنا عرصہ ہوا۔ فلاں کتاب کو دیکھے ہوئے اتنا عرصہ ہوا جو مضمون دیکھتے وہ محفوظ ہو جاتا، ان کا دماغ بالکل ایسا تھا کہ دیکھنے کے بعد اس میں دیکھا ہوا چھپ جاتا تھا، تو حافظہ بڑی نعمت ہے، اس کی حفاظت کرنا چاہئے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۷۶۔۷۷)

ارشاد فرمایا کہ حافظہ کو کمزور کرنے والی چیزوں میں ترش چیزوں کا استعمال کرنا ہے، جو چیزیں کھٹی ہیں اور ترش ہیں ان سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترش چیزوں کو نہیں استعمال کرتے تھے۔ ساری عمر اپنے حافظہ کے لیے آم نہیں استعمال کیے، اس لیے کہ اس میں ترشی ہوتی ہے ہم ترش چیزوں کا کتنا استعمال کرتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اس میں لذت اور مزہ آتا ہے، ایسے ہی زیادہ پانی پینا اس سے بھی حافظہ کمزور ہوتا ہے، کیونکہ اس سے بلغم بنتا ہے اور بلغم سے حافظہ پر اثر پڑتا ہے، اور انہیں چیزوں میں جن سے حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ گناہ بھی ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ تھے ان سے اپنے حافظہ کی شکایت کی۔

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعَ سُوْءَ حِفْظِىْ

جیسے دوسرے لوگوں کا حافظہ ہے ویسا میرا حافظہ نہیں ہے، یعنی حافظہ تو ہے لیکن جیسے فلاں کا ہے ویسا نہیں ہے، اس کی شکایت انہوں نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے کی تو انہوں نے فرمایا۔

فَاَوْصَانِىْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِىْ

انہوں نے گناہ کے چھوڑنے کا حکم فرمایا، کیوں؟

فَاِنَّ الْحِفْظَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٖ
وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَایُعْطٰی لِعَاصِیْ

اس لیے کہ حافظہ نورِ الٰہی ہے، اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا ہے، اس لیے بھائی گناہ سے بہت بچے اور جو چیزیں حافظہ کے لیے نقصان دہ ہیں ان سے بھی احتیاط کرے۔ (مجالس محی السنہ ۷۶-۷۷)

ارشاد فرمایا کہ یَا عَلِیْمُ ایک سو پچاس مرتبہ روزانہ پڑھا کرے۔ اس کی برکت سے حافظہ زیادہ بڑھ جاتا ہے (مجالس محی السنہ ۱۱۴)

اہل علم اور ضرورت عمل

ارشاد فرمایا کہ علم الگ چیز ہے، عمل الگ چیز ہے، عمل کے لیے قلب میں جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اور علم سے قلب میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ عمل کے لیے طاقت وقوت کی ضرورت ہے، جسمانی عمل ہے تو جسمانی طاقت کی ضرورت ہے۔ اور اگر روحانی عمل ہے تو اس کے لیے روحانی طاقت وقوت کی ضرورت ہے۔ (مجالس محیی السنہ ۴۸)

ارشاد فرمایا کہ انسان کے پاس صحیح علم اگر ہے۔ مگر اس علم پر عمل نہ ہو تو عرف میں بھی وہ جاہل شمار ہوتا ہے۔ اسی لیے اگر ایک شخص ہے اپنے والد کو گالی دے رہا ہے، برا بھلا کہہ رہا ہے، تو لوگ کہتے ہیں کہ ارے میاں یہ تیرے باپ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ تم اسے اپنا باپ نہیں سمجھتے اپنے باپ ہونے سے تمہیں انکار ہے تبھی تو یہ معاملہ کر رہے ہو، تو بات یہی ہے کہ اس نے جو معاملہ کیا ہے وہ والد کی شان اور ان کے منصب کے موافق نہیں کیا۔ جس کی بنا پر اس سے یہ بات کہی گئی، اسی طرح جو شخص اپنے علم کے موافق عمل نہ کرے وہ عرف میں جاہل شمار ہوتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں عالم بدعمل کے لیے بڑی سخت وعید آئی ہے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں نفع پہنچانے والی بھی چیزیں ہیں، اور نقصان پہنچانے والی بھی ہیں، دونوں طرح کی چیزیں ہیں۔ نقصان پہنچانے والی جو چیزیں ہیں ان کی مضرت کا درجہ یکساں نہیں ہے۔ کسی کا ضرر کم ہے، کسی کا زیادہ، یہی حال نفع دینے والی چیزوں کا بھی ہے۔ کہ کسی کا نفع کم ہے، کسی کا زیادہ، نقصان دہ چیزوں میں سب سے زیادہ آگ سے نقصان ہوتا ہے، سیلاب سے نقصان ہوتا ہے، جھگڑے فساد سے نقصان ہوتا ہے۔ لیکن جتنا نقصان عالم بدعمل سے ہوتا

ہے وہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ایک عالم بدعمل کا ضرران سب سے زیادہ ہے، ایسے ہی نفع پہنچانے والی چیزیں بھی ہیں، کتنا نفع ہوتا ہے۔مساجد سے، مدارس سے، خانقاہوں سے، نیک کاموں سے، لیکن سب سے زیادہ نفع عالم باعمل سے ہوتا ہے۔(مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ سوال یہ ہے کہ ایک شخص عالم ہے پھر وہ بدعمل کیوں ہو جاتا ہے؟ تو بھائی بات یہ ہے کام کرنے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ روشنی ہو کہ جس سے راستہ صاف نظر آئے دوسرے یہ کہ طاقت ہوتا کہ جو راستہ معلوم ہے اس پر چل سکے۔مثال کے طور پر مسجد جانا ہے تو اس کے لیے روشنی ہونا چاہیے، تاکہ اس کا راستہ نظر آئے۔اب اگر بالکل اندھیرا ہو جائے تو پھر کیسے مسجد جائے گا۔یا کسی کی آنکھ پر پٹی باندھ دو تو بے چارہ ٹکریں مارتا پھرے گا اور اگر کسی کے پاس روشنی تو ہے مگر طاقت نہیں تو بھی مسجد نہیں پہنچ سکتا، علم ہے مجھے کہ یہ راستہ ہے مسجد کا، جانتا ہوں مگر مسجد نہیں پہنچ پاتا، طاقت نہیں، بیماری و کمزوری ہے، تو عمل کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے روشنی اور طاقت، ایسے ہی دینی عمل کے لیے ضرورت ہے ایک تو روشنی کی۔جنت کے عمل کے لیے یہاں کی روشنی کافی نہیں ہوگی، اس کے لیے وہاں کی روشنی کی ضرورت ہوگی اور وہ ہے علم دین، جو شخص ایک بات ایک مسئلہ دین کا سیکھتا ہے۔تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں اس کے لیے، ایک چیز تو روشنی ہے۔وہ تو علم دین سے حاصل ہوگی، اب اس کے بعد عمل کے لیے دوسری چیز جو طاقت ہے۔اس کی بھی ضرورت ہے۔کیونکہ بغیر اس کے علم پر عمل نہیں ہوسکتا، طاقت کس چیز سے پیدا ہوتی ہے؟ طاقت دو باتوں سے پیدا ہوتی ہے۔اللہ کی محبت اور اس کے خوف سے۔دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت دو باتوں سے پیدا ہوتی ہے، ایک شخص بے چارہ بیمار بھی ہے کمزور بھی ہے۔اس

سے کہا جائے کہ دیکھو آٹھ بج رہے ہیں اگر پندرہ منٹ میں مسجد پہنچ جاؤ تو سو روپیہ ملیں گے۔ تو اب بیچارہ گھسٹ گھسٹ کر کوشش کر رہا ہے کہ کسی طریقہ سے وقت کے اندر وہاں پہنچ جائے، اسی طرح اس سے کہا جائے کہ دیکھو آٹھ بج رہے ہیں اگر یہاں سوا آٹھ بجے پائے جاؤ گے تو جیل خانہ میں بند کر دیے جاؤ گے، تو اب یہاں سے بھی جلدی بھاگ جائے گا، گھسٹ گھسٹ کر، بات کیا ہے؟ حالانکہ وہ مریض ہے، بیمار ہے، کمزور ہے مگر ایک جگہ محبت ہے، اور ایک جگہ خوف ہے کہ جس سے اس میں طاقت پیدا ہوگئی، اور وہ چلنے لگا، تو علم پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی کمی ہے، یا خوف کی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۷۲۔۷۳)

ارشاد فرمایا کہ علم ہو مگر عمل نہ ہو تو اس کی میں ایک حسّی مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے کار کے چلنے کے لیے جہاں روشنی کی ضرورت ہے وہیں پٹرول کی بھی ضرورت ہے، روشنی تو بیٹری سے پیدا ہوتی ہے، بیٹری بڑی عمدہ ہے روشنی کھولو تو دور تک چلی جا رہی ہے۔ لیکن پٹرول نہیں تو کار نہیں چلے گی، تو بھائی، اسی طریقہ سے علم کے ساتھ اللہ کی محبت کا پٹرول ہونا چاہیے، بس اس کے بعد پھر تو یہی وجہ ہے کہ بعضے عامی آدمی جنہیں ہم جاہل کہتے ہیں وہ عمل میں پختہ و مضبوط ہوتے ہیں، کیوں؟ اللہ کی محبت پہلے سے پیدا ہوگئی ہے، اب ان کے اندر علم کی ضرورت ہے، علم آیا بس عمل شروع ہوگیا، اس کے برخلاف بہت سے عالم ہوتے ہیں کہ ان میں علم تو ہوتا ہے لیکن اللہ کی محبت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے عمل نہیں ہوتا، چنانچہ یہیں ایک صاحب نے ہم کو واقعہ سنایا کہ ہم ایک صاحب کے معتقد تھے، ان کا وعظ و تقریر عمدہ ہوتا تھا، یہاں ان کو تقریر کے لیے بلایا گیا، گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے رات تک تقریر کی ڈھائی گھنٹہ، نماز اور جماعت پر بڑی عمدہ تقریر کی، پھر ڈیڑھ بجے جلسہ کر کے دو بجے آئے، پھر جو

سوئے تو صبح آٹھ بجے اٹھے، تو علم کتنا ہے، مگر عمل نہیں ہے، وہ صاحب کہنے لگے کہ ہم نے کہا کہ ارے بھائی، یہ تو ٹیپ ریکارڈر ہو گئے، بول دیے سنا دیا، چنانچہ اس کے بعد سے ان کو بلانا چھوڑ دیا۔ (مجالس محی صفحہ ۷۳-۷۴)

ارشاد فرمایا کہ اصل چیز جو ہے بھائی، وہ علم کے ساتھ عمل ہے، آج علم کے حاصل کرنے میں تو لوگ بہت وقت لگاتے ہیں، آٹھ برس اور دس برس، لیکن اللہ کی محبت اور خشیت پیدا کرنے کے لیے سال چھ مہینہ بھی نہیں خرچ کرتے۔ یہی وجہ ہے بد عملی کی، ایک شخص اہل حق کے مدرسوں میں پڑھتا ہے اور جا کر کے اہل بدعت کے مدرسوں اور مسجدوں میں ملازمت کرتا ہے، یہ کیا بات ہے؟ یہ عمل کی کمی ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ چلو تھوڑے دن چلیں، اچھا ہے کام کریں، پھر اصلاح کر لیں گے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود ہی انہیں کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، تو بھائی، اصل چیز یہی ہے کہ علم کے ساتھ اللہ کی محبت اور اللہ کی خشیت پیدا کی جائے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۷۳-۷۴)

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو اہل محبت کے پاس بیٹھنے سے محبت پیدا ہوگی، خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، تو انسان کے پاس بیٹھ کر انسان نہیں بن سکتا؟ اسی لیے حدیث پاک میں ہے۔

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ ﴾ (مشکوٰۃ/۲۱۹)

اے اللہ ہم آپ کی محبت چاہتے ہیں اور ان کی محبت جو آپ سے محبت کرتے ہیں

(مجالس محی السنہ صفحہ ۷۴)

اہل علم اور ضرورت صحبت اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک دوست جو اہل علم ہیں مجھ سے کہنے لگے کہ ہم قدوری و کنز و شرح وقایہ اور ہدایہ میں جمعہ گاؤں میں پڑھنے کو ناجائز ہونے کا سبق پڑھتے رہے مگر عمل کی توفیق اور طاقت نہ تھی۔ گاؤں والوں اور برادری کے خوف سے پڑھ لیا کرتے تھے بلکہ امامت بھی کراتے تھے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد ہم حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔ اہل اللہ کی صحبت کیمیا تاثیر نے قلب میں طاقت بخشی۔ میں نے گاؤں میں جمعہ پڑھانا چھوڑ دیا اور آٹھ میل دور بڑے قصبہ میں جا کر نماز جمعہ ادا کیا کرتا۔ رمضان میں بھی روزے رکھے ہوئے آٹھ میل چلنے کی توفیق ہو جاتی۔ ایک سال اس طرح گذر گیا۔ جب اگلے سال عید کا دن آیا تو گاؤں والوں نے ہمارا گھیراؤ کیا اور کہا مولانا آپ کو عید اور جمعہ اسی گاؤں میں پڑھانی پڑے گی۔ میں نے کہا ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ کہنے لگے اب تک جمعہ اور عیدین یہاں کیوں پڑھاتے رہے۔ کہا غلطی ہوئی، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ اگرچہ تمام گاؤں اور برداری ناراض ہو مگر میں اب خدا تعالیٰ کو ناراض نہ کروں گا۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
مدنظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے

اب یہی ہمارے دوست شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ہیں اور شیخ نے اپنا جبّہ بھی عطاء فرمایا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۱۔۴۵۲)

ارشاد فرمایا کہ نیک لوگوں کی صحبت تھوڑی دیر کے لیے بھی کیا ہی نفع دے دیتی ہے۔ جس طرح جسمانی معالج کے چند منٹ آپریشن کے بعد

آنکھوں میں نور لوٹ آتا ہے اسی طرح اہل اللہ کی صحبت اگر چہ چند منٹ کی ہو دل کی کایا پلٹ دیتی ہے اور خیر وشر کا فرق نظر آنے لگتا ہے جس کی آنکھوں میں تمیز سفید و سیاہ عرصہ سے نہ تھی ،نور سے محرومی تھی ایک کامل کی ہدایت پر عمل کرنے سے ان میں ایسا نور آ گیا کہ سیاہی وسفیدی اور نور وظلمت میں تمیز ہونے لگی۔اسی طرح اہل حق سے دور رہنے والوں کو جب ان کی صحبت ملتی ہے تو ان کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔(مجالس ابرار صفحہ ۴۶۰)

ارشاد فرمایا کہ جو آدمی خام ہوتا ہے وہی اہل دولت کے ہاتھ فروخت ہو جاتا ہے، یا خوفِ مخلوق سے یا طمعِ مال سے اپنا دینی رنگ اور مذاق اور اصولِ شریعت کو توڑ دیتا ہے۔اس کی عجیب مثال اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہے۔صراحی خام میں پانی ڈالیے، وہ مٹی میں گھل کر اپنا وجود بھی غائب پائے گی اور اگر آگ میں پکا دی جاوے تو پختہ صراحی کا پانی صراحی کے وجود کو نہیں مٹا سکتا، بلکہ صراحی اس کو اپنے فیض سے ٹھنڈا کرے گی۔یہی حال اس عالم ربانی کا ہے جو بزرگوں کی صحبت میں پختہ ہو جاتے ہیں پھر مخلوق سے اختلاط اشاعت دین کے لیے ان کو مضر نہیں ہوتا۔نہ جاہ، نہ مال، نہ شہرت، کوئی فتنہ ان کو خراب نہیں کرتا استقامت کی نعمت ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ہر وقت صاحب نسبت ہونے کے سبب حق تعالیٰ پر نظر ہوتی ہے۔(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی عالم کے بچپن میں تکبّر، جاہ یا مال کی محبت کی بیماری ہوگئی تو عالم ہونے سے یہ بیماری چلی جاوے گی؟ ہر گز نہیں، بلکہ علم اور شہرت کے بعد اور اضافہ ہوگا، تاوقتیکہ کسی اللہ والے روحانی معالج سے اپنے نفس کی اصلاح نہ کرائے۔اس کی مثال ڈاکٹر کی ہے، ایک ڈاکٹر کے بچپن میں فرض کر لو اس کے گردے میں پتھری ہے تو کیا ڈاکٹر کی ڈگری سے اور ایم بی بی ایس ہو جانے سے وہ پتھری نکل جاوے گی؟ جب تک کسی ماہر کا علاج نہ کرائے گا یہ

بھی ڈاکٹر ہونے کے باوجود بیمار رہے گا۔ پس اسی مثال سے عالم کو سمجھ لیا جاوے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم نہ تھے مگر علماء نے ان سے نفس کی اصلاح کرائی کیونکہ وہ اصلاح کے ماہر تھے۔ جس طرح کوئی عالم قاری نہ ہو تو وہ اس قاری سے نورانی قاعدہ پڑھے گا جو عالم بھی نہ ہوگا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۸۳)

ارشاد فرمایا کہ علاج سے نفع ہوتا ہے اور اگر علاج نہ کرے تو ڈاکٹر بھی بیمار ہی رہے گا۔ اسی طرح ریا، غصہ، تکبّر عالم بننے سے نہیں جاتا بلکہ اور بڑھ جاتا ہے۔ خاندانی تکبّر تو پہلے ہی سے تھا اور علم کا نشہ اور آ گیا اور اگر عبادت کرنے لگے تو یہ مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ بیماری تو علاج ہی سے جاتی ہے علم اور عبادت سے نہیں جاتی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۶)

ارشاد فرمایا کہ بعض وقت روشنی ہے، علم ہے، یقین ہے مگر عمل کی قوت نہیں ہوتی۔ مثلاً کمرے میں روشنی ہے اور الماری میں سیب نظر آ رہا ہے اور اس کے وجود اور نافع ہونے پر یقین بھی ہے، ڈاکٹروں نے اس کو کھانے کے لیے حکم بھی دیا ہوا ہے اور دل بھی چاہتا ہے مگر سیب تک اٹھ کر جانے کی قوت نہیں ہوتی۔ پھر ڈاکٹر طاقت کا انجکشن لگاتا ہے اور وٹامن کے کیپسول کھلاتا ہے۔ جب طاقت آ جاتی ہے تو فوراً اٹھ کر الماری تک جا کر سیب کھاتا ہے۔ یہی حال ان اہل علم کا ہے کہ علم کی روشنی بھی ہے، یقین بھی ہے مگر عمل کی قوت نہیں ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں آنے جانے سے کچھ ہی دن میں قوت آنی شروع ہو جاتی ہے اور اعمال میں ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۲)

ارشاد فرمایا کہ اگر کار پر ڈرائیور نہ ہو، سیدھے راستے پر چلے گی مگر جہاں چوراہا آئے گا وہاں ٹکر کھائے گی۔ اسی طرح جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے ان کے بانی سب اہل علم ہیں لیکن سب کے سب بدوں شیخ اور راہبر والے ہیں۔

پس شروع شروع میں تو ٹھیک چلتے ہیں لیکن جب موڑ یا چوراہا آتا ہے وہیں بھٹک جاتے ہیں اور عُجب و کبر میں مبتلا ہو کر کسی کی سنتے بھی نہیں ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۷۔۴۸)

ارشاد فرمایا کہ ہر فتنے کے بانی کو غور سے فکر کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ کسی بڑے کے زیر تربیت نہیں رہا ہے۔ جب آدمی بے لگام ہوتا ہے اور کوئی اس کا مربی اور بڑا نہیں ہوتا تو بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ جاہ اور مال کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۱)

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت کی برکت سے عوام تو اوّابین اور اشراق و تہجّد اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور علماء کرام اور طلباء کرام اگر اہتمام نہ کریں تو عوام کا ان کے بارے میں کیا خیال ہوگا۔ ان حضرات کا صرف فرائض اور واجبات پر اکتفا کیوں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم پر عمل کرنے کے لیے صحبت اہل اللہ ضروری ہے ورنہ علم کے باوجود عمل میں سستی رہتی ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ اگر علماء کرام کا پائجامہ سے ٹخنہ چھپا ہوتا ہے یا ڈاڑھی کٹی ہوتی ہے یا جماعت سے نماز کا اہتمام نہیں ہوتا یا مالیات میں بے اصولی کرتے ہیں تو قوم میں ان کی وقعت نہیں رہتی ۔ ان باتوں کا اہل علم حضرات کو بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ اس قسم کی کمزوریاں ان اہل علم میں پائی جاتی ہیں جو اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام نہیں کرتے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ علم روشنی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس روشنی پر عمل بھی مرتّب ہو۔ جیسے کار میں روشنی ہے مگر پیٹرول نہیں تو راستہ نظر تو آئے گا مگر منزل تک رسائی نہیں ہوگی ۔ اسی طرح علم کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف کا پیٹرول دل میں نہیں تو عمل میں سخت غفلت اور کوتاہی ہوگی ۔ لہٰذا اہل اللہ کی صحبت سے اہل علم حضرات کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف کا پیٹرول بھی

حاصل کرنا چاہیے۔ حضرت مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تو اس کی وجہ یہی بیان فرمائی تھی کہ ہم علم لینے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہیں گئے تھے بلکہ علم پر عمل کے لیے ہمت کا پیٹرول لینے گئے تھے۔ چنانچہ پہلے تہجّد کی توفیق نہ تھی جب بیعت کی تو اس کے بعد کبھی تہجّد قضا نہ ہوئی۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ علماء کرام خوف سے متاثر نہیں ہوئے مگر طمع کے اثرات سے متاثر ہوئے۔ لیکن اہل اللہ کے صحبت یافتہ عالم کا اخلاص اور ایمان نہایت مضبوط ہوتا ہے جو فروخت نہیں ہوسکتا ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ باطن کی اصلاح اور دل کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اصلاح نہیں کراتے ان کا حال کیا ہوتا ہے۔ ایک صاحب حافظ، قاری اور فارغ التحصیل تھے، درس و تدریس کا کام کیا کرتے تھے، ایک جگہ امامت بھی کیا کرتے تھے، آرام و عزت کی زندگی حاصل تھی، امامت کا شرف بھی حاصل تھا مگر بد پرہیزی کی بنا پر مدرسہ چھوڑا، امامت چھوڑی، اب شہر میں رکشہ چلاتے ہیں۔ کتنی رسوائی اور ذلت کا معاملہ ہے۔ اب سوال یہ کہ عالم و حافظ ہونے کے باوجود پھر ایسا کیوں ہوا؟ بس وہی اندر کی خرابی ہے۔ اس کی اصلاح نہیں کرائی، یہ اس کا نتیجہ ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۵)
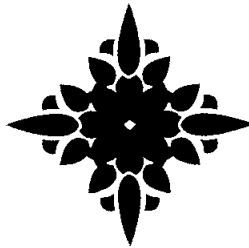
دینی خدّام کی خدمت میں

تقسیم کار دنیا کا ایک مسلّمہ اصول ہے۔اسی اصول کے تحت جس شخص یا جماعت کو اللہ تبارک وتعالیٰ دین کی کسی خدمت کے لیے قبول فرمالے۔تو اس پر نہ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے بلکہ اس سوچ کو قائم رکھے کہ بحمد اللہ دین کا کام ہم بھی کر رہے ہیں۔لیکن اگر کسی شخص یا جماعت نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ دین کا کام صرف ہم ہی کر رہے ہیں تو یہ منفی سوچ ہے۔اس سے دوسرے دینی شعبوں کے خدّام سے حسد اور مقابلہ بازی اور اپنے شعبہ دین سے متعلق افضلیت کا احساس پیدا ہوگا۔نتیجتاً دین کے دوسرے شعبوں کی تحقیر ہوگی۔جو کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے نقصان دہ ہے۔زیر نظر ملفوظات میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام دینی خدّام کو یہی دعوت فکر دی ہے۔(مرتب)

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے جملہ عضو گو الگ الگ خدمت انجام دے رہے ہیں مگر کوئی انسان اپنے کسی عضو کو حقیر نہیں سمجھتا۔اور نہ ان کی خدمات کے اندر تفاضل اور تقابل کرتا ہے اور نہ ایک دوسرے کا حریف اور فریق بناتا ہے اسی طرح دین ایک جسم ہے۔اس کے اجزاء الگ الگ ہیں۔کوئی تعلیم کے لیے مدرسہ میں لگ گیا،کوئی تبلیغ میں لگ گیا۔کوئی تزکیہ کے لیے خانقاہ میں لگ گیا پس دین کے ہر جزو کے خادموں کو آپس میں ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کا حق کیسے ہوگا اور آپس میں تفاضل و تقابل اور فریق و حریف بنانا کیسے صحیح ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ مخلصین اولیائے کرام نے دین کے ہر خادم کا اکرام کیا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ کا حکم دیا گیا ہے۔پس ہر ایک دوسرے کی نصرت کرے جس قدر ممکن ہو۔ ہماری تقریر ہو، ہمارا مدرسہ چلے، ہماری جماعت آگے بڑھے، یہ کیا ہے؟ دین کو

آگے رکھیے، اپنے کو آگے نہ کیجئے۔ اگر کسی اور کی تقریر سے نفع زیادہ ہو یا کسی اور کے مدرسہ سے بھی کام دین کا ہو تو حسد اور جلن کیوں ہو۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۸۴)

ارشاد فرمایا کہ ہر کام سے مقصود رضائے الٰہی کی تحصیل ہے۔ پس اس غرض سے جو کام ہوگا وہ مخلصانہ ہوگا۔ باقی سب اغراض مخلصانہ نہیں۔ آج بڑے دکھ کی بات ہے کہ دینی خدمت میں بھی اخلاص کی کمی آنے لگی ہے۔ ہم لوگوں کو ہمیشہ اس کا احتساب کرتے رہنا چاہئے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اُنہوں نے بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ دین کا کام کرنے والے اپنے اخلاص کو اس طرح پر کھیں کہ ان کے علاقے میں اگر کوئی اور شخص وہی دینی کام یا کوئی اور دینی کام شروع کرتا ہے تو اُن کو خوشی ہوتی ہے یا کلفت؟ اگر خوشی ہوتی ہے تو یہ اخلاص ہے اور اگر گرانی ہوتی ہے تو یہ اخلاص کے منافی ہے۔۔۔۔ جتنے لوگ دین کا کام کر رہے ہیں خواہ وہ کسی لائن سے ہو۔ تبلیغ کا ہو، تعلیم کا ہو یا تزکیہ کا ہو۔ اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اسے دیکھ کر خوش ہونا چاہئے۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۵۔۱۶)

ارشاد فرمایا کہ جو دین کو آگے رکھے گا اور خود کو پیچھے رکھے گا تو کسی خادم دین سے تقابل و تفاضل کی صورت اختیار نہ کرے گا۔ صرف تعارف پر اکتفا کرے گا۔ اور تعارف جائز پر اکتفا ہوگا نہ کہ تقابل و تفاضل پر جو ممنوع ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۴)

ارشاد فرمایا کہ تقابل، تفاضل سے ہوتا ہے۔ پس اپنے کام اور خدمات کا تعارف تو ہو، تفاضل نہ ہو۔ اور اپنا کام اگر ۲۰ درجے پر ہے تو ۱۸ ہی درجہ بیان کرے تاکہ دیکھنے والے زیادہ پائیں کم نہ پائیں۔ اور اہل مال کو آگے نہ کریں۔ اہل دین کو آگے کریں۔ کام میں تعجیل نہ کریں۔ حق تعالیٰ پر نظر رکھیں۔

قرآن پاک کی تعلیم پر خاص نظر رکھیں۔ اس سے مالی معاملات میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۳)

ارشاد فرمایا کہ دین کی خدمت کو صرف نوعی نہ بنایا جائے۔ دین کی جس نوع میں جو لگے۔ دوسری نوع کی توہین نہ کرے۔ جنس پر نظر رکھے۔ مثلاً اہل مدارس کو صرف اپنا ہی مدرسہ سامنے نہ ہو کہ بس ہمارے ہی مدرسہ سے دین پھیلے، یہی مدرسہ ترقی کرے۔ بلکہ تمام دینی مدارس کی ترقی کے لیے دل سے دعا گو اور مخلصانہ طور پر بہی خواہ رہے۔ اگر شخصی طور پر دین کی خدمت کر رہا ہے تو یہی مقصد نہ ہو کہ صرف ہم سے ہی دین پھیلے۔ اور دوسروں سے اگر پھیلے تو کیا اشکال اور کیا فکر ہے۔ یہ تو نفس کا کید اور مکر ہے اور حبّ جاہ کی بیماری ہے کہ صرف ہم سے دین پھیلے۔ اخلاص کا معیار یہ ہے کہ جس سے بھی دین پھیلے خوش ہو اور اس کے ساتھ تعاون کرے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ کا جب حکم ہے تو جہاں بھی برّ (نیکی) ہو وہاں تعاون کرے اور اپنی رفاقت پیش کرے اور ہر خادم دین کو اپنا رفیق سمجھے، فریق نہ سمجھے۔ اپنے کو مقدّم نہ کرے دین کو مقدّم کرے۔ جس سے بھی دین کا کام احسن طریقہ پر ہو اس کی اعانت کرے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۹۵)

ارشاد فرمایا کہ مدارس کے احباب صرف اپنے مدرسہ کے لیے دعا نہ کریں بلکہ یوں دعا کریں کہ اے اللہ! جملہ مدارس دینیہ کی نصرت فرما اور جملہ خدّام دینی کو صحت و قوّت اور اخلاص عطا فرما۔ اس دعا کی برکت سے جملہ خدّام دین اور خدّام مدارس میں رابطہ اور محبت کا تعلق قائم ہوگا۔ حسد اور مقابلہ بازی سے حفاظت ہوگی۔ ہر خادم دین اور خادم مدرسہ کو چاہئے کہ وہ دوسرے خدّام دین کو اپنا رفیق سمجھے، فریق نہ سمجھے۔ جیسے ریل کا محکمہ کہ ٹکٹ دینے والا اور گارڈ، ٹی ٹی اور سگنل دکھانے والا سب ایک دوسرے کو ریلوے کا ملازم سمجھ کر آپس میں اپنے کو ایک دوسرے کا رفیق اور مددگار سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کا

لحاظ اور مراعاۃ رکھتے ہیں۔ حسد کی بیماری آپس میں تقابل اور تفاضل سے پیدا ہوتی ہے پس خدّام دینی اور احباب مدارس کو اپنے اپنے کاموں کا تعارف تو کرانا چاہئے لیکن تفاضل اور تقابل نہ کرانا چاہئے کہ اس سے دوسرے خدّام دینی کی تحقیر ہوتی ہے۔ جو منافرت کا سبب بنتی ہے اور پھر آپس میں حسد کی بیماری لگ جاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۲۔۳۴۳)

ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کا نافع ہونا اس کے کافی ہونے کی دلیل نہیں۔ پس کسی جماعت کا اپنے طریقہ خدمت دینی کے متعلق یہ کہنا کہ بس یہی طریقہ نافع ہے حد سے تجاوز اور جہل اور نادانی ہے۔ اکابر اور مقبولین اور بزرگان دین سے کہیں بھی اس قسم کی باتیں ثابت نہیں۔ یہ باتیں کم علم اور غیر صحبت یافتہ ناداں لوگ کرتے ہیں۔ جس طرح تزکیہ نفس کے لیے اہل خانقاہ کی خدمات نافع تو ہیں لیکن کافی نہیں کہہ سکتے۔ قرآن پاک کی تعلیم قواعد کی رعایت سے ہو اس کے لیے قرآن پاک کے مدارس کی بھی ضرورت ہے۔ پس کوئی شعبہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ کا مظہر ہے۔ کوئی شعبہ یُزَکِّیْھِمْ کا مظہر ہے۔ علم دین کی درسگاہیں بھی ضروری ہیں کیونکہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کا حکم قرآن نے بیان فرمایا ہے اور جب مَآ اُنْزِلَ کا علم ہی نہ ہوگا تو کس چیز کی تبلیغ ہوگی۔ مثلاً وضو کی سنتیں ہیں۔ پہلے خود سیکھے گا تب تو دوسروں کو سکھائے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۳۔۳۴۴)

ارشاد فرمایا کہ تفاضل ایک نوع میں ہوتا ہے نہ کہ دو نوع میں۔ کوئی اگر سوال کرے کہ آنکھ بہتر ہے یا کان بہتر ہے یا زبان بہتر ہے تو کیا جواب دیا جاوے گا۔ ہر ایک ان میں ضروری ہے۔ ان میں تفاضل کا سوال ہی غلط ہے۔ کیونکہ یہ الگ الگ نوع ہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں آنکھوں میں جو زیادہ دیکھتی ہے وہ افضل ہے۔ اور دونوں کانوں میں سے جو زیادہ سنتا ہے وہ افضل ہے۔ اس مثال سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ تعلیم اور تبلیغ اور

تزکیہ میں کس کی ضرورت زیادہ ہے۔ یہ سوال مناسب نہیں ۔کیونکہ یہ انواع مختلفہ ہیں۔انواع مختلفہ میں تفاضل نہیں ہوتا۔لہٰذا ہر ایک کی ضرورت ہے۔تعلیم بھی ضروری اور تزکیہ بھی ضروری۔البتہ تزکیہ نفس کی اہمیت تعلیم اور تبلیغ سے زیادہ ہے یعنی تعلیم اور تبلیغ کی ضرورت کے ساتھ تزکیہ نفس کا اہتمام زیادہ ضروری ہے ۔اس لیے کہ تعلیم اور عمل اور تبلیغ بدوں تزکیہ مقبول نہیں ۔جس کا مرکز سچے اللہ والوں کی خانقاہیں ہیں ۔تزکیہ نفس ہی سے اخلاص دل میں پیدا ہوتا ہے اور اخلاص کے بغیر تمام اعمال اور عبادات رائگاں ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ حدیث ریا (عالم،سخی،شہید کا جہنم میں ڈالا جانا) میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۹۵_۴۹۶)

ارشاد فرمایا کہ دین کے جس شعبہ میں جو لگا ہو ہر ایک دوسرے کا اکرام کرے،تفاضل سے احتیاط کریں۔ورنہ تفاضل سے آدمی فریق بن جاتا ہے۔رفیق نہیں رہتا۔ہر نیک کام میں تعاون کا حکم ہے اور ہر نوع کی خدمت دینی نیکی ہے۔پس ہر خادم دین کو دوسری نوع کے دینی خادم کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ ایک نوع کے دینی خدّام آپس میں حقیقی بھائی کی طرح ملتے ہیں اور دوسری نوع کے خدّام کے ساتھ سوتیلے بھائی کی طرح معاملہ کرتے ہیں۔یہ افسوس کی بات ہے اور تعصّب کی بات ہے جو منافی اخلاص ہے۔(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ جب دین شکنی اور دل شکنی کا تقابل ہو تو دین کو مقدّم رکھا جائے اور سب مصالح کو قانون شریعت کے احترام وعظمت پر مثل مصالحہ پیس دینا چاہئے۔ایسے موقع پر جذبات پر شریعت کو ترجیح دینی چاہئے۔مخلوق کی چہ میگوئیاں اور طعن کی ہرگز پرواہ نہ کرنی چاہئے۔(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۵_۴۲۶)

چندہ کے اہم آداب

ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے مالی تعاون بند کر دیا تو کیا غم، لوگوں پر نظر نہ رکھئے، جن کے قبضے میں دل ہیں ان پر نظر رکھئے، کام میں لگیے اور تجویز کو فنا کیجئے، یہ نہ سوچئے کہ کام اس طرح کرنا ہے اور اس طرح ہونا چاہیے بلکہ جو اس وقت اختیار میں ہو وہ محنت شروع کر دیجئے، کیا نتیجہ ہوگا، کس طرح ہوگا، کیونکر ہوگا، ان باتوں سے ہمت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۰۔۵۰۱)

ارشاد فرمایا کہ اسباب پر نظر نہ رکھیے ایک صاحب ہر دوئی میں ہمارے مدرسے کو بالکل چندہ نہ دیتے تھے اور کہتے تھے یہ لوگ چندہ کے لیے کچھ کہتے ہی نہیں بہت امیر معلوم ہوتے ہیں، اب ان کے بھائی کا زمانہ آیا وہ خوب مدرسے کو دیتے ہیں، حق تعالیٰ پر نگاہ رکھئے غیب سے مدد ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۵)

ارشاد فرمایا کہ اہلِ علم جو اہل مدارس کہلاتے ہیں ان کو بھی حسبِ حیثیت کچھ چندہ دینا چاہیے۔ جب علماء کرام انفاق کے فضائل بیان فرماتے ہیں اگر کسی وقت کوئی عامی کھڑا ہو کر دریافت کرے کہ مولانا آپ اپنی آمدنی سے کتنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؟ تو کیا جواب ہوگا، شرم سے گردن جھک جائے گی، کچھ نہ کچھ ہر اہل علم کو خواہ قلیل رقم ہی ہو انفاق مالیہ کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔ اس عمل سے عوام کا حوصلہ بلند ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۴)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے تھے۔ اگر علماء کرام اپنا مال دیں تو اس میں زیادہ برکت بھی ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۵)

ارشاد فرمایا کہ جن جن مدرسوں میں ہم پڑھا رہے ہیں یا ہم وہاں پڑھ رہے ہیں کیا ہم اس مدرسہ کو چندہ بھی دیتے ہیں؟ نہیں دیتے ہیں تو دینا

چاہیے تھوڑا ہی سہی، دس روپیہ، بیس روپیہ نہ سہی، پچاس پیسے، ایک روپیہ ہی سہی، دینا چاہیے تاکہ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ بھائی کیا تم مدرسہ کو چندہ دیتے ہو تو کم از کم کہہ سکے کہ ہم بھی دیتے ہیں اپنی وسعت کے مطابق، اگر آپ چندہ نہ دیتے ہوں پھر وہ پوچھ لے تو پھر یا تو جھوٹ بولنا پڑے گا، اس کا گناہ الگ یا پھر اگر سچ کہیں تو وہ کیا کہے گا؟ کہ ساری دنیا کے لوگ تو چندہ دیتے ہیں مگر آپ لوگ دیتے ہی نہیں، اسی لیے ہم نے اپنے یہاں کہہ رکھا ہے کہ تھوڑا بہت ضرور چندہ دیا کریں۔۔۔۔اس کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۴۲۔۴۳)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک آدمی سے ایک اہلِ خیر نے کہا آپ کے یہاں تو تحویل (یعنی مال) کافی بچ رہتی ہے اس لئے ضرورت معلوم نہیں ہوتی، ہمارے آدمی نے نہایت عمدہ جواب دیا کہ ادارے کو تو ضرورت نہیں ہے مگر آپ کو بھی ضرورت ہے یا نہیں؟ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک قصبہ کے لوگ ''دعوۃ الحق'' کے لیے غلہ دیا کرتے تھے، ایک آسمانی آفت قرب و جوار کی بستیوں کی کھیتی پر آئی مگر یہ بستی محفوظ رہی، وہاں کے لوگوں کے دلوں میں یہی خیال آیا کہ ہم لوگ اپنی کھیتی سے چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری بستی کو اس بلائے آسمانی سے محفوظ فرمایا پھر فرمایا کہ جس نے سرکار کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا چندہ دے کر پھر اس کو خسارہ اور نقصان کیسے ہوگا؟ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۴)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ چندہ اخلاص سے نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے الیکشن کے زمانے میں ایک دینی ادارہ کو بڑی رقم پیش کی پھر کچھ ہی دن میں درخواست کی کہ مجھے اپنے اثرات و تعلقات والوں سے ووٹ دلا دیجئے۔ مہتمم مدرسہ نے کہا ہم لوگ سیاست سے الگ رہ کر خالص دینی خدمت میں لگے ہوئے ہیں یہ کام ہم سے نہ ہوگا۔ بہت خفا ہوئے اور سخت غصہ سے کہا ''ہم

نے جونوٹ کی پوٹ دی تھی وہ ووٹ ہی کے لیے تو دی تھی'' اب بتایئے کہ ایسے لوگوں کا آخرت میں کیا حصہ ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۹)

ارشاد فرمایا کہ ہم نے ''دعوۃ الحق'' کا جب سلسلہ شروع کیا تو چٹکی کا فنڈ قائم کیا اور ''چٹکی کا قاعدہ اور چٹکی کا فائدہ'' کے عنوان سے پرچہ بھی شائع کیا ہے پہلے اس کو ایک گاؤں سے شروع کیا، چند گھروں میں ڈبے رکھنے کے بعد ایک غریب بڑھیا کا گھر چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ بہت مفلس اور نادار تھی، لیکن جب اسے پتہ چلا کہ اور گھروں میں آٹا وصول کرنے کے لیے ایک خاص نظام کے تحت ڈبے رکھائے گئے ہیں یا ہانڈیاں مٹی کی رکھائی گئی ہیں۔ اور گھر والی عورتیں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا اس میں ڈال دیں گی۔ اور ہفتہ بھر جو آٹا جمع ہوگا وہ قرآن پاک کا مدرسہ چلانے کے لئے استاد کی تنخواہ اس کی قیمت سے دی جائے گی۔ تو وہ بڑھیا شام کو حاضر ہوئی اور مدرسہ کے ناظم سے درخواست کی کہ ہمارے ہاں بھی ہانڈی یا ڈبہ رکھ دیجئے۔ مجھے اس ثواب سے محروم نہ کیجئے۔ جس وقت ہمارے ہاں کھانا پکے گا ہم بھی اس میں ایک مٹھی آٹا ڈال دیں گے۔ اور جس وقت فاقہ ہوگا نہ ڈالیں گے۔ اس بڑھیا کے خلوص سے اہل مدرسہ اور پورا گاؤں بہت متاثر ہوا اور ان بڑی بی کے یہاں بھی چٹکی فنڈ کا نظام قائم کر دیا گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۹۷۔۴۹۸)

ارشاد فرمایا کہ اس چٹکی فنڈ کی برکت سے ہر گاؤں کے مدرسے مقامی امداد سے چل رہے ہیں۔ باہر سے امداد کو خلافِ غیرت سمجھتے ہیں، اور ایسے گاؤں جہاں کا جمعہ جائز نہیں وہاں سات سو آٹھ سو روپے کا آٹا فروخت ہوتا ہے، اور تین چار اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ ابتدائی دور میں چٹکی فنڈ سے سات سو روپے کی وصولی تھی، لیکن اب یہ کام جب نظم سے چلایا گیا تو ''دعوۃ الحق'' کے تمام مدارس جن کی تعداد ستر سے زائد ہے سب جگہ کی چٹکی فنڈ کی آمدنی تقریبا

پچپن ہزار روپے تک ہو جاتی ہے ہر گھر سے آٹا وصول کرنے کے لئے محصل بھی مقرر ہیں اور ان کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۹۸)

ارشاد فرمایا کہ چٹکی فنڈ سے کسی گھر کو بار بھی محسوس نہیں ہوتا۔ اور اچھا خاصہ کام چلتا ہے، اور غریب گھرانوں کو بھی دین کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے ہر ماہ نقد دینا تو دو روپے بھی کھلتا ہے مگر انہیں کے گھر سے ماہانہ پانچ روپے کا آٹا وصول ہو جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۹۸)

ارشاد فرمایا کہ ناظم مجلس نے جب اطلاع دی کہ یہاں ۱۴ مساجد میں درس کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا مگر مالیات کی کمزوری سے اب صرف تین جگہ درس باقی رہ گیا۔ فرمایا کیا افسوس کی بات ہے، دو تین درس تو باقی ہیں، عدم سے مقابلہ کیجئے، کبھی اسباب کو منقطع فرما کر توجہ اپنی طرف حق تعالیٰ قوی کرتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۰)

ارشاد فرمایا کہ اگر چندہ نہ مانگے تو رسید کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اشرف المدارس ہر دوئی میں چندہ نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی رسید دی جاتی ہے۔۔۔۔ پس علمائے دین کا احسان ہے کہ وہ آپ کے صدقات صحیح مصارف پر لگا کر آپ کو ذمہ داریوں سے فارغ کر دیتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۶)

ارشاد فرمایا کہ بالخصوص علماء اور اہل علم کے لیے یہ کام مناسب نہیں ہے، چندہ کی ترغیب میں تو کوئی حرج نہیں، لیکن چندہ کرنا یہ ان کی شان کے مناسب نہیں،۔۔۔۔۔ میں نے ایک جگہ کہا تھا کہ جو شخص پنج وقتہ نماز میں تمہارا امام، جمعہ میں امام اور عیدین میں امام، اس کے ساتھ یہ معاملہ کہ جب مدرسہ کے چندہ کا وقت آیا وہ امام تمہارا غلام بنے اور چندہ کرتا پھرے، تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا کہ مقتدی لوگ بیٹھے رہیں اور امام صاحب یہ کام کریں؟ بنیادی بات یہی کہ اصل مقصد دین کی خدمت ہے، آسانی اور سہولت سے جتنا ہو سکے

اصول و قاعدہ کے موافق کام کرے۔ پھر ان شاء اللہ ہلکے ہلکے راستے کھلتے ہیں۔آسانیاں ہوتی ہیں، انتظامات ہو جاتے ہیں۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۲-۹۳)

ارشاد فرمایا کہ عرصہ کی بات ہے کہ ایک مرتبہ پرتاب گڑھ جار ہا تھا تو گاڑی میں میری طالب علمانہ صورت و وضع کو دیکھ کر ایک صاحب آئے اور سلام کر کے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ پرتاب گڑھ ایک دینی جلسہ میں جا رہا ہوں، پھر پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہر دوئی میں ایک مدرسہ ہے اسی میں ہوں، پھر انہوں نے تفصیلات معلوم کیں تو ان کو بتلایا، اس وقت مدرسہ قائم ہوئے چار سال ہو چکے تھے، انہوں نے کہا کہ اتنے دنوں سے مدرسہ قائم ہے آپ کا سفیر میرے یہاں نہیں آیا، اور مدرسوں کے سفراء تو آتے ہیں، میں نے کہا کہ جب سفیر ہی نہیں ہے تو وہ کہاں سے آئے؟ اب ان کو حیرت اور تعجب کہ یہ سب کام ہو رہا ہے اس کے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں، چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ کیا اس کے لیے کوئی وقف ہے؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگے کیا گورنمنٹ سے امداد ملتی ہے؟ میں نے کہا نہیں، کیا محلے کے لوگوں نے اس کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، کیا چند رؤساء نے اس کی ذمہ داری لے لی ہے؟ میں نے کہا نہیں، اب ان کو حیرت اور تعجب کہ ان ساری چیزوں کے باوجود مدرسہ کیسے چل رہا ہے؟ اس کے اخراجات کیسے چل رہے ہیں؟ تو پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ لکھنؤ میں چوک میں کپڑے کی دکان ہے، تو میں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ جب آپ نے دکان کھولی تھی کیا محلّہ کے لوگوں نے ذمہ داری لی تھی کہ آپ دکان کھولیں ہم آپ کے یہاں سے کپڑا لیں گے؟ کہنے لگے نہیں، پھر میں نے عرض کیا تو کیا گورنمنٹ نے اس کی ذمہ داری لی تھی؟ کہنے لگے کہ نہیں، پھر میں نے کہا تو کیا چند مالدار لوگوں نے اس کی ذمہ داری

لی تھی؟ کہنے لگے کہ نہیں، تو کیا آپ نے اس کے لیے ایجنٹ بنائے تھے؟ کہنے لگے کہ نہیں، تو پھر میں نے پوچھا کہ آپ کی دکان کیسے چلتی ہے؟ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ گاہک کو بھیجتا ہے، میں نے کہا کیوں صاحب آپ کے یہاں تو اللہ تعالیٰ گاہک بھیجتا ہے اور ہمارے یہاں مدرسہ کے اخراجات اور اس کی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نہیں متوجہ کرے گا؟ اس جواب کو سن کر وہ کہنے لگے کہ جواب عجیب ہے، میں نے کہا لیکن صحیح تو ہے۔ میں نے عرض کیا کسی کے یہاں گاہک جاتا ہے پیسہ دے کر کباب لے جاتا ہے کسی کے یہاں سے کتاب لے کر جاتا ہے آپ کے یہاں سے کمخواب لے جاتا ہے، آج کل اکثر لوگوں کی روپیہ پیسہ دینے والوں کے ہاتھ اور جیب پر نظر ہے، جس نے جیب میں ڈالا ہے اس پر نظر نہیں ہے، بزرگوں کی ہدایت کے موافق کام کرے پھر اس کی برکت کا مشاہدہ کرے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۹۳۔۹۴)

دین کے کام میں دینا خدا کو دینا ہے

ازافادات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

"فرمایا کہ چندہ دباؤ ڈال کر ہرگز نہ لو۔ خدا کے دین کے کام کبھی رکے نہیں رہتے۔ دین کے کام میں دینا خدا کو دینا ہے اور خدا کو کسی کی ضرورت نہیں۔ اس لیے خدا کے حکم کے خلاف مت کرو۔ باقی دینے کی ترغیب اس لیے دی گئی ہے کہ اس میں نفع ہمارا ہے کہ صدقات بڑھائے جاویں گے اور ہمارے لیے آخرت میں خزانہ جمع ہو جائے گا۔ ورنہ جس کا جی چاہے امتحان کرلے کہ خدا کا کام کسی کے دینے نہ دینے پر موقوف نہیں رہتا۔ وہ ہو کر رہتا ہے البتہ نہ دینے سے تم خود خیر سے محروم رہ جاؤ گے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۵۵)

عمل میں اخلاص نیت

ارشاد فرمایا کہ اپنے ہر عمل میں نیّت اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور آخرت کی نجات و مغفرت کی رکھے اسی کو اخلاص کہتے ہیں بلا اخلاص کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ مخلوق سے تعریف سننے، ان کے دل میں اپنی عظمت اور بڑائی پیدا کرنے یا ان سے مالی نفع حاصل کی نیت سے بچتا رہے، یہ سب ریا ہے اور ریا نیکی کو نیکی بننے نہیں دیتی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۶۲۔۵۶۳)

ارشاد فرمایا کہ انسان جب کوئی نیک کام یا برے کام کا ارادہ کرتا ہے، تو اعمال لکھنے والے جو فرشتے ہیں انہیں پتہ چل جاتا ہے، حالانکہ فرشتے عالم الغیب نہیں ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک بزرگ نے اس کی وجہ بیان فرمائی ہے، کہ انسان جب کوئی اچھے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی خوشبو آتی ہے، جب کوئی برے کام کا ارادہ کرتا ہے تو بدبو آتی ہے جس سے ان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۲)

ارشاد فرمایا کہ عمل کا ظاہر اس کی وہ ہیئت اور شکل ہے جو مسئلہ کے موافق ہو اور اس کا باطن اخلاص ہے کسی عمل میں جب یہ دونوں باتیں ہوں گی کہ اس کا ظاہر مسئلہ کے موافق ہو اور اخلاص ہو تو یہ عمل مقبول ہوگا اور اگر دونوں میں ایک نہ ہو تو پھر معاملہ خراب ہو جائے گا۔ (مومن کی پہچان صفحہ ۶۔۷)

ارشاد فرمایا کہ اگر خالی اخلاص ہو اور عمل مسئلہ کے خلاف ہو تو وہ مقبول نہیں ہوگا۔۔۔۔ مسائل کی بڑی اہمیت ہے، کوئی کام کرو تو معلوم کرو کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے، اخلاص بھی ضروری ہے، مسائل بھی ضروری ہیں، خالی مخلص ہونا تو کافی نہیں۔۔۔۔ جہاں اخلاص ضروری ہے وہاں مسائل بھی ضروری ہیں۔ ایک وقت میں ایک چیز کار ثواب ہے وہی چیز دوسرے

وقت میں منع ہو جاتی ہے۔ (مومن کی پہچان ۷۔۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر عمل کا ظاہر ٹھیک ہو یعنی مسئلہ کے موافق ہو اور باطن یعنی اخلاص نہ ہو تو وہ عمل مقبول نہ ہوگا، حدیث ریا مشہور ہے کہ قیامت کے دن ایک شہید کی پیشی ہوگی اور اس سے نعمتوں کا بارے میں سوال کیا جائے گا، وہ کہے گا۔ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ "میں آپ کی راہ میں لڑا یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا"۔ اس پر حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم غلط کہتے ہو، میرے لیے جہاد نہیں کیا۔ بلکہ اس لیے کیا تھا کہ لوگ کہیں کہ بڑا بہادر ہے، یہ چیز تم کو حاصل ہو چکی، دنیا میں تمہاری تعریف ہو چکی، اس کے لیے لئے حکم ہوگا۔ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ "اس کو منہ کے بل کھینچا جائے یہاں تک کے اسے آگ میں ڈال دیا جائے" اسی طرح ایک دین کا علم رکھنے والے کی پیشی ہوگی، اس سے بھی اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ ہم نے جو تم کو نعمت دی تھی اس کا کیا کیا؟ وہ کہے گا تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ "میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور آپ ہی کے لیے قران پڑھا اس پر حق تعالیٰ فرمائیں گے"۔ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ اِنَّكَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ۔ "تو جھوٹا ہے۔ تو نے علم محض اس لئے حاصل کیا تھا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قران اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، چنانچہ تجھے (عالم وقاری) کہا گیا"۔ دنیا میں اس کا صلہ مل چکا ہے اس کے لیے بھی حکم ہوگا کہ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ "اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے"۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ جلد اصفحہ ۳۳) تو جہاد کرنا، شہید ہونا، علم حاصل کرنا، قران پاک پڑھنا پڑھانا یہ سب کتنی بڑی چیزیں ہیں اور شریعت میں حکم ہے کہ ان کو کیا جائے، پھر بھی مقبول نہیں، کیا بات ہے، وہی بنیادی چیز کہ ظاہر کے ساتھ باطن یعنی اخلاص بھی

ضروری ہے۔ عمل تو مسئلہ کے موافق ہے مگر اخلاص نہیں اس لیے انجام کیا ہوا ظاہر ہے، اسی لئے میں کہتا ہوں کے ہر اخلاص معتبر نہیں، جب تک وہ مسئلہ کے موافق نہ ہو،، اس طرح ہر عمل مقبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو، عمل مقبول کے لئے ضروری ہے اس کا ظاہر مسئلہ کے موافق ہو اور اس کا باطن یعنی اخلاص بھی ہو۔ (مومن کی پہچان صفحہ ۸ تا ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ نیّت درست کرنے سے مٹی سونا بن جاتی ہے، جس طرح کوڑا خانہ کسی گھر میں ہو اور وہ حرم کعبہ میں داخل کر دیا جائے پس حرم میں داخل ہونے سے ایک رکعت نماز پر ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملے گا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۱۲)

ارشاد فرمایا کہ ہر کام سے مقصود رضائے الٰہی کی تحصیل ہے، پس اس غرض سے جو کام ہوگا، وہ مخلصانہ ہوگا، باقی سب اغراض مخلصانہ نہیں، آج بڑے دکھ کی بات ہے کہ دینی خدمت میں بھی اخلاص کی کمی آنے لگی ہے، ہم لوگوں کو اس بات کا احتساب کرتے رہنا چاہئے، امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ دین کا کام کرنے والے اپنے اخلاص کو اس طرح پرکھیں کہ ان کے علاقہ میں اگر کوئی اور شخص وہی دینی کام یا کوئی اور دینی کام شروع کرتا ہے تو ان کو خوشی ہوتی ہے یا کلفت؟ اگر خوشی ہوتی ہے تو یہ اخلاص ہے، اگر گرانی ہوتی ہے تو یہ اخلاص کے منافی ہے۔۔۔۔۔ جتنے لوگ دین کا کام کر رہے ہیں، خواہ وہ کسی لائن سے ہو، تبلیغ کا ہو، تعلیم کا ہو یا تزکیہ کا ہو، اخلاص کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے دیکھ کر خوش ہونا چاہیے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ غم کرنے لگتے ہیں کہ صاحب اب یہ بیچ میں آ گئے، اتنے دن سے ہم محنت کر رہے تھے، اب ان کا بھی نام ہوگا۔ کچھ لوگ ان کی بھی سنیں گے اب انہیں بھی چندہ

ملے گا اور ہمارا چندہ گھٹ جائے گا۔ لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ۔ یہ کیسے خیالات ہیں، معلوم ہوا کہ اخلاص نہیں تھا کام میں، اخلاص ہوتا تو یہ سب فضول خیالات اور غم میں مبتلا نہ ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اخلاص فی الاعمال بہت ضروری ہے۔ خوب سمجھ لو یہ نہ ہو تو پوری زندگی برباد ہے، حدیث ریا تو معلوم ہی ہوگی، کہ کس طرح اخلاص کے فقدان نے عالم کو، قاری کو، غازی کو اور سخی کو جہنم رسید کر دیا، کام تو خوب کیے اور بہت اچھے کیے مگر کیا کمی تھی۔ بس وہی اخلاص کی کمی، چنانچہ ساری زندگی برباد ہوگی۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۵، ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ تزکیہ نفس ہی سے اخلاص دل میں پیدا ہوتا ہے اور اخلاص کے بغیر تمام اعمال وعبادات رایگاں جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث ریا میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہی وہ پہلے جہنمی ہوں گے جن کے لیے سب سے پہلے جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ حدیث جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے تھے تو کبھی مارے خوف کے ان کی چیخیں نکل جاتی تھیں، اور بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اور ایک دفعہ جب یہ حدیث ایک تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہوگیا، اور بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی اور یہ فرمایا۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ۔ الخ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب وزینت چاہے گا اسکو اس کے اعمال کا پورا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دیں گے۔ اور اس میں بالکل کمی نہیں کی جائے گی۔ اور ان کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور جو عمل انہوں نے کیے تھے وہ ضائع جائیں گے۔ اور سارے اعمال بے کار اور لاحاصل ہوں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۹۶۔ ۴۹۷)

ارشاد فرمایا کہ تجربہ ہے کہ اگر اخلاص سے دین کی خدمت میں لگا رہے تو دنیاوی کاموں میں حق تعالیٰ غیب سے مدد فرماتے ہیں اور تھوڑی روزی میں بڑی برکت دیتے ہیں اور سکون قلب اور فراغ قلب کی جو نعمت ہے وہ الگ ایک بڑا انعام ہے جو ہفت اقلیم کی سلطنت سے بھی افضل ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۴۸)

ارشاد فرمایا کہ جب تلاوت شروع کرے تو نیّت کرلے کہ اس سے ہمارے قلب کا زنگ دور ہوگا اور حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی اور یہ تصور رہے کہ حق تعالیٰ سن رہے ہیں، حدیث پاک میں وارد ہے کہ تلاوت قران پاک سے زنگ دور ہوتا ہے۔ اسی طرح وضو اور نماز کے وقت اور ذکر کے وقت بھی یہ نیت کرے کہ حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۲)

ارشاد فرمایا کہ مقرر اور واعظ اپنی نیّت درست کرلے کہ میں اپنی اصلاح اور خدمت دین کے لئے وعظ کہہ رہا ہوں۔ جاہ وشہرت کے لئے نہ کہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۲)

ارشاد فرمایا کہ یہ بھی یاد رہے کہ ہر اخلاص معتبر نہیں ہوتا اخلاص بھی احکام شرع کا پابند ہونا چاہئے۔ دیکھیے اگر کوئی شخص دو رکعت نفل مسجد میں عصر سے پہلے پڑھے تو ثواب ملے گا یا نہیں؟ ضرور ملے گا، تقرب بھی بڑھے گا اگر یہی شخص عصر کے بعد کمرہ بند کرکے نہایت اخلاص کے ساتھ بیس رکعت نفل پڑھے تو ثواب ملے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے مزید دور ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر سال بھر روزے رکھے تو ثواب کا کام ہے مگر عید الفطر یا ایام تشریق میں روزہ رکھے تو بھی ثواب ملے گا؟ ہرگز نہیں، روزہ رکھ کر گناہگار بنے گا۔ یا حج ہی کو لے لیجئے حاجی ۹ ذی الحج کو عرفات میں جاکر سوتا رہا تو بھی وقوف کا رکن ادا ہو جاتا ہے اگر اس کی بجائے مکہ میں رہ کر ۵۰ طواف کرے تو ایک بھی قبول نہ ہو

گا۔پس معلوم ہوا کہ محض اخلاص کافی نہیں۔اخلاص وہ معتبر ہے جو احکام شرح کا ماتحت ہو۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ شریعت پر عمل بدوں اخلاص مقبول نہیں اور اخلاص اگر شریعت کے مطابق نہیں تو وہ بھی مقبول نہیں۔اس کی مثال بعد نماز عصر نوافل کا پڑھنا ہے،کوئی گھر میں دروازہ بند کر کے عصر کے بعد نوافل پڑھے تو اخلاص تو ہے مگر خلاف شرع ہونے کے سبب قبول نہیں۔اسی طرح نماز شریعت کے مطابق پڑھ رہا ہے مگر اخلاص نہیں،کسی مالدار کو دیکھ کر رکوع اور سجدہ میں سات سات بار تسبیحات پڑھ رہا ہے کہ معتقد ہو جائے گا تو چندہ دے گا،اگرچہ نماز شریعت کے مطابق ہے مگر اخلاص نہیں،ریا ہے،اس لیے قبول نہیں بلکہ الٹا سزا کا مستحق ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ جو بھی دینی کام کرے مثلاً سلام،مصافحہ،وضو،نماز، تلاوت،روزہ،صدقہ وخیرات اسمیں نیّت یہی رہے کہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا ہو۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۸۰)

ارشاد فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں بشاشت ہوتی ہے،جی خوش بھی ہوتا ہے،خوش دلی سے خرچ کرتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خرچ کرنے میں بشاشت کی بجائے تنگی ہوتی ہے،گرانی بھی ہوتی ہے،جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ اخلاص کے منافی ہے اس طرح خرچ کرنے میں خلوص نہیں ہے،تو پھر اس پر اجر وثواب کا کیا سوال؟ تو یہ شبہ درحقیقت اس وجہ سے ہوا کہ اخلاص کے لیے بشاشت کو لازمی سمجھ لیا گیا،حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دو چیزیں ہیں،ایک ہے بشاشت اور ایک اخلاص،اخلاص کا تو حاصل یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خرچ کرنا۔اپنی تعریف اور شہرت کے لیے خرچ کرنا یا کسی اور نیّت سے خرچ کرنا یہ اخلاص کے خلاف

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کام کرے یہ تو اخلاص ہے، اب ظاہر ہے کہ اس طرح خرچ کرنے میں کبھی خوشی ہو گی کبھی تنگی ہو گی، مگر اخلاص بہر حال دونوں ہی حالتوں میں رہے گا، بلکہ اگر دیکھا جائے تو گرانی کی حالت میں خرچ کرنے سے اجر دوہرا ملے گا، ایک تو اخلاص کی بنا پر خرچ کرنے پر، دوسرے یہ کہ اس پر گرانی اور مشقت ہو رہی ہے تو اپنے نفس کے تقاضا کو دبا رہا ہے، نفس کی خواہش کو کچل رہا ہے تو اس مجاہدہ کا بھی اجر ملے گا، تو حاصل یہ کہ اخلاص کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قلب میں بشاشت ہو، فرحت ہو۔

(منجیات و مہلکات صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ دنیا ہی میں دیکھو، ایک بیج سے کتنے بیج تیار ہو جاتے ہیں، اسی طرح انسان کے اخلاص کے اعتبار سے اس کی نیکی بھی بڑھتی رہتی ہے، جس درجہ کا اخلاص ہوتا ہے اسی اعتبار سے نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں یہاں تک کہ ایک نیکی سات سو نیکیوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں ہے کہ جس روشنائی سے علمائے کرام دین کی کتاب لکھتے ہیں وہ روشنائی شہیدوں کے خون کے برابر وزن کی جاوے گی۔ لیکن یہ سب فضائل اخلاص والے اہل علم کے لئے ہیں ورنہ اگر اس نیّت سے علم دین پڑھے کہ لوگ مجھے عالم سمجھیں، لوگ میری عزت کریں، ہدیہ اور نذرانہ دیں، بزرگ سمجھیں تو ایسے ریاکار علماء کے لئے سخت وعید ہے۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے اس میں ریاکار علماء داخل ہوں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۸۳)

ارشاد فرمایا کہ صاحبو! اخلاص بدوں اللہ والوں کی صحبت کے ملنا مشکل ہے۔ لہٰذا اہل علم حضرات کو نہایت اہتمام سے اہل اللہ کی صحبت میں اور ان کی مجالس میں بار بار حاضری دینی چاہئے۔ اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے

رہنا چاہیے اور بار بار اپنے قلب میں اپنی نیّت کو ٹٹولتا رہے کہ میں کس لیے علم دین پڑھ رہا ہوں اور میں کس لیے وعظ کہہ رہا ہوں، زبان سے بھی کہہ لے، اے اللہ میں صرف آپ کی خوشنودی کے لیے علم دین پڑھ پڑھا رہا ہوں، مخلوق عاجز ہے، نفع نقصان جس کے قبضے میں نہیں، اسکی خوشنودی ہمارے کس کام آئے گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۸۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک حکایت حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنائی تھی ایک لڑکی کو محلّہ کی سہیلیوں نے رخصتی کے وقت خوب لباس اور زیورات سے سنوارا اور کہا بہن تم تو اب بڑی اچھی معلوم ہو رہی ہو اس نے کہا کہ تماری نگاہوں میں اچھا لگنے سے میرا کیا بھلا ہوگا، جب شوہر اپنی نگاہ سے مجھے پسند کرلے تو میرا بھلا ہوگا۔ اس حکایت کو سنا کر حضرت اقدس روئے اور ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کسی کی تمام لوگ تعریف کریں کچھ نفع نہیں، جب میدان محشر میں مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی اور رضا کا انعام عطا فرماویں گے تو اصلی کامیابی ہوگی۔ پس ہر وقت بندہ کو اپنے مالک حقیقی کی رضا کا خیال رکھنا ہی اخلاص ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۸۳۔۱۸۴)

ارشاد فرمایا کہ اخلاص کے لئے اور شرک خفی سے بچنے کے لئے حدیث پاک کی یہ دعا بھی کرتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَ اَنَا اَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ۔

اس دعا کے پڑھنے والے کے لئے اس حدیث پاک میں بشارت ہے کہ وہ خفی ریا سے بھی محفوظ رہے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۸۴)

صحت روحانی کی ضرورت واہمیت

ارشاد فرمایا کہ بیماریاں دو قسم کی ہیں ،ایک جسمانی اور ایک روحانی ،جسمانی بیماری میں جس طرح ایک بیماری اصلی اور بنیادی ہے اور ایک عارضی ،ایک بیماری تو وہ ہے جو پہلے پہل اللہ کے حکم سے پیدا ہوا اس کے بعد پھر اس کی وجہ سے اور بیماریاں شروع ہوں تو جو بیماری پہلے ہوئی وہ اصلی ہے اور اس کی وجہ سے دوسری بیماریاں ہوئیں وہ عارضی ہیں۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے دانے نکلنا شروع ہوں، پہلے چہرہ پر پھنسیاں نکلیں، معالج کے پاس گیا اس نے لگانے کے لیے مرہم تجویز کر دیا، دوا پینے کی تجویز کر دی۔ پینے کی دوا ذرا کڑوی ہے اب اس نے مرہم ہی کو استعمال کیا جس سے وقتی طور پر نفع ہوا مگر آٹھ دس دن کے بعد ایک دم بہت سے دانے اور پھنسیاں نکل آئیں جس سے گھبرا کر حکیم صاحب کے پاس گیا۔حکیم صاحب چونکہ بے تکلف دوست تھے، دیکھتے ہی کہا کہ ارے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اس نے جو بات سچی تھی وہ بتلا دی کہ آپ نے جو مرہم تجویز کیا تھا اس کو استعمال کیا لیکن پینے کی دوا استعمال نہیں کی تو اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ بھائی اصلی بیماری خون کی خرابی ہے۔یہ دانے اور پھنسیاں تو عارضی بیماریاں ہیں۔جو خون کی خرابی سے ہیں۔مرہم سے تو عارضی فائدہ ہو جاتا ہے۔اس لیے جب تک خون ٹھیک نہیں ہوگا اس وقت تک یہ بیماری دور نہیں ہوگی اس سے ظاہر ہوا کہ علاج عارضی بیماری اور اصلی بیماری دونوں کا ہوتا ہے۔عارضی علاج سے بفضلہٖ تعالیٰ عارضی فائدہ ہوتا ہے اور اصلی علاج سے بیماری جڑ سے جاتی رہتی ہے۔اسی طرح روحانی بیماری جس کو گناہ کہا جاتا ہے۔وہ بھی دو قسم کی ہیں۔اصلی بیماری اور عارضی بیماری۔مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا زکوٰۃ نہیں نکالتا، حج فرض ہے حج کرنے نہیں جاتا، وضع

قطع اپنی شرعی نہیں رکھتا، معالات کے اندر خرابی ہے، معاشرت کے اندر بگاڑ ہے۔ غرضیکہ اس میں مختلف نوع کی کوتاہیاں اور روحانی بیماریاں ہیں۔ اب اگر جماعت کے لوگ آگئے ان کے ساتھ رہ کر دو، چار وقت کی نماز پڑھ لی، جب وہ جماعت گئی تو اس کی نماز بھی گئی، یہ کیا بات ہے؟ وہی پھوڑے پھنسی والا معاملہ کہ مرہم کے استعمال کرنے سے وقتی فائدہ ہوگیا مگر خون کی خرابی جو کہ اصل بیماری ہے وہ تو باقی ہے۔ اس لیے مرہم کے استعمال کا فائدہ ہوا اس کے اثرات زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہیں گے۔ اسی طرح یہاں بھی جو اصل بیماری ہے اللہ کا خوف، اللہ کی محبت جیسی ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے۔ وہ تو باقی ہے اس کی وجہ سے یہ ساری کوتاہی اور سستی ہو رہی ہے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۳-۴)

ارشاد فرمایا کہ سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ﴾ (مشکوٰۃ ۲۴۱)

”دیکھو انسان کے جسم کے اندر ایک مضغہ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے۔ اور جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ وہ دل ہے“۔ تو جسم جو کہ ظاہر ہے اس کی اصلاح و بگاڑ قلب جو کہ باطن ہے اس کے تابع ہے۔ کیوں کہ قلب انسان کے جسم میں بادشاہ کی طرح ہے، ہاتھ و پیر و دیگر اعضاء، یہ اس کی رعایا اور خدّام ہیں۔ ظاہر ہے کہ رعایا کا طور طریقہ رہن سہن اور طرز زندگی اپنے بادشاہ اور حاکم کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اس کی زندگی میں تقویٰ اور اخلاص و فکر آخرت ہے تو اس کی رعایا میں بھی اس کے اثرات ہوں گے اور اگر اس کی زندگی گڑبڑ ہے، من مانی اس کا معاملہ ہے، نفس کی خواہشات اور شیطان کی اتباع کرتا ہے، تو رعایا میں بھی ویسے ہی اثرات ہوں

گے۔اسی وجہ سے تو کہا گیا کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔ ''کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے طور طریقہ پر ہوتے ہیں''۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ۴۔۵)

ارشاد فرمایا کہ اب جب کہ قلب بادشاہ ہے اور سارے اعضاء اس کے خدام اور رعایا ہیں تو اس لحاظ سے بدن کے جتنے اعضاء اور قوتیں ہیں ان تمام کا نظام قلب کے ماتحت ہے۔اور اسی پر اس کا دارومدار ہے کہ اگر وہ اپنا کام صحیح طریقہ سے انجام دے گا تو اس کی وجہ سے سارے بدن کا معاملہ ٹھیک ہوگا اور اگر وہ بھی اپنا کام کرنا چھوڑ دے پھر تو سارا معاملہ خراب ہو جائے گا۔ اور جسم کا سارا نظام ہی بگڑ جائے گا تو اس سے واضح ہوا کہ قلب کی اصلاح و درستگی اہم اور ضروری ہے۔ چنانچہ خود سرور عالم ﷺ کا معاملہ یہ ہے کہ آپ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

﴿ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبَ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ ﴾ (المرقاۃ، ۳۷/۶)

''اے دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو دین پر قائم رکھ''۔

آپ ﷺ نے ثبات اور استقامت کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے دل سے پناہ مانگی ہے جس میں خشوع نہ ہو۔

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ ﴾ (رواہ مسلم مشکوٰۃ /۲۱۶)

''اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو''۔اور آپ ﷺ یہ بھی دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ ''اے اللہ میرے دل کو پاک وصاف کر دیجئے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے''۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ/۲۱۶)

سرور عالم ﷺ کا دعا مانگنا ہمارے لیے ہدایت و رہبری تھی۔ ورنہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس نعمت خاص سے نواز رکھا تھا۔

(اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۵۔۶)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ذہنوں میں آج کل جسمانی امراض اور ان کے نقصانات کی تو اہمیت ہے، اسی لیے تھوڑی سی بھی تکلیف ہوئی تو فوراً اس کے علاج کی فکر ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کے لیے ہر مشقت کو آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں۔ اور معالج کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں، فیس بھی دیتے ہیں اور روحانی بیماریوں کے نقصانات اور اس کے نتائج کی اتنی اہمیت نہیں، اسی لیے اس کے علاج کی فکر بھی کم ہوتی ہے اور اس راستے میں نفس پر ذرا سی گرانی ہوئی اور مجاہدہ ہوا تو سمجھتے ہیں کہ بڑی سختی ہے اس راستہ میں، اور علاج کو مشکل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ معاملہ نہیں ہے۔ تھوڑی سی فکر اور ہمّت کی ضرورت ہے پھر تو معاملہ آسان ہے۔ (خصائص مومن صفحہ ۱۵۔۱۶)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح جسمانی اعتبار سے کوئی کمی محسوس ہوتی ہے، مثال کے طور پر پھیپھڑے میں داغ ہو یا دل کی بیماری ہے یا کوئی اور شکایت ہوتی ہے تو فوراً معالج کے پاس رجوع کرتے ہیں۔ ایسے ہی روحانی اعتبار سے جو بیماریاں ہیں ان میں دینی معالج کے پاس رجوع کرنا چاہئے۔ اگر ایسی جگہ ہے کہ اس کا موقع نہیں ملتا تو فکر رہے، تلاش رہے۔ جب تک اس کا انتظام نہیں ہوتا اس وقت تک چار کتب پڑھے۔ ان سے مدد ملے گی، ایک تو جزاء الاعمال پڑھے۔ دوسری کتاب ''حیٰوۃ المسلمین'' ہے اس کو پڑھے، تیسری کتاب ''حکایاتِ صحابہ'' ہے، چوتھی ''حقوق الاسلام'' ان کو پڑھے، یہ کتابیں آسانی کے ساتھ ملتی ہیں۔ ان کتابوں کو پڑھتا رہے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے۔ اس کے ساتھ کسی اللہ والے کی خدمت میں یعنی معالج روحانی کے پاس جائے اور اس کی فکر رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں جاؤ گے تو وہ حضرات جیسا مریض دیکھیں گے ویسا علاج کرتے ہیں۔ (خصائص مومن صفحہ ۴۲۔۴۳)

ارشاد فرمایا کہ دنیاوی ڈاکٹر تو جسمانی مریضوں کو مایوس بھی کر دیا

کرتے ہیں مگر اہل اللہ کے پاس ہر روحانی بیماری کا علاج ہے اور وہ کبھی ناامید نہیں کرتے۔(مجالس ابرار صفحہ ۳۵۶)

ارشاد فرمایا کہ دو طرح کی چیزیں ہیں، بعض چیزیں تو وہ ہیں جو دل کے لیے مانوس ہیں اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو دل کے لیے اجنبی ہیں۔ جب ان اجنبی چیزوں کو نکال کر مانوس چیزوں سے دل کو آراستہ کیا جائے گا تو سکون قلب حاصل ہوگا۔ جس طریقہ سے کوئی مکان ہو، اس سے راحت و آرام حاصل کرنے کے لیے دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایک تو اجنبی چیزیں جیسے سانپ، بچھو مکڑی کا جالا، کوڑا کرکٹ وغیرہ نکالنا۔ دوسرے مناسب چیزوں کا اس میں داخل کرنا مثلاً اس کی مرمت، پوتائی، فرش فروش، روشنی، پنکھے اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرنا، ان دونوں کاموں سے مکان خوب صورت بھی ہو جائے گا اور صاحب مکان کے لیے باعث راحت و مسرت بنے گا۔ ایسے مکان میں رہنے سے سکون بھی حاصل ہوگا۔ اسی طرح قلب کو گندے اخلاق سے صاف کر کے اچھے اخلاق و اعمال سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۶)

ارشاد فرمایا کہ اب سوال یہ ہے کہ دل کی اصلاح کیسے ہو؟ اور اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ صادقین ہیں انہیں کو کاملین صالحین کہتے ہیں انہیں کو متّقین کہتے ہیں۔ ان کی صحبت میں رہو، ان سے ربط و تعلق پیدا کرو۔ جس طرح جسمانی امراض کے علاج کے لیے ڈاکٹر ہوتے ہیں ان سے علاج کرایا جاتا ہے، ان کو اپنا حال بتلاتے ہیں، پھر وہ نسخہ یا دوا تجویز کرتے ہیں، اس کو استعمال کیا جاتا ہے، اسی کے ساتھ جو پرہیز بتلاتے ہیں اس سے احتیاط کی جاتی ہے تو اس کے موافق معاملہ کرنے سے رفتہ رفتہ پرانے سے پرانا مرض بھی دور ہو جاتا ہے اور انسان صحت مند ہو جاتا ہے اسی طرح یہ حضرات بھی روحانی امراض کے معالج و ڈاکٹر ہیں۔ ان کو بھی اپنی بیماریوں کا

بتلایا جائے پھر اس کے لیے جو تجویز کریں علاج اور پرہیز بتلائیں اس کے موافق معاملہ کرنے اور ان کی بتلائی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ نفع ہوگا، اور دل کی اصلاح ہوگی۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ انسان جب اہل محبت کی صحبت میں رہے گا ان کی بابرکت مجلس میں میں شرکت کرے گا۔ اور ان کی باتوں کو سنے گا تو اس کی برکت اور فیض سے اس کے اندر بھی اللہ کی محبت اور خشیت پیدا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو جائے گا، تھوڑے دن محنت اور مجاہدہ کرلے پھر تو مزے ہیں، کیسا لطف آتا ہے اور کیا حال ہو جاتا ہے؟ اسی کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

(اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی گھڑی ایک گھنٹہ سست ہو یا ایک گھنٹہ تیز ہو تو وہ خود بخود ہی ٹھیک نہیں ہو جائے گی، بلکہ اگر سست ہے تو ہمیشہ سست رہے گی، اور اگر تیز ہے تو تیز رہے گی۔ البتہ اگر کوئی اسے درست کرنے والا ہو تو پھر ایک منٹ میں ٹھیک ہو جائے گی۔ اب یہ کہ ٹھیک کرنے والا کیسا ہے؟ کیونکہ اگر ٹھیک کرنے والا قاعدہ کا نہیں ہے تو پھر ایک منٹ ہی میں جو گھڑی سست تھی وہ تیز بھی ہو سکتی ہے، اسی طرح انسان کی غلطیاں دس برس میں بھی خود بخود درست نہیں ہوں گی، مگر یہ کہ اگر کوئی ٹھیک کرنے والا ہو تو پھر وہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۴۔۴۵)

ارشاد فرمایا کہ تعلق مع اللہ ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ ہر کام بس رضائے مولیٰ ہی کے لیے ہونے لگے، اور کسی کام میں غفلت نہ ہو بلکہ ہر کام

استحضار کے ساتھ ہو۔اور یہ استحضار اور حضور طریق کی ابتدائی منزل ہے۔اس کے تسلسل اور پابندی و دوام سے فہم سلیم اور اس کے بعد خوف ورجا کے حالات درست ہوکر تعلق مع اللہ میں پختگی ہوجاتی ہے،اور اسی تعلق ہی کی درستگی سے سارے کام رضائے مولیٰ کے موافق ہونے لگتے ہیں،اور اس وقت یہ کیفیت ہوجاتی ہے۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہئے
مدّ نظر تو مرضی جاناں نہ چاہئے
اب اس نظر سے جانچ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے ،کیا کیا نہ چاہئے

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۸)

ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل ٹھیک ہوجائے تو سب ٹھیک ہوجاتا ہے۔جیسے بجلی چلی گئی ہے تو کولر بھی بند ہوگیا،پنکھے اور لاؤڈ اسپیکر سب بند ہیں۔ لیکن جب جنریٹر چلے گا تو سب چل پڑیں گے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک کولر یا جنریٹر دے دیا ہے۔اس کو چالو کرلو، وہ دل ہے۔اس کو چالو کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت وخوف بقدر ضرورت دل میں پیدا ہوجائے۔ یہ اللہ والے کی صحبت کی برکت سے ہوتا ہے۔اس کی اور بھی تدابیر ہیں۔اہم تدبیر یہی ہے کہ جب دل چالو ہوجائے گا تو سب کام درست ہوجائیں گے۔مگر دل ذرا دیر میں بنتا ہے۔جس طرح آنکھ بنانے کی فکر ہوتی ہے ایسے ہی دل بنانے کی فکر کرنا چاہئے۔تھوڑی محنت اور مجاہدہ کرے۔پابندی کرے،ہدایات اور اصول کے موافق کام کرے تو پھر تھوڑے دنوں میں دل ٹھیک ہوجائے گا۔جس طرح ہسپتال میں ٹوٹی ہوئی ہڈی والوں پر پلاسٹر چڑھادیتے ہیں،چلنے پھرنے کی پابندی ہوجاتی ہے،کچھ دنوں میں وہ ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جاتی ہے اور

انسان چلنے پھرنے لگتا ہے ایسے ہی یہاں بھی فکر کرے، پابندی کرے، دھیرے دھیرے اصلاح ہو جائے گی۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۱۰)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ لطف نہیں آتا، تو حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی جو دوا پیتے ہو اس میں لطف آتا ہے؟ لطف تو آتا جب کوئی اچھے اشعار پڑھ کر سناتا۔ مگر اس سے جو مرض ہے، پیٹ کی پیچش وہ تو دور نہیں ہوگی، لطف تو آ گیا، حکیم صاحب کی دوا میں تو لطف نہیں آئے گا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ کڑوی معلوم ہو مگر اس سے پیچش دور ہو جائے گی۔ اصلاح اور چیز ہے، لطف اور چیز ہے۔ پلاؤ کھانے میں خوب لطف آئے گا لیکن بیماری بڑھے گی، ہاں اسپغول کھانے میں لطف تو نہیں آئے گا مگر بیماری چلی جائے گی، اور مقصود تو اصلاح و تربیت ہے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۶۹۔۷۰)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کے بدن پر پھوڑا پھنسی نکل آتا ہے تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع ہوتا ہے، اس کو فیس بھی دیتا ہے، دوا علاج میں روپیہ خرچ کرتا ہے لیکن آج امت مسلمہ کا عجیب حال ہے، اکثریت روح و قلب کے امراض میں مبتلا ہے مگر علاج یعنی اصلاح کی فکر نہیں، حالانکہ روحانی ڈاکٹر مفت علاج کرنے کو تیار ہیں مگر مریض علاج سے بھاگتا ہے، کس قدر قابل افسوس بات ہے۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ باطن کی اصلاح اور دل کی اصلاح بہت ضروری ہے، جو لوگ اصلاح نہیں کراتے ان کا حال کیا ہوتا ہے۔ ایک صاحب حافظ، قاری اور فارغ التحصیل تھے، درس و تدریس کا کام کیا کرتے تھے، ایک جگہ امامت بھی کیا کرتے تھے، آرام و عزت کی زندگی حاصل تھی۔ امامت کا بھی شرف حاصل تھا مگر بد پرہیزی کی بنا پر مدرسہ چھوڑا امامت چھوڑی اب شہر میں رکشہ چلاتے ہیں، کتنی رسوائی و ذلت کا معاملہ ہوا، اب سوال یہ ہے کہ عالم و حافظ

ہونے باوجود پھر ایسا کیوں ہوا؟ بس وہی اندر کی خرابی ہے، اس کی اصلاح نہیں کرائی یہ اس کا نتیجہ ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۵)

ارشاد فرمایا کہ آجکل لوگ ماحول کی خرابی بتلاتے ہیں کہ صاحب کیا کریں کہ ماحول خراب ہے، ماحول کی خرابی سے بگاڑ ہو رہا ہے، ماحول کا اثر تو پڑتا ہی ہے، اصل اندر کی خرابی ہے، ماحول اچھا ہو لیکن اس سے مناسبت نہ ہو، اندر خراب ہو تو پھر اس سے فائدہ نہیں ہوتا، دیکھئے ابلیس اس کا ماحول کیسا تھا، فرشتوں کا ماحول تھا، کتنا پاکیزہ اور نورانی ماحول، مگر جب حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا اس نے نہیں کیا، کیا بات تھی، بگاڑ کی کیا وجہ تھی، ماحول تو ٹھیک تھا، بس وہی اندر کی خرابی اور بیماری تھی جو وقتی طور پر دب گئی تھی۔ پھر اس کا دورہ پڑ گیا، جب تک بیماری کا علاج نہیں ہوتا اس وقت تک وہ بیماری باقی رہتی ہے، جہاں بد پرہیزی ہوئی فوراً اس کا حملہ ہو جاتا ہے، اس کی مثال بالکل ٹی بی کے مریض کی سی ہے کہ اس کے علاج کا جو نظام ہے، اس کو پورا نہیں کیا تو پھر ذرا سی بد پرہیزی کرنے پر مرض ابھر آئے گا۔ اس لیے ہر ایک کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے، اپنے اندر عاجزی پیدا کرنی چاہیئے، تکبر یہ بڑی خطرناک بیماری ہے اس سے اصلاح بڑی مشکل سے ہوتی ہے، اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ برنگ

(ملفوظات ابرار صفحہ ۳۵۔۳۶)

ارشاد فرمایا کہ بدن کے دانوں اور پھنسیوں پر صرف مرہم لگانے سے وقتی طور پر دانے کم ہو جائیں گے اور عارضی سکون ہو جائے گا۔ مگر پھر اس سے بھی زیادہ دانے نکل آئیں گے لیکن اگر مصفّی خون دواؤں سے خون صاف

کر دیا جائے تو پھر صحت ہو جاتی ہے۔اسی طرح روحانی بیماری کا حال ہے۔نماز میں غفلت کرنے والے کو عارضی نمازی بنانے سے کام نہیں چلے گا۔اس کے اندر خوف خدا پیدا کرنے کی سعی کی جاوے۔جب اندر سے غفلت دور ہو کر خوف پیدا ہو جاوے گا تو پھر مستقل اور دائمی فرمانبرداری نصیب ہو گی اور یہ خوف اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔

دل میں اگر حضور ہو، سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

پس مرہم لگانے سے مریض جلد راضی ہو جاتا ہے اور عارضی سکون اور وقتی راحت بھی مل جاتی ہے اور مصفّی خون، کڑوی دواؤں سے ہر شخص گھبراتا ہے لیکن چند دن تلخ دواؤں کی تکلیف سبب دائمی راحت کا ہو گا۔بس آخرت کی دائمی راحت کے لیے روح کا علاج کسی اہل اللہ سے کرا لینا چاہئے۔اور مجاہدات کی تلخیوں کو برداشت کر لینا چاہئے۔پھر راحت ہی راحت ہے، چین ہی چین ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۵۔۴۶)

ارشاد فرمایا کہ دل کو بنالو، دل کو سنوار لو اسی کا نام اصلاح اخلاق ہے جو کہ دین کا اہم شعبہ ہے۔کیا چیزیں دل کے اندر پیدا کرے، اللہ کی محبت ،اللہ کی خشیت ،صبر و توکّل اور رضا بالقضا، یہ چیزیں ہمارے اندر پیدا ہو جائیں اور کن چیزوں سے بچیں، بے جا غصہ سے بچیں، حسد کو دل سے نکالیں۔نام و نمود کی خواہش کو دل سے نکالیں، اصلی تصوّف تو بھائی یہی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان میں اپنی محبت کو بھی ضروری قرار دیا ہے تاکہ آسانی سے کام ہو جائے۔محبت بھی اتنی مطلوب ہے جس سے ہم احکام ضروریہ کی اطاعت کر سکیں اتنی محبت فرض اور ضروری ہے۔اب اس درجہ اگر محبت ہے تو بہت اچھا، نہیں ہے تو ہم لوگ اس کو حاصل کریں۔جیسے کسی کو وضو نہیں آتا تو وہ

سیکھتا ہے، نماز نہیں آتی ہے تو نماز سیکھتا ہے، اسی طرح محبت نہیں ہے تو اہل محبت سے سیکھنا چاہئے۔ انہیں کو صالحین اور متّقین کہا جاتا ہے۔ لوگ دنیا کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرتے ہیں۔ ہوائی جہاز والوں سے سبق لو، ہر پرواز میں جان کا خطرہ کیا نہیں ہے؟ لیکن مال کی خاطر جان کی بازی لگا دیتے ہیں، سوچو تو سہی دین کی خاطر، اخلاق و عادات کی اصلاح کی خاطر، دل کے بنانے اور سنوارنے کی خاطر، ہم کتنی قربانی دیتے ہیں؟۔ کتنا مجاہدہ کرتے ہیں؟ جس طرح آنکھ کی روشنی کے لیے اور دل کے امراض کے علاج کے لیے کیسی مشقتیں اٹھاتے ہیں؟ کتنے مصارف کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ دل کی روشنی اور اس کے منور کرنے کے لیے، اور اخلاق رزیلہ کے دور کرنے اور اخلاق حمیدہ کے حاصل کرنے میں سعی کرنی چاہئے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۵۔۲۶)

ارشاد فرمایا کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر خود فیصلہ کرے کہ کیا حال ہو رہا ہے؟ جسمانی تکلیف ہو جائے۔ کوئی مرض ہو جائے تو اس کے علاج کے لیے کتنی فکر ہوتی ہے اور کتنا اہتمام ہوتا ہے؟ مگر دل میں گندے گندے اخلاق ہیں اور بُری بُری عادتیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے علاج اور اصلاح کے لیے اتنی فکر بھی نہیں ہے، ذرا سوچئے اور فکر کی بات ہے کہ جسمانی امراض کے مضرات کا تعلق تو دنیوی زندگی تک ہے، اس کے علاج کا کتنا اہتمام ہے! لیکن باطنی امراض کی خطرناکی اور نقصان کا تعلق یہاں بھی ہے اور پھر دنیا سے رحلت اور سفر کے بعد وہاں بھی اس کے برے نتائج ہوں گے اس کے لیے کتنی غفلت ہے؟ آج بگاڑ و فساد کی وجہ یہی ہے کہ دل بگڑے ہوئے ہیں، عادات اخلاق گندے ہیں، اس لئے ان کی اصلاح کی فکر و کوشش کریں ہم لوگ، دل میں اللہ کی محبت اور اس کا خوف پیدا کریں۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۶)

اصلاحِ نفس وضرورتِ مرشد

اللہ والوں کی صحبت سے شوق عمل کا ہے بڑھتا
ان سے پوچھیں فضل خدا سے جن کو یہ نعمت ہے عطا

ظاہری اصلاح کے ساتھ باطنی اصلاح بھی ضروری ہے اس کے بغیر انسان کامل مسلمان نہیں بن سکتا۔ باطنی اصلاح کے لیے کسی شیخ کامل کے ساتھ تعلق اور وابستگی ضروری ہے۔ اس تعلق کے بعد اصلاح ظاہر و باطن کے مراحل بآسانی طے ہو جاتے ہیں۔ زیر نظر ارشادات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے منتخب کئے گئے ہیں، جن میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور خشیت کا طریقہ حاصل کرنے کا یہی فرمایا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ یعنی اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور طریقہ یہ ہے کہ صادقین کی صحبت میں رہو۔ صادقین کون ہیں؟ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ ہر صادق متّقی ہے اور ہر متّقی صادق ہے۔ صادقین کی تفسیر خود قرآن پاک سے الحمدللہ ہوگئی۔ (مجالسِ ابرار صفحہ:۴۵۳)

ارشاد فرمایا کہ دیکھئے ہر چیز کے ملنے کی ایک جگہ ہوتی ہے اور اس کا ایک محل ہوتا ہے۔ کہ وہ چیز وہیں ملے گی۔ دوسری جگہ نہیں ملے گی۔ مثلاً سونا، چاندی ہے یہ کتنی قیمتی چیز ہے، سونا کہاں ملے گا؟ ظاہر ہے اس کی جو کان ہے وہاں ملے گا اس کی جو دکان ہے وہاں ملے گا اسی طرح اللہ کی محبت و معرفت کہاں ملے گی اس کا مرکز اور محل کہاں ہے؟ یہی اہل اللہ اور عارفین ہیں چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لِکُلِّ شَیْءٍ مَعْدَنٌ وَ مَعْدَنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ ترجمہ: ہر شے کی ایک کان ہوتی ہے اور تقوی کی کان عارفین

کے قلوب ہیں۔ (الجامع الصغیر ۱۲۶/۲) اب ظاہر ہے کہ جب اہل اللہ اور عارفین کے قلوب تقویٰ کی کان ہیں تو حق تعالیٰ کی محبت اور معرفت حاصل کرنے کا مؤثر طریقہ اہل اللہ کی محبت اور ان کی صحبت ہے اسی مضمون کو قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ (پ۱۱۔ع۴)

''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' صادقین کی صحبت میں رہو اہل محبت سے تعلق رکھو۔ ان کے حالات پڑھو ان کی سیرتیں پڑھو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کی یہ طبیعت ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ رہتا سہتا ہے تو اپنے آپ کو انہیں جیسا بنانے کی فکر و کوشش کرتا ہے۔ انہیں جیسی نقل و حرکت کرتا ہے، اُن کی عادات کو اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حریص کی مخالطت حرص کو ابھارتی ہے اور زاہد کی ہم نشینی دنیا کی بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ انسان کی طبیعت نقل اور اقتداء کے فطری تقاضے پر پیدا کی گئی ہے، بلکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت کے عادات اور خصائل کو غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر چوری کر لیتی ہے۔ (مرقاۃ ۲۵۷/۹)

اس لیے انسان جب اہل محبت کی صحبت میں رہے گا، اُن کی بابرکت مجلس میں شرکت کرے گا اور اُن کی باتوں کو سنے گا تو اس کی برکت اور فیض سے اس کے اندر بھی اللہ کی محبت اور خشیت پیدا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو جائے گا۔ تھوڑے دن محنت اور مجاہدہ کر لے پھر تو مزے ہیں، کیسا لطف آتا ہے اور کیا حال ہوتا ہے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۰ تا ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ اب سوال یہ ہے کہ دل کی اصلاح کیسے ہو؟ اور اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ صادقین ہیں انہیں کو کاملین صالحین کہتے ہیں۔ انہیں کو متقین کہتے ہیں۔ ان کی صحبت میں رہو، اُن

سے ربط و تعلق پیدا کرو۔ جس طرح جسمانی امراض کے علاج کے لیے ڈاکٹر ہوتے ہیں، اُن سے علاج کرایا جاتا ہے۔ کہ ان کو اپنا حال بتلاتے رہتے ہیں پھر وہ نسخہ یا دوا تجویز کرتے ہیں، اس کو استعمال کیا جاتا ہے اس کے ساتھ جو پرہیز بتلاتے ہیں اس سے احتیاط کی جاتی ہے۔ تو اس کے موافق معاملہ کرنے سے رفتہ رفتہ پُرانے سے پُرانا مرض بھی دور ہو جاتا ہے اور انسان صحت مند ہو جاتا ہے اسی طرح یہ حضرات بھی روحانی امراض کے معالج و ڈاکٹر ہیں ان کو بھی اپنی (روحانی) بیماریوں کا بتلایا جائے، پھر اس کے لیے جو تجویز کریں علاج اور جو پرہیز بتلائیں اس کے موافق معاملہ کرنے اور اُن کی بتلائی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ نفع ہوگا اور دل کی اصلاح ہوگی۔

(اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ کچھ دن اہل اللہ کے پاس آئے جائے اور ان کے مشورہ سے ذکر و فکر کرے اور نفس کی اصلاح کرائے یعنی اسباب رضا حاصل کرے اور اضداد رضا (گناہ) سے بچے پس پھر نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے۔۔۔۔ اور دل میں اعمال صالحہ کی توفیق محسوس ہونے لگتی ہے۔ یعنی سہولت سے سلوک طے ہونے لگتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۹)

ارشاد فرمایا کہ دنیا کے خواص کے تعلقات سے دنیا کے کام جس طرح آسانی سے ہو جاتے ہیں اسی طرح آخرت کا معاملہ بھی ہے۔ خواص آخرت اہل اللہ ہیں۔ ضابطہ کا راستہ دور کا بھی ہے اور مشکل بھی ہے اور اللہ والوں کے تعلقات سے راستہ آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ شیخ کامل راستہ جلد طے کرا دیتا ہے۔ دنیا کے افسران دنیا کے خواص ہیں اور آخرت کے خواص اللہ والے کاملین اور مشائخ ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۹)

ارشاد فرمایا کہ تعلیم اور تبلیغ ان دونوں سے زیادہ اہم تزکیہ ہے۔

تزکیہ نفس نہ ہونے سے اگر جان بھی تبلیغ میں دے دے اور بظاہر شہید بھی ہو جائے مگر حدیث ریا میں دیکھئے کیا انجام ہوگا؟ جس نے اخلاص کے ساتھ جہاد نہ کیا۔ وہ جان دینے کے باوجود جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ۴۶۱)

ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس اور تزکیہ نہ ہونے سے ایک اہل حق ادارے سے فارغ التحصیل جب بمبئی کے ائیر پورٹ پر پہنچے اور اپنے وطن جانے لگے تو ڈاڑھی مونچھ منڈا کر پتلون کوٹ ٹائی لگا کر چلے گئے۔ اہل اصلاح کی وردی اور دین اپنے وطن لے جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اسی طرح بعض اہل حق کے ادارے سے فارغ التحصیل ہیں مگر اہل باطل کی مساجد میں نمائندگی کر رہے ہیں اور امامت کر رہے ہیں۔ اور جو خشیت وتقویٰ کی نعمت سے آراستہ ہوئے وہ یونیورسٹی میں بھی جا کر دیندار اور صالحین کی وضع قطع میں رہے۔ ایک رئیس تاجر جو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کی صحبت میں آیا جایا کرتے تھے ان کی ایسی حالت ہوگئی کہ ترازو پر گھی کا کنستر رکھا اور اذان کی آواز سنی۔ اسی حالت میں دکان بند کر دی اور کہا کہ اب نماز کے بعد گھی تلے گا۔

(مجالس ابرار صفحہ۴۶۳)

ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس میں ہمت سے کام لے۔۔۔۔۔ اور تمام عمر مجاہدہ میں لگا رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہوگی۔ مربی کو اطلاع حال کرتا رہے اور وہاں سے جو مشورہ ملے اس کی اتباع کرتا رہے بس کچھ ہی دن میں ان شاء اللہ بیڑا پار ہوگا۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع　و　اتباع　و　اعتقاد　و　انقیاد

(مجالس ابرار صفحہ۴۶)

ارشاد فرمایا کہ جب کار اسٹارٹ نہیں ہوتی تو بیٹری چارج کراتے

ہیں اسی طرح جب دین کی کار یعنی قلب کی ہمت کمزور ہو جانے سے نہ چلے تو کسی اللہ والے سے اس کی بیٹری چارج کرالو پھر چلنے لگی گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷)

ارشاد فرمایا کہ جب کار چلتی ہے تو ڈرائیور کا پاؤں اس کی بریک پر ہوتا ہے اور اس کے کان (ہینڈل) اس کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں پھر کار ٹھیک ٹھیک چلتی ہے اور ٹکر نہیں مارتی۔ اسی طرح جب مرید کی گردن پر شیخ کا پاؤں ہوتا ہے اور اس کے کان اس کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں تو وہ مرید بھی ٹھیک ٹھیک چلتا ہے اور اگر کار پر ڈرائیور نہ ہو تو سیدھے راستے پر تو چلے گی مگر جہاں چوراہا آئے گا وہاں ٹکر کھائے گی۔ اسی طرح جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے ان کے بانی سب اہل علم ہیں۔ لیکن سب کے سب بدون شیخ اور رہبر کے ہیں۔ پس شروع شروع میں تو ٹھیک چلتے ہیں لیکن جب موڑ یا چوراہا آتا ہے وہ بھٹک جاتے ہیں اور عجب و کبر میں مبتلا ہو کر کسی کی سنتے بھی نہیں ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۔۴۸)

ارشاد فرمایا کہ مرشد کا انتخاب اور رجوع مناسبت پر ہے نہ کہ کمالات پر، لیکن غیر متبع سنت پیروں سے رجوع ہر حال میں ناجائز ہے۔
(مجالس ابرار صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ کامل بننے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً آپ کو کامل گھڑی ساز بننا ہے تو آپ گھڑی سازی میں ماہر کے پاس کچھ دن رہیں گے اسی طرح دین میں کامل بننے کے لیے کسی دین کے کامل کی صحبت میں رہنا پڑے گا۔
(مجالس ابرار صفحہ ۵۵)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے نائب ناظم صاحب کا آپریشن تجویز ہوا تو ڈاکٹر نے ان سے سرپرست کا نام پوچھا، انہوں نے میرا نام لکھوا دیا۔ اُس نے پوچھا یہ کون ہیں، کہا کہ یہ ہمارے روحانی معالج ہیں۔ ڈاکٹر نے تعجب سے پوچھا کہ روحانی معالج کا کیا مطلب؟ کہا کہ روح میں بھی بیماریاں ہوتی ہیں،

آپ جس طرح جسم کے ڈاکٹر ہیں، اللہ والے روح کے امراض کے معالج ہیں۔ اُس نے کہا روح میں کیا بیماریاں ہوتی ہیں۔ کہا روح میں مثلاً حسد کی بیماری آجانے سے ہر وقت دل جلتا رہتا ہے، جس کے ساتھ حسد ہوتا ہے اس کو دیکھتے ہی دل کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بیماری آپ ایکسرے سے نہیں معلوم کر سکتے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ پھر علاج کیا ہے حسد کا۔ انہوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علاج بتا دیا۔ بس حیران رہ گیا اور تسلیم کر لیا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۶۷)

ارشاد فرمایا کہ تربیت اور اصلاح کے لیے صرف بزرگی کافی نہیں بلکہ اصلاح کے فن سے واقفیت ضروری ہے اسی سبب سے ہر صالح مصلح نہیں ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۹)

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کو میں فرض عین قرار دیتا ہوں کیونکہ اصلاحِ نفس بدون صحبت اہل اللہ کے عادۃً محال ہے اور جب اصلاح نفس فرض ہے تو مقدمہ فرض کا بھی فرض ہوتا ہے۔ بھلا فرض کا موقوف علیہ کیونکر فرض نہ ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک عالم صاحب ناجائز جانتے ہوئے بھی آٹھ برس تک دیہات میں جمعہ پڑھتے رہے اور ہمت ترک گناہ نہ ہوئی۔ پھر ایک بزرگ کی صحبت میں حاضر ہوئے ذکر کیا۔ دل میں نور آیا۔ دل کی بیٹری جو ڈاؤن تھی چارج ہوگئی اور دیہات میں جمعہ ترک کر کے آٹھ میل پیدل چل کر قصبے میں پڑھنے لگے اور اب وہ شیخِ وقت ہیں، معلوم ہوا کہ جب گاڑی کا انجن فیل ہو جاتا ہے تو دھکا دینے سے اسٹارٹ کرتے ہیں پس اگر ہمت عمل کی کمزور ہو کر کوئی گناہ نہ چھوٹ رہا ہو تو سمجھ لو کہ دل کی بیٹری ڈاؤن ہوگئی۔ کسی اللہ والے کے پاس جا کر بیٹری چارج کرالے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۳)

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی قبر سے تقویت نسبت کو پہنچتی ہے۔ اصلاح نہیں ہوسکتی۔ اصلاح تو زندہ شیخ سے ہی ہوسکتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۵)

ارشاد فرمایا کہ علاج سے نفع ہوتا ہے اور اگر علاج نہ کرے تو ڈاکٹر بھی بیمار ہی رہے گا، اسی طرح ریا، غصہ، تکبر، عالم بننے سے نہیں جاتا۔ بلکہ اور بڑھ جاتا ہے۔ خاندانی تکبر تو پہلے ہی سے تھا اور علم کا نشہ اور آ گیا اور اگر عبادت کرنے لگے تو یہ مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ بیماری تو علاج ہی سے جاتی ہے۔ علم اور عبادت سے نہیں جاتی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۶)

ارشاد فرمایا کہ مولانا عبدالواحد صاحب مہتمم جامعہ حمادیہ کا آپریشن ہوا اور پتہ نکال دیا گیا۔ اسی طرح شیخِ کامل خطرناک باطنی بیماری کا آپریشن کر دیتے ہیں، ڈاکٹر تو بے ہوش کر کے آپریشن کر دیتے ہیں اور یہ روحانی معالجین اللہ والے محبت کا انجکشن لگا دیتے ہیں۔ پھر کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۱۴)

ارشاد فرمایا کہ صحبت کی نافعیت موقوف ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کا تسلسل رہے، جس طرح کثرتِ ذکر اللہ مطلوب ہے اسی طرح صحبت اہل اللہ کی کثرت بھی مطلوب ہے۔ یعنی ان کی صحبتوں میں آنا جانا کثرت سے ہوتا رہے، تسلسل اور کثرت دونوں ضروری ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۱۵)

ارشاد فرمایا کہ صالحین سے ملنا جلنا جاری رکھے۔ ایک عام غلطی یہ ہو رہی ہے کہ اللہ والوں سے ملنے جلنے اور تھوڑی دیر کی ملاقات کو نافع نہیں سمجھا جاتا صرف وعظ اور مجلس میں ملفوظات کے سننے پر نفع کو موقوف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ صرف ملاقات بھی مفید ہے۔ صالحین کے قلب کا عکس حاضرین کے قلب پر پڑتا ہے جو اہل ادراک کو صرف ملاقات سے محسوس ہو جاتا ہے ایک نظر اللہ والوں کو دیکھنے سے نفع محسوس ہو جاتا ہے۔۔۔۔ صالح کی صحبتِ خاموش بھی

نافع ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۳)

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوجاتی ہے تو بندہ پوری کائنات میں ہر جگہ غالب رہتا ہے۔۔۔ مگر محبت حق تعالیٰ کی غالب کب ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے؟ یہ نعمت حق تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی صحبت اور محبت سے نصیب ہوتی ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(مجالس ابرار صفحہ ۴۵۴)

ارشاد فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت دل میں نہ ہو اپنے علم پر عمل کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ علم تو روشنی ہے مگر صرف روشنی سے عمل کی توفیق کہاں ہوتی ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے، روشنی ہے، سیب نظر آرہا ہے کہ الماری میں رکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے کھانے کے لیے بتایا بھی ہے۔ مگر بیماری سے کمزوری شدید ہے۔ بستر سے اُٹھا نہیں جاتا تو سیب کا علم ہے، روشنی ہے، مگر سیب کھانے سے محروم ہے، یہی مثال اُس عالم کی ہے جس کے پاس علم ہے مگر دل میں کمزوری ہے۔ عمل کی قوت نہیں ہے جس طرح ڈاکٹر کے علاج سے اگر طاقت آجاوے تو وہ سیب اُٹھ کر کھا سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ والے جو روحانی ڈاکٹر ہیں اُن کی صحبت اور تدبیر و علاج سے جب دل میں قوت آجاتی ہے تو عمل ہونے لگتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۳)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی عالم کے بچپن میں تکبر اور جاہ یا مال کی محبت کی بیماری ہوگئی تو عالم ہونے سے یہ بیماری چلی جاوے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ علم اور شہرت کے بعد اور اضافہ ہوگا۔ تاوقتیکہ کسی اللہ والے روحانی معالج سے اپنے نفس کی اصلاح نہ کرائے۔ اس کی مثال ڈاکٹر کی ہے۔ ایک ڈاکٹر کے بچپن میں

فرض کرلو۔ اُس کے گردے میں پتھری ہے۔ تو کیا ڈاکٹر کی ڈگری سے اور ایم بی بی ایس ہو جانے سے وہ پتھری نکل جاوے گی؟ جب تک کسی ماہر کا علاج نہ کرائے گا یہ بھی ڈاکٹر ہونے کے باوجود بیمار رہے گا۔ پس اسی مثال سے عالم کو سمجھ لیا جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۳)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جب سفر کرتے ہیں تو دو ایک ساتھی بنا لیتے ہیں تو بڑی راحت اور فرحت کے ساتھ سفر طے ہوتا ہے اور دل کو تقویت بھی رہتی ہے۔ اسی طرح آخرت کے لیے صالحین سے تعلقات اور ان کی صحبتوں کی برکت سے آخرت کا سفر (سلوک) راحت سے طے ہوتا ہے اور تقویت رہتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۹)

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشائخ کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنے کو مستغنی نہ سمجھیں۔ اپنے لئے وہ بھی کسی بڑے سے مشورہ لیتے رہیں اور اگر بڑے نہ ہوں تو اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ لے لیا کریں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۷)

ارشاد فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں سکون کی وہ دولت ہے کہ اگر بادشاہوں کو معلوم ہو جائے تو تلواریں لے کر ہم پر چڑھائی کر دیں لیکن یہ دولت تو اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرنے سے ملتی ہے یعنی ان کی صحبت جو اطلاع حالات اور اتباع تجویزات کے ساتھ ہو۔ طالب کے دل کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۲۰)

ارشاد فرمایا کہ بعض وقت سردی لگتی ہے۔ بارش ہو رہی ہے۔ سستی محسوس ہو رہی ہے مگر ایک پیالی چائے پی لینے کے بعد مزاج بدل جاتا ہے، جب ایک پیالی چائے مزاج بدل دیتی ہے تو اللہ والوں کی صحبت کیا روحانی سستی دور نہیں کر سکتی؟ کیا صالح کی صحبت ایک پیالی چائے سے بھی کم درجہ رکھتی ہے؟

(مجالس ابرار صفحہ ۴۳۳)

ارشاد فرمایا کہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کو اپنی اصلاح کی فکر ہے، اس نے بزرگوں سے اصلاحی تعلق بھی قائم کرلیا۔ اصلاحی خط وکتابت کا سلسلہ بھی ہے اصلاح کی کوشش مسلسل جاری ہے کہ اسی حالت میں اس کی رحلت ہوگئی۔ ایسا شخص بظاہر اگرچہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کی تکمیل نہیں ہوئی مگر اللہ کے نزدیک اس کی یہ کوشش اور جدوجہد رائیگاں نہیں جائیگی۔ بلکہ جو لوگ مقبولین ہیں اور جن کی اصلاح ہوچکی ہے اُن کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کو جو اجر اور انعام ملتا ہے وہ اس کی اختیاری حالت پر ملتا ہے۔ جو حکم اس کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل میں اپنی قدرت اور اختیار میں جتنا ہو اس کو انسان کرلے، اس پر اس کو اجر وثواب ملے گا۔ مثال کے طور پر نماز باجماعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اب ایک شخص جماعت سے نماز پڑھنے کی نیت سے گھر سے نکلا راستہ میں چوٹ لگ گئی۔ گرگیا، جماعت میں شریک نہ ہوسکا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کے لیے جماعت کا ثواب ملے گا۔ ایک شخص ہے وہ اپنے گھر سے حج یا عمرہ کرنے کی نیت اور ارادے سے نکلا اور سفر شروع کردیا۔ راستے میں اس کی رحلت ہوگئی تو بظاہر یہ شخص حج نہیں کرسکا، عمرہ نہیں کرسکا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کو حج اور عمرہ کرنے والے ہی کی طرح اجر ملے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْغَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرُالْغَازِيْ وَ الْحَاجُّ وَ الْمُعْتَمِرُ﴾ (مشکوٰۃ ۲/۲۲۳)

''جو شخص گھر سے نکلے حج کرنے یا عمرہ یا جہاد کرنے کے ارادے سے پھر مر جائے راستے میں (ان اعمال کے کئے بغیر اس کا انتقال ہوجائے) اللہ تعالیٰ اس

کو جہاد کرنے والے، حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کا ثواب دیں گے"

(منجیات ومہلکات صفحہ ۲۷۔۲۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک بات توجہ دلانے کے لیے اور عرض کر دوں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اصلاح کے لیے بیعت ہونا ضروری ہے۔ بغیر بیعت ہوئے اصلاح نہیں ہوتی تو یہ خیال غلط ہے، اصلاح بیعت پر موقوف نہیں، بیعت کی برکات اور اس کے فوائد اپنی جگہ پر ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ لیکن اصلاح بغیر بیعت کے بھی ہوسکتی ہے۔ اصلاح ضروری اور مقدّم ہے، کوئی شخص عمر بھر بھی بیعت نہ ہو مگر وہ اپنی اصلاح کی فکر میں لگا ہوا ہے تو کہا جائیگا کہ اس کے اندر کسی ضروری بات کی کمی نہیں ہے اور ایک شخص ایسا ہے کہ بیعت تو ہے لیکن اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کی فکر نہیں، عقائد کی اصلاح کی فکر نہیں تو اُس کے متعلق کیا جائیگا کہ اس میں کمی ہے اور یہ غلطی کرنے والا ہے۔ تو بنیادی بات یہی ہے کہ انسان اپنی اصلاح و درستگی اور اپنے کو بنانے اور سنوانے کی کوشش کرے اور اس میں لگا رہے اس کے لیے مسلسل فکر کرتا رہے تو پھر ان شاء اللہ اس کو کامیابی حاصل ہوگی۔ (منجیات ومہلکات صفحہ ۲۹۔۳۰)

ارشاد فرمایا کہ نیکی کر کے خوشی ہو، اور برائی کر کے کلفت ہو تو یہ کامل ایمان ہونے کی پہچان ہے، کسی کو خوشبو، بدبو کا احساس ہو، میٹھی چیز کی مٹھاس معلوم ہو، کڑوی چیز کی کڑواہٹ کا احساس ہو تو یہ علامت ہے کہ اس کی قوت شامہ اور ذائقہ صحیح ہے اور اگر خوشبو محسوس نہ ہو، نہ ہی بدبو کا احساس ہو تو یہ بیماری ہے یہ علامت ہے کہ نزلہ ہے۔ اس کی وجہ سے نہ خوشبو آرہی ہے نہ بدبو آرہی ہے ایسے ہی نیک کام کر کے خوشی نہیں ہے، بُرے کام کرنے سے رنج وکلفت نہیں تو معلوم ہوا کہ دل بیمار ہے، اس کو زکام ہو رہا ہے۔ اس کا علاج کرواؤ بھائی!

(مومن کی پہچان صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ اخلاق کی اصلاح و درستگی یعنی قلب کو گندے اخلاق سے صاف کرنے کے لیے اور اچھے اخلاق سے سنوارنے کے لیے بنیادی چیز یہ ہے کہ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے، اپنی رائے اور اپنی خواہش کو مصلح کی رائے کے مقابلے میں فنا کر دے، تب جا کر کام بنتا ہے اور اصلاح ہوتی ہے اور یہ اصول ایسا ہے کہ جس کو جسمانی علاج کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ معالج کو اپنا حال بتلاتے ہیں اور وہ جو نسخہ، دوا اور پرہیز کا بتلاتا ہے اس کے موافق معاملہ کرتے ہیں۔ اس میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل نہیں دیتے، جس سے کچھ دنوں میں صحت ہو جاتی ہے، یہی اصول اس راہ میں بھی اختیار کرے تو پھر ان شاء اللہ جلد اصلاح ہو جائے گی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۱)

ارشاد فرمایا کہ طریق کی اصل تعلق مع اللہ ہے، اسی کے لیے سب کچھ کرایا جاتا ہے اور اسی تعلق مع اللہ ہی کو صحیح اور درست کرنے کے لیے شیخ کامل سے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اطلاع حالات اور شیخ کی ہدایات کی اتباع اور اس پر عمل کرنا اسی لیے ہوتا ہے۔ مصلح کی ہدایات و تجویزات پر عمل کرتے کرتے تعلق مع اللہ ٹھیک اور درست ہو جاتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۸۷)

ارشاد فرمایا کہ ہر کام دھیان و توجہ سے کرنا چاہیے، غفلت اور بے فکری سے کام کرنے پر کام کی صورت تو ہو جاتی ہے مگر حقیقت میسّر نہیں ہوتی، توجہ اور فکر یہ ہے کہ اعضاء ظاہری کے ساتھ قلب بھی انہیں اعضاء کی حرکات کی طرف متوجہ ہو، مثلاً نماز کے ارکان ادا کر رہا ہے تو جو رکن بھی زبان، ہاتھ، پیر سے ادا کیے جائیں اس کے ساتھ قلب بھی متوجہ ہو اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہا اور نیت باندھی تو زبان سے کلمہ نکلے مگر قلب کے دھیان سے ادا ہو اور کان سننے میں متوجہ ہوں، اس فکر و اہتمام سے رفتہ رفتہ ایک خاص قسم کی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مرضیّات الٰہی پر عمل کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے، اسی چیز کو حاصل کرنے

کے لیے اللہ والے سے تعلق کی ضرورت پڑتی ہے، اس کی صحبت اور ہدایت کی برکت سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے، اسی کو مولانا روم رحمۃ اللہ نے اپنے الفاظ میں فرمایا ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مرد کاملے پامال شو

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۵)

ارشاد فرمایا کہ مدارس سے اور تبلیغ سے اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے یعنی سچے اہل اللہ کی صحبت سے اعمال کا قبول ملتا ہے کیونکہ بزرگوں کی صحبت سے تزکیہ نفس اور اخلاص ملتا ہے، اور اخلاص شرط قبول اعمال ہے اور ریا سے محافظ ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کے بدن پر پھوڑا پھنسی نکل آتا ہے تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع ہوتا ہے، اس کو فیس بھی دیتا ہے، دوا علاج میں روپیہ خرچ کرتا ہے لیکن آج امّت مسلمہ کا عجیب حال ہے، اکثریت روح وقلب کے امراض میں مبتلا ہے مگر علاج یعنی اصلاح کی فکر نہیں، حالانکہ روحانی ڈاکٹر مفت علاج کرنے کو تیار ہیں مگر مریض علاج سے بھاگتا ہے، کس قدر قابل افسوس بات ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۳)

صحبت اولیاء

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ جو شخص بخشش کا طالب ہو، اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے، تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت وتاریکی بھاگ جاتی ہے، شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کو دیکھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

شیخ کے حقوق وآداب

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر؟
یہ ترا راہرو خیالِ خام ہے

ارشاد فرمایا کہ مرشد کا انتخاب اور رجوع مناسبت پر ہے نہ کہ کمالات پر، لیکن غیر متبع سنّت پیروں سے رجوع ہر حال میں ناجائز ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ کبھی افضل سے نفع نہیں ہوتا اور مفضول سے نفع ہوجاتا ہے۔ جیسے مٹکے سے پانی پینا، بعض لوگ کنوئیں سے براہ راست استفادہ نہیں کرسکتے۔ حالانکہ کنواں افضل ہے مٹکے سے۔ بعض وقت روٹی سینکنے کے لیے توا آگ پر رکھتے ہیں اور روٹی کو توا پر گرم کرکے سینکائی کرتے ہیں۔ براہ راست آگ پر روٹی رکھیں تو جل جاوے۔ پس توا کی گرمی اگرچہ آگ سے کمزور اور مفضول اور کم تر ہے لیکن نافعیت اسی مفضول اور کم تر ہی سے ہے۔ پس مشائخ کبائر سے استفادہ مشکل ہو تو ان کے خدّام سے بھی عار نہ ہونا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۵)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کار کے انجن میں پٹرول بھر دیا جائے مگر پٹرول کی ٹینکی میں سوراخ ہو جس سے پٹرول سڑکوں پر گرتا رہے تو کچھ دیر چل کر کار کھڑی ہوجاوے گی۔ اسی طرح سالک ذکر کے انوار سے اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کرتا ہے مگر دل کے نور کی ٹنکی کو شیطان اور نفس آنکھ، کان اور زبان وغیرہ کے گناہ سے خالی کردیتے ہیں جس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے پس ہر گناہ

سے سچی توبہ ضروری ہے۔ بالخصوص بدنظری، گندے خیالات، بدگمانی اور غیبت سے کہ اس زمانے میں ان معاصی میں بہت کثرت سے ابتلا ہے۔ اپنے شیخ و مرشد سے سب حالات کہہ کر مشورہ کرتا رہے اور عمل کرتا رہے تو ان شاء اللہ راستہ ضرور طے ہو جائیگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۱)

ارشاد فرمایا کہ کسی مصلح اور مرشد کی دارو گیر اور سختی کرنے پر اسے چھوڑ کر دوسرے شیخ کے یہاں بھاگنا دراصل اخلاص کے منافی ہے اور محض حظّ نفس ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ طبیب نے دوائے تلخ تجویز کی اور مریض میٹھی دوا کے لیے اسے ترک کر دے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۱)

ارشاد فرمایا کہ شوہر سے تعلق خاص عورت کو ہوتا ہے مگر کیا بھائی بہن اور والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح شیخ کے حقوق تو خاص ہیں مگر دوسرے اکابر و مشائخ اور علمائے کرام کا اکرام و ادب اور اُن کی خدمت میں حاضری اور دعا کی درخواست کرنا یا اُن کی مہمان نوازی کیا ان کے حقوق میں سے نہیں ہے؟ کیا باپ کے بھائیوں کے حقوق یعنی چچا کا اکرام و ادب نہیں ہوتا؟ ہاں باپ جیسا معاملہ تو نہیں کیا جا سکتا، پس اپنے مرشد کے علاوہ اصلاح نفس کا تعلق تو نہ رکھے لیکن دوسرے اکابر و بزرگان دین کی محبت اور اُن کا اکرام نہ کرنا یہ کوئی دینداری کی بات نہیں بغیر جہل و نادانی یا غلو کے۔۔۔۔ بعض لوگ وحدت مطلب کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں کہ شیخ کے علاوہ کسی بزرگ سے ملاقات بھی نہ کرے یہ نادانی ہے ہمارے اکابر کے معمولات اور اصول کے خلاف ہے، ہمارے اکابر اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے بزرگان دین کی زیارت بھی کرتے تھے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۳)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ کا ارشاد ہے کہ مرشد کی برائی کرنے والے سے لڑائی جھگڑا نہ کرے بس یہ کہہ دے کہ میں تم سے دور ہوتا

ہوں کیونکہ میں مرشد کی برائی نہیں سن سکتا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۶)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ دن اہل اللہ کے پاس آئے جائے اور ان کے مشورہ سے ذکر و فکر اور نفس کی اصلاح کرائے۔ یعنی اسباب رضا حاصل کرے اور اضداد رضا سے بچے۔ پھر نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے۔ اور اعمال صالحہ کی توفیق کی سواری آنے لگتی ہے اور کسی دن سو گیا تو تہجد کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے جگا لیا جاتا ہے اور دل میں تمام اعمال صالحہ کی توفیق محسوس ہونے لگتی ہے یعنی سہولت سے سلوک طے ہونے لگتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۵۹)

ارشاد فرمایا کہ دنیا کے خواص کے تعلقات سے دنیا کے کام جس طرح آسانی سے ہو جاتے ہیں اسی طرح آخرت کا معاملہ بھی ہے۔ خواص آخرت اہل اللہ ہیں ضابطہ کا راستہ دور کا بھی ہے اور مشکل بھی ہے اور اللہ والوں کے تعلقات سے راستہ آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ شیخ کامل راستہ جلد طے کرا دیتا ہے۔ دنیا کے افسران دنیا کے خواص ہیں اور آخرت کے خواص اللہ والے کاملین اور مشائخ ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۹)

ارشاد فرمایا کہ نیک لوگوں کی صحبت تھوڑی دیر کے لیے بھی کیا ہی نفع دے دیتی ہے ـــــــ اہل اللہ کی صحبت اگرچہ چند منٹ کی ہو دل کی کایا پلٹ دیتی ہے اور خیر و شر کا فرق نظر آنے لگتا ہے جس کی آنکھ میں تمیز سفید و سیاہ عرصہ سے نہ تھی، نور سے محرومی تھی ایک کامل کی ہدایت پر عمل کرنے سے ان میں ایسا نور آ گیا کہ سیاہی و سفیدی اور نور و ظلمت میں تمیز ہونے لگی۔ اسی طرح اہل حق سے دور رہنے والوں کو جب ان کی صحبت ملتی ہے تو ان کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۰)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ اور شیخ کے ساتھ محبت

عقلیہ اختیاریہ کافی ہے اگر شیخ کی محبت طبعی نہ ہوتو کوئی مضائقہ نہیں البتہ محبت طبعی بھی ہوجاوے تو اعمال اور اصلاح اخلاق اور تکمیل سلوک میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر محبت طبعی ہو اور اطاعت نہ ہوتو محبت طبعی مفید نہیں۔ محبت عقلی اختیاری کے ساتھ اطاعت ہوتو نجات کے لیے کافی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۷)

ارشاد فرمایا کہ احباب میری جدائی سے غمگین نہ ہوں۔ فصل کے بعد ہی وصل کی لذت کا ادراک ہوتا ہے۔ اگر ملاقات میں تسلسل رہے تو ملاقات کی لذت میں ضعف اور کمی شروع ہوجاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۸)

ارشاد فرمایا کہ آخرت کی دائمی راحت کے لیے روح کا علاج کسی اہل اللہ سے کرالینا چاہیے اور مجاہدات کی تلخیوں کو برداشت کرلینا چاہیے۔ پھر راحت ہی راحت ہے، چین ہی چین ہے۔۔۔۔۔ اصلاح نفس میں ہمت سے کام لے۔۔۔۔۔ تمام عمر مجاہدہ کرتا رہے ان شاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، مربی کو اطلاع کرتا رہے اس کی اتباع کرتا رہے، بس کچھ ہی دن میں بیڑا پار ہوگا۔ جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے
اطّلاع و اتّباع و اعتماد و انقیاد

(مجالس ابرار صفحہ ۴۶۔۴۷)

ارشاد فرمایا کہ اگر مرشد اصلاح کی غرض سے ڈانٹے تو اپنی نادانی سے دل گرفتہ نہ ہو اور اسی میں اپنا نفع باطنی سمجھے۔ اگر ہر زخم سے طالب پر کینہ ہوگا تو بدوں صیقل کس طرح آئینہ ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ رات کی رانی خوشبو دیتی ہے مگر بولتی نہیں ہے اور قریب والوں کا دماغ معطر کرتی رہتی ہے اسی طرح شیخ کا سکوت بھی نافع سمجھے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنا ہر حال میں نافع ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۸)

ارشاد فرمایا کہ شیخ کو خط لکھنے میں سستی کا علاج جرمانہ ہے ایک دن مقرر کرے پھر کاہلی سے ناغہ ہوتو ہر دن پر مالی جرمانہ بہت مفید ہے ایک دو روپیہ حسب حیثیت خیرات کردے۔ بعض لوگوں نے ۲۰ روپیہ تک جرمانہ ادا کیا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۸۵)

ارشاد فرمایا کہ بیعت ہو کر اپنے حالات کی اطلاع مرشد کو نہ کرے اور نہ اصلاح کرائے تو اس بیعت سے کیا فائدہ، یہ تو وعدہ خلافی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۱۔۴۲۲)

ارشاد فرمایا کہ بیماری کی دو قسمیں ہیں اصلی اور عارضی۔ جیسے قبض سے دردسر ہو۔ تو اصلی بیماری قبض ہے اور دردسر عارضی ہے۔ اسی طرح قلب کی غفلت اور خرابی اور سختی اصلی بیماری ہے، پھر اس کی خرابی سے اعمال میں خرابی عارضی بیماری ہے، پس اصلی بیماری کا علاج کرنا چاہیے، یعنی دل کا علاج اللہ والوں سے کرانا چاہیے، پھر دل کی درستی سے اعمال اور اخلاق کی درستی خود بخود ہونے لگتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۲۲)

ارشاد فرمایا کہ صالحین سے ملنا جلنا جاری رکھے۔ ایک عام غلطی یہ ہو رہی ہے کہ اللہ والوں سے ملنے جلنے اور تھوڑی دیر کی ملاقات کو نافع نہیں سمجھا جاتا صرف وعظ اور مجلس میں ملفوظات کے سننے پر نفع کو موقوف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ صرف ملاقات بھی مفید ہے۔ صالحین کے قلب کا عکس حاضرین کے قلب پر پڑتا ہے۔ جو اہل ادراک کو صرف ملاقات سے محسوس ہو جاتا ہے۔ ایک نظر اللہ والوں کو دیکھنے سے نفع محسوس ہو جاتا ہے۔ کسی ہاتھ کو مصافحہ کرنے سے ہاتھوں کی سردی گرمی کا احساس نہ ہو تو یہی کہا جاوے گا کہ ہاتھوں پر فالج ہے، بے حس ہے۔ بجلی کی روشنی، بجلی کا پنکھا نافع ہے مگر ناطق نہیں ہے، رات کی رانی نافع ہے، دماغ کو فرحت دیتی ہے مگر بولتی نہیں ہے۔ صالح کی صحبت خاموش بھی

نافع ہے، ایک مغلوب الغضب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا حال لکھا کہ مجھے غصہ جلد آتا ہے اور تیز آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا کہ آپ مولوی محمد حسن صاحب (انور بک ڈپو لکھنؤ) کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھ لیا کریں۔ چندروز یہ جا کر دوکان پر مولوی صاحب کے پاس بیٹھے تھے کہ غصے کی بیماری میں کمی محسوس کرنے لگے۔ تو کیا بات تھی مولانا کے مزاج میں حلم بہت غالب ہے ان کی خاموشی صحبت کا اثر ان پر کس طرح ہوا اور قلب کا عکس ان کے دل پر پڑنا شروع ہوگیا اور دل کی کیفیت آہستہ آہستہ بدل گئی۔ حالانکہ مولوی صاحب نے کوئی وعظ یا تقریر نہیں کی تو صحبت صالح خاموشی کے باوجود نافع ہوتی ہے۔ اس لیے آپس میں ملنے جلنے کا صالحین سے اہتمام ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۳۔۴۳۴)

ارشاد فرمایا کہ مناسبت شیخ جو کہ مدار ہے افاضہ اور استفاضہ کا، کامل اتباع میں ہے۔ یعنی شیخ کوئی حکم دے تو فوراً بے چون و چرا اس پر عمل کرے۔ شیخ کے قول سے مرید کو کوئی طبعی اور عقلی گرانی نہ ہو۔ اگر شیخ کوئی کام کرے اور وہ غلط ہی ہو تو اس پر اعتراض نہ کرے بلکہ اسے نظر انداز کرے اور شیخ کو معذور سمجھے اس سے بددل و بدگمان نہ ہو بلکہ اس غلطی کی تاویل وغیرہ کر لیا کرے۔ یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں محبت و عقیدت سے، تو اصل چیز ہے محبت۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۵)

ارشاد فرمایا کہ محبت الگ چیز ہے، عقیدت الگ ہے، استفادہ کے لیے دونوں چیزیں ضروری ہیں کہ شیخ کی محبت بھی ہو اور عقیدت بھی۔ والدین سے محبت ہوتی ہے کہ نہیں؟ مگر عقیدت نہیں ہوتی، کیونکہ اگر عقیدت ہوتی تو پھر نافرمانی کیوں کی جاتی؟ (مجالس محیی السنہ صفہ ۴۵)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہے کہ کئی کئی بزرگوں سے

تعلق رکھتے ہیں اور سب سے جا کر تعلیم کی درخواست کرتے ہیں اور ایک کی تعلیم دوسرے سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور کسی کام کے نہیں ہوتے۔ بھلا ایک مریض کئی ڈاکٹروں سے علاج کروائے اور ایک ڈاکٹر کی تجویز کو دوسرے ڈاکٹر سے پوشیدہ رکھے تو کس طرح صحت یاب ہو سکتا ہے؟ ایسے آدمی کو احمق کے سوا اور کیا کہیں گے؟ آدمی کو چاہیے کہ ایک کا ہو رہے اور سارے دروں سے منہ کو موڑے اور جم کر علاج کرائے۔ اطلاع حالات اور اتّباع تجویزات پابندی سے کرے۔ ان شاء اللہ کامیاب ہو کر رہے گا۔
(مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۰)

ارشاد فرمایا کہ اخلاق کی اصلاح و درستگی، قلب کو گندے اخلاق سے صاف کرنے کے لیے اور اچھے اخلاق سنوارنے کے لیے بنیادی چیز یہ ہے کہ شیخ کے سامنے اپنے کو فنا کر دے، اپنی رائے اور اپنی خواہش کو مصلح کی رائے کے مقابلہ میں فنا کر دے، تب جا کر کام بنتا ہے اور اصلاح ہوتی ہے اور یہ اصول ایسا ہے کہ جس کو جسمانی علاج کے سلسلے میں اختیار کیا جاتا ہے کہ معالج سے اپنا حال بتلاتے ہیں اور وہ جو نسخہ دوا اور پرہیز بتلاتا ہے اس کے موافق معاملہ کرتے ہیں اس میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل نہیں دیتے جس سے کچھ دنوں میں صحت ہو جاتی ہے۔ یہی اصول اس راہ میں بھی اختیار کرے تو پھر ان شاء اللہ جلد اصلاح ہو جائے گی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۱)

ارشاد فرمایا کہ ہر علم کے حاصل کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے بدوں اس کے علم حاصل نہیں ہوتا، پہلا مجاہدہ، دوسرے اتباع، مثال کے طور ایک لڑکا علم سیکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اسکول جائے، محنت کرے، کتابیں پڑھے، پیسہ خرچ کرے۔ یہ سب چیزیں مجاہدے میں داخل ہیں، صرف اتنا ہی کرنے سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُستاد کی

اتباع بھی ضروری ہے یعنی اُستاد کے بتائے ہوئے طریقہ پر علم سیکھے، تب ہی جا کر ماہر ہوسکتا ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ماہر ہونا ممکن نہیں۔ اگر کوئی ڈرائیور ہونا چاہتا ہے تو محنت کیساتھ ایک مدّت تک اُستاد کے ساتھ چلانے کی مشق کرتا رہے، جب ہی تو ڈرائیور بنتا ہے۔ اگر مجاہدہ یا اتباع میں کمی کرے گا تو محروم ہی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ ہزاروں کو مرید کرتا ہے لیکن تھوڑے حضرات کو خلافت دیتا ہے۔ سبب یہی ہے کہ ان میں انہی دو چیزوں کی کمی ہوتی ہے۔ کوئی مجاہدہ خوب کرتا ہے۔ لیکن شیخ کی اتباع نہیں کر رہا ہے۔ کوئی شیخ کے ساتھ رہتا ہے لیکن مجاہدہ نہیں کرتا۔۔۔۔۔ اس لئے سلوک میں دو چیزیں نہایت ضروری ہے۔ بدوں اس کے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ ایک مجاہدہ دوسرے اتباع۔ اگر دونوں چیزیں ہوں تو شیخ کا بیٹا بھی خلیفہ ہوسکتا ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۱۹۔۲۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کراتا ہے پھر ان معالج صاحب کی رحلت ہوگئی یا کہیں چلے گئے تو فوراً دوسرے کی طرف رجوع کرتا ہے تو جس طرح جسمانی علاج میں دوسرے سے علاج کی فکر کرتے ہیں ایسے ہی روحانی علاج کا بھی معاملہ ہونا چاہیے۔ کہ جب کسی کے شیخ کی رحلت ہو جائے تو جلد از جلد دوسرے سے تعلق کرے۔ اس سلسلے میں کوتاہی کی جاتی ہے جو مناسب نہیں ہے، جسمانی امراض کی مضرت سے کہیں زیادہ روحانی امراض کی مضرت ہے اس لیے اس میں علاج اور اصلاح کی فکر زیادہ ہونا چاہیے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۴)

ارشاد فرمایا کہ (پنکھے کا) ریگولیٹر ہم کو ایک سبق دیتا کہ اس میں پانچ نمبر ہوتے ہیں ایک پر پنکھا چلے گا ہلکا، دو پر اس سے زیادہ، تین پر اور زیادہ، چار اور پانچ پر بہت تیز چلے گا، تو یہ فرق کیوں؟ اس لیے کہ ہر نمبر پر پنکھے کا تعلق بجلی سے اسی لحاظ سے ہوتا ہے، کم نمبر پر تعلق کم ہوتا ہے اسی لحاظ سے وہ چلتا ہے

اور زیادہ نمبر پر تعلق زیادہ ہوتا ہے، اسی لحاظ سے چلتا ہے، تو پنکھے کا تعلق بجلی سے جتنا ہوگا اسی رفتار سے وہ چلے گا۔ اسی طرح انسان کا تعلق اپنے مرکز اور شیخ و استاد سے جتنا ہوگا اسی نوع کا فائدہ بھی ہوگا، تعلق کمزور ہوگا تو فائدہ کم ہوگا اور تعلق قوی اور زیادہ ہوگا تو نفع بھی اسی لحاظ سے ہوگا۔ اور یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بعض لوگوں کا تعلق بزرگوں سے ہوتا ہے، مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو بات یہی ہے کہ ان کا تعلق کمزور معلوم ہوتا ہے۔ بس جیسا تعلق ہے اسی طرح کا اثر ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۲۴)

ارشاد فرمایا کہ جب دنیا کے کاموں کو اکیلے نہیں کر پاتے تو دوسروں سے امداد طلب کرتے ہیں آخرت کے معاملہ میں یہی قاعدہ اہل اللہ کی صحبت میں بھی حاضری کے لیے سوچ لینا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۱)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے اشکال کیا کہ حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں اصلاح کے لیے آنے والوں کو چائے تک بھی نہ پلائی جاتی تھی۔ تو کیا تعجب ہے، جج کے پاس، وکیل کے پاس اور ڈاکٹر کے پاس جب آپ جاتے ہیں تو کیا وہ چائے پلاتے ہیں؟ بلکہ فیس بھی دینی پڑتی ہے۔ ان خدّام دین کا احسان ہے اگر چائے بھی پلا دیں، اگر رہنے کا انتظام کر دیں۔ ورنہ جسمانی معالج کے یہاں جایئے تو ڈاکٹر فیس اور کمرہ رہائش کا کرایہ بھی وصول کرتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۱)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اگر کسی کے شیخ کی مجلس میں کسی کا ذکر بطور غیبت کے آئے اور یہ گمان غالب ہو جائے کہ یہ ذکر غیبت مذمومہ میں داخل ہے تو اس کو مجلس سے الگ ہو جانا ضروری ہے یہ بالکل ایسا ہے کہ بارش اللہ کی رحمت و نعمت ہے مگر جب اولے پڑنے لگیں تو کیا وہاں سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ پر انسان نہیں جائے

گا؟ اسی طرح شیخ کی مجلس رحمت و برکت ہے لیکن غیبت کے اولے پڑنے لگیں تو وہاں سے ہٹ جانا چاہیے۔ اس پر ایک صاحب نے سوال کیا کہ پھر تو ایسی حالت میں شیخ کی طرف سے قلب میں تکدّر رہو گا جو کہ باطن کی خرابی کا سبب ہو جائیگا اس پر ارشاد فرمایا کہ تکدّر ضرور ہوگا، مگر عقلی تکدّر رہونا چاہیے نہ کہ طبعی، اور اس تکدّر کے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ یہ خیال کرے کہ یہ غیبت میرے نزدیک غیبت مذمومہ میں داخل ہے اس لیے میرا الگ ہونا ہی ضروری ہے، مگر ہوسکتا ہے کہ شیخ کے نزدیک غیبت ضروریہ میں داخل ہو، یا بشری کمزوری کی بنا پر ایسا ہو گیا ہو جو کہ تھوڑے سے تنبہ سے ٹھیک ہو جائے گا۔ یعنی توفیق توبہ مل جائے گی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۸۳۔۸۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شیخ کی مجلس میں برابر غیبت ہو اور وہ شیخ غیبت کا عادی ہو تو ایسا شیخ، شیخ بنانے کے قابل نہیں بلکہ ایسے شیخ سے تعلقات منقطع کر لینا ضروری ہے، اس لیے کہ گاہے گاہے ایسی غلطی کا صادر ہو جانا یہ بزرگی کے خلاف نہیں، مگر کسی گناہ کا عادی ہونا یہ بزرگی کے خلاف ہے، اور گناہ پر اصرار کرنے والا شخص قابل اتباع نہیں ہے ایسے شخص کی صحبت کو ترک کرنا ضروری ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۸۴)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا فیض قریب والوں کو نہیں پہنچتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ بات یہ ہے کہ سورج میں کتنی روشنی ہوتی ہے، کوئی اس کا اندازہ کر سکتا ہے؟ لیکن جب بادل آجاتا ہے تو پھر اس کا فیض رک جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی برکات اور ان کی روحانیت وانوار سے دور کے لوگ مستفیض ہوتے ہیں، ان کا فیض حاصل کرتے ہیں، لیکن جو لوگ قریب ہوتے ہیں ان میں بدگمانی واعتراض ہوتا ہے تو یہ چیزیں ان کو فیض سے محروم کر دیتی ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ طریق کا اصل تعلق مع اللہ ہے، اسی کے لیے سب کچھ کیا کرایا جاتا ہے۔ اور اسی تعلق مع اللہ ہی کو صحیح اور درست کرنے لیے شیخ کا مل سے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے، اطلاع حالات اور شیخ کی ہدایات کی اتباع اور اس پر عمل کرنا اسی لیے ہوتا ہے۔ مصلح کی ہدایات و تجویزات پر عمل کرتے کرتے تعلق مع اللہ ٹھیک اور درست ہو جاتا ہے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۷)

ارشاد فرمایا کہ ہم دین کے غریب اسی سبب سے ہیں کہ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ گناہ کر کے جمع شدہ نور بھی ضائع کرتے رہتے ہیں اور اولیاء اللہ دین کے امیر اس لیے ہیں کہ اُن کے پاس انوار جمع ہی ہوتے رہتے ہیں۔ گناہوں سے وہ محتاط رہتے ہیں۔ تقویٰ بڑی ہی نعمت و دولت اور برکت کی چیز ہے، ولایت کا مدار اسی پر ہے، قرآن پاک میں ولی کی تعریف متقی فرمائی گئی ہے، اُن کے قلوب میں اسی سبب سے ہر وقت اطمینان اور سکون بھرا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جو اُن کے پاس بیٹھ جاتا ہے اسے بھی اس کے سکون کے عکس سے سکون محسوس ہونے لگتا ہے جیسے گرمی سے پریشان سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۷)

ارشاد فرمایا کہ کسی مصلح یعنی علمائے کاملین اور اولیائے کاملین کی صحبت اختیار کریں۔ اس زمانہ میں یہ فرض عین ہے۔ جیسا کہ مجدّد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، کیونکہ بغیر اس کے دین پر چلنا اور جمنا اور عمل کرنا اس زمانہ میں سخت دشوار ہے۔ اولیائے کاملین کی پوری شناخت "قصد السبیل" اور "حیات المسلمین" (روح ہفتم) میں مذکور ہے نیز "اشرف النصائح" میں سے چند باتیں یہاں بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

۱...... بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔

۲...... عقائد، معاملات، اخلاق، معاشرت، سب میں ضروریات پر عامل ہو۔

۳...... وضع ولباس شریعت کی حدود کے اندر ہو۔

۴......کسی مستند اللہ والے کی صحبت میں رہا ہو اور اس کی طرف سے دوسروں کی اصلاح کی اجازت ملی ہو۔

۵......طمع یا لالچ سے پاک ہو اور کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔

۶......اس سے تعلق رکھنے والوں میں سے اکثر کی حالت دینداری کے لحاظ سے اچھی ہو، یعنی ان کے عقائد، اخلاق، معاملات و معاشرت دین کے موافق ہوں۔ صحبت کے اہم آداب میں سے ضروری ادب یہ ہے کہ خاموش بیٹھے، بلا ضرورت شدید ہرگز نہ بولے، دھیان وغور سے باتیں سنے اور جب اُن کی صحبت سے اُٹھ کر آوے۔ تو ان باتوں کو سوچے اور ذہن میں جماوے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۸۴-۵۸۵)

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت مجدّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں شیخ کامل کی علامات بتائی ہیں۔ (جن میں سے کچھ علامات مذکورہ بالا ملفوظ میں بیان ہو چکی ہیں، بقیہ علامات حسب ذیل ہیں۔ مرتب)

۱......اس زمانہ کے منصف مزاج علماء ومشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں

۲......بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں

۳......وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو۔ اور ان کی بری بات سن کر یا دیکھ کر ان کو روک ٹوک کرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

۴......اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہو۔

۵......خود بھی ذاکر وشاغل ہو کہ بدوں عمل یا عزم عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

(منجیات ومہلکات صفحہ ۲۲-۲۳)

اصلاح ظاہر و باطن

بنتا ہے پہلے جسم پھر آتی ہے اس میں روح
باطن کی گر ہے فکر تو ظاہر بنایئے

بعض لوگ باطن کی اصلاح کو اہم سمجھتے ہوئے ظاہر کی اصلاح سے غافل ہو جاتے ہیں اور بعض ظاہر کی اصلاح پر اکتفا کرتے ہوئے باطنی اصلاح سے غافل ہو جاتے ہیں، حالانکہ شرعاً ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے زیر نظر افادات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات میں اسی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ ایک تو ہے ظاہر اور ایک ہے باطن، اور شریعت میں دونوں ہی کے متعلق احکام ہیں جن کی پابندی کرنا ضروری ہے، سارے تصوف و طریق کا حاصل یہی ہے کہ تعمیر الظاہر والباطن کہ اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے موافق بنانا۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے۔ دونوں الگ الگ ہیں۔ یہ غلطی کی بات ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دین کے جتنے احکامات ہیں چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے ہو۔ ان سارے احکامات اور تعلیمات و ہدایات کے مجموعہ کا نام شریعت ہے، اب آسانی کے لیے نام الگ الگ کر دیے گئے ہیں، ظاہری اعمال کو فقہ کہا جاتا ہے اور باطنی اعمال کو تصوّف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مجموعہ کو شریعت کہا جاتا ہے۔ اب جب کہ شریعت میں احکامِ ظاہر اور احکام باطن دونوں آ گئے تو ایک کو لینے اور دوسرے کو چھوڑنے سے پورے دین پر عمل کیسے ہوگا؟ اور انسان کو ایسی حالت میں کیسے سکون میسر ہوگا؟ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ظاہر کی تکمیل بغیر باطن کی اصلاح کے نہیں ہو سکتی، اسی طرح باطن کی تکمیل بغیر ظاہر کی

اصلاح کے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ مشہور محدّث حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''علم باطن کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا بغیر ظاہر کی اصلاح کے، جیسا کہ علم ظاہر مکمل نہیں ہوسکتا بغیر باطن کی اصلاح کے'' (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ دونوں اصل علم ہیں۔ کوئی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہے، یہ دونوں بمنزلہ اسلام اور ایمان کے ہیں کہ ایک کا ربط دوسرے سے ایسا ہے جیسے جسم و دل کا، کہ کوئی کسی سے جدا نہیں ہوسکتا''

(مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گرامی نامہ کی چند سطور کا ذکر کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ ''بعض جہلاء جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے، محض ان کی کم فہمی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں، صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے، قلب کا حال مثال آئینہ کے ہے، آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور عرق گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے، ولی اللہ کو پہچاننے کے لیے اتباع سنّت کسوٹی ہے، جو متبع سنّت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ہودہ ہے۔ خرق عادات تو دجّال سے بھی ہونگے''۔ تو معلوم ہوا کہ تصوف اور طریقت یہ شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ شریعت ہی کا ایک جزو ایسا ہے کہ بغیر اس کے ظاہر کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف نہیں سیکھا تو وہ فاسق ہوگیا اور جس نے تصوف کو حاصل کیا اور مسائل دینیہ کو نہیں سیکھا تو وہ بے دین ہوگیا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا وہ محقّق ہوگیا'' (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۵ تا ۲۷)

ارشاد فرمایا کہ ہر ملک اپنی سرحد کی حفاظت کرتا ہے، اگر ایک گز

زمین پر دوسرا پڑوسی ملک قبضہ کر لے تو تمام ملک حتّٰی کہ مرکز یعنی دار الخلافہ تک میں ہلچل مچ جاتی ہے، دیکھئے یہاں ظاہر کی حفاظت کا کس قدر اہتمام ہے؟ کار کا ٹائر خراب ہے، صرف ظاہر خراب ہے انجن (باطن) درست ہے، کیا کار بے کار نہ ہو جاوے گی؟ ہوائی جہاز کی تمام مشینیں اندر سے بالکل درست ہیں صرف ٹائر خراب ہے، کیا وہ بے کار نہیں ہو جاتا؟ ایک ڈاکٹر ہے، اعلیٰ درجہ کی ڈگری ہے مگر آنکھ سے اندھا، کان سے بہرہ، زبان سے گونگا ہو گیا اور ہاتھ پر فالج گر گیا تو اس ڈاکٹر کو زندہ ہونے کا سرٹیفکیٹ تو مل سکتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ بے کار ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی مل جاوے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۴۔۴۳۵)

ارشاد فرمایا کہ وائرنگ کے بعد کرنٹ آتا ہے اسی طرح ظاہر کے بعد باطن عطا ہوتا ہے، پہلے ظاہری حالت کو سنّت اور شریعت کے مطابق بناوے پھر باطن، اللہ تعالیٰ ظاہر کی صلاحیت کی برکت سے باطنی صلاحیت بھی عطا فرما دیتے ہیں، اگر کوئی شخص وائرنگ ہی نہ کرائے تو کرنٹ (بجلی) اس کے گھر میں کیسے دی جا سکتی ہے؟ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۹)

ارشاد فرمایا کہ بدن کے دانوں اور پھنسیوں پر صرف مرہم لگانے سے وقتی طور پر دانے کم ہو جاویں گے اور عارضی سکون ہو جائے گا مگر پھر اس سے بھی زیادہ دانے نکل آئیں گے، لیکن اگر مصفّی خون دواؤں سے خون صاف کر دیا جائے تو پھر صحت ہو جاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اے لوگو! اپنی صفوں کو درست کر لو ورنہ تمہاری صفوں کی کجی سے تمہارے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے گا تو ظاہر کا اثر باطن میں منتقل ہوا یا نہیں؟ (مجالس ابرار صفحہ ۷۷)

ارشاد فرمایا کہ ٹخنہ ڈھانپنے سے منع فرمایا گیا کیونکہ متکبرین کی نشانی ہے حکمت یہاں کیا ہے کہ اگر تم متکبرین کی صورت کی نقل بھی کرو گے تو

متکبرین کی حقیقت بھی تمہارے اندر منتقل ہو جاوے گی۔ جیسے " صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ " میں ہے کہ صورت کی نقل کرو تو حقیقت کا عکس بھی اترے گا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۸۳)

ارشاد فرمایا کہ (ظاہر و باطن کو بیان کرتے ہوئے) مثلاً ایک کار ہے کہ اس کے چلنے کے لیے جہاں روشنی کی ضرورت ہے وہاں پٹرول کی بھی ضرورت ہے، روشنی سے تو فائدہ یہ ہوگا کہ راستہ صاف نظر آئے گا اور پٹرول کا فائدہ یہ ہوگا کہ روشنی سے جو راستہ نظر آیا ہے اس پر گاڑی چلے گی۔

(اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ ظاہر و باطن دونوں ہی کو شریعت کے مطابق بنانے کا حکم ہی نہیں ہے، بلکہ دینی نقطہ نظر سے مومن کامل وہی ہے جس کا ظاہر بھی شریعت کے موافق ہو اور باطن بھی پابند شریعت ہو، دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں، اس سلسلہ میں یہ سمجھنا کہ اصل باطن ہے، اسی کا فکر و اہتمام کافی ہے، ظاہر میں وضع قطع وغیرہ جیسی بھی ہو کوئی حرج نہیں، یہ رجحان غیر دینی بھی ہے اور غیر معقول بھی۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۷)

ارشاد فرمایا کہ ظاہر و باطن دونوں ہی کی اصلاح ضروری ہے، شریعت میں دونوں ہی کی اہمیت ہے، ایسا نہیں کہ ایک مقصود ہو اور دوسرا غیر مقصود ہو، جس طرح ظاہر کو شریعت کے مطابق بنانا اور اس کی پابندی کرنا ضروری ہے، اسی طرح باطن کو بھی شریعت کے موافق بنانا ضروری ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا: ﴿ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ﴾ (پ ۸۔ ع ۱)
"ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو" اس سے دونوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ حکم ہے کہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو، ظاہری احکام پر بھی عمل کرو اور باطنی احکام پر بھی عمل کرو۔ (اصلاح ظاہر و باطن ص ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ ظاہر و باطن کا آپس میں اس طرح تعلق و ربط ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے، ہر ایک کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے، ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نہا دھو کر، صاف ستھرا عمدہ لباس پہنے ہوئے کسی عزیز کے یہاں جا رہا ہے، راستہ میں ایک بچہ کے قلم سے کچھ روشنائی کی چھینٹیں پڑ گئیں تو دیکھئے کہ اس روشنائی کے کپڑے پر پڑ جانے کی وجہ سے دل پر اثر ہو جاتا ہے، حالانکہ روشنائی ظاہری کپڑے پر پڑی ہے مگر دل میلا اور مکدّر ہو جاتا ہے اور قلب پر اثر پڑتا ہے، کپڑے کی گندگی سے دل پر یہ اثر ہوا اگر کہیں چہرے پر چھینٹیں پڑ جائیں تو قلب کا کیا حال ہوگا؟ (اصلاح ظاہر و باطن ص ۱۵۔۱۶)

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح باطن کا بھی اثر ظاہر پر پڑتا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص جس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، پورا جسم نحیف اور لاغر اور پھوڑے پھنسی نکلے ہوئے ہیں، تو کیا اس مریضانہ صورت سے یہ اندازہ نہیں ہوگا کہ اس شخص کے خون میں فساد ہے اور اندرون اس کا بیمار ہے، جس کی بناء پر ظاہر بدن پر اس کے یہ اثرات ظاہر ہو رہے ہیں، تو اندر کے فساد و بگاڑ کا اثر انسان کے ظاہر پر پڑتا ہے۔ اسی طرح باطنی اعمال، امانت و دیانت وغیرہ کی خرابی سے معاشرت اور معاملات پر غلط اثر پڑتا ہے۔۔۔۔۔ باہر کا یہ انتشار اور ظاہر کا یہ فساد نتیجہ ہے اندر کے انتشار اور باطن کے فساد کا، اصل چیز ہے دل کا سنور جانا اور تصحیح ہو جانا کہ گندے اخلاق سے پاک و صاف ہو جائے، بس تو پھر سارے کام آسان ہیں۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۷۔۱۸)

ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک ظاہر، دوسرا باطن، اسی طرح انسان میں بھی اس کا ایک ظاہر ہے اور دوسرا باطن ہے، یہ دونوں ٹھیک ہونے چاہئیں، شریعت کے موافق ظاہر بھی ہو اور باطن بھی ہو، اس

وقت انسان کامل ہوگا، اگر ظاہر شریعت کے موافق ہو اور باطن ٹھیک نہ ہو، اسی طرح باطن تو ٹھیک ہو لیکن ظاہر شریعت کے خلاف ہو تو دونوں ہی صورتوں میں انسان ناقص ہے، باطن ٹھیک ہو اور ظاہر ٹھیک نہ ہو تو یہ ایسی کمی ہے کہ اس کی وجہ سے مقصود حاصل نہیں ہو پاتا۔ مثال کے طور پر ایک بوتل میں ٹھنڈا و شیریں پانی ہے لیکن بوتل پر اسپرٹ کا لیبل لگا ہوا ہے، اب ایک شخص کو شدت کی پیاس لگ رہی ہے اور وہ بوتل بھی قریب میں موجود ہے، مگر وہ شخص اس کو ہاتھ نہیں لگا رہا ہے۔ کیوں اس کی ظاہری صورت بگڑی ہوئی ہے، یعنی اسپرٹ کا لیبل لگا ہوا ہے اسی طرح ایک شخص عالم ہے، حافظ ہے، محدّث ہے، اگر اس کا ظاہر درست نہیں ہے، اس کی وضع قطع شرعی نہیں ہے تو لوگ اس سے نفع حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باطن ٹھیک ہونے کے ساتھ ظاہر بھی درست ہونا چاہیے۔۔۔۔ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے، اس لیے ہر شخص کو اپنی ظاہری اور باطنی دونوں حالتوں کی اصلاح و درستگی کی فکر رکھنا چاہیے تا کہ ناقص نہ رہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۸۔۲۹)

ارشاد فرمایا کہ توجہ الی اللہ اصل اور بنیاد ہے زندگی کے سکون اور راحت کے لیے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ پورے طور پر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی جائے، ظاہری اعتبار سے بھی اور باطنی اعتبار سے بھی، احکامات الٰہی کی پوری اتباع کی جائے۔ جس سے خود بخود ظاہراً و باطناً توجہ الی اللہ ہو جائے گی، کیونکہ شریعت کے جو احکام ہیں ان کی دو نوع ہیں۔ بعضے احکامات تو وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے اور بعضے احکامات وہ ہیں جو انسان کے باطن سے متعلق ہیں۔ تو ایک نوع ہوئی احکامِ ظاہری کی۔ اس سے مراد ظاہری اعمال ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ ایک نوع ہوئی احکام باطنی کی، اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے۔ مثلاً صبر و شکر، قناعت و زہد، دیانت و

امانت وغیرہ۔ ان دونوں احکامات کی تعمیل کے بغیر چین وسکون میسر نہیں ہوسکتا۔
(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۴۔۱۵)

ارشاد فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

﴿اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ﴾ (مشکوۃ /۲۴۱)

''دیکھو انسان کے جسم کے اندر ایک مضغہ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ دل ہے۔'' تو جسم جو کہ ظاہر ہے اس کی اصلاح و بگاڑ قلب جو کہ باطن ہے اس کے تابع ہے کیونکہ قلب انسان کے جسم میں بادشاہ کی طرح ہے، ہاتھ و پیر اور دیگر اعضاء اس کی رعایا اور خدّام ہیں۔ ظاہر ہے کہ رعایا کا طور طریقہ، رہن سہن، اور طرز زندگی اپنے بادشاہ اور حاکم کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اس کی زندگی میں تقویٰ، اخلاص اور فکرِ آخرت ہے تو اس کی رعایا میں بھی اس کے اثرات ہوں گے۔ اور اگر اس کی زندگی گڑبڑ ہے، من مانی اس کا معاملہ ہے۔ نفس کی خواہشات اور شیطان کی اتباع کرتا ہے تو رعایا میں بھی ویسے ہی اثرات ہونگے۔ اسی وجہ سے تو کہا گیا کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے طور طریقہ پر ہوتے ہیں۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۴۔۵)

ارشاد فرمایا کہ اب جبکہ قلب بادشاہ ہے اور سارے اعضاء اس کے خدّام اور رعایا ہیں تو اس لحاظ سے بدن کے جتنے اعضاء اور قوتیں ہیں ان تمام کا نظام قلب کے ماتحت ہے اور اسی پر اس کا دارومدار ہے کہ اگر وہ اپنا کام صحیح طریقہ پر انجام دے گا تو اس کی وجہ سے سارے بدن کا معاملہ ٹھیک ہوگا اور اگر وہ بھی اپنا کام کرنا چھوڑ دے پھر تو سارا معاملہ خراب ہو جائے گا اور جسم کا

سارا نظام ہی بگڑ جائے گا۔ تو اس سے واضح ہوا کہ قلب کی اصلاح و درستگی اہم اور ضروری ہے۔ چنانچہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

﴿یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ﴾ (مرقاۃ ۶/۳۷)

''اے دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبات اور استقامت کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے دل سے پناہ مانگی ہے جس میں خشوع نہ ہو:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ﴾ (رواہ مسلم و مشکوٰۃ ۲۱۶/)

''اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی دعا کیا کرتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ﴾ (مشکوٰۃ ۲۱۶/)

''اے اللہ! میرے دل کو پاک و صاف کر دیجیے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔'' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا مانگنا ہمارے لیے ہدایت و رہبری تھی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس نعمت خاص سے نواز رکھا تھا۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۵۔۶)

ارشاد فرمایا کہ اس سے اصلاح باطن کی اہمیت اور ضرورت واضح ہو گئی، چنانچہ جو حدیث پڑھی گئی ہے اس کے سلسلہ میں حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَلتَّاكِیْدُ عَلَی السَّعْیِ فِیْ اِصْلَاحِ الْقَلْبِ ''اس حدیث میں تاکید ہے اصلاح قلب کے لیے کوشش کرنے پر''

(شرح مسلم ۲/۲۸)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿فَاَهَمُّ الْاُمُوْرِ مُرَاعَاتُهٗ﴾ (مرقاۃ ۶/۳۶)

''اہم امور میں ہے قلب کی اصلاح و نگرانی۔''

انسان کے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں اُن میں قلب کو یہ اہمیت اس بنا پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت، خوف وخشیت کا محل ہے۔ انوار و تجلیات، علوم و معارف کا اس میں القا ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''دل انوارِالٰہیہ کا مہبط ہے اور اسی کی وجہ سے انسان، انسان ہوجاتا ہے اور اسی سے اوامر ونواہی کی تعمیل کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور اسی سے بدن کی درستگی ہوتی ہے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۶۔۷)

ارشاد فرمایا کہ بات یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں آج کل جسمانی امراض اور اس کے نقصانات کی تو اہمیت ہے، اسی لیے تھوڑی سی تکلیف ہوئی تو فوراً ان کے علاج کی فکر ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کے لیے ہر مشقت کو آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں اور معالج کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں، فیس بھی دیتے ہیں اور روحانی بیماریوں کے نقصانات اور اس کے نتائج کی اتنی اہمیت نہیں، اسی لیے ان کے علاج کی فکر بھی کم ہوتی ہے اور اس راستے میں نفس پر ذرا سی گرانی ہوئی اور مجاہدہ ہوا تو سمجھتے ہیں کہ بڑی سختی ہے اس راستہ میں اور علاج کو مشکل سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ معاملہ نہیں ہے تھوڑی سی فکر اور ہمت کی ضرورت ہے پھر تو معاملہ آسان ہے۔ (خصائص مؤمن صفحہ ۱۵۔۱۶)

ارشاد فرمایا کہ نیکی اور طاعت پر ایک بات یاد آ گئی۔ اچھا ہے اس کو ذکر کر دیا جائے کہ عمل مقبول کب ہوگا؟ جب اس کی ظاہری شکل بھی قاعدہ کے موافق ہو اور باطن بھی ٹھیک ہو، جب یہ دونوں ہونگے تو وہ عمل مقبول ہوگا' ہر چیز کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک ظاہر اور ایک باطن' یہ آلہ مکبّر الصّوت ہے، اس کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اس کی یہ موجودہ جو شکل ہے یہ تو اس کا ظاہر ہے، اور کرنٹ اس کا باطن ہے، آواز بلند کرنے کے لیے کرنٹ بھی ہونا چاہیے جو کہ اس کا باطن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی یہ موجودہ شکل بھی سامنے ہو جو

کہ اس کا ظاہر ہے۔ اگر خالی شکل ہو، کرنٹ نہ ہو تو آواز بلند نہ ہوگی، اسی طرح خالی کرنٹ ہو تو بھی آواز بلند نہ ہوگی۔ دونوں لازم وملزوم ہیں، ظاہر بھی ضروری باطن بھی ضروری، جب دونوں ہونگے تب جا کر اس کا جو مقصود ہے آواز کو بلند کرنا وہ حاصل ہوگا۔ اسی طرح عمل کا ظاہر اس کی وہ ہیئت اور شکل ہے جو مسئلہ کے موافق ہو اور اس کا باطن اخلاص ہے۔ کسی عمل میں جب یہ دونوں باتیں ہونگی کہ اس کا ظاہر مسئلہ کے موافق ہو اور اخلاص ہو تو وہ عمل مقبول ہوگا، اور اگر دونوں میں سے ایک نہ ہو تو پھر معاملہ خراب ہے۔ (مومن کی پہچان صفحہ ۶۔۷)

بڑی چیز اخلاقِ باطنہ کی اصلاح ہے

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

"فرمایا کہ ظاہری اعمال پر بزرگوں کی زیادہ نظر نہیں ہوتی کیونکہ ان کی اصلاح تو ایک منٹ میں ہوسکتی ہے۔ یہ تو محض ارادہ بدلنا ہے۔ بے نمازی ایک منٹ میں نمازی ہوسکتا ہے۔ بے داڑھی والا ایک منٹ میں داڑھی منڈھانا چھوڑ سکتا ہے۔ شرابی ایک منٹ میں شراب سے تائب ہوسکتا ہے۔ فاسق وفاجر ایک منٹ میں متقی ہوسکتا ہے لیکن بڑی چیز جس پر بزرگوں کی نظر ہوتی ہے اخلاقِ باطنہ ہیں مثلاً تکبّر وغیرہ ان کی اصلاح نہایت دشوار ہوتی ہے۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)
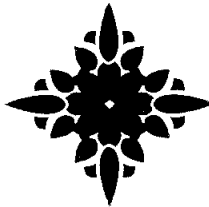
شرعی وضع قطع کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ ظاہری وضع قطع کو فاسقانہ بنانا معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ شانہ' نے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ (اور ترک کردو ظاہری گناہوں کو بھی اور باطنی گناہوں کو بھی) میں ظاہری گناہوں کے ترک کو مقدم بیان فرما کر اس کی زیادہ اہمیت بیان فرمائی ہے۔
جنگ اُحد میں صرف ظاہری کوتاہی تو ہوئی تھی، جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی۔ عقیدہ اور باطن بالکل ٹھیک تھا۔ اس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ کبوتر کس قدر بلند پرواز ہے اس کے پروں کو کاٹ دیجئے۔ صرف ظاہری کمی تو ہوئی ہے، باطن بالکل ٹھیک ہے، مگر اب اس کی پرواز اور ترقی بھی ختم اور ترقی تو کیا ہوتی، اس کا باطن بھی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اب ایک بلی کا بچہ بھی اسے پکڑ کر کھا جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ ظاہر اپنے باطن کا محافظ بھی ہوتا ہے۔ آج مسلمانوں نے داڑھی کٹا کر اپنے ظاہر کو خراب کر دیا۔ ان کی ہیبت نکل گئی، ہر جگہ کافروں سے پٹ رہے ہیں۔

دوسری مثال لیجئے۔ ہوائی جہاز کھڑا ہے' اُڑ نہیں رہا ہے لیٹ ہو رہا ہے' مدینہ جانے والے مسافر بھی لیٹ ہو رہے ہیں' معلوم ہوا کہ ٹائر پنکچر ہے' ظاہر ہی تو خراب ہے مگر ظاہر جب خراب ہوتا ہے تو نہ خود ترقی کر سکتا ہے نہ دوسروں کی ترقی کا سبب بن سکتا ہے نہ خود اُڑ سکتا ہے نہ حاجیوں کو مدینہ پہنچا سکتا ہے۔ آج مسلمانوں کا حال یہی ہے ظاہری وضع قطع کی نافرمانی کر کے نہ خود ترقی کر سکتے ہیں نہ دوسروں کی ترقی کے سبب بن سکتے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کی شان تو یہ تھی ۔

تو نہیں ہے اس جہاں میں منہ چھپانے کے لیے
تو ہے دنیا بھر کے سوتوں کو جگانے کے لیے

وعدۂ غلبہ ہے مومن کے لیے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں

اچھا کبوتر کے پروں کو کاٹ کر ہنس یا مور کے پر لگا دو کیا ہوگا؟ بلی نہیں چھوڑے گی۔ اس طرح اسلامی پروں کو کاٹ کر غیر مسلموں کے پر لگاؤ گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ سکھوں نے ہمارے صالحین کی صرف ظاہری نقل کی، ہم اُن کے بھنگیوں کو بھی سردار کہتے ہیں اور ہم اپنے ظاہر کو خراب کر کے سرِ دار ہو رہے ہیں

(مجالس ابرار صفحہ ۳۸۔۳۹)

ارشاد فرمایا کہ ہر عمل کے لیے ایک ڈیوٹی ہوتی ہے، ایک ہیئت ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ایک پولیس مین ڈیوٹی صحیح انجام دے رہا ہے، مگر وردی نہیں ہے ۔ ہیئت ڈیوٹی نہ ہونے سے معطل کر دیا جائے گا ۔ ٹریفک پولیس ایک چوراہے پر پوسٹ مین کی وردی پہنے ہاتھ سے گاڑیوں کو روک رہا ہے، لوگ کیا کہیں گے کہ ارے تو ڈاک تقسیم کر کے یہاں آ گیا؟ بالآخر پولیس افسر کو جب اطلاع ہوگی اس کو معطل کر دے گا۔ ۲۵ سال کی ملازمت کا صحیح حق ادا کیا تھا مگر صرف ایک دن یوم آزادی کے جلوس کے موقع پر ڈی آئی جی صاحب حکومت کے مخالف گروہ کی ٹوپی لگائے ہوئے کھڑے ہیں، معطل کر دیئے جائیں گے۔ آج اُمت نے وہ وردی چھوڑ رکھی ہے جو رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمائی تھی کیا یہ امت معطل نہ ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ جب متکبرین کی صورت کی نقل کی جائے گی تو ان کی حقیقت بھی منتقل ہو جاوے گی۔ حدیث پاک میں اتنی سخت تاکیدی لہجے میں کیوں فرمایا کہ ہرگز ہرگز کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے، کیونکہ اس ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔ تو اس تاکید سے منع کرنے میں بات یہی ہے کہ جب شیطان کی نقل کرو گے تو شیطنت کی صورت کے ساتھ شیطنت کی حقیقت بھی منتقل ہو

جائے گی اور شیطانی کام ہونے لگیں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ کہ نماز کو اس طرح پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں، یہاں بھی یہی مقصد ہے کہ ہماری نقل کرو جب نقل کرو گے تو حقیقت بھی حسب استعداد اتر جائے گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک مجمع میں پولیس افسر ایس پی کی وردی کے بغیر موجود ہے۔ کوئی ہیبت نہیں، ایک سپاہی وردی میں آتا ہے، سب ڈر گئے۔ خدا خیر کرے، سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے کہا کوئی بات نہیں، سب امن ہے ہمارے افسر ایس پی بھی یہاں موجود ہیں، لیجئے یہ اثر وردی میں ہوتا ہے۔ امت نے جب سے اپنی وردی اتار دی کافروں کے دلوں میں رعب نہ رہا، جہاں دیکھو اخباروں میں ان کے پٹنے کی خبر آرہی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ ایک پولیس مین وردی میں نہ ہو اور کسی کمرہ میں بیٹھا ہو اور کسی نے دریافت کیا کہ کیا اس کمرے میں سپاہی ہے، وہ دیکھ کر کہہ دے کہ نہیں ہے، وہاں سپاہی نہیں ہے تو یہ نفی جس طرح صحیح ہے اسی طرح آج مسلمانوں نے اپنی ظاہری وضع قطع غیر اسلامی کر لی ہے۔ تو دراصل مسلمان ہوتے ہوئے بھی اس کی نفی صحیح ہوگی۔ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ میں کفر کی جو وعید ہے اس مثال سے اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ جو بے نمازی ہے گویا کہ وہ غیر مسلموں جیسی حیثیت میں ہے، کافروں جیسا کام کر رہا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۱)

ارشاد فرمایا کہ اگر امام صاحب نماز کے وقت اپنے حجرے سے محراب مسجد کی طرف اپنے کپڑے اُتارے ہوئے آویں تو آپ آنے دیں گے؟ یہ سمجھیں گے کہ عقل میں فتور آ گیا ہے۔ حالانکہ امام صاحب کہہ رہے ہیں بھائی

ہم کو نماز پڑھانے دو۔ مجھے نماز کے مسائل اور سورتیں یاد ہیں، میرا باطن بالکل ٹھیک ہے، صرف ظاہری خرابی سے آپ لوگ کیوں گھبرا گئے۔ آپ اُن کی ایک بات نہ سنیں گے۔ اور سیدھے مسجد سے نکال کر دماغ کے ڈاکٹر کے پاس یا پاگل خانے لے جائیں گے۔ کیوں بھائی ظاہر کی خرابی سے آپ کو باطن کی خرابی پر یقین آ گیا اور دین کے معاملہ میں ہماری ظاہری وضع قطع، ظاہری صورت حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہو تو یہاں ہماری باطنی خرابی اور ایمان کی خرابی پر یقین کیوں نہیں آتا اور اسکی اصلاح کی فکر کیوں نہیں ہوتی۔ ایسے شخص کو دین کے ڈاکٹروں یعنی اولیاء و مشائخ عظام کے پاس کیوں نہیں لے جاتے؟ (مجالس ابرار صفحہ ۸۶)

ارشاد فرمایا کہ ظاہری وضع قطع صلحاء کی طرح رکھنا باطن کی حفاظت کا تالا ہے۔ جس طرح دکان کے اندر مال ہو اور باہر دروازہ میں تالا نہ ہو تو چور حملہ کرتا ہے اور اندر کے مال کی خیر نہیں۔ اسی طرح ظاہری وضع قطع اگر صالحین کی نہ ہوگی تو باطن کی صلاحیت کی خیر نہیں۔ فاسقوں کی مشابہت اور صورت سے فسق کی حقیقت بھی اُتر جائے گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۱)

ارشاد فرمایا کہ صالحین کی وردی و لباس میں محبوبیت ہے۔ جس طرح پوسٹ مین کی وردی میں محبوبیت ہے اور پولیس مین کی وردی میں نہیں۔ میں پیرس گیا، انگریز نے سب کی تلاشی لی اور میں طالب علموں کی وضع میں تھا، ہماری تلاشی نہ لی اور ادب سے کہا تشریف لے جائیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۱)

ارشاد فرمایا کہ دینی اساتذۂ کرام کا لباس صلحاء کا ضرور ہونا چاہیے تا کہ عوام سے امتیاز ہو۔ پولیس کے سپاہی اور پولیس کے افسروں کی وردی میں فرق ہوتا ہے۔ ہمارے ایک ماسٹر صاحب جو عالم نہیں ہیں ایک عالم صاحب کے ساتھ سفر کر رہے تھے، عالم صاحب صلحاء کی وضع و لباس میں نہ تھے، عوام

ماسٹر صاحب سے مصافحہ کرتے رہے۔ کیونکہ یہ صلحاء کی وضع میں تھے اور عالم صاحب کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ ایس پی وردی میں نہ ہو اور پولیس کا سپاہی وردی میں ہو تو کس کی وقعت ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۱)

ارشاد فرمایا کہ صالحین کی وضع قطع کی نقل میں بھی بہت برکت ہے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وضع قطع بنائی، یہ مشابہت اُن کی ہدایت کا سبب بن گئی۔ حق تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ سب کو ایمان عطا ہو گیا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متشبّہ بالصّوفی کی بھی قدر کرو۔ کیونکہ صوفیوں کے لباس کی نقل دلیل ہے کہ اس کے دل میں صوفیوں کی محبت یا عظمت ہے۔ ہمیشہ نقل کے سبب دو ہوتے ہیں یا تو جس کی نقل کرتا ہے اس کی محبت ہوگی یا عظمت ہوگی۔ پس جو لوگ صالحین کی وضع قطع ترک کر کے اہل مغرب کی وضع قطع کی نقل کرتے ہیں یا تو ان کے دلوں میں اُن کی محبت ہے یا عظمت اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ظالموں کی طرف میلان نہ ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۱۸)

ارشاد فرمایا کہ لباس صلحاء کا اختیار کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہے گا۔ ایک شخص آزاد طبع تھا جب مرنے لگا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ میری داڑھی پر آٹا چھڑک دو، جب قبر میں سوال ہوا کہ یہ آٹا کیوں چھڑک رکھا ہے، جواب دیا کہ سنا ہے آپ بوڑھوں پر رحم فرما دیتے ہیں۔ میں بوڑھا تو نہیں مرا ہوں مگر بوڑھوں کی شکل آٹا چھڑک کر بنا لایا ہوں اسی پر رحم فرما دیا۔

رحمت حق بہانہ می جوید
رحمت حق بہا نمی جوید

(مجالس ابرار صفحہ ۴۱۹)

ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک جگہ ظاہر کی اصلاح پر بہت تاکید کی تو

ایک صاحب نے کہا کہ اگر باطن ٹھیک ہو تو ظاہری وضع قطع یعنی داڑھی وغیرہ کے اوپر سختی کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تاجر ہیں آپ اپنی دکان کا سائن بورڈ اُلٹ کر لگا دیجئے۔ تو کہنے لگے لوگ مجھے پاگل کہیں گے اور دماغی توازن کے خراب ہونے پر دلیل قائم کرلیں گے۔ تو میں نے کہا کہ اس وقت سائن بورڈ کا باطن تو ٹھیک ہوگا صرف ظاہر خراب ہوگا۔ تو آپ نے کیوں پاگل ہونے اور دماغی توازن کی خرابی کا سرٹیفکیٹ خود ہی دے دیا تو کہنے لگا مولانا اب سمجھ میں بات آگئی۔ بعض وقت مثالوں سے بات خوب سمجھ آجاتی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۳۴)

ارشاد فرمایا کہ امت نے جب سے ظاہری وضع قطع اور ظاہری اسلامی وردی سے غفلت کی، اس کی جو ہیبت غیر مسلمین پر تھی ختم ہوگئی، بیت المقدس نکل گیا اور مصر کی کیا حالت ہوئی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۵)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے مناسب حکم دیا ہے مردوں کو خاص درجہ عطا فرمایا ہے، اگر عورت مرد کی وضع اختیار کرے تو غلطی کی بات ہے ایسے ہی مرد کو عورت کی وضع اختیار کرنا منع ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّجُلُ يَلْبِسُ بَسَةَ الْمَرْاَةِ وَالْمَرْاَةُ تَلْبِسُ بَسَةَ الرَّجُلِ ﴾ (ابوداؤد، جلد نمبر۲، صفحہ:۵۶۶)

''لعنت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر جو عورت کی وضع قطع اختیار کرے اور لعنت کی ہے اس عورت پر جو مرد کی وضع قطع اختیار کرے۔''

جیسے کہ پولیس والوں کو ڈاک خانہ والوں کی وردی اختیار کرنا جرم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ڈاک خانہ والوں کو پولیس کی وردی اختیار کرنا خلاف قانون اور قابل مؤاخذہ ہے۔ اس لیے حکومت نے سب کی وردی کو الگ الگ کر رکھا ہے،

ایسے ہی شریعت نے مرد اور عورت کی وضع قطع کو الگ الگ متعین کیا ہے۔ لٰہذ ایک دوسرے کی مشابہت جرم ہے۔ اسی طرح مرد کا پردہ میں رہنا مردانگی کے خلاف ہے اور عورت کا بے پردگی کے ساتھ رہنا عورت ہونے کے خلاف ہے۔

(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ صلحائے امت اور دین کے خدام کی وضع قطع کی نقل کرنا اور ان کی مشابہت اختیار کرنا مقصود ہے کیونکہ صلحاء کی مشابہت کا قصد یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کے متوجہ ہونے کا ذریعہ بنتا ہے۔ جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ﴿ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ﴾ (مشکوٰۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۲۶)

''انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔''

انسان کے دل میں جس کی عظمت و محبت ہوتی ہے اس کی وضع قطع کو اختیار کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ ایک حقیقت اور اس کا مشاہدہ بھی ہے کہ انسان جس کی وضع قطع اور شکل و صورت کی نقل کرتا ہے ہلکے ہلکے اس کی حقیقت بھی اس کے اندر آجاتی ہے۔ اسی لیے فساق و فجار کی مشابہت اختیار کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

﴿ لَا یَاْکُلَنَّ اَحَدُکُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا یَشْرَبَنَّ بِهَا ﴾ (مشکوٰۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۶۳)

''تم میں سے کوئی شخص ہرگز بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پیے'' کتنی شدت کے ساتھ اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی وجہ بھی بتلائی گئی ہے

﴿ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِهٖ وَیَشْرَبُ بِهَا ﴾ (مشکوٰۃ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۶۳)

''اس لیے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے''

تو الٹے ہاتھ سے کھانا، پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ اس کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص بظاہر کھانے پینے میں اس کے طور و طریقہ کی نقل کرے گا تو اس کی وجہ سے اس میں اس کے اثرات پیدا ہونگے۔ چنانچہ ایسے لوگوں میں

شیطنت کا اثر مشاہدہ میں آتا ہے۔ یعنی عُجب، خود پسندی، اپنی فہم پر اعتماد، اپنے بڑوں کی عیب جوئی یہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ اسی کا اثر ہے۔ اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ فِیْهِ اَنَّهُ یَنْبَغِیْ اِجْتِنَابُ الْاَفْعَالِ الَّتِیْ تَشَبَّهُ اَفْعَالُ الشَّیٰطِیْنِ ﴾

(مرقات جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۶۳)

''اس میں یہ تعلیم ہے کہ جو افعال شیطانی افعال کے مشابہ ہیں ان سے بچنا چاہیے''۔ تو جب شیطانی طور طریقہ اختیار کرنے سے شیطنت پیدا ہوتی ہے تو اہل اللہ اور صلحاء کی مشابہت اختیار کرنے سے کیا ان کی صفات پیدا نہیں ہونگی؟ یقیناً پیدا ہونگی اور یہ مطلوب بھی ہے، چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷۵)

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔''

(خصائص مومن صفحہ ۸ تا ۱۰)

داڑھی کی اہمیت

کھل رہا ہے جس کے چہرے پر بھی سنت کا گلاب
دیکھنے میں کس قدر ہے خوب صورت کا گلاب
(تائبؔ)

ارشاد فرمایا کہ داڑھی اسلامی وردی اور اسلامی وضع قطع میں سے ہے، ضروریات میں سے ہے، داڑھی کہتے ہیں ان بالوں کو جو رخسار اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں:

﴿ اَللِّحْيَةُ اِسْمٌ لِجَمْعٍ مِنَ الشَّعْرِ مَانَبَتَ عَلَى الْخَدَّيْنِ وَالذَّقْنِ ﴾
(مجمع بحار الانوار صفحہ ۴/۴۷۸)

''داڑھی اُن بالوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں''۔ داڑھی داڑھ سے شروع ہوتی ہے، عربی میں لَحْی اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت ہوتے ہیں:

﴿ اَللُّحٰى الْعِظَامُ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْاَسْنَانِ ﴾ (المغرب ۲/۱۶۸)

''وہ ہڈی جس پر دانت نکلتے ہیں''۔ چونکہ داڑھی اس ہڈی پر نکلتی ہے جس کی وجہ سے اس کو داڑھی کہتے ہیں داڑھی کا حکم یہیں سے ہوگا کہ کنپٹی کے نیچے جو ہڈی اُبھری ہوئی ہے وہاں سے داڑھی شروع ہوتی ہے، اس ہڈی پر جو بال ہیں ان کو کٹوانا یا منڈوانا جائز نہیں اس کے لیے حکم ہے کہ اس کو بڑھاؤ:

﴿ وَفِرُوْا اللُّحٰى ﴾ (بخاری ۲/۸۷۵) داڑھیاں خوب بڑھاؤ۔

یہ سرکاری سبزہ ہے اس میں کچھ کمی نہ کرے اس کو بڑھنے دو، لیکن اس کی بھی ایک حد ہے، جب اس حد پر پہنچ جائے تو اس کے بعد قینچی اس پر چل سکتی ہے، شریعت نے ہر ایک کی حد مقرر کی ہے، اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ میں نے بمبئی کے اندر جب یہ بات بیان کی تو ایک صاحب نے کہا۔ حدیث کے اندر آیا ہے

کہ داڑھی بڑھاؤ، آپ نے ایک مٹھی کی حد کہاں سے مقرر کردی، اُن صاحب کو جب میں نے دیکھا تو اُن کی داڑھی ناف سے نیچے تھی، بنگلور میں ایک صاحب ملے، اُن کی داڑھی گھٹنوں تک تھی، تو میں نے اُن سے کہا کہ ہاں! حد ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ حدیث میں آتا ہے۔

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَأْخُذُ مِنْ عَرْضِھَا وَطُوْلِھَا﴾

(ترمذی ۲/۱۰۰)

''رسول اللہ ﷺ داڑھی مبارک کے طول وعرض سے بال لیا کرتے تھے''۔
اب یہ طول وعرض سے کتنا لیتے تھے؟ کتنا کاٹتے تھے؟۔ یہ کون بتلائے گا؟، یہ کیسے معلوم ہوگا؟، ظاہر ہے کہ اس کو وہی حضرات بتلا سکتے ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کے ارشادات کو سنا ہو، آپ کے عمل کو دیکھا ہو اور وہ ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ان سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ شرعی داڑھی کی مقدار کیا ہے۔ کیونکہ ان کی داڑھی اسی کے موافق تھی اور دوسروں کو بھی اتنی ہی مقدار رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

﴿خُذُوْا مَاتَحْتَ الْقُبْضَةِ﴾ (غنیۃ الطالبین ۱/۱۴)

''مشت سے زائد جو بال ہیں ان کو کاٹو''۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معمول داڑھی کے سلسلہ میں یہی تھا:

﴿اِنَّہُ کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ ثُمَّ یَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ﴾

(فتح القدیر۔۲/۲۷۰)

''اپنی داڑھی کو مٹھی میں بھر لیتے تھے پھر اس مٹھی سے نچلا حصہ کاٹ دیتے تھے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا:

﴿ کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَیَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ﴾

(فتح القدیر۔۲/۲۷۰)

''وہ داڑھی کو مٹھی میں لے کر جو اس سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے تھے'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشاد اور ان کے عمل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ حضرات ایک مٹھی سے زائد بال کاٹتے تھے، تو یہ داڑھی کی حد ہوگئی۔ کبھی تو کہیں حد کی تعیین فعل سے ہوتی ہے اور کہیں قول سے ہوتی ہے۔ بہر حال داڑھی بڑھانے کی حد اور اس کی شرعی مقدار معین ہوگئی۔ اسی لیے علماء لکھتے ہیں کہ واجبات میں سے ہے داڑھی، شرعی داڑھی رکھنا واجبات میں سے ہے، جتنا ضروری وتر کی نماز ہے، جتنا ضروری عیدین کی نماز ہے، اتنا ہی ضروری شرعی داڑھی رکھنا ہے، جتنا ضروری قربانی کرنا ہے اتنا ہی ضروری شرعی داڑھی رکھنا ہے، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج و ہنود است، وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است۔''

''داڑھی منڈانا حرام ہے یہ انگریزوں اور اہل ہنود کا طریقہ ہے اور ایک مشت کے بقدر داڑھی رکھنا واجب ہے''۔ (اصول الفلاح صفحہ ۱۲ تا ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ داڑھی کیا ہے؟ داڑھی داڑھ سے شروع ہوتی ہے، دائیں بائیں اور سامنے ہر طرف بال ہوں، کتنے لمبے ہوں؟ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اتنی بڑی تھی کہ کَانَ یَتَخَلَّلُ لِحیَتَہٗ اتنی بڑی تھی کہ خلال کرتے تھے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۵)

اسی لیے حکم ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے ۔۔۔۔۔

حاصل یہ ہے کہ عامہ کتب اس پر شاہد ہیں کہ قدرِ مسنون قدرِ واجب داڑھی میں مقدار ایک مشت ہے جب ایک مشت سے زائد ہو جائے تو کتر والے۔ اس سے پہلے کتروائے گا تو گنہگار ہوگا۔ ۔۔۔۔۔ لیکن داڑھی کا کٹانا جب کہ وہ مقدار قبضہ سے کم ہو جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور مخنث قسم کے انسان یہ حرکت کرتے ہیں تو اس کو کسی نے بھی مباح نہیں قرار دیا۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ داڑھی کو بڑھاؤ۔ آج امت اس کے برعکس مونچھوں کو بڑھاتی ہے اور داڑھی کو کٹاتی ہے آپ ﷺ نے ہمیشہ ایک مشت اپنی مٹھی سے پکڑ کر زائد کو قطع فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں حجام کی مٹھی معتبر نہیں، اپنی مٹھی سے پکڑ کر زائد کو قطع کرنا جائز ہے اور داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی اسی طرح واجب ہے۔ فقہانے داڑھی کترانے اور منڈانے کو حرام لکھا ہے۔ جس طرح عید بقرعید کی نماز واجب ہے، جس طرح نماز وتر واجب ہے، جس طرح قربانی واجب ہے اتنا ہی ضروری داڑھی رکھنا بھی ہے اور داڑھی شعائر اسلام سے ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک مجمع میں پولیس افسر ایس پی وردی کے بغیر موجود ہے کوئی ہیبت نہیں۔ ایک سپاہی وردی میں آتا ہے، سب ڈر گئے، خدا خیر کرے، سب اس کی طرف دیکھنے لگے، اس نے کہا کوئی بات نہیں، سب امن ہے، ہمارے افسر ایس پی بھی یہاں موجود ہیں، لیجئے، یہ اثر وردی میں ہوتا ہے۔ امت نے جب سے اپنی وردی اتار دی کافروں کے دلوں میں رعب نہ رہا، جہاں دیکھو اخباروں میں ان کے پٹنے کی خبر آرہی ہے، میں نے ایک مرتبہ سفر حج میں بحری جہاز کے اندر داڑھی پر بیان کیا۔ الحمد للہ بہت سے لوگوں نے داڑھی رکھ لی۔۔۔۔۔ بعض لوگوں کو صحیح علم نہ ہونے سے اس کی اہمیت نہیں ہوتی، وہ فوراً تائب ہو جاتے ہیں اور داڑھی رکھ لیتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ بعض حضرات داڑھی کو نیک کام اور سنت یعنی اچھا تو سمجھتے ہیں ضروری نہیں سمجھتے، اسی لیے حج کر کے منیٰ ہی میں داڑھی منڈا کر وہیں حج کو دفن کر دیتے ہیں۔ حضرات داڑھی رکھنا اتنا ہی واجب ہے جتنی وتر کی نماز واجب ہے، قربانی واجب ہے، عید و بقرعید واجب ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک چیز اور بھی قابل توجہ ہے وہ ہے شرعی داڑھی کہ لوگ اس کو اچھا تو سمجھتے ہیں مگر ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ اتنی مہتم بالشان چیز ہے کہ جتنا ضروری وتر کی نماز ہے، جتنا ضروری عیدالاضحیٰ کی نماز ہے، عید الفطر کی نماز ہے اتنا ہی ضروری شرعی داڑھی بھی ہے اور واجب ہے، احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَوَفِّرُوا للُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ﴾ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۷۵)

''مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور مونچھوں کے بال کاٹ کر کم کرو''۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًا اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ ''میرا ہر امتی قابل عفو و معافی ہے سوائے ان لوگوں کے جو اعلانیہ دکھلا کر گناہ کرتے ہیں''

بھائیو! داڑھی منڈانا اعلانیہ گناہ ہے۔۔۔۔۔اور بعض گناہ تو تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اتنی دیر کا گناہ لکھ لیا جاتا ہے اور داڑھی منڈانے والا تو ہر وقت مجرم ہے۔ سو رہا ہے پھر بھی گناہ لکھا جا رہا ہے، ۲۴ گھنٹے گنہ گار رہے حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر گناہ سے ہماری اور امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے آمین۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۰)

ارشاد فرمایا کہ جب صورت شکل میں کسی غیر کی اتباع کی جاتی ہے تو اس کی دو وجوہ ہیں، محبت یا عظمت، پس حضور ﷺ جیسی صورت (شرعی داڑھی) نہ بنانا علامت ہے کہ محبت یا عظمت غیر قوموں کی دلوں پر چھا گئی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۵۶)

ارشاد فرمایا کہ سکھ بھنگی بھی داڑھی رکھ کر ہمارے صالحین کی نقل سے سردار کہلاتے ہیں اور ہم وضع صلحاء کی چھوڑ کر سرِ دار ہو رہے ہیں۔ داڑھی منڈانا یا کترانا دراصل یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی

داڑھی کی وضع کو گھٹیا سمجھا اور انگریزوں کے چہروں کو بڑھیا سمجھا۔ ایمان کی خیر منایئے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۸۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک بات بتلاؤ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ہم کو محبت ہے، اگر خواب میں ان کی زیارت ہو تو چہرہ کیسا ہوگا؟ استرہ چلا ہوا یا مشین چلا ہوا؟ خود سوچو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کی زیارت ہو، پھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہو تو ان حضرات کا کیسا چہرہ ہوگا اور ہم کس کی نقل کر رہے ہیں۔

(تعلیم السنہ صفحہ ۱۷۔۱۸)

ارشاد فرمایا کہ داڑھی ایک مشت کی مقدار ہر طرف سے طول وعرض میں رکھیے، اس سے بڑھ جائے تو بے شک کترانا جائز ہے، مگر یہ مٹھی ہر شخص کی اپنی مراد ہے، حجام کی مراد نہیں۔ دیکھئے بے داڑھی والے کو امام بنانا بھی جائز نہیں، اسی طرح اس کو مؤذن بنانا بھی جائز نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۸۸)

ارشاد فرمایا کہ کوئی رات کی رانی کی قلم لگائے اور ملیح آباد سے دُسہری کے آم کی قلم لگائے اور ایک ماہ دو ماہ کے بعد اس پر قینچی چلاتا جائے تو کیا اس کے فوائد حاصل ہوں گے؟ اسی طرح شرعی داڑھی نہ ہونے سے اس کے جو فوائد ہیں وہ چلے جائیں گے، اس کی محبوبیت چلی جائے گی۔ عظمت چلی جائے گی، اسی کو ایک بزرگ نے کہا ہے۔

اتباعِ غیر مسلم سے بس اب بیزار ہو
آشنائے یار ہو، بے گانہ اغیار ہو

(تعلیم السنہ صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میرے لڑکے نے داڑھی رکھی تھی پھر منڈا دی۔ میں نے اس وجہ سے اس سے بولنا چھوڑ دیا ہے،

میں نے کہا کہ آپ ماجور ہوں گے اور جو حضرات ترک نہیں کرتے وہ اس مصلحت کو سامنے رکھتے ہیں کہ کہیں اور زیادہ نہ خراب ہو جائے پس یہ لوگ بھی معذور ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۲)

ارشاد فرمایا کہ میونسپلٹی کے باغ سے پھول توڑنا ممنوع ہوتا ہے، حکام اس کا انتظام کرتے ہیں، پس چہرہ پر داڑھی یہ باغ ہے حضور ﷺ کا، یہ سرکاری سبزہ ہے۔ اس کو کٹانا کیسے جائز ہوگا۔ سفر حج میں بعض لوگوں کو اشراق اور اوّابین اور تہجّد کا پابند پایا بلکہ مجھ سے ایک گھنٹہ قبل ہی عبادت میں مشغول رہتے اور مجھے رشک آتا لیکن داڑھی منڈانے سے باز نہ رہتے جو واجب ہے۔ نوافل کا تو اس قدر اہتمام اور واجب کے ساتھ یہ معاملہ۔ سمجھانے سے بہت سے لوگوں نے داڑھی رکھ لی کیونکہ علمی غلطی میں مبتلا تھے، داڑھی کو صرف سنّت سمجھتے تھے۔ جب اس کا واجب ہونا بتایا گیا تو آنکھیں کھل گئیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۲-۴۷۳)

ارشاد فرمایا کہ جس درخت سے پتے گرنے لگیں تو درخت کے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے اس میں کھاد پانی ڈالتے ہیں پس جن کے چہروں سے محمدی باغ کے سرکاری سبزہ میں کمی آرہی ہو اور اس سرکاری درخت کے پتے جھڑ رہے ہوں فوراً دین کے ڈاکٹروں یعنی اللہ والوں سے رجوع کیا جائے۔ وہ اس کی دوا اور غذا تجویز کر دیں گے اور دعا بھی کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر آپ کے چہرہ پر کچھ اور ہی رونق اور باغ محمدی کے سبزے نظر آئیں گے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۹۰-۹۱)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے ایک صاحب سے ترغیباً فرمایا کہ دو بھائی حقیقی سامنے لاؤ۔ ایک کے چہرہ پر داڑھی ہو اور دوسرے کی منڈی ہوئی ہو پھر دیکھو کہ کون خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۱)

ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! خود سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص شرعی داڑھی نہیں رکھتا اُسے امام نہیں بنا سکتے، مؤذن نہیں بنا سکتے، اقامت کہنے کی اجازت نہیں ہے، موٹی سی بات ہے کہ کلکٹر صاحب کے چپراسی کے لیے شرائط ہوں، منصب صاحب کے چپراسی کے لیے شرائط ہوں اور اللہ تعالیٰ کے چپراسی کے لیے شرائط نہیں، اللہ کے دربار میں حاضر ہو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جگہ پر کھڑا ہو اور ان جیسی صورت نہ ہو، کیا حال ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہو اور اُن کی صورت کی نقل نہ کرے۔ ایسے شخص کو کیسے ان کی جگہ پر کھڑا کر دیا جائے؟ کیا حال ہے؟ ذرا سوچو تو کدھر جا رہے ہو، کیا حال ہو رہا ہے، بہت سے لوگ داڑھی رکھتے ہیں۔ سامنے سے ایک مٹھی رکھتے ہیں اور اِدھر اُدھر سے کم رکھتے ہیں، یہ کم علمی کی بات ہے بلکہ جس طرح سامنے سے ایک مشت ہونا ضروری ہے اسی طرح اِدھر اُدھر سے بھی ایک مشت ہونا ضروری ہے اس لیے داڑھی داڑھ سے ناپے اور وہ بھی اپنی مٹھی ہونا ضروری ہے، نائی کی نہ ہونا چاہیے۔ کوئی نائی چھوٹا ہو، پستہ قد ہو تو داڑھی بھی چھوٹی ہو جائے گی۔ اس لیے بتایا کہ یہ واجبات میں سے ہے، وردی سے اس کا بھی تعلق ہے، آج امت مسلمہ کے اکثر افراد اس سے غافل ہیں۔ اس کی اہمیت سے غافل ہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ دلائی ہے، اس کو بتلایا گیا ہے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۱۵-۱۶)

ارشاد فرمایا کہ ایک واقعہ داڑھی کا یاد آ گیا اس کو سنا دوں، بہت عرصہ ہوا "صدق" اخبار کے اندر نکلا تھا کہ سکھ برادری کے ایک سردار صاحب امریکہ جا کر وہاں کے باشندے ہو گئے تھے، ان کے لڑکے پڑھ پڑھا کر بڑے ہو گئے، جب اس قابل ہو گئے کہ کسی محکمہ میں ملازمت کر سکیں تو انہوں نے فوج کی ملازمت کے لیے درخواست دی، تو جب افسر کے سامنے حاضر ہوئے تو بڑے بال سر پر، بڑی داڑھی چہرہ پر، تو افسر نے کہا کہ پہلے داڑھی صاف کراؤ،

بال صاف کراؤ، پھر درخواست پیش کرنا۔ بغیر اس کے درخواست منظور نہیں کی جائے گی۔ اب سنیے، اس کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ درخواست دیتا ہے صدر امریکہ کو کہ میں یہاں کا باشندہ ہوں، جی چاہتا ہے کہ ملک کی خدمت انجام دوں فوج میں رہ کر، فوج میں ملازمت کی درخواست دی، وہاں سے نامنظور ہوگئی اور مجھ کو اپنی مذہبی وضع چھوڑنا گوارہ نہیں ہے اور اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوں کہ فوج کی ملازمت کو چھوڑوں، لہٰذا مجھ کو فوج کی خدمت کی اجازت دی جائے اسی مذہبی حالت میں رہتے ہوئے۔ سر کے بال بھی یوں ہی رہیں اور داڑھی بھی یوں ہی رہے۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ اگر مذہب کی پابندی کرنا ہے تو فوج کی ملازمت کو چھوڑو، یا یہ کہ فوج کی ملازمت کرنا ہے تو مذہب کو چھوڑو، مگر نہیں، جذبہ ہے، ہمت ہے، خدمت بھی کرنا چاہتا ہے فوج کی، اس کا حاصل یہ ہوا کہ وہ امریکہ کے صدر سے یہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے قانون سے مجھے مستثنیٰ کرو کہ مذہبی وضع میں رہتے ہوئے خدمت کا موقع ملنا چاہیے، ایک بیچارہ ہندوستان کا آدمی جو کہ وہاں جا کے وہاں کا باشندہ ہوگیا وہ صدر امریکہ کو اس طرح کی درخواست کرتا ہے، جو کہ قابل تعریف ہے، بات یہ ہے کہ جو ہمت کرتا ہے تو اس کی مدد اُوپر سے ہوتی ہے، چنانچہ صدر نے اس کی درخواست منظور کر کے اس کو مستثنیٰ کر دیا، اس وقت گیارہ لاکھ فوج تھی اس کے اندر داڑھی والا یہ تنہا ایک آدمی تھا۔ (اصول الفلاح صفحہ ۱۶۔۱۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں داڑھی کی اہمیت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اے زائرِ حرم۔۔۔۔۔!

ارشاد فرمایا کہ قابل غور بات یہ ہے کہ ہم لوگوں کی حرم شریف میں جو حاضری ہوئی وہ حج جیسی عبادت کے لیے ہوئی ہے۔ اس سے کتنا شرف حاصل ہوتا ہے کتنا اعزاز ملتا ہے۔ یوں تو ہر عبادت کے خاص فائدے اور منافع ہیں۔ ہر طاعت کا بڑا اجر وثواب ہے۔ لیکن حج ایسی عبادت ہے کہ اس سے جو شرف ملتا ہے وہ کسی اور عمل سے نہیں ہوتا۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ جب حج کر کے آدمی لوٹتا ہے تو وہ اب ایسا ہو گیا گویا کہ آج ہی اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ سارے گناہ اس کے مٹ جاتے ہیں، معاف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا گیا ”اللہ کے لیے جو حج کرے اور بدزبانی و نافرمانی نہ کرے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو کر لوٹے گا جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے جنا ہے“۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ یہاں کی حاضری کی برکت سے اپنی کمیوں کا احساس ہوا ہے۔ اصلاح کی فکر ہوئی۔ یہ بھی قابل شکر بات ہے۔ ٹی بی کا مریض ہوتا ہے، وہ دوا اور پرہیز کے ساتھ ساتھ اگر پہاڑ پر چلا جائے تو وہاں کی آب و ہوا سے جلدی فائدہ ہوتا ہے۔ پہلے اس کا مرض چلا جائے گا، پھر اس کو صحت ہو گی۔ ایسے ہی برسوں سے جو غلط عادات پڑی ہوئی تھیں یہاں کی برکت سے ان کی اصلاح کی فکر اور سنت پر عمل کا ارادہ ہو جاتا ہے۔ یہ صلاحیت کی بات ہے۔ یہ جذبہ قابل غور ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۱۔۳۲)

ارشاد فرمایا کہ لوگ حرم شریف سے بہت سے تحفے لے جاتے ہیں۔ کھجور، زم زم، مصلّے نا معلوم کیا کیا۔ لیکن یہاں کا حقیقی تحفہ دین اور دینی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق وقرب کا حصول ہے۔ کس قدر دین سیکھا، کتنا یقین بنایا

اصل میں یہ چیزیں احباب کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۳)

ارشاد فرمایا کہ احرام میں تلبیہ کی کثرت کرنی چاہیے۔ اس سے بہت لوگ غافل ہیں، کسی سے ملاقات ہو تو تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ کسی کو رخصت کرتے وقت تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ سواری پر چڑھتے وقت، اُترتے وقت اسی طرح بلندی پر چڑھتے وقت، پستی میں اُترتے وقت تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ فرض اور نفل نمازوں کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ ایام تشریق میں پہلے تکبیر کہے پھر تلبیہ، ویسے چلتے پھرتے تلبیہ کی کثرت رکھے۔ ہلکی آواز سے کہے۔ یہ جو طریقہ ہے آواز میں آواز ملا کر اجتماعی کہنے کا، یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلام میں ہر وقت کی ادعیہ واذکار منقول ہیں۔ لیکن احرام میں ہر حال میں اور ہر تغیّر کے وقت تلبیہ کا اہتمام ہونا چاہیے۔ یہ عاشقانہ لباس ہے۔ جب صورت عاشقوں کی ہے تو کام بھی عاشقوں کا کرے۔ ہر وقت یہی رٹ لگاتا پھرے کہ حاضر ہوں۔ مولا خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ دسویں تاریخ کی رمی تک حج کے احرام کا تلبیہ جاری رکھنا چاہیے۔

(تحفۃ الحرم صفحہ ۶۔۷)

ارشاد فرمایا کہ دیکھو بھئی یہ جگہ (حرمین شریفین) امتحان کی جگہ ہے۔ اچھے اچھے پابند لوگ جن کی کبھی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوتی تھی۔ صف اول بھی چھوٹتی نہیں تھی۔ یہاں مسجد حرام پہنچنے پر ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں اللہ کے بندے اس سے پہلے پہنچ چکے ہیں۔ اب ان میں سے کسی کو دسویں، کسی کو بیسویں کسی کو پچاسویں صف میں جگہ مل رہی ہے۔ یہاں آکر پتہ چلتا ہے کہ ہم سے بڑے بڑے عاشق موجود ہیں۔ جو ہم سے بہت پہلے پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں صف اول پانے کے لیے پرانی فکر کافی نہیں، مزید فکر کرنی پڑے گی۔ خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ ان عاشقوں کو دیکھ کر اپنے عشق کی کمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہر حال ان کو دیکھ کے سبق حاصل کرو اور ان عاشقوں کے طفیل سے دعائیں مانگ

لو۔کون بندہ اللہ کا کس قدر مقرّب ہے اور اس کا کیا مقام ہے کیا معلوم۔اس لیے یوں کہا کرو کہ اے اللہ تیرے ان عاشق بندوں کے طفیل ہمارے اور ہمارے متعلقین کے جملہ مقاصد حسنہ کی تکمیل فرما۔(تحفۃ الحرم صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ حرمین میں تلاوت قرآن پاک کا بھی خاص اہتمام رکھیے۔مکہ شریف میں کلمہ طیّبہ کی کثرت اور مدینہ طیّبہ میں درود شریف کی کثرت رکھیں اسی طرح راستہ میں بھی یہی معمول رہے۔(معین الحجاج صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ مدینہ شریف کے راستہ میں درود شریف کی کثرت رکھے۔مدینہ شریف کے قریب پہنچنے پر ذوق وشوق پیدا کرلے اگر ہو سکے تو سواری سے اتر جائے اور ننگے پاؤں روتا ہوا چلے۔جس قدر تعظیم ممکن ہو،کرتا ہوا چلے۔مدینہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرلے ورنہ باوضو داخل ہو۔(معین الحجاج صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ حرم مدینہ میں کثرت تلاوت کے ساتھ کثرت درود شریف کا اہتمام رکھیں اور کم از کم ۷ مرتبہ صبح وشام صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بھی پڑھ لیا کریں۔(معین الحجاج صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ زیارات کے مقام پر کسی جاننے والے کے ساتھ جانا چاہیے تاکہ اچھی طرح مقامات کی زیارت کر سکے۔ان مقامات کی تفصیل ''معلم الحجاج'' میں مسطور ہے۔بعد نماز فجر زیارات پر جائے تاکہ ظہر سے قبل واپس ہو جائے اور مسجد نبوی شریف کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو۔(معین الحجاج صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ سلام پڑھنے سے پہلے صدقہ کرنا بھی ضروری ہے۔ جہاں تک ہو سکے نماز کے اوقات کے علاوہ بھی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وقت گزارے۔(معین الحجاج صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ حرم شریف میں قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام

کیجئے ۔ اسی طرح ذکر اللہ کا اہتمام ہونا چاہیے ۔ یہاں حرم مکہ میں کلمہ طیّبہ کی کثرت رکھے نماز باجماعت حرم شریف میں ادا کرنے کی فکر کیجئے ۔ یہاں ایک نماز کا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔طواف کی کثرت رکھے۔ جس قدر ہو سکے طواف کرتے رہیے۔۔۔۔ایک دفعہ ایسے ہی حرم شریف میں بیٹھ کر آپس میں مذاکرہ ہو رہا تھا کہ کس نے آج کتنے طواف کیے۔ہم میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے ۲۹ طواف کیے۔ہم لوگوں کو بہت مسرّت ہوئی، ہم نے کہا آج تو آپ ہم سب میں اوّل نمبر رہے۔ایک اور صاحب پڑوس میں ہماری گفتگو سن رہے تھے۔انہوں نے فرمایا آپ لوگوں کے طواف کی تعداد سے ماشاء اللہ خوشی ہوئی۔لیکن کسی کو اپنی کثرت طواف پر عُجب نہ ہو۔اس لیے بتلاتا ہوں کہ مجھے الحمد للہ آج دن بھر میں ۵۲ طوافوں کی توفیق ملی ۔اس وقت ان کی عمر ۵۵ تا ۵۶ برس کی رہی ہوگی ۔ بہرحال آپ حضرات سے بھی یہی گزارش ہے کہ اوقات کی حفاظت کریں۔ملاقاتوں میں، بازاروں میں، خریداری میں، فضول باتوں میں اوقات ضائع نہ کریں۔یہاں اتنا پیسہ خرچ کر کے ملنے ملانے کے لیے تھوڑا ہی آئے ہیں۔ٹھیک ہے ساتھیوں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کرنا بھی ثواب ہے۔وہ بھی کرلیں لیکن اس میں وقت زیادہ صرف نہ کریں۔

(تحفۃ الحرم صفحہ ۷۔۸)

ارشاد فرمایا کہ حج مبرور وہ حج ہوتا ہے جس میں گناہوں سے حفاظت ہو۔اس لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے ۔مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ۔اس میں گناہ اور جھگڑوں سے بچنے والے کے لیے حج مبرور کی بشارت ہے۔اور جس کا حج مبرور ہوتا ہے وہ شخص اتنا ولی اور مقبول ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی ۔ گویا مستجاب الدّعوات بنا دیا جاتا ہے۔حد یہ ہے کہ اس سے اپنے لیے دعا کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔لیکن اتنا بڑا

مقام جو مل سکتا تھا، گناہوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے حج اپنا اگر مقبول و مبرور بنانا چاہتے ہیں تو ہر قسم کے گناہوں سے بچتے رہنا چاہیے۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ دیکھو بھائی رمی کے وقت جلد بازی مت کرو، ہر شخص جلد فارغ ہونے کی چکر میں رہتا ہے۔ اس میں بہت نقصان ہوتا ہے۔ خصوصاً مستورات ساتھ میں ہوں تو مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔ سب ساتھی مل کر جاویں۔ راستہ میں بھیڑ زیادہ ہو تو توقف کر لیں۔ ریلا آرہا ہو تو بازو ہو جاویں۔ بہت وقت رہتا ہے۔ بھیڑ کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ غروب کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔ اس لیے جلدی کے مارے اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ سوچ سمجھ کر احتیاط سے رمی کریں۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ بعض چیزیں خوشبو کی ہوتی ہیں ان کا استعمال بھی احرام میں درست نہیں ہے۔ جس طرح خالص خوشبو عطر وغیرہ کا استعمال حرام ہے۔ وہ چیزیں، خواہ برتنے کی ہوں یا کھانے پینے کی، خوشبو کا معیار یہ ہے کہ عقل سلیم اس کو خوشبو سمجھتی ہو۔ اس سے بچنا چاہیے۔ ورنہ بہت خسارہ ہوگا۔ بہت سے لوگ کافور کو، زیتون کو خوشبو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ بھی خوشبو ہے۔ بعضے لوگ حجر اسود پر خوشبو مل دیتے ہیں۔ بعض لوگ احرام میں ہوتے ہیں۔ وہ خوشبو اگر ان کو لگ جائے تو دم واجب ہو جاتا ہے۔ مسائل سیکھنے کی ضرورت ہے۔

(تحفۃ الحرم صفحہ ۱۷۔۱۸)

ارشاد فرمایا کہ دم دراصل سزا ہے اس بات کی کہ دین کا کام کرتے ہو مگر طریقہ نہیں سیکھتے۔ اتنا اہم عمل ہے اور سیکھے بغیر شروع کر دیا۔ اب خلاف حکم کیا ہے تو ناواقفی کا جرمانہ ادا کرو، اور دم لازم ہوتا ہے ترک واجب سے۔ ایک صاحب نے واجبات حج زبانی یاد کر لیے تھے۔ اتفاق سے وہ اپنے گروہ سے چھوٹ گئے۔ پانچ دن کے بعد جب ملے تو معلوم ہوا کہ واجبات یاد

رہنے کی وجہ سے کوئی ایسی غلطی نہیں کی جس سے دم واجب ہو۔ یہ فائدہ ہوتا ہے سیکھنے کا۔ آج لوگوں میں مسائل کی اہمیت نہیں رہی۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ احرام میں عورتوں کیلئے صرف ایک مجاہدہ ہے۔ وہ یہ کہ چہرہ نہ ڈھانکیں مگر بے پردگی بھی نہ کریں۔ اس کے علاوہ لباس معمول کا پہن سکتی ہیں۔ مگر یہ مجاہدہ بہت اہم ہے۔ اس کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ بے پردگی نہ ہونے پائے۔ اپنے آپ کو حتی المقدور مردوں سے علیحدہ رکھیں۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ حطیم میں داخل ہونے، ملتزم سے چمٹنے، حجر اسود کا بوسہ لینے وغیرہ میں خواہش و جذبات پر حکم کو مقدم رکھو۔ حکم یہ ہے کہ یہ سب اعمالِ فضیلت ہیں مگر کسی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔ حرام سے بچنے کی فکر کریں خواہ اس کے لیے یہ فضیلتیں چھوٹ جائیں۔ مستحبات سے کسی کو ضرر پہنچ رہا ہو تو وہ ممنوعات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۹۔۲۰)

ارشاد فرمایا کہ منٰی میں، عرفات میں، مزدلفہ میں دعاؤں کا خوب اہتمام کرو۔ خوب دعائیں مانگو۔ رو رو کر مانگو۔ رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بنا لو بچوں سے مانگنا سیکھو۔ کس طرح بار بار مانگتے ہیں آخر پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سائلین اور بھکاریوں سے سیکھو۔ کس طرح گڑگڑاتے ہیں اور کیسی حالت بنا کے مانگتے ہیں۔ ان کو مانگنا آ گیا ہے۔ اسی پر مطمئن ہیں ۔۔۔ انہیں مانگنے کا ڈھنگ آ گیا ہے۔ اسی پر اطمینان اور ناز ہے۔ حالانکہ بلا ضرورت بندوں سے مانگنا عیب ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے مانگنا تو عبدیت و بندگی ہے۔ بلکہ نہ مانگنا عیب ہے۔ اس لیے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو۔ عاجز مت ہو جاؤ۔ بس اپنا کام کرتے رہو۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اس پہ ہو کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر، یعنی صدا لگائے جا

بعض اکابر کے حالات میں ہے کہ عرفات میں زوال سے غروب تک مسلسل دعائیں کرتے رہے۔ بہت قیمتی وقت ہے اسے ضائع نہ کرو۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ حرم شریف کے قیام کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور اس سے خوب استفادہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایک اہم عمل نماز تہجد کا ہے۔ اس کی بھی پابندی کا اہتمام کریں۔ حدیث پاک میں اس کے بہت فضائل آئے ہیں۔۔۔۔۔ اس کی عادت ڈالنا چاہیے۔ کوشش کرنے سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ تھوڑی توجہ اور اہتمام سے کام لیں۔ انشاء اللہ یہ نعمت بھی مل جائے گی۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے یہاں کے اوقات کو مشغول رکھا جائے لایعنی اور لغو کاموں سے تو یوں بھی بچنا چاہیے نہ کہ حرم شریف میں اس کو کریں۔ ذرا سوچو تو سہی۔۔۔۔ جن لوگوں کو حرم شریف میں حاضری کا موقعہ ملا ہے ان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے دربار میں حاضری کے اسباب پیدا کر دیئے، جتنے دن بھی یہاں رہنے کا موقعہ مل جائے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے، یہاں کی برکات زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی فکر و کوشش کرنا چاہیے۔ طبعی تقاضے اور ضروریات تو ہر ایک کے ساتھ ہیں، اس سے تو بھائی کسی کو روکا نہیں جا سکتا ہے، ان کے لیے تو آدمی جاتا ہی ہے۔ پس بازار سے بقدرِ ضرورت تعلق رکھے، بازار تو یوں بھی ناپسندیدہ جگہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہے۔"

پھر یہاں آنے کے بعد تو معاملہ اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے، ظاہر بات ہے ضرورت بھر جیسے انسان بیت الخلا سے تعلق رکھتا ہے وہاں جاتا ہے تو زیادہ نہیں ٹھہرتا، اگر بیت الخلا میں زیادہ ٹھہرے تو بدبو سے اس کو ضرر ہوگا، لیکن کسی گناہ میں وہ مبتلا نہیں ہوگا اور بازار میں تو گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(فیض الحرم صفحہ ۲۸۔۲۹)

ارشاد فرمایا کہ حج کے اعمال سے فراغت کے بعد اپنی ضرورت اور پسند کی چیزیں خریدنے میں مضائقہ نہیں۔ نیت یادگار رکھنے کی اور وہاں کے حضرات سے تعاون کی بھی کر لے۔ تکبیر اولیٰ اور جماعت مسجد خریداری یا کسی کی ملاقات کی وجہ سے یا دعوت کی وجہ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ایسا معاملہ جائز نہیں ہے۔ (معین الحجاج صفحہ ۱۳)

ارشاد فرمایا کہ مکہ شریف میں عصر کے بعد یا مغرب سے قبل اکابر و صلحاء اور دینی مذاکرات کی مجلس میں شرکت کا اہتمام کریں اور مدینہ طیّبہ میں بھی۔ (معین الحجاج صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ کسی عمل کے بارے میں یہ حکم نہیں ہے کہ اس کے کرنے والے سے ملو اور دعا کراؤ، تم حافظ سے ملو، عالم سے ملو، روزہ دار سے ملو اور ان سے دعا کی درخواست کرو۔ وہ مستجاب الدّعوات ہے۔ اس کی دعا قبول ہوگی۔ یہ حکم کسی کے لیے نہیں ہے صرف حج کرنے والے حاجی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جب وہ حج کر کے آئے تو حکم ہے کہ اس کے گھر آنے سے پہلے پہلے اس سے ملاقات کرو تو دعا کی گزارش کرو۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ حج کے سلسلہ میں ایک اور بات کہا کرتا ہوں کہ مان لو کسی جگہ جانے کے تین راستے ہیں۔ ایک طویل ہے دوسرا مختصر ہے، تیسرا بہت ہی مختصر ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں جو بہت مختصر راستہ ہے اسی کو لوگ پسند کریں گے اور اختیار کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ اسی طرح ولی اللہ بننے اور اللہ کے قرب خاص کے بھی تین راستے ہیں۔ ایک طویل، دوسرا مختصر، تیسرا بہت ہی مختصر۔ طویل راستہ یہ کہ انسان فرائض و واجبات کی پابندی کرے، طاعات کا اہتمام کرے، سنن و مستحبات پر عمل کرتا رہے، گناہوں سے بچتا رہے، اس کے لیے مجاہدات کرتا رہے۔ ایک راستہ تو یہ ہے، لیکن یہ طویل

ہے۔ایک اس سے مختصر راستہ ہے، وہ رمضان شریف کے تیس روزے ہیں۔کوئی شخص قاعدہ سے ان کو رکھ لے ولی بن جائے گا۔۔۔۔ ایک اس سے بھی مختصر راستہ ہے وہ حج ہے۔پہلے لوگ پانی کے جہاز سے آتے تھے۔دس بارہ دن لگ جاتے تھے۔اب کتنی جلد آجاتے ہیں۔جو منزل دس بارہ دن میں طے ہوتی تھی وہ چند گھنٹوں میں طے ہوجاتی ہے۔لیکن پیسہ بھی زیادہ خرچ ہوتا ہے۔جان بھی خطرہ میں ہوتی ہے تو اس میں مجاہدہ دونوں قسم کا ہے۔مالی بھی ہے بدنی بھی ہے اور وہ بھی قوی مجاہدہ ہے۔نفع بھی زیادہ ہے۔اس لیے یہ ولایت کا مختصر راستہ ہے۔ اس سے انسان کو ولایت مل جاتی ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۱۸۔۱۹)

ارشاد فرمایا کہ حج سے جب اتنا بڑا شرف ملتا ہے اور اس کے اتنے فوائد و برکات ہیں تو اس کو حاصل کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ایک تو یہ کہ حج کامل ہو، دوسرے یہ کہ وہ باقی بھی رہے۔کامل حج یہ ہے کہ اس کو قاعدے کے مطابق کیا جائے۔اس میں فرائض و واجبات کی ادائیگی ہو، سنن و مستحبات کا اہتمام ہو۔بے اصولی اور قاعدے کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔کوئی بات معلوم نہ ہو تو اس کو معلوم کیا جائے۔اپنی رائے اور فہم پر اعتماد نہ کرے، جو جی میں آیا جیسا سمجھ میں آیا کرلیا۔اتنا پیسہ بھی خرچ کرکے وہی اپنی من مانی والا معاملہ یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔اس لیے جو بات معلوم نہ ہو اس کو معلوم کرے اور قاعدے کے مطابق اس کو کرے تاکہ حج میں کوئی کمی نہ ہو، پورا ہو۔پھر یہ کہ خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو، اس کو راضی وخوش کرنے کے لیے ہو۔حج کے جو فضائل و برکات ہیں وہ اسی حج کے ہیں جس میں اخلاص ہو۔ ریا وشہرت اسی طرح اور دوسرے اغراض نہ ہوں۔یہ بات اس لیے عرض کی کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی مختلف اغراض ہوں گی۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔"میری امت کے امیر لوگ محض سیر وتفریح کی نیت سے حج کریں گے،

میری امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا، فقراء سوال کرنے کی غرض سے حج کریں گے اور علماء شہرت وریا کی وجہ سے حج کریں گے"۔

ایک طرف حج کے ساتھ لوگوں کا یہ معاملہ ہوگا وہاں یہ بھی ہے کہ قیامت تک ہر زمانہ میں ایک جماعت مخلصین کی بھی رہے گی۔ جن کا مقصد صرف اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی ہی ہوگی۔ کام کرو، اللہ کی خوشنودی ورضا کے لیے کرو۔ اگر اخلاص نہیں تو نیک عمل بھی نیک نہیں بنتا، کوئی نیکی بغیر اخلاص کے نیکی نہیں بنتی۔ نماز پڑھتا ہے، دکھاوے کے لیے، حج کرتا ہے، ناموری و شہرت کے لیے تو وہ نیکی نہیں بنے گی۔ اخلاص ضروری ہے تاکہ یہ حج صحیح ہو جائے۔ ٹھیک ہو جائے۔ یہ باتیں تو وہ ہیں جن کا تعلق حج سے ہے کہ اس کی وجہ سے حج صحیح ہوتا ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۱۹۔۲۰)

ارشاد فرمایا کہ جو حج کیا ہے۔ اپنی طرف سے اس کا اخفاء ہونا چاہیے۔ اظہار نہ ہو۔ جس طرح حج سے پہلے اور حج میں اخلاص کی ضرورت ہے اسی طرح حج کے بعد بھی اخلاص چاہیے۔ یہ نہیں کہ ہم کو اللہ نے یہ نعمت دی تو اب ہماری طرف سے یہ معاملہ ہوا کہ ہم ایسے تذکرے کریں۔ ایسے معاملات کریں جس سے لوگوں کے علم میں آئے کہ ہم حاجی ہیں جن کو ہمارے حج کا علم نہیں ہے ان کو بھی اس کا علم ہو جائے۔ اس طرح کے معاملات اور تذکرے سے احتیاط کرنا چاہیے۔ اگر اس کے برخلاف معاملہ کیا تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ہم نے جو حج کیا تھا وہ لوگوں میں شہرت ومقبولیت کے لیے کیا تھا۔ یہ بات اس لیے عرض کی کہ بعض مرتبہ اس نوع کے معاملات لوگ کرنے لگ جاتے ہیں کہ کبھی اس کے حج کے واقعات کا ذکر کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی سفر کے اخراجات وغیرہ کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ کبھی وہاں کا سامان جو تبرّک کے طور پر لے آئے تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں پر حاجی

ہونا ظاہر ہوجائے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۰۔۲۱)

ارشاد فرمایا کہ یہاں کی حاضری کے سلسلے میں ایک بات کی طرف توجہ دلانی ہے۔ یوں تو یہاں کی جو عظمت اور بڑائی ہے وہ ظاہر بھی ہے، مشہور بھی ہے۔ اور سب کو معلوم بھی ہے۔ لیکن جس طرح دنیوی علوم وفنون میں سے جس کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے طریقہ یہ ہے کہ اس کا جو نصاب ہوتا ہے ابتدائی طور پر اپنے یہاں اس کو پڑھتا ہے۔ جب وہاں کا نصاب پورا کر لیتا ہے تو پھر تکمیل کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق باہر کسی مشہور جگہ جاتا ہے۔ وہاں سے تکمیل کی سند حاصل کرتا ہے، ڈگری لاتا ہے ۔۔۔۔۔ پھر انہی لوگوں میں سے اپنے اپنے علاقوں میں کوئی بادشاہ بنتا ہے، کوئی وزیر اعظم بنتا ہے۔ کوئی صدر بنتا ہے، کوئی سول سرجن بنتا ہے، کوئی ڈپٹی کلکٹر بنتا ہے، کوئی جج بنتا ہے۔ اسی طرح اور بھی عہدے ہیں جو ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ دنیوی اعتبار سے یہ عہدے ہیں، ان کے لیے کورس ہیں، پھر اسکی تکمیل کا امتحان دیکر سند لینے کے لیے باہر جاتے ہیں اسی طرح دینی اعتبار سے بھی عہدے ہیں کہ اپنے اپنے علاقہ میں کوئی شیخ الحدیث ہے، کوئی شیخ التفسیر ہے، کوئی شیخ الفقہ ہے، کوئی شیخ المشائخ ہے۔ انکی تکمیل کا معاملہ ہے۔ پھر اس کی تکمیل کے امتحان کا مرحلہ بھی ہے۔ فرمایا گیا کہ اپنے اپنے علاقوں میں تم کو یہ درجات حاصل ہوگئے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن اب ہمارے یہاں آؤ، امتحان دو، سب کی حقیقت معلوم ہوگی۔ چنانچہ یہاں آکر سارے مشائخ، سارے علماء، سارے وزرا کا امتحان ہوتا ہے۔ اخلاق میں بھی امتحان ہوتا ہے۔ اور چیزوں میں بھی امتحان ہوتا ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۶۔۳۷)

ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے نماز میں امتحان ہوتا ہے کہ اپنے اپنے یہاں کوئی امام ہے، کوئی صف اول میں نماز پڑھنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ

امامت کرنا کتنا بڑا اشرف ہے، صف اول میں نماز پڑھنا کتنی بڑی عبادت ہے۔ اس سے عُجب پیدا ہوسکتا تھا کہ ہم سب سے بڑے ہیں ۔ یہاں آ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم کتنے پیچھے ہیں کہ اپنے یہاں تو صف اول میں نماز پڑھتے تھے اور یہاں پچاس صف پیچھے پڑھ رہے ہیں۔ کیا حال ہو رہا ہے۔ دوسروں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم کتنے درجہ نیچے گرے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ طاقت وہمت کی بات ہے۔ ایک سے ایک اللہ کے بندے موجود ہیں۔ یہاں کے سلسلہ میں بعض اوقات آدمی کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر ہم اس وقت جائیں گے تو طواف کے لیے حرم شریف میں جگہ مل جائے گی۔ چلو آج استلام نہ صحیح حجر اسود کو تو دیکھ ہی لیں گے۔ اب یہاں آئے تو معلوم ہوا کہ ہزاروں عشاق موجود ہیں۔ یہاں آ کر پتہ چلتا ہے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۸۔۳۹)

ارشاد فرمایا کہ یہاں عبادات کے ساتھ اخلاق کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ قدم قدم پر امتحان ہوتا رہتا ہے۔ خلاف مزاج باتیں پیش آتی رہتی ہیں کہ بعض اوقات بڑے آدمی کو معمولی آدمی ڈانٹ دیتا ہے۔ اس لیے عرض کیا کرتا ہوں کہ بھائی دیکھو حرمین شریفین کا کیا درجہ ہے۔ اس کا کیا مرتبہ ہے۔ یہاں جو مقیمین حضرات ہیں چاہے وہ عارضی طور پر رہنے والے ہوں یا مستقل طور پر رہنے والے ہوں۔ ان کی حیثیت درباری کی سی ہے۔ وہ اہل دربار ہیں اور جو باہر کے لوگ آئے ہوئے ہیں وہ سرکاری مہمان ہیں۔ اب بادشاہ کے گھر والوں کی طرف سے کوئی معاملہ پیش آئے تو اس کو برداشت کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے کام سے کام۔ ہم یہاں اعتراض وتنقید کے لیے نہیں آئے ہیں وہ درباری لوگ ہیں توبہ کر کے ذرا سی دیر میں ان کا معاملہ صاف ہو جائے گا۔ مقرب بن جائیں گے ہم ان کا اکرام بھی کریں، ان کا احترام بھی کریں۔ اسی طرح بادشاہ کا کوئی مہمان ہو اس سرکار کی طرف سے کوئی نامناسب معاملہ پیش آئے تو اس کو

بھی سب مہمان برداشت کرتے ہیں۔ اس کا تحمل کرتے ہیں۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۹۔۴۰)

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ یہاں کس لیے آئے ہیں اس کا بھی تو استحضار ہونا چاہیے تکمیل اصلاح کے لیے آئے ہیں۔ امتحان کے لیے آئے ہیں۔ حلوہ کھلا کر امتحان نہیں لیا جاتا۔ کچھ نہ کچھ مشقتیں پیش آئیں گی ہی، کہ کوئی مزدلفہ دیر میں پہنچ رہا ہے۔ کوئی عرفات میں دیر سے پہنچ رہا ہے۔ کسی کی گاڑی کہیں پھنس گئی، کسی کی کہیں پھنس گئی۔ ہر نوع کا مجاہدہ ہے۔ لیکن اس پر منفعت کتنی بڑی ہے۔ کہ اس کے سامنے ان مشقتوں کی کیا حقیقت ہے۔ دینوی نفع کے لیے ہمارا کیا حال ہے۔ اس کو خواجہ صاحب نے اپنے الفاظ میں فرمایا ہے۔

نفعِ دنیا کا جو سن لے نام بھی ۔۔۔ سہل ہو مشکل سے مشکل کام بھی
اس پر راحت بھی فدا آرام بھی ۔۔۔ روز و شب دھن اس کی صبح شام بھی
اے کہ دنیا میں تو اتنا چست ہے ۔۔۔ دین میں آخر کیوں اتنا سست ہے

دنیوی منافع کے لیے لوگ کیسی کیسی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دینی نفع کے لیے تو اور بھی تحمل ہونا چاہیے، ضبط سے کام لینا چاہیے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ پھر یہ کہ تکمیل اصلاح کے لیے یہاں ہماری حاضری ہوئی۔ اس چیز کو متحضر رکھا جائے تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ اس سال بیت اللہ کے لیے سفر ہوگا تو عرض کر دیا کرتا ہوں کہ ہاں بھائی اللہ تعالیٰ نے تلافی مافات کے لیے، تکمیل اصلاح کے لیے ہمیں موقع اور دے دیا ہے۔ ہم تو یہاں پر ہر ایک کو اپنا مصلح سمجھتے ہیں۔ اس لیے الحمد للہ قلب میں کوئی تکلیف و پریشانی نہیں ہوتی۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۴۰۔۴۱)

ارشاد فرمایا کہ یہاں کی حاضری کا مقصد تکمیل اصلاح ہے۔ اس

کو سامنے رکھا جائے۔ اس سے ان شاء اللہ نفع ہوگا۔ دنیا میں لوگ بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں امتحان دینے جاتے ہیں۔ ڈگری لینے جاتے ہیں۔ اپنے اپنے صرفے خرچے سے جاتے ہیں۔ کیا جامعہ ازہر والے یا امریکہ والے خرچے کا انتظام کرکے بلاتے ہیں؟ جس کو ڈگری لینا ہوتی ہے وہ خود سارے انتظامات کرتا ہے۔ پھر جا کر سند ملتی ہے۔ اور یہاں اللہ تعالیٰ کا عجیب معاملہ ہے۔ امتحان و تکمیل اصلاح کے لیے صرف بلاتے ہی نہیں بلکہ اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو نوازنا چاہتے ہیں اس کا سارا انتظام بھی پہلے سے فرمادیتے ہیں۔ پھر یہ کہ جس کو بلایا ہے صرف اس کے لیے ہی انتظام ہو، ایسا نہیں، بلکہ اس کے گھر والوں کو بھی پریشانی نہ ہو، ان کے لیے بھی انتظام کرکے بلاتے ہیں۔ انتظام کردیا، روپیہ پیسہ کا انتظام کرکے بلایا کہ ہمارے دربار میں آؤ۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی نہ آئے تو کتنا بڑا نالائق ہے۔ فرمایا گیا ''جو شخص کہ حج کے اخراجات کی استطاعت رکھتا ہو پھر بھی حج نہ کرے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی یا نصرانی ہوکر مرے'' (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۲/۱)

بادشاہ کسی کو اپنی مملکت میں، اپنے دربار میں بلائے، سارے انتظامات بھی کردے، وہ پھر بھی نہ آئے تو اس کے لیے کہا جائے گا کہ کتنا اکھڑ دماغ و بددماغ آدمی ہے۔ اس کے لیے حکم ہوگا کہ اس کو نکال کر باہر کیا جائے۔ ایسے شخص کے بارے میں اندیشہ ہے کہ جو نعمتیں ملی ہوئی ہیں وہ کہیں چھین نہ لی جائیں۔ جن لوگوں کو یہاں حاضری کا شرف ملا ہے ان کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ بعض لوگوں کو ان کی بے اصولی سے روک دیا گیا۔ وہ حج میں نہیں آئے تو یہاں کیا نقصان ہوگیا، یہاں کیا کمی ہوئی، وہی لوگ اس شرف سے محروم ہوگئے۔ اس لیے یہاں حاضری کا جو موقع ملا ہے پھر اس پر جو انعام و شرف ملے گا اس کے سامنے جو تھوڑی بہت تکلیف پیش آئے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ نہ

اس کا تذکرہ کرنا چاہیے، نہ اس کو دوسروں سے بیان کرنا چاہئے۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۵۱-۵۲)

ارشاد فرمایا کہ حج کی مشقتوں کے مقابلہ میں جو منافع ہیں ان کے لحاظ سے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور یہ مجاہدے کوئی چیز بھی نہیں۔ اب کتنی سہولتیں اور آسانیاں ہوگئیں۔ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مزدلفہ میں اپنی اپنی لالٹینوں کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ پانی کی اتنی فراوانی نہیں تھی۔ اس وقت کے لحاظ سے پانی گراں خریدنا بھی دشوار ہوتا تھا۔ منیٰ میں آتے تھے، پانی کے لیے لائن لگانا پڑتی تھی۔۔۔۔۔۔۔ کہاں تو یہ مشکلات و پریشانیاں تھی اور اب کتنی فراوانی ہے۔ اس وقت نہانا بڑا مشکل ہو جاتا تھا۔ نہانے کے لیے بڑا انتظام کرنا پڑتا تھا اور اب کتنی سہولتیں ہیں۔ ہمارے اندر جیسے جیسے ضعف پیدا ہوتا جا رہا ہے اسی کے لحاظ سے منجانب اللہ تسہیلات و آسانیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام و کرم ہے۔ ہمارے ضعف کی رعایت کی جا رہی ہے۔ جب دیکھتے ہیں کہ کمزور لوگ ہیں تو پھر امتحان بھی ویسا ہی ہلکا ہوتا ہے۔ جو لوگ مضبوط بن کر آتے ہیں ان کا امتحان بھی قوی ہوتا ہے۔ جو کمزور بن کر آئے ہیں ان کا امتحان بھی اسی لحاظ سے ہوتا ہے۔ کہ چلو آ گئے۔ سرسری پوچھ گچھ کر لی۔ بس امتحان میں پاس ہو گئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اکرم ہے۔ کہ ہمارے ضعف کے مطابق معاملہ فرما رہے ہیں۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۴۲-۴۳)

ارشاد فرمایا کہ یہ بات بھی سب کے علم میں رہنی چاہیے کہ حجاج کرام کو جو مشقتیں پیش آتی ہیں بعض اوقات وہ خود ان کی بے اصولی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ کام اصول و قاعدہ کے مطابق کیا جائے، اس میں سہولت و آسانی ہوتی ہے۔ بے اصولی تو خود کرتے ہیں۔ طواف میں، حجر اسود کا بوسہ لینے میں، اسی طرح رمی وغیرہ میں، جس کی وجہ سے بعض

مرتبہ دب گئے۔ یا کچھ اور ہو گیا تو پھر اپنے یہاں جا کر اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہی تو کمی کی بات ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۴۳۔۴۴)

ارشاد فرمایا کہ حج کے سلسلہ میں جو احکامات ہیں اس میں بڑی مصالح اور حکمتیں ہیں۔ سہولت بھی ہے۔ مثال کے طور پر آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں ایک دن قیام کا حکم ہے۔ اس میں کوئی کام نہیں رکھا گیا۔ حالانکہ یہاں کے لیے بھی کچھ کام رکھا جا سکتا تھا۔ ارے تلاوت ہی کا حکم دے دیا جاتا کہ پانچ دس پارے تلاوت کر لو یا کچھ نہیں تو اتنی تسبیح پڑھ لو۔ مگر کچھ نہیں کہا گیا۔ منیٰ کے قیام میں کوئی خاص حکم نہیں کیا گیا۔ تاکہ یہاں چوبیس گھنٹہ دم لے لے۔ اور آرام کر کے عرفات کے لیے تیار رہے۔ جب تازہ دم رہے گا تو پھر وہاں کے اعمال بھی سکون و اطمینان سے ادا ہوں گے۔ پھر عرفات میں وقوف عرفہ سورج غروب ہونے تک ہوگا، اس کے بعد اگرچہ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے لیکن فرمایا کہ یہاں مغرب کی نماز نہ پڑھو۔ بلکہ سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کو روانہ ہو جاؤ۔ آج مغرب کی نماز کا وقت صبح صادق تک بڑھا دیا گیا ہے۔ وہاں پہنچ کر مغرب و عشاء دونوں کو ایک ساتھ پڑھو۔ یہ جو مغرب کی نماز کا وقت بڑھا دیا گیا ہے، اس سے کتنی آسانی ہو گئی۔ وقوف عرفہ میں کتنا مجمع ہوتا ہے۔ اب اگر یہیں نماز کا سلسلہ ہوتا تو اب اتنے بڑے مجمع کے لیے پانی وغیرہ کا انتظام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہونے میں دیر ہو جاتی۔ اس طرح اور مصالح کی بنا پر حکم دیا گیا کہ نماز یہاں نہ پڑھو۔ اب دیکھئے مزدلفہ میں جو وقت وقوف کا رکھا گیا ہے ایک تو وہ مختصر ہے پھر یہ کہ اس میں بھی کوئی خاص عبادت نہیں رکھی گئی بس یہ تھوڑی دیر حاضر ہو جاؤ پھر چلے آؤ۔ اس میں بھی آسانی اور سہولت کا خیال رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے یوم عرفہ کے اعمال تھے۔ پھر اس کے بعد دسویں کو رمی وغیرہ کا کام رہے گا۔ اس لیے یہاں کوئی خاص عبادت نہیں رکھی گئی تاکہ مسلسل کام سے تنگی نہ

ہو۔ طبیعت میں نشاط رہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۴۵۔۴۶)

ارشاد فرمایا کہ شریعت کے جو بھی احکامات ہیں وہ بالکل مناسب وصحیح ہیں۔ بندوں کی اس میں رعایت رکھی گئی ہے۔ ہماری کمی و بے اصولی کی وجہ سے ضرر ونقصان ہو جاتا ہے۔ حج کے سفر میں مزاج کے خلاف حالات وتکالیف کو بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسا نہ کرے۔ دیکھو دنیاوی سفر جو ہم کرتے ہیں وہاں کیا ہمیں راحت ہی ملتی ہے۔ کسی طرح کی مشقتیں پیش نہیں آتیں۔ یہاں تو پھر بھی اتنی راحتیں وسہولتیں ہیں کہ ہر شخص ان کو جانتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ ایرکنڈیشن کا انتظام ہے، ٹھنڈے پانی کا آرام ہے، ہماری بے صبری ہے، ہماری بے نظمی ہے جس سے ناگوار حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اتنی آسانی وسہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ ہم کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ ہم ناقدری کرتے ہیں۔ پھر پریشان ہوتے ہیں۔ اس لیے بھائی ان کو نہ بیان کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچا جائے۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۵۰۔۵۱)

ارشاد فرمایا کہ حرمین شریفین کا جو مقام ومرتبہ ہے اور اس کو جو تقدس و بڑائی حاصل ہے وہ تو ظاہر ہی ہے۔ اس کا پاس ولحاظ رکھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ کتابوں میں مستقل اس کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی رعایت کرنا اور اس کے موافق معاملہ کرنا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ اس کی خلاف ورزی کتنا بڑا جرم ہے۔۔۔ اس کی بے حرمتی کرنا یہ کوئی معمولی جرم ہے؟ اس پر ہمارا عقیدہ ہے کہ حرمین شریفین میں جو لوگ اس کے اکرام واحترام کے خلاف معاملہ کر رہے ہیں یا کرتے ہیں، یہاں فساد مچانا چاہتے ہیں۔ ان کو دنیا ہی میں ذلت ورسوائی ملنا شروع ہوگی اور سزا ملے گی۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۵۲۔۵۳)

ارشاد فرمایا کہ حجاج کرام کو جن باتوں کا اہتمام چاہیے ان میں خصوصیت سے یہ چیز بھی ہے کہ حرام مال کھانے سے بچنے کا اہتمام بہت زیادہ رکھے۔ یہاں سے جانے کے بعد بہت سے لوگ ان کی دعوت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دعوت کرنا یہ تو اچھی بات ہے۔ اب یہ کہ کس کی دعوت کھائے۔ کس کی نہ کھائے۔ اس کا بھی علم ہونا چاہیے۔ جو لوگ ایسے ہیں جن کا حال معلوم نہیں آمدنی کی نوعیت معلوم نہیں، جن کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ ان کی دعوت کا معاملہ تو الگ ہے۔ اس میں سہولت دی گئی ہے۔ البتہ جن کے بارے میں معلوم ہے کہ گندہ مال بھی ہے، ویسا مال بھی ہے۔ ایسی صورت میں دیکھنا چاہیے کہ کالا مال یعنی حرام زیادہ ہے یا سفید یعنی حلال زیادہ ہے۔ تو دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ تحقیق کرے، پوچھ لے، اگر وہ کہہ دے کہ طیّب یعنی سفید مال زیادہ ہے تو ایسی صورت میں شریعت نے گنجائش دی ہے۔۔۔۔۔ اگر معلوم ہو کہ گندہ مال یعنی حرام زیادہ ہے تو پھر پوچھنا ضروری ہے۔ وہ کہہ دے کہ حلال مال سے دعوت کر رہا ہوں تو بھی گنجائش ہے، ورنہ تو پھر نہ کھائے۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۸۲-۸۳)

ارشاد فرمایا کہ یہاں کی حاضری کی برکات سے جن اعمال کی توفیق ہوتی رہی ان کا اہتمام رکھا جائے۔ یہاں تہجد کی پابندی کرتے رہے، اس کا اہتمام بدستور رکھا جائے۔ تہجد میں بالذّات یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو نیک وصالح اور ولی بنا دیتی ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ بعض دواؤں کی خاصیت ہوتی ہے کہ وہ بیماری کے لیے دافع بھی ہوتی ہیں، مانع بھی ہوتی ہیں۔ یہی معاملہ تہجد کا بھی ہے کہ اس سے خطایا مٹتی ہیں اور گناہوں سے رکنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ دافع بھی ہے اور مانع بھی ہے۔ جس کو حج کا شرف حاصل ہوا ہے اس کے لیے اس کا اہتمام

اور زیادہ چاہئے۔ کیونکہ حج کر کے آ رہا ہے۔ مستجاب الدّعوات بن کے آ رہا ہے۔ مغفور ہو کے آ رہا ہے۔ تو اب نفس و شیطان مل کر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے، بہکانے کی کوشش کریں گے تو جو شرف حاصل ہوا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ اب اگر یہ تھوڑی سی محنت کرے، فکر کرے تو دونوں کا حملہ کامیاب نہیں ہو سکتا اس کی مدافعت کے لیے ایسے ہتھیار کی بھی ضرورت ہے کہ بشری تقاضا سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو اس کے ذریعے اس کی تلافی بھی ہو جائے اور ان کے حملہ سے حفاظت بھی رہے کہ گناہ نہ ہو جائے۔ اس کی طاقت پیدا ہو جائے۔ اس کے لیے بہترین ہتھیار تہجد ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۴۔۲۵)

ارشاد فرمایا کہ اس وقت بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں کی حاضری کی برکت سے جن طاعات کی توفیق ہوئی ان کو باقی رکھنے کی فکر رکھی جائے۔ اسی طرح جن کوتاہیوں کا احساس ہوا ہے ان کو دور کیا جائے۔ کمیاں تو ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہیں، ان کی اصلاح و درستگی کی فکر و کوشش رکھے، گناہوں سے بچے، اس کا تقاضا ہو تو ہمت کر کے اس کو دبائے۔ اس پر عمل نہ کرے۔ حجاج کرام اس طرح رہیں کہ ان کا عمل دوسروں کو حج نفل کی دعوت دینے والا ہو کہ حج سے انسان میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

اب دعا کر لی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۸۵)
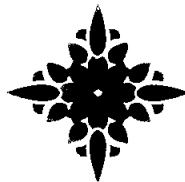
آداب دعوت وتبلیغ

ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے دو کام ہیں، ایک یہ کہ نیک بننا، دوسرے یہ کہ دوسروں کو نیک بنانا۔ اپنے کو اچھا بنانے کی کوشش کرنا اور دوسروں کو صالح بنانے کی کوشش کرنا اور یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ فطری طور پر ہر ایک اس کی خواہش کرتا ہے۔ اور اس کو چاہتا ہے کہ ہم اچھے بنیں اور دنیا میں اچھائی پھیلے، برائی ختم ہو جس کے نتیجے میں دوسرے لوگ بھی اچھے بنیں۔

چنانچہ کسی ایسے انسان سے جو نہ زیادہ پڑھا لکھا ہو اور نہ ہی بالکل ناواقف ہو بلکہ معتدل صلاحیت والا ہو۔ اس سے پوچھا جائے کہ تم اچھا بننا چاہتے ہو یا برا؟ شاید ہی کوئی کہے کہ میں برا بننا چاہتا ہوں۔ ہر شخص یہی کہے گا کہ میں اچھا بننا چاہتا ہوں۔ اسی وجہ سے اپنی سمجھ اور معلومات کے لحاظ سے جو چیز اچھی ہوتی ہے اس کو اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں اچھائی کا غلبہ ہو یا برائی کا؟ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ برائی کا غلبہ ہو اور اچھائی نہ پھیلے۔ ہر شخص یہی چاہے گا کہ اچھائی کا غلبہ ہو اور اچھائی پھیلے اور برائی ختم ہو۔

(تعلیم الاصلاح صفحہ ۷۔۸)

ارشاد فرمایا کہ موجودہ حالات میں خصوصاً تبلیغی کوششوں یعنی مسلمانوں کو پورا اور پکا مسلمان بنانے کی جس قدر اہمیت وضرورت ہے وہ بالکل ظاہر ہے ہمارے حضرت حکیم الامت مجدد اعظم مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے تو آج سے بہت پہلے رسالہ ''دعوت الدّاعی'' میں مفصّل اس کی اہمیت کو دلائل کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے اور رسالہ ''تفہیم المسلمین'' میں مختصراً حسب ذیل ارشاد ہے:

''غور کرنے سے یہ بات ذہن میں آئی ہے کہ اس وقت فضاء زمانہ کا مقتضاء یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کے پہنچانے کا کام ہر شخص اپنے ذمہ لازم

سمجھے اور ہر مسلمان اسی دھن میں لگ جائے جیسا کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا اور علما و صوفیاء، امراء، رؤساء، امیر و غریب، خواندہ و ناخواندہ سب کو یہی دُھن تھی کہ جتنا جس کو احکام اسلام کا علم ہے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ علماء وعظ و تذکیر کرتے تھے، صوفیاء اپنی مجلسوں میں نور باطن سے اور اپنی پاکیزہ باتوں سے بندگان خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے تھے، تاجر معاملات اور باہمی ملاقات میں اس کام کو نہ بھولتے تھے۔ الخ''

عمومی تبلیغ کی اہمیت بہرحال معلوم ہوگئی اور بہت سے اللہ کے بندے اس میں مشغول بھی ہیں اور مختلف حلقوں میں مختلف طریقوں سے جماعتیں کام کررہی ہیں۔ چونکہ مقصود کام ہی ہے لہٰذا کسی کو کسی خاص طریقہ کی پابندی لازمی و ضروری نہیں ہے، جس کو جو طریق آسان اور مفید نظر آتا ہو اسی کو اختیار کرے۔ البتہ دین کے اصول اور تبلیغ کی حدود کا لحاظ رکھنا ہر جماعت اور ہر کام کرنے والے کے ذمہ ضروری ہے۔ کیونکہ تبلیغ کسی صورت میں واجب ہوتی ہے، کسی صورت میں مستحب اور بعض صورتوں میں ممنوع تک ہوجاتی ہے۔ تبلیغ کہاں واجب ہے، کہاں مستحب، اسکا جاننا مبلّغین کے ذمہ ضروری ہے تاکہ بے اعتدالی یا حدود سے نکل کر اُلٹے غُلو فی الدین کے گناہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۵۲۔۵۵۳)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ کرنے کے واسطے پورا متقی بن جانے کا انتظار نہ کیا جاوے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نیک کاموں کو نہ کہا کریں۔ جب تک کہ خود عمل نہ کرلیں۔ اور نہ برے کاموں سے روکا کریں۔ جب تک خود ان سے نہ بچیں۔ فرمایا (نہیں) بلکہ نیک کاموں کا کہا کرو اگرچہ خود نہ کرسکے ہو اور برے کاموں

سے روکا کرو اگر چہ خود ان سب سے نہ رک سکے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۹۸۔۲۹۹)

ارشاد فرمایا کہ اصل تبلیغ کیا ہے؟ اچھی بات کرے، بُری بات سے رکے، اچھی بات کا حکم کرے، نیک عمل کرے اور دوسروں کو نیکی کی ترغیب دے، برے عمل سے بچے اور دوسروں کو بچائے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۹)

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جو غبار لگے گا آگ میں نہ جاوے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستہ میں کسی بندے کے پیر غبار آلود ہوں اور ان کو آگ چھو لے ایسا نہیں ہوگا۔

(فائدہ) اللہ کی راہ میں دینی تعلیم، تبلیغ جہاد، کسی حاجتمند کی امداد کرنے میں چلنا سب داخل ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۸۶)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ سے اچھی بات کوئی ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾

''اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور (اظہار اطاعت کے لیے) کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں''۔ (یعنی بندگی کو فخر نہ سمجھے، متکبرین کی طرح عار نہ سمجھے۔)

(فائدہ) جس کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرمادیں اس کے عالی مرتبہ ہونے کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ایسا بننے کی کوشش کریں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۲۸۲۔۲۸۳)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ کے ثمرات مختلف ہیں۔ مثلاً اپنے اندر استحکام کہ جن امور کو دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے ان پر خود عمل میں پختگی اور كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ وغیرہ وعیدات کا استحضار، اس راہ

میں جو مشقتیں پیش آئیں ان کے برداشت کی ہمت ہو اور اس کے ذریعہ سے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خدّام کی مساعی کی قدر و منزلت، بے راہ لوگوں کی ناقدری دین کا صحیح اندازہ اور اس پر ان کے حقوق کی ادائیگی کا عزم، عجب و کبر کا علاج، ترک تنعم عوام کی ناقدری اور عدم سماع کے وقت اپنی بے بسی کے ذریعہ سے اعتماد و توکل علی اللہ، اسباب ظاہر کی عدم مساعدت کے مشاہدات سے ان پر عدم اعتماد، عمومات پر عمل وغیرہ جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۱۵)

ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ نے ایک دعا کی اور وہ دعا بھی بڑی جامع دعا ہے: ﴿ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ ﴾ (مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۳۵)

"خوش وخرم رکھے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جو میری بات سنے"

آپ ﷺ نے اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سرسبز وشاداب رکھے، خوش وخرم رکھے، ہر قسم کی پریشانی اور فکر سے محفوظ رکھے اس شخص کو جو ایک کام کرے وہ یہ کہ جو دین کی بات غور سے سن کر اس کو محفوظ کر کے پھر کسی کو بتلا دے، مثال کے طور پر اس وقت ایک مسئلہ بتلایا گیا کہ پانی تین سانس میں پیا جائے تو اس کو یاد کرے اور دوسرے کو بتلا دے۔ یہ تو دین کی بات کا سننا ہوا، اب اس کو محفوظ رکھنا پھر اس کو دوسرے تک پہنچانے پر یہ دعا ہے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۹۹)

ارشاد فرمایا کہ اس ناکارہ نے متعدد جگہ اور ایسے حضرات جو عرصہ سے تبلیغ عام میں مشغول تھے اُن کی تبلیغ میں ایسے مفاسد کا خود مشاہدہ کیا۔۔۔۔۔اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ کچھ ایسے ضروری امور پیش کر دیے جائیں جن سے تبلیغ عام کے ساتھ عوامی تبلیغ کی ان مضرتوں سے حفاظت ہو۔ نیز حضرت مجدّد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عوامی تبلیغ سے ممانعت اور تبلیغ عام کی اجازت سے جو ظاہری طور پر تضاد کا شبہ ہو سکتا ہے وہ بھی دور ہو جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۵۳-۵۵۴)

ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلاح اور اپنے متعلقین و توابع کی اصلاح

فرض ہے اور یہ موقوف ہے ضروریات دین سے واقفیت پر، لہذا دین کی ضروری باتیں سیکھنے اور متعلقین و توابع کو سکھانے کے لیے وقت نکالنا ضروری ہے۔۔۔۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے دوسروں کی اصلاح کی فکر اور اپنی و اپنے توابع کی اصلاح سے غفلت ولا پرواہی نہایت خطرناک حالت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۷۰)

ارشاد فرمایا کہ اہل محلّہ یا اپنی بستی یا دوسری بستی والوں کو دین کی طرف متوجہ کرنا یا تبلیغ کرنا بہت ہی فضیلت کا کام ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص کسی کوتاہی میں مبتلا ہے اور قرائن سے غالب گمان ہے کہ سمجھانے سے وہ مان لے گا تو ایسی صورت میں واجب چیزوں کی تبلیغ و فہمائش واجب ہے اور مستحب کی مستحب۔ اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ نہ مانے گا تو تبلیغ و فہمائش واجب نہیں۔ گو بہت فضیلت اور ثواب کی بات ہے۔ اس کے ساتھ آداب تبلیغ کی بھی رعایت رکھے جو آگے مذکور ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۷۰)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ عام کی اہمیت کا حاصل یہ ہے کہ صرف علماء پر ہی یہ بار نہ رکھا جائے بلکہ غیر علماء بھی اس میں شریک ہوں اور اس طور پر شریک ہوں کہ عوامی تبلیغ کی مضرتوں سے حفاظت بھی رہے۔ جس کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ تبلیغ کی حدود اور آداب کا علم حاصل کرلیا جائے اور ان حدود کے ساتھ کام لیا جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۵۴)

ارشاد فرمایا کہ وعظ کہنے، تبلیغ کرنے اور دین سکھانے والوں کیلئے ضروری ہے کہ (۱) سیاسی جماعتوں سے علیحدہ رہیں اور سیاسی معاملات میں ہرگز نہ پڑیں۔ (۲) دین سکھانے کیلئے نکلنے سے قبل اور فراغت کے بعد یہ دعا کریں کہ اے اللہ! اس وعظ و نصیحت میں ریا و تکبّر کے شر سے مجھے اور سامعین کو محفوظ فرما اور اس کی خیر سے مجھے اور سامعین کو متمتّع یعنی نفع اٹھانے والا فرما۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۷۲)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کی بیوی کو فالج گرا ہوا ہے۔ انہوں

نے تبلیغ میں جانے کا مسئلہ معلوم کیا تو فرمایا حال غالب نہ ہونا چاہیے۔ حال کو تابع اعمال کے رکھے۔ اہلیہ کو یا ماں باپ کو بیمار چھوڑ کر تبلیغ میں نہ جائے اگرچہ کوئی اور خدمت کر سکتا ہو۔ مگر شوہر سے جو تقویت بیوی کو ہوتی ہے وہ دوسروں سے نہیں ہوتی۔ اسی طرح ماں باپ کو اولاد سے جو تقویت ہوتی ہے وہ دوسرے خدام سے نہیں ہوسکتی۔ اسی موقع پر بزرگوں کا یہ ارشاد ہے۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید　　　معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

بقرعید (ذی الحج) کی نو تاریخ کو عرفات کے میدان میں تمام حاجی صاحبان جمع ہیں اور کوئی صاحب حالِ جذبۂ عشقِ الٰہی سے سرشار جا کر کعبہ کا طواف کریں اور عرفات نہ آویں تو ان کا حج بھی نہ ہوگا اور بجائے قربِ الٰہی کے اور دوری میں مبتلا ہو گئے، کیونکہ اس دن تو کعبہ والا محبوب عرفات کے جنگل میں ہے۔ ان کی خاص تجلیات قرب و رضا حدود عرفات کے اندر ہیں۔ جہاں بھی شاہ خیمہ لگالے، انعام وہیں ملے گا، پس بیوی یا ماں باپ کی بیماری میں اللہ تعالیٰ انہیں کے پاس مل جائیں گے ان کی خدمت میں لگا رہے اور ان کے قریب رہتے ہوئے جو کچھ دین کی خدمت کر سکتا ہو کرتا رہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۲۲)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ سے فارغ ہو کر خلوت میں حق تعالیٰ کی یاد میں لگنا بھی ضروری ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ کا حکم ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کرنے والوں کو جلوت میں اختلاط اور میل جول سے جو قلب کے اندر کدورت ہو جاتی ہے اس کو خلوت کے نور سے یعنی تنہائی کے نوافل و ذکر و تلاوت کے انوار سے اور اکابر کی خدمت میں حاضری سے دھو دینا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۸۱)

ارشاد فرمایا کہ دین سکھانے اور وعظ کہنے کے وقت اپنے کو مثل اس مہتر کے اور چمار کے برابر سمجھیں جو سرکاری حکم کا اعلان کرتا ہے اور جن کو فہمائش کی جارہی ہے ان کو اپنے سے افضل و برتر خیال کرتے رہیں۔ جیسے مہتر اعلان کرتے وقت تمام بازار والوں کو جن کو اعلان سناتا ہے یہی خیال کرتا ہے۔ اور یہ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے اس نے اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی جس میں خود میری بھلائی اور فلاح ہے ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ اس خدمت کو انجام دیتا۔ اس بات کو اتنا سوچے کہ دین سکھانے کے وقت یہ بات ذہن میں موجود رہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۷۲)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ یا خدمت دین کا اصل ثمرہ نجات آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سمجھے اور اس کے اثر و نفع کو مقصود نہ جانے۔ اگر کسی جگہ نفع محسوس نہ ہو یا کم ہو تو اس سے بد دل نہ ہو کیونکہ اپنا کام سعی و کوشش ہے۔ دوسروں کا ماننا اپنے اختیار میں نہیں اور غیر اختیاری باتوں کے پیچھے پڑنا اپنے کو تشویش میں ڈالنا ہے۔ اجر و ثواب محض اس سعی و کوشش پر ہے جو اخلاص سے ہو۔ اسی بات کو خوب پختہ کرلیا جائے۔ اس بات میں جتنی پختگی ہوگی اتنی ہی سعی و کوشش میں مضبوطی اور دوام ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۷۲۔۵۷۳)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ اسلام کا کام زیادہ تر شفقت سے ہوا۔ شفقت سے تعلیم صحیح ہوتی ہے، تعلق و توجہ ہوتی ہے، لہٰذا اگر کسی میں شفقت کی کمی ہے تو اس کو حاصل کرنے کی کوشش اور تدبیر کرے، جیسے جب سردی لگتی ہے تو اسے دور کرنے کی تدبیر کرتے ہیں کہ نہیں؟ اس کی وجہ سے گرمی حاصل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی میں اخلاق رزیلہ ہوں تو انہیں دور کرنے کی تدبیر کرے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۴۷)

ارشاد فرمایا کہ دینی کام کرنے والوں کو خصوصاً تبلیغ و ارشاد کے

کام انجام دینے والے حضرات کو لوگوں کی بہت رعایت کرنی چاہئے ورنہ بجائے تبشیر کے تنفیر ہو جاتی ہے، جو کہ محرومی کا سبب ہے اور یہ بہت مضر ہے۔۔۔ بیان کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ بیان مؤقت ہو اور دوسرے یہ کہ غیر مؤقت ہو۔ بیان مؤقت کی صورت میں بیان کرنے والے کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وقت مقررہ سے زیادہ بیان کرے۔ البتہ غیر مؤقت ہونے کی صورت میں بیان کرنیوالے کو اختیار ہے کہ بیان کو لمبا کرے یا کم کردے، جیسی مصلحت اور تقاضا ہو اُسی کے موافق معاملہ کرے۔۔۔۔۔ اس لیے وعظ و بیان میں ان امور کا لحاظ ہونا ضروری ہے۔۔۔۔۔ ورنہ کوئی کام طبیعت پر جبر ڈال کر لینے سے ایک دو مرتبہ تو کام لینا اس طرح ممکن ہے مگر پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے، مثلاً بیان یا وعظ کے اعلان میں یہ کہا کہ بھائی تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر جایئے۔ دین کی باتیں سنائی جائیں گی، اب اگر بیان طویل کر کے لوگوں کو گھیر لیا گیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر آئندہ لوگ اس قسم کے اعلان پر ٹھہرنا بھی گوارہ نہ کریں گے بلکہ ایسے موقع پر فرض پڑھ کر سنت گھر میں پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۷۹۔۸۰)

ارشاد فرمایا کہ وعظ و تبلیغ سے بعض مرتبہ مخاطبین اثر لیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، ایسی صورت میں معمولی غم ہونا کہ اثر نہیں لیا یہ تو پسندیدہ ہے کیونکہ یہ تعلق اور لگاؤ کی دلیل ہے، لیکن اثر نہ لینے پر اتنا غم ہونا کہ اس میں گھلنے لگے، کڑھنے لگے، یہ پسندیدہ نہیں ۔۔۔ وعظ و تبلیغ کرنے والوں کی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ اصول اور قاعدے کے موافق دین کی باتوں کو پہنچا دے۔ اب یہ ہے کہ قبول کرنا اور ماننا، یہ مخاطب کا کام ہے، اسی کے ساتھ اس پر بھی تو نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں، حکیم ہیں، اس کی حکمت و مصلحت اسی میں ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے کتنی کوشش

کی کہ بیوی اور بیٹے کی اصلاح ہو جائے مگر انہوں نے نہ مانا۔۔۔۔دین کی دعوت اور اس کی تبلیغ کرنے والوں کا کام بس اتنا ہی ہے۔اس کو قبول کرانا اور اس پر عمل کرانا یہ اس کے فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ یہ مخاطب کا کام ہے۔اسی لیے حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ — راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تجھ کو رہبر لے چلے گا دوش پر — یہ تیرا راہرو خیال خام ہے

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۹۔۹۰)

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ وعظ وتقریر کرتے ہیں دوسروں کو دین کی بات بتلاتے ہیں، ان کو چاہئے کہ وہ اپنے کو تیماردار سمجھیں اور جن کو دین کی بات بتلا رہے ہیں ان کو مثل مریض کے سمجھیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جس طرح تیماردار کا معاملہ مریض کے ساتھ محبت وشفقت کا ہوتا ہے، خیر خواہی کا ہوتا ہے بعض اوقات مریض ضد کرتا ہے کہ دوا نہیں کھائیں گے یا بد پرہیزی کریں گے تو تیماردار نرمی سے سمجھاتا ہے، تو ایسے ہی معاملہ ان لوگوں کا ہوگا جو دوسروں کو دین کی بات بتلا رہے ہیں، نرمی اور محبت سے اور خیر خواہی کے طریقہ پر کام کیا جائے تو اس سے نفع زیادہ ہوگا، اور بہت سے فتنوں سے حفاظت رہے گی، قرآن پاک میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا تو حکم ہوا کہ:

﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ (پارہ ۱۶۔ع ۱۱)

''پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جاوے''

نرم عنوان اور مناسب عنوان سے گفتگو کی جائے، عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے۔۔۔۔تبلیغ میں اس کا لحاظ کرنا چاہئے اور یہ تبلیغ کے آداب میں سے ہے کہ عنوان لطیف ہو، نرم ہو۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح تیمارداری کیلئے ڈاکٹر ہونا ضروری نہیں، تیمارداری کے اصول وضوابط سے واقف ہونا ضروری ہے، ورنہ بجائے خدمت اور ثواب کے الٹے نقصان اور خسران کا اندیشہ ہے، مثلاً بعض حضرات کسی مبتلائے معصیت کو دوسروں کے سامنے اس طرح ٹوکتے یا عار دلاتے ہیں جس سے ان کی تذلیل وتحقیر ہوتی ہے اور اپنے کو گویا افضل و برتر سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان کی گفتگو اور دیگر آثار وقرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ سو ایسی تبلیغ خود مبلّغ کے لئے مضر ہے، اور ایسے شخص کیلئے تبلیغ کرنا ہی شرعاً جائز نہیں، کیونکہ اس طور پر تبلیغ میں مسلمانوں کی تحقیر، اس کو عار دلانے اور کبر جیسے کئی مہلک گناہوں میں خود مبتلا ہوگیا، اس لیے حدود کا علم بہت ضروری ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۵۵)

ارشاد فرمایا کہ دین کے جس شعبے میں جو لگا ہوا ہے ہر ایک دوسرے کا اکرام کرے، تفاضل سے احتیاط کرے، ورنہ تفاضل سے آدمی فریق بن جاتا ہے، رفیق نہیں رہتا۔ ہر نیک کام میں تعاون کا حکم ہے، اور ہر نوع کی خدمت دینی نیکی ہے، پس ہر خادم دینی کو دوسری نوع کے دینی خادم کے ساتھ تعاون چاہیئے، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ ایک نوع کے دینی خدّام آپس میں حقیقی بھائی کی طرح ملتے ہیں اور دوسری نوع کے خدّام کے ساتھ سوتیلے بھائی کی طرح معاملہ کرتے ہیں، یہ افسوس کی بات ہے اور تعصّب کی بات ہے جو منافی اخلاص ہے۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغی جماعت کی بنیاد جب ایک عالم ربّانی کے ہاتھ سے ہوئی تو مدرسہ کا احسان اور اسکے وجود کو ضروری تسلیم کرنا ہوگا۔ اسی طرح انہوں نے ایک بزرگ سے تزکیۂ نفس کرایا تو خانقاہ کا احسان اور اس کا وجود بھی ضروری تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر کسی غیر عالم سے اس جماعت کی بنیاد پڑی ہوتی تو اب تک کتنی گمراہی پھیلی ہوتی۔ پس دین کی تین شعبے ہیں، تعلیم، تزکیہ، تبلیغ

ہر ایک شعبے والوں کو ایک دوسرے کا معاون اور رفیق سمجھنا چاہئے، جیسے ڈاک خانہ کے محکمے میں کوئی مہر لگا رہا ہے، کوئی رجسٹری اور خطوط تقسیم کر رہا ہے، کوئی پارسل کر رہا ہے وغیرہ۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۷)

ارشاد فرمایا کہ "فضائل تبلیغ" میں حدیث نمبر ۵ غور سے پڑھیں اور بار بار سنائی جائے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جذب کرتا ہے جب تک اس کے ساتھ استخفاف نہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ استخفاف کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ استخفاف یہ ہے کہ گناہ کھلم کھلا ہو رہے ہوں اور روک ٹوک نہ کرے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (پارہ ۱۰ ع ۱۵)

"نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔" اچھائیوں کا پھیلانا اور برائیوں سے روکنا یہ امت مسلمہ کا دینی فریضہ ہے۔ آجکل ماموارت پر محنت ہو رہی ہے، اس کے لیے ہمارے بزرگوں کی طرف سے جماعت کی صورت میں ایک نظام بھی قائم ہے، سارے عالم میں کام ہو رہا ہے، ماشاء اللہ اس کے فوائد ظاہر ہو رہے ہیں، مدارس و مکاتب کھل رہے ہیں، مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ لیکن برائیوں کو مٹانے کے لیے جیسی محنت چاہیئے ویسی نہیں ہو رہی ہے، یہ کام بھی فرض کفایہ ہے، جس طرح مساجد اور مدارس کے انتظام کیلئے کمیٹیاں ہوتی ہیں اسی طرح منکرات کی اصلاح اور برائیوں کے مٹانے کیلئے بھی جماعت ہونی چاہئے۔ اس کیلئے جماعتی محنت کرنا امت مسلمہ کیلئے ضروری ہے۔ (منصب مومن صفحہ ۲۷)

ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے حدیث شریف میں امم سابقہ کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فلاں بستی کو الٹ دو، عرض کیا

کہ اے اللہ! فلاں شخص اس بستی میں ایسا ہے کہ اس نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مع اس کے الٹ دو، وہ بھی ان ہی میں سے ہے ،اس لیے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کے تیور میں بھی بل نہ پڑتا تھا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۲۰)

ارشاد فرمایا کہ اہل علم اور اہل طریق حضرات سے ''فضائل تبلیغ'' کے مطالعہ کی گزارش کردیا کریں اور پوچھ لیا کریں کہ آپ کے حلقہ میں، محلّہ یا بستی میں برائیوں سے روک ٹوک کرنے والی جماعت ہے یا نہیں۔ نیز ''فضائل تبلیغ'' کی حدیث نمبر۳ تا نمبر۶ بالخصوص نمبر ۵ کے مطالعہ کی گزارش کردیں کہ دیکھ لیں حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ جس طرح اچھی باتوں کے پھیلانے کے لیے محنت وسعی کرنا فرض کفایہ اور ضروری ہے اسی طرح برائیوں سے روک ٹوک کرنے والے افراد کا ہر بستی میں ہونا بھی فرض کفایہ ہے۔ (معین الحجاج صفحہ ۲۶۔۲۷)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ سے وجودِ اعمال ہوتا ہے، دین کی طرف لوگ متوجہ ہوتے ہیں، ارکان دین کا اہتمام بڑھتا ہے نیز تعلیم سے بھی وجودِ اعمال ہوتا ہے حفاظ، قراء، علماء پیدا ہوتے ہیں، مگر قبولِ اعمال تزکیہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی فکر چاہیے، تزکیہ کاملین سے تعلق کرنے سے ہوتا ہے۔ (سبیل الفلاح صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کو تبلیغ کا شوق تو ہے مگر صحیح علم حاصل نہیں کرتے، سنی سنائی باتوں کو بدوں تحقیق غلط سلط روایات پیش کرنا شروع کردیتے ہیں، حالانکہ حق تعالیٰ کا ارشاد رسول اکرم ﷺ کیلئے یہ ہے کہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ ۔ یعنی جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرمائیے۔ پس مَا اُنْزِلَ کا علم مبلّغ کیلئے ضروری ہے اور اگر مَا اُنْزِلَ کا علم ہی نہیں تو وہ کس بات کی تبلیغ کرے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کی ہدایت کیلئے اپنے مدرسہ سے مبلّغین کو مقرر فرمایا تھا۔ جو بستیوں میں خود جا کر وعظ فرمایا کرتے تھے، فرمایا کہ سوچنے کی بات ہے کہ جو لوگ آپ کے مدرسہ میں دین سیکھنے کے لیے آرہے ہیں ان کی تدریس کے لیے ۲۰ مدرّسین ہوں اور جو لوگ یہاں نہیں آرہے ان کیلئے ایک بھی نہ ہو، مبلّغ عوام کیلئے مدرّس ہوتا ہے اور پھر جن عوام میں آپ کا مبلّغ کام کرے گا، ان کے بچے بھی تو آپ کے مدارس میں تعلیم حاصل کریں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۷)

ارشاد فرمایا کہ یہ ذہن میں رکھے اور بضرورت اس کا لوگوں پر اظہار کرے کہ ہم سب کا اصل مقصد دین سیکھنا اور سکھانا ہے، اس خدمت کو مختلف طریقوں سے مختلف جماعتیں کر رہی ہیں، کوئی طریقہ مقاصد دین سے نہیں۔ اس لیے کسی ایک طریقہ کی پابندی لازمی یا ضروری نہیں، جس کو جس طریقہ سے مناسبت ہو اسی طرح خدمت کرے، البتہ اصولِ دین کے خلاف کوئی طریقہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کسی کے طریقہ کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو کسی محقق عالم سے استفسار کرے اور حسب ہدایت عمل کرے۔ بحث ومباحثہ میں نہ پڑے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۷۴)

ارشاد فرمایا کہ اچھی باتوں کا کہنا، بری باتوں سے روکنا، اس کے آداب وطریقے ہیں، اس کو معلوم کرو، سیکھو، بعض لوگ کہتے ہیں کہ منکرات کی اصلاح کا کام کریں گے تو انتشار ہوگا، فتنہ ہوگا، اس طرح کا خیال صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فتنہ کو پسند نہیں کرتا، اور سرور عالم ﷺ کو فتنہ وفساد کے ختم کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ تو پھر کیسے کسی ایسے کام کرنے کا حکم دیا جا سکتا ہے کہ جس سے فتنہ پیدا ہو، فتنہ جب بھی اس کام سے ہوگا تو اس کا سبب یہ کام نہیں ہوگا بلکہ بے اصولی اور حدود کی رعایت نہ کرنے کی بنا پر ہوگا، کام اگر قاعدہ سے کیا جائے

تو پھر ان شاء اللہ مفید نتائج ظاہر ہوں گے۔ اور یوں تو ماموارت کے کام میں تھوڑا بہت انتشار رہتا ہی ہے۔ آپریشن کرنے کے لئے سیکھنے کی ضرورت ہے، ہر شخص آپریشن نہیں کرسکتا۔ آپریشن کب کرے؟ نشتر کتنا لگائے؟ یہ سب چیزیں سیکھنے کی ہوتی ہیں، اسی طرح یہ بھی دینی اعتبار سے ایک طرح کا آپریشن ہے، اس کے بھی حدود وآداب ہیں، ان کی رعایت کر کے کام کیا جائے۔

(منصب مومن صفحہ ۲۹۔۳۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے طریق دعوت میں کیا فرق ہے، احقر نے جو جواب دیا اکابر نے بھی پسند فرمایا وہ یہ کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق میں غلبۂ غیرت ہے اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں غلبۂ شفقت ہے۔ اول تکمیل نفع دوسرا عموم نفع کا مقتضی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۶)

ارشاد فرمایا کہ جہاں دین کی طلب نہ ہو وہاں خود سفر کر کے جانا چاہئے کیونکہ سونے والوں کو جگانے کیلئے جانا پڑتا ہے۔ اور جہاں طلب ہو ان کو خود آنا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ گشت کا سلسلہ بھی ہونا چاہئے۔ لوگوں کے گھروں پر جائیے اور فہرست لکھ لیجئے کہ فلاں فلاں حضرات جماعت میں نہیں آتے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور اس طرح بات کریں کہ جماعت کی نماز میں ۲۷ گنا زیادہ ثواب ہے اور صالحین کی برکت سے قبولیت کی امید ہوتی ہے، جب جماعت میں آیا کریں تو دوسرے دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کریں تو ان کے آنے کا ثواب بھی آپ کو ملے گا اور اگر بے نمازی ہے تو ان سے یوں درخواست کریں کہ آپ گھر میں نماز پڑھنے کی بجائے مسجد میں جماعت سے نماز

ادا کیا کریں۔ جماعت کی برکات اور فضائل یہ یہ ہیں، نماز پڑھنے کو نہ کہیں ورنہ ان کو یہ ناگواری ہوگی کہ مجھ کو بے نمازی سمجھتے ہیں اور ایک دن کے گشت میں ۳ یا ۴ آدمیوں سے زیادہ ملاقات نہ کریں تاکہ معتد بہ وقت نصیحت کامل ہو سکے، نصیحت کرنے سے نفع ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ''آپ لوگوں کو نصیحت کرتے رہئے۔ پس بے شک نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔'' نصیحت کا نفع ضرور ہوتا ہے البتہ ظہور میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ ظہور نفع کامل پر ہوتا ہے نفع کے ظہور میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہوں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۰۲)

ارشاد فرمایا کہ اس طرح جس مسجد میں بھی کام شروع کیا گیا ہے اس کے بہت بہتر نتائج ظاہر ہوئے جو عید بقر عید کے علاوہ کبھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ بار بار گشت کی برکت اور کہنے سننے کی برکت سے نمازی بن جاتے ہیں۔ محلّہ کے اندر جو افسران اور دنیاوی وجاہت کے لوگ ہوں ان کے پاس جب جانا ہو تو نمازیوں میں سے کسی صاحب اثر و وجاہت کو اپنے ساتھ ضرور لے لیا جاوے۔ اس کی وجہ سے وہ بات غور سے سنتے ہیں۔ ایک فیکٹری میں اس طرح کیا گیا کہ بعد نماز عصر امام صاحب کسی کو ساتھ لے کر بڑے بڑے افسروں میں سے کسی ایک کے پاس تھوڑی دیر دینی بات کرتے اور ان کو مسجد میں آنے کی دعوت دیتے۔ اس طرح باری باری متعدد افسروں کے پاس جاتے رہے۔ ایک سال تک اس محنت کی دھن لگی رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام آفیسر طبقے کے لوگ سب کے سب پکے نمازی ہو گئے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۲)

ارشاد فرمایا کہ اس دعوت اور گشت کی محنت پر علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یاد آیا۔ فرماتے ہیں جو شخص اخلاص سے کسی بستی پر دینی محنت کرے اور اس کی محنت اور دعوت سے وہاں کے لوگ دیندار ہو جائیں تو

یہ شخص اس بستی کا قطب بنا دیا جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۲)

ارشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن برابر خواہ متفرق طور پر جس میں سہولت ہو اپنی بستی سے باہر جانے کے لئے اور دین سیکھنے سکھانے کے لیے مستعد رہیں اگر اتنا وقت نہ نکل سکے تو ایک ہی دن اس کے لیے تجویز کریں۔ اگر کسی باہر جگہ جانے کی نوبت نہ آوے تو اپنے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کر کے وہ وقت مجدّد اعظم مولانا تھانویؒ کے مواعظ توجہ سے پڑھنے میں صرف کریں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۴۵)

ارشاد فرمایا کہ چند مخلص دیندار جن کی ظاہری وضع ولباس شرع کے موافق ہو۔۔۔۔ان کو لے کر یومیہ یا تیسرے روز یا چوتھے روز یا ہفتہ وار اپنے محلّہ یا بستی میں گشت کریں۔ مسجد کے قریب سے سلسلہ شروع کریں یا باوجاہت حضرات سے، جیسی مقامی مصلحت ہو گفتگو کریں۔۔۔۔جس کو کلمہ یاد نہ ہو دو ایک دفعہ کہلا کر کسی مستعد وصالح شخص کے سپرد کردیں کہ وہ کلمہ مع معنی یاد کرادیں۔ اسی وقت خواہ دوسرے اوقات میں۔ گفتگو میں ایسا طرز نہ ہو جس سے مخاطب کو شرمندگی یا اس کی تحقیر ہو۔ حتی الامکان اس کی رعایت کرے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۴۶)

ارشاد فرمایا کہ مستورات کو تبلیغ دین کی اہمیت وفضیلت بتلادیں اور اس کا طریقہ سیکھنے پر آمادہ کریں اور وہ اپنی اور دوسری مستورات کو دین پر ثابت قدم رہنے اور اپنے بچوں کی اصلاح کی فکر میں لگانے کی طرف متوجہ ہوں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۴۷)

ارشاد فرمایا کہ سفر میں جانے سے قبل رسالہ ''آداب السفر'' کا مطالعہ مناسب ہے یا اسے ہمراہ رکھیں۔ اسی طرح رسالہ ''ادعیہ ماثورہ'' ساتھ رکھیں اور مسنون دعائیں وقت وموقع پر پڑھنے کا اہتمام رکھیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۸)

ارشاد فرمایا کہ چلنے پھرنے، سونے جاگنے، کھانے پینے وغیرہ کے جملہ حالات میں سنّت کی رعایت کا اہتمام کریں ''گلزار سنّت'' کو ساتھ رکھیں اس سے بڑی اعانت ملے گی، سفر میں مشق کرنا سہل ہے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ دوام کی توفیق ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۸)

ارشاد فرمایا کہ سفر میں حسب ذیل باتوں کا بڑا خیال رکھیں۔

۱......زیادہ بات چیت سے اجتناب کریں۔ ہنسی مذاق سفر میں بالکل نہ کریں۔

۲......اپنے عمل و برتاؤ سے یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ ہم غافلانہ زندگی گزار رہے ہیں۔

۳......زیادہ وقت ذکر اللہ، مطالعہ یا سکوت (خاموشی) میں صرف کریں ضروری مسائل دریافت کرنے میں مضائقہ نہیں۔

۴......امیر سفر کی اطاعت دل سے کریں، خودرائی سے ہرگز کام نہ کریں، کوئی بات مشورہ واصلاح کی ذہن میں آوے تو امیر سفر پر ادب سے ظاہر کریں، اس کے قبول کرنے پر اصرار نہ کریں، اگر وہ قبول کرلے تو فَبِھَا ورنہ اس کی ہدایت کو قابل عمل بناویں اور اپنی رائے میں کوئی سقم یا کوتاہی تصور کریں۔ مناظرہ کیلئے ہرگز تیار نہ ہوں۔

۵......بالفرض ایسا اختلاف رائے ہو جس میں جواز یا عدم جواز کی صورت نکلتی ہو تو اس معاملہ میں شرکت نہ کرے مگر دوسروں پر اعتراض بھی نہ کریں پھر سفر کے بعد کسی محقّق عالم سے رجوع کرکے ان کے جواب کے موافق عمل درآمد کیا جاوے۔

۶......ریل، موٹر میں استحقاق سے زیادہ جگہ نہ لیں، قوانین محکمہ کا لحاظ رکھیں، مسافروں کو آنے سے نہ روکیں بلکہ حتی الامکان ان کے آرام وراحت کی کوشش کریں۔

۷......نماز کو حتی الامکان جماعت سے نہایت سکون کے ساتھ ادا کرنے کا عزم رکھیں۔

۸......امیر سفر تعلیم وتعلّم کی جو خدمت سپرد کردیں اس کو بخوشی قبول کریں اور اس میں مشغول ہوں۔

۹...... گفتگو اور بات چیت میں امیر پر سبقت نہ کریں اگر کوئی صاحب استفسارات کریں تو امیر کی طرف ورنہ نائب کی طرف (جو اس وقت کیلئے مقرر ہوں) متوجہ کریں۔

۱۰......جہاں تک ہو سکے باوضو رہنے کی کوشش کریں اور ذکر اللہ کی کثرت رکھیں

۱۱......امیر کو از خود مطلع کریں کہ مصارف سفر کیلئے کتنی رقم لائے ہیں تاکہ وہ اس کے موافق انتظام رکھیں۔

۱۲......کسی جگہ کی مہمانی اگر امیر قبول کرلیں تو کھانے پینے میں بے صبری سے بچیں اور کھانوں کی اقسام میں جو قسم مزہ اور کیفیت کے لحاظ سے ادنیٰ شمار ہوتی ہو اس کو بھی کھائیں اور خوب رغبت سے۔

۱۳...... بلا اذن امیر سفر کوئی دعوت قبول نہ کریں اور نہ کسی جگہ ملنے یا تفریح کرنے بلا اجازت جائیں غرضیکہ جو کام بھی کرنا ہو اجازت سے کریں۔

۱۴......''اشرف النصائح'' کا مطالعہ سفر میں ضرور رکھیں اور نماز و تبلیغ کی ہدایت کا خاص دھیان رکھیں۔

۱۵......قیام کسی ایسی جگہ کریں جو قریب مسجد کے ہو، وہاں انتظام نہ ہو تو مسجد میں بہ نیت اعتکاف مستحب داخل ہوں۔ اعتکاف کے مسائل کا خیال رکھیں اور وہاں کے قیام میں تعلیم وتعلّم، تصحیح کلام مجید، تصحیح کلمہ طیبہ و نماز، مذاکرہ، آداب مساجد و آداب تبلیغ میں حسب ہدایت امیر مشغول رہیں۔

۱۶......دعوت بجز مخلص کے اور کسی کی قبول نہ کریں اولاً عذر کریں۔ اور نہ قبول

کرنے میں دل شکنی ہوتو قبول کرلیں ،مگر ان شرائط کے ساتھ کہ مقامی کوئی صاحب نہ ہوں ۔کھانا سادہ ہو۔ایک قسم کی ترکاری یا دال کافی ہے ۔کوئی فرمائش نہ کریں۔

۱۷......سامان اٹھانے اور لے جانے میں عار نہ کریں بلکہ اپنے رفقاء سے زیادہ کام کرنے کوشش کریں ۔اپنے سے کمزور رفیق پر بار نہ ہونے دیں ۔اسی طرح جو اپنے بزرگ ہوں اُن کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور اپنی راحت پر رفقاء کی راحت کو مقدم رکھیں۔

۱۸......گھر سے چلنے پر ناشتہ کچھ نہ کچھ ہمراہ رکھیں ،شکر ،گڑ ،چنا ،چائے اگر ساتھ رکھ سکتے ہوں تو رکھ لیں ،ڈوری ،بوریا یا بورا ،صابن ،دیا سلائی ،موم بتی ،مٹی کے ڈھیلے ،لوٹا ،لالٹین ،پنسل ،کاغذ ،قطب نما ،گھڑی ان چیزوں کو ہمراہ رکھنے میں آرام ملتا ہے ۔جن کی گنجائش ہو ساتھ رکھیں ۔سردیوں میں بقدر ضرورت بستر بھی ہونا چاہئے ۔(مجالس ابرار صفحہ ۵۴۹۔۵۵۰)

شرطِ تبلیغ عام

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

’’فرمایا کہ زبانی بیان کرنا شرط تبلیغ نہیں ۔کوئی چھپا ہوا وعظ یا کوئی کتاب حدیث یا فقہ یا تفسیر کی ہاتھ میں لے کر اس کو دیکھ کر مع ترجمہ پڑھ دیا کریں ۔اجمال یا ابہام ہو تو مختصر سی تفسیر یا تفصیل کر دی ۔اگر اس پر بھی قدرت نہیں تو ایسا شخص تبلیغ عام کا مکلّف ہی نہیں ۔‘‘

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

وعظ و نصیحت کے آداب

اپنی اصلاح کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بھی وعظ و نصیحت اور تبلیغ کرنا مطلوب ہے۔ تاہم شریعت نے ہر حکم کے ساتھ کچھ حدود و قیود و ضوابط کو بھی ملحوظ رکھنے کا امر فرمایا ہے۔ زیر نظر ارشادات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے منتخب کردہ ہیں جن میں انہی شرعی حدود و قیود کا تذکرہ ہے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ جب وعظ کا اعلان دس منٹ کا ہو تو دس منٹ پر وعظ کو ختم کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اعلان بھی ایک عہد ہے، بعض لوگ مختصر وقت سمجھ کر شرکت کر لیتے ہیں اور دس منٹ بعد ان کو کوئی ضروری کام ہوتا ہے۔ اب اگر وعظ طویل ہوا تو مجمع سے اٹھتے ہوئے شرم محسوس کر کے بیٹھے رہ جاتے ہیں اور دوبارہ جب اس اعلان کو سنتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ یہ محض زبانی اعلان ہے، عمل اس کے خلاف ہوگا۔ اس سے اہل علم کے وقار کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کے ساتھ قول و فعل میں تطابق کا حسن ظن قائم نہیں رہتا۔ البتہ دس منٹ کے بعد دعا مانگ کر وعظ ختم کرنے کے بعد لوگ شوق ظاہر کریں تو پھر مضمون کو طویل کیا جا سکتا ہے جب تک وہ شوق سے بیٹھیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ وعظ و نصیحت کرنے میں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ لوگ تنگ نہ ہو جاویں ۔۔۔۔ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ آپ ہر روز وعظ و نصیحت سناتے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے مانع یہ ہے کہ کہیں تم لوگ تنگ نہ ہو جاؤ۔ میں وعظ میں خیال رکھتا ہوں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے تھے کہ کہیں ہم لوگ اکتانے نہ لگیں۔

(فائدہ) دینی کتب سنانے والوں اور وعظ کہنے والوں کو اس بات کا بڑا اہتمام چاہیے ورنہ لوگ پھر ایسے اجتماع و مجمع میں آنا بھی بند کر دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سامعین کے تحمل کی رعایت بہت ضرور ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۰۶)

ارشاد فرمایا کہ اگر بڑوں کی پیالیوں میں چائے پیتے وقت مکھیاں گر جائیں تو چھوٹے فوراً اس کو نکال دیتے ہیں اور اس بات سے بڑے بھی خوش رہتے ہیں تو منکرات میں بھی یہی معاملہ ہونا چاہیئے۔ ہرگز ہرگز اس منکر میں شریک نہ ہو اور موقع سمجھ کر ادب سے اکابر کی خدمت میں بھی عرض کر دے لیکن ایسے وقت اکابر کا اکرام اور اپنی پستی و کمتری کا استحضار بھی ضروری ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ جب وعظ ہو رہا یا دینی کتاب سنائی جارہی ہو تو تلاوت یا نفل نماز یا کوئی وظیفہ وہاں نہ پڑھنا چاہیئے۔ دین کا ایک مسئلہ سیکھنا سو رکعات سے بھی افضل ہے اور ایسے وقت ایسے لوگوں کے اعمال سے واعظ کے مضامین کی آمد رک جاتی ہے اسی طرح بعض لوگ سر جھکا کر آنکھ بند کر کے بیٹھتے ہیں۔ خواہ وہ توجہ ڈالتے ہوں یا سوتے ہوں۔ اس سے بھی واعظ کے قلب پر اثر پڑتا ہے اور مضامین کی آمد رک جاتی ہے۔ لہذا توجہ ڈالنے والوں کو (یعنی سونے والوں کو) وعظ سے اٹھ جانا چاہیے۔ کہیں اور جا کر سو رہنا چاہیے نیز پاس والوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ کوئی آنکھ بند کرنے نہ پائے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۲۶۔۲۷)

ارشاد فرمایا کہ وعظ کہتے وقت اپنی اصلاح کی نیت بھی کر لے اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے وعظ سے بہت نفع کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا کہ میری

نیت یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ میرے یہ سامعین مجھ سے افضل ہو جائیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۶۱)

ارشاد فرمایا کہ مقرر اور واعظ اپنی نیت درست کرلے کہ میں اپنی اصلاح اور خدمت دین کے لئے وعظ کہہ رہا ہوں جاہ و شہرت کیلئے نہ کہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۶۲)

ارشاد فرمایا کہ واعظ اور مبلغ کو معمولات اور خلوت مع الحق کا بھی بہت اہتمام چاہئیے جیسا کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ میں تصریح موجود ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۸۰)

ارشاد فرمایا کہ جب وعظ ہو رہا ہو تو سب کو خاموشی سے سننا چاہئے اس وقت کسی کو وہاں پر تلاوت یا کوئی وظیفہ نہ پڑھنا چاہئیے۔ دیکھئے آپریشن روم میں کس قدر خاموشی رہتی ہے، یہی روحانی علاج میں خیال ہونا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۸۴)

ارشاد فرمایا کہ جب دین کی کوئی بات سنائی جاتی ہے تو بعض کیلئے تو نئی ہوتی ہے اور بعض کیلئے اس کا تکرار ہو جاتا ہے جس سے استحضار ہو جاتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۹۵)

ارشاد فرمایا کہ دین کی باتیں سننے کے بعد اگر یاد نہ رہ سکیں تو بھی ان کا نفع ضرور ہوتا ہے جس طرح ہم کو دو ہفتہ قبل کی غذائیں تو یاد نہیں رہتیں ہیں کہ کیا کیا کھایا تھا مگر ان کی طاقتیں ہمارے جسم میں محفوظ ہوتی ہیں، اسی طرح دین کی کتابیں دیکھنا اور بزرگوں کا وعظ سننا ہر حالت میں مفید ہے خواہ یاد رہیں یا بھول جائیں ان کے اثرات روح میں باقی رہ جاتے ہیں جن کی طاقت سے اعمال صالحہ کی ہمت اور توفیق ہوتی رہتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۵۔۹۶)

ارشاد فرمایا کہ کلام میں، معاملات میں یا تقریر میں ایسا کوئی

عنوان نہ آنے پائے جس میں اپنی بڑائی یا کمال یا خوبی ظاہر ہو۔ اس بات کی طرف جملہ اہل تعلق کی نگرانی بھی خصوصی چاہیئے نیز تاکید بھی کرتے رہنا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۰۶۔۱۰۷)

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یاد آیا۔ فرماتے ہیں جو شخص اخلاص سے کسی بستی پر دینی محنت کرے اور اسکی محنت اور دعوت سے وہاں کے لوگ دیندار ہو جائیں تو یہ شخص اس بستی کا قطب بنا دیا جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۲)

ارشاد فرمایا کہ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ نصیحت کیجئے۔ بیشک نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔ اس آیت مبارکہ کو بیان فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ نصیحت بار بار کرتا رہے، کبھی بہت دن کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ مولوی شبیر علی صاحب نے اپنے کسی عزیز سے سگریٹ کی عادت چھڑانا چاہی تو اس کو سگریٹ چھوڑنے پر نصیحت فرماتے رہے۔ سو مرتبہ تک ان کی نصیحت نے موصوف پر اثر ظاہر نہ کیا، جب ایک سو ایک مرتبہ کی تعداد ہوئی تو انہوں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا۔ اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہمت نہ ہارنی چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۳۹)

(دینی مذاکرہ کے وقت ایک صاحب تسبیح پڑھ رہے تھے۔ اس پر)

ارشاد فرمایا کہ دینی مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے ۔۔۔۔۔ اگر کچھ وظیفہ وغیرہ پڑھنا ہے تو الگ جا کر پڑھ لے۔ اس سے فارغ ہو جائے پھر بیان میں شریک ہو، یا پہلے بیان سن لے پھر بعد میں اپنا وظیفہ پڑھے۔ ایک وقت میں دونوں کام یہ ٹھیک نہیں ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ تصریح منقول ہے کہ ایک کمرے میں کوئی شخص ذکر کر رہا ہے اور دوسرے کمرے میں وعظ ہو رہا ہے تو ذکر

ملتوی کر کے وعظ میں شرکت کرے۔ بعض لوگ دینی مذاکرہ کے وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں حالانکہ استماع کا حق یہ ہے کہ کان سے سنے اور قلب بھی متوجہ رکھے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۷)

ارشاد فرمایا کہ ۵ منٹ کا وعظ بھی کافی اور نافع سمجھنا چاہیئے۔ سول سرجن سے وقت چند منٹ کا بھی کافی سمجھتے ہیں اور انجکشن میں تو ایک منٹ سے بھی کم لگتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ۵ منٹ تک سوئی گوشت میں چبھوئے رکھے تو دین کی باتیں بھی اگر تھوڑی دیر ہوں تو اس کو بھی مفید اور غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ آجکل جب تک ایک دو گھنٹہ کا بیان نہ ہو اس کو وعظ ہی نہیں سمجھتے۔ جسمانی معالج کی اہمیت ہے، روحانی معالج کی اہمیت نہیں، ورنہ دین کی ایک بات سن کر بھی خوش ہو جاتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۰)

ارشاد فرمایا کہ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ " اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ نصیحت فرماتے رہیں یہ نصیحت کرنا ایمان والوں کیلئے نفع بخش ہے۔" اب چونکہ واعظ بھی مومن ہے اس لئے اس کو بھی نفع ہوتا ہے۔

(مجالس ابرار ص ۳۶۰۔۳۶۱)

ارشاد فرمایا کہ مسلسل نکیر و نصیحت سے ان شاء اللہ نفع ضرور ہوتا ہے۔

جو پتھر پہ پانی پڑے متّصل　　　تو بے شبہ گھس جائے پتھر کی سل

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۴)

ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر شہزادہ کو جب انجکشن لگاتا ہے تو اپنے کو شہزادہ سے افضل نہیں سمجھتا۔ اسی طرح دین کی بات سنانے والے کو سامعین سے اپنے کو افضل نہ سمجھنا چاہیئے۔ ماہر فن کو اکمل سمجھنا جائز مگر افضل سمجھنا حرام ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قبولیت عند اللہ پر ہے جو دنیا میں نہیں معلوم ہو سکتی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۷۶)

ارشاد فرمایا کہ اگر مجلس (وعظ وتقریر) میں تاخیر ہو تو ذکر یا تلاوت میں لگ جائے۔ فضوئی گوئی میں نہ لگے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۱)

ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنا دل ذکر کے نور سے منور کرے پھر دین کی خدمت میں لگے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۴)

ارشاد فرمایا کہ مختصر نصیحت بھی نفع سے خالی نہیں۔ کسی نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ مجھے کچھ نصیحت کر دیجئے مگر مختصر نصیحت ہو۔ تو فرمایا۔۔۔۔۔ کہ دنیا کے لیے اتنا عمل کر جس قدر کہ اس میں قیام کرنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی تیاری کر جس قدر وہاں قیام کرنا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۱۰)

ارشاد فرمایا کہ جب دینی گفتگو ہو رہی ہو یا دین کا کام کر رہا ہو تو آنے والا السّلام علیکم نہ کہے کیونکہ یہ شرعی حاجت میں مشغول ہے۔ اسی طرح کھانا کھا رہا ہے تو اس کو بھی سلام مت کرو کہ وہ طبعی حاجت میں مشغول ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۴۰)

ارشاد فرمایا کہ جب کہیں وعظ کیلئے بلاوے تو اہل علم کو شرط کر لینا چاہیئے کہ کوئی ہدیہ نقد یا کسی صورت میں ہوگا قبول نہ کریں گے، کیونکہ معاوضہ کی صورت سے بچنا چاہئے اِتَّبِعُوا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا پر عمل ہونا چاہئے۔ اس سے سامعین کو اتباع کی توفیق بھی ہوتی ہے۔ جب اخلاص ہوتا ہے تو اثر بھی ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴۲)

ارشاد فرمایا کہ ایک ہی مضمون بار بار دو تین مرتبہ بھی آ جاوے تو کیا مضائقہ ہے۔ نصیحت میں یہ تکرار مطلوب ہوتا ہے۔ دیکھو قرآن پاک بار بار مضامین کے تکرار سے معمور ہے کیونکہ وہ موعظت اور نصیحت ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۸۹)

ارشاد فرمایا کہ بیان طویل ہی پر نفع کو موقوف نہ سمجھا جاوے۔ ایک ہومیو پیتھک کی گولی تو کتنا اثر دکھاتی ہے اور دین کی ایک مختصر بات کیونکر اثر نہ دکھائے گی۔ جیسا موقع ہو ایک ہی آیت کریمہ یا ایک ہی حدیث شریف کو بیان کر دیا جائے۔ (مجالس ابرار ص ۵۰۵)

ارشاد فرمایا کہ دینی اجتماع کیلئے جو وقت مقرر کیا جائے اس کی پابندی کرنی چاہئے۔ کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا جائے کہ جب وقت پورا ہو جائے تو وہ لوگ اطلاع کر دیں۔ خواہ کتنا ہی عمدہ مضمون بیان ہو رہا ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کار چلی جا رہی ہے خوب لطف آرہا ہے۔ سامنے موڑ ہے اب اگر بریک نہ لگائے تو خطرہ ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی ہے کہ بعض لوگوں کو تو نفع ہوتا ہے مگر بعض لوگوں کو وقت مقررہ سے زیادہ ہونے پر بے چینی ہوتی ہے کہ کب بیان ختم ہو اور ہم کب جائیں، اس لئے اس کا لحاظ رکھنا چاہئے تا کہ لوگوں کو توحّش نہ ہونے لگے اور آئندہ کیلئے شوق باقی رہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۴۰۔۴۱)

ارشاد فرمایا کہ لوگ عالم بن جاتے ہیں مگر عمل کا جذبہ دل میں نہیں ہوتا۔ ایک عالم صاحب آئے بہت مشہور آدمی تھے۔ عشاء کے بعد ڈیڑھ دو بجے تک تقریر کی اور صبح آٹھ بجے اٹھے یعنی فرائض بھی غائب۔ تقریر تو مستحب کام ہے۔ ایک مستحب کام کی وجہ سے فرض کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ اسی طرح تقریر یا بیان جو سبب بنے اس کا درست نہیں ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ ایک بات خصوصیت سے سب لوگوں کیلئے بڑی اہم اور قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ کبھی کبھی اپنے گھر پر دینی مذاکرہ کرایا کرے۔ وعظ و نصیحت کا سلسلہ تھوڑی دیر ہو پندرہ منٹ بھی کافی ہیں۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۶۷)

ارشاد فرمایا کہ نصیحت کا نفع ہوتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ ایک دم ہو جائے ایک دم نہیں ہوگا۔ ہلکے ہلکے ہوگا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے

دانہ ہے آپ نے بویا، ابھی اندر اندر فرق ہو رہا ہے، اوپر اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ لیکن جب اوپر اس کا اکھوا نکلتا ہے۔ اس وقت پتہ چلتا ہے اور اسکی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح دینی باتوں کا معاملہ ہے کہ اس کا اثر دھیرے دھیرے ہوتا ہے۔ پھر جب مسلسل یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اگر کوئی عالم نہیں ملتے تو کسی عالم دین کی کتاب ہی سناؤ۔

(مجالس محی السنۃ صفحہ ۶۹)

ارشاد فرمایا کہ آج کل وعظ اور دعوت کو جمع کیا جا رہا ہے۔ اس رواج و رسم کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ اس میں حسب ذیل مفاسد ہیں۔

۱......اہل خانہ کھانے اور چائے کی فکر میں وعظ سننے نہیں پاتے اور اگر سنتے بھی ہیں تو گھر والوں کا دل آنے والوں کی تعداد اور اپنے کھانے کی مقدار میں توازن اور تناسب کی ضرب اور تقسیم میں مشغول رہتا ہے۔

۲......جس خاندان کے لوگ غریب ہیں ان کی ہمت وعظ کہلانے کی نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ اس رسم دعوت سے گھبرائیں گے کہ وعظ کے لیے اتنا روپیہ کہاں سے لائیں؟ اور اگر قرض لے کر دعوت کا انتظام کریں تو یہ اور مصیبت کا سبب ہے۔

۳......علماء کی بے وقعتی بھی ہے۔ عوام یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ بدوں لقمۂ تر مولویوں کے قدم کہاں اٹھتے ہیں۔ حالانکہ مولوی کے صدقے میں بہت سے لوگ مال اڑائیں گے لیکن بدنام بے چارہ مولوی ہی ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۸)
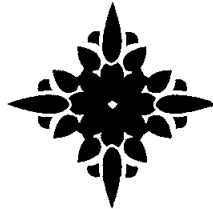
گھر کی اصلاح

گھریلو ماحول کے بگاڑ اور گھر والوں کی بے دینی کا معاملہ ایک وبائی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ جن کا رجحان دین کی طرف ہوتا ہے ان کو احساس زیادہ ہوتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ گھر کے ماحول کے بناؤ اور بگاڑ کے نتائج بڑے دوررس اور گہرے ہوتے ہیں۔ بڑی حد تک بچوں کے اخلاق و اعمال اور ان کی سیرت و عادات میں بھی مؤثر ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک انسان پر اپنی اولاد اور متعلقین کی جسمانی ضروریات اور ان کی بیماری کے علاج کا انتظام ضروری ہے تو اسی کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کی فکر و کوشش کرنا یہ بھی ضروری ہے اس سلسلہ میں محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھریلو اصلاح کے مجوزہ نظام کو اپنایا جاوے۔ ان شاء اللہ اس کے مفید نتائج مرتب ہونگے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر ہمارے گھروں میں کوئی بچہ خبر دیتا ہے کہ بستر پر فلاں بھیّا نے جوتا رکھ دیا یا دیوار پر لکیر بنادی یا چائے کی پیالی میں مکھی گر گئی تو ہم سب کو فکر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ چائے میں کمی تو نہیں اضافہ ہی ہوا ہے، پیروں پر ورم ہے، اضافہ ہوا مگر ڈاکٹر کے پاس بھاگے جا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر اضافہ اور ہر ترقی آپ پسند نہیں کرتے۔ اس طرح مچھر دانی میں دو تین مچھر گھس گئے تو بغیر ان کے نکالے چین نہیں، نیند ہی نہیں آسکتی جب تک کہ ان کو نکال نہ لیں گے، حالانکہ یہ مچھر دو تین عدد کتنا خون پی لیتے، ایک رتی یا ایک ماشہ پی لیتے پھر وہ بھی آرام سے سوتے، آپ بھی آرام سے سوتے، لیکن دو تین قطرہ خون دینا گوارہ نہیں۔ دوستو سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے گھروں میں اگر منکرات داخل ہو جائیں، خلاف شریعت گھر میں چیزیں داخل ہوتی جا رہی ہیں،

ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ہمارے بچے انگریزی بال رکھیں، ہمارے بچے جاندار کی تصویریں لائیں ان کی فکر کیوں نہیں۔ گھر میں سانپ بچھو آ جائے تو فوراً نکالنے کی فکر ہوگی۔ ان کے نکالنے والوں کو بلائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہمارے گھر میں آویں تو ان منکرات کو دور کرنے کے لیے کیا ہم کو اتنی بھی فکر ہے جتنی گھروں سے مچھروں اور مکھیوں کے نکالنے کی فکر ہوتی ہے؟

(مجالس ابرار صفحہ ۶۶۔۶۷)

ارشاد فرمایا کہ منکر کے معنی اجنبی کے ہیں، جب دنیا کی اجنبی چیزوں سے سکون چھن جاتا ہے تو دین کے منکرات سے سکون کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ انگلی میں کانٹا گھس گیا، چین چھن گیا، اجنبی چیز داخل ہوگئی، آنکھ میں گرد و غبار آ گیا، کھٹک اور درد شروع ہو گیا، لیکن اگر سرمہ لگا لیا تو چین میں اضافہ ہو رہا ہے، کیونکہ سرمہ آنکھ کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ اسی طرح روحانی بیماریاں ہیں مثلاً حسد، غضب، کبر، ان اخلاق رزیلہ کے آتے ہی سکون چھن جاتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۶۷)

ارشاد فرمایا کہ طاعون کے زمانے میں ہر شخص چوہے سے ڈرتا ہے کہ طاعون کے جراثیم ہمارے گھروں میں نہ آ جائیں۔ سانپ گھر میں آ جائے سب پریشان اور بدعملی اور منکرات کے چوہے ہمارے گھروں میں کتنے ہی ہوں فکر نہیں۔ گھر میں خلاف شرع وضع قطع، تصاویر جاندار کی، ریڈیو کے گانے، ٹیلی ویژن کا گھریلو سینما آ جائے تو کوئی فکر نہیں۔ ہر عمل کے معاملے میں صحیح علم کی ضرورت ہے۔ لاعلمی میں زہر کھانے سے نقصان تو یقیناً پہنچے گا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۷۹)

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تشریف لے گئے وہاں جاندار کی تصویر تھی، فوراً واپس آ گئے۔ رزق کی ترقی اور برکت کے

لیے وظیفے پڑھنے کے لیے تیار ہیں مگر گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۷۹)

ارشاد فرمایا کہ جب رزق میں تنگی ہو تو اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور گھر والوں کے اعمال پر نظر ڈالے کہ حق تعالیٰ کی کوئی نافرمانی تو نہیں ہو رہی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۴۹)

ارشاد فرمایا کہ اپنی عورتوں کو دینی باتیں سنانے کا بھی نظم ضروری ہے۔ دنیا بھر کی باتیں ان سے کی جائیں اور دین کی باتوں سے ان کو محروم کیا جائے، یہ حق تلفی ہے۔ عورتوں سے جو راحتیں ملتی ہیں جب وہ بیمار ہو جاتی ہیں تب ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ ان کا بہت خیال رکھنا چاہیے یہ بہت قابل رحم ہوتی ہیں، ہمارے گھروں میں مقیّد ہیں، مرد کا دل گھبرائے تو نہ جانے کتنے انسانوں سے یہ دل بہلا سکتے ہیں، مگر یہ بیچاریاں صرف اپنے شوہر ہی سے دل بہلا سکتی ہیں مردوں کی دینی خدمات بھی ان کی خدمات کا صدقہ ہیں کہ ان کی وجہ سے گھر کے انتظام اور کھانے پینے کے امور سے بے فکری ہوتی ہے۔ مرد دفتر گیا تو اس کے سر پر پنکھا چل رہا ہے اور یہ چولہے کے سامنے ہوتی ہیں۔ مستورات کثرت سے سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرْ پڑھتی رہیں، اس کا اثر بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ بچوں کے قلوب ذکر سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۵۵)

ارشاد فرمایا کہ محلّہ کے امام مسجد سے یا کسی عالم سے اپنے گھروں کے اندر گاہ گاہ وعظ کا انتظام کرنا اور محلّہ کی عورتوں کو بھی جمع کرنا اور ان کے لیے پردہ کا انتظام کرنا یہ صورت تو گاہ گاہ ہفتہ واری یا ماہانہ رہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۳)

ارشاد فرمایا کہ ہر گھر کا بڑا ہر روز پانچ منٹ یا دس منٹ دین کی کوئی کتاب سنانا شروع کر دے اور ایک دو منٹ گھر کی عورتوں کو اور بچوں کو ایک

یا دوسنت بھی کھانے پینے کی، وضونماز کی یا سونے جاگنے وغیرہ کی سکھانا شروع کر دے، اس طرح ایک سال میں کتنی سنتوں کا علم ہوسکتا ہے۔ پھر اس پر عمل بھی کرائے اور عمل کی نگرانی کرتا رہے۔۔۔۔۔ ان تعلیمات کے لیے ''بہشتی زیور'' ''تعلیم الدین'' سے مدد حاصل کریں اور ''حیاۃ المسلمین'' بھی سنائیں، پھر اسی طرح ''جزاء الاعمال'' بھی گھروں پر سنائیں اور معاصی کے نقصانات سب گھر والوں کو اس کتاب سے زبانی یاد کرادیں۔۔۔۔۔ ان شاء اللہ اس طرح ہمارے گھروں میں سنتوں کا نور پھیل جائے گا۔ اور سب افراد گھر کے دیندار اور صالح ہوجائیں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۳)

ارشاد فرمایا کہ ہر روز اپنے گھر والوں کو جمع کر کے کوئی دینی کتاب مثلاً حیات المسلمین، جزاء الاعمال، حقوق الاسلام، تعلیم الدین، حکایات صحابہ پڑھ کر سنایا کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گھر والوں کے حالات بدل جائیں گے۔ سب دین دار ہوجائیں گے۔ یہ خمیرہ کوئی کھلا کر تو دیکھے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک بات خصوصیت سے سب لوگوں کے لیے بڑی اہم اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ کبھی کبھی اپنے گھر پر دینی مذاکرہ کرایا جائے، وعظ و نصیحت کا سلسلہ تھوڑی دیر ہو، پندرہ منٹ بھی کافی ہے، ایک انجکشن لگا ہے اس سفر (لندن) کے لیے اس کا اثر چھ مہینے تک رہے گا اور ایک انجکشن جو افریقہ کے سفر کے لیے تھا کوئی کہتا ہے کہ اس کا اثر تین برس کوئی کہتا ہے کہ اس کا اثر دس برس تک رہے گا۔ اس کا اثر اتنی مدت تک رہے گا۔ ایسے ہی ایک دین کی بات بتائی جائے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟ خود اندازہ کرلو، دین کی باتوں کا اثر تو ہوتا ہے ہلکے ہلکے، جیسے ٹی بی کے مریض کو جو دوا دی جاتی ہے اس کی پہلی خوراک بھی فائدہ کرتی ہے، مگر ظاہر نہیں ہوتا اگر ہر خوراک میں اثر نہیں، نفع نہیں تو تیس خوراکوں کے بعد کیوں فائدہ ظاہر ہوتا ہے؟ نفع ہوتا ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ٦٧)

ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک درجہ ہے حصول کا، اور ایک ہے ظہور کا، بعض چیزیں حاصل تو ہو جاتی ہیں مگر ظاہر نہیں ہوتیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص ہے اس کی جیب میں روپے پیسے بھرے ہوئے ہیں لیکن کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ تو جیب میں روپے تو ہیں، یہ درجہ ہے حصول کا، لیکن جب وہ نکالتا ہے دس روپیہ، بیس روپیہ، سو روپیہ تو معلوم ہو جاتا ہے اس کی جیب میں اتنا تھا تو یہ درجہ ہے ظہور کا۔ اور ایک گیہوں کا دانہ آپ نے ترازو میں رکھا، پتہ چلے گا؟ اس میں وزن ہے لیکن ترازو میں پتہ نہیں چلتا، جب ایک دانہ نہیں سو اور ہزار دانے اس میں آتے ہیں تو پلہ کو حرکت ہو جاتی ہے، کانٹا حرکت کرنے لگتا ہے، تو گیہوں کے ایک دانے میں بھی وزن ہے لیکن اس کا ظہور نہیں ہوتا ایسے ہی دین کی باتوں کا بھی نفع ہوتا ہے خواہ ایک ہی بات کہو، مگر ظہور بعض دفعہ دیر سے ہوتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۶۷۔۶۸)

ارشاد فرمایا کہ نصیحت کا نفع ہوتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ایک دم ہو جائے ایک دم نہیں ہوگا۔ ہلکے ہلکے ہوگا، جیسے دانہ ہے آپ نے بویا، ابھی اندر اندر فرق ہو رہا ہے، اوپر اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے، لیکن جب اوپر اس کا اکھوا نکلتا ہے اس وقت پتہ چلتا ہے اور اس کی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح دینی باتوں کا معاملہ ہے کہ اس کا اثر دھیرے دھیرے ہوتا ہے، پھر جب مسلسل یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں، اگر کوئی عالم نہیں ملتے تو کسی عالم دین کی کتاب ہی سناؤ۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۶۹)

ارشاد فرمایا کہ آج میں آپ لوگوں کو گھریلو اصلاح کا آسان طریقہ بتلاتا ہوں۔

(الف): گھر کے سب افراد کو جمع کر کے (۱) روزانہ ایک سنت (۲) سنت کا ایک فائدہ (۳) ایک کبیرہ گناہ اور (۴) گناہ کا ایک دینوی نقصان بتلا دیا کریں۔

(ب) کم از کم سات دفعہ کلمہ طیبہ، تین دفعہ درود شریف، گیارہ مرتبہ استغفار، اور گیارہ مرتبہ سوم کلمہ پڑھنے کا سب افراد خانہ معمول بنالیں۔

(ج) مرد لوگ جتنا وقت مل سکے نیک اور صالح حضرات کے پاس گزارنے کا اہتمام کریں، اگر اس کی صورت نہ ہو تو اکابر کے ملفوظات و حالات کا مطالعہ بھی کسی درجہ میں کافی ہے۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لیے کسی عالم یا امام مسجد سے رابطہ کرو۔ ان سے گزارش کرو کہ وہ مسجد میں اس کا اہتمام شروع کریں، اب ایک ایک چیز خود یاد کرو پھر گھر آکر گھر والوں کو سکھاؤ، یاد کراؤ، ہر دن ایک آدھ سے پچھلا سبق سن بھی لیا جائے، یاد ہو تو آگے ورنہ اسی سبق کو دہرایا جائے، اگر بعض کو یاد ہے بعض کو نہیں تو آپس میں ایک دوسرے کے ذمہ کر دیا جائے کہ جنہوں نے یاد کر لیا ہے وہ جو یاد نہیں کر سکے انہیں یاد کرائیں، اس طرح گھریلو اصلاح بھی ہوتی رہے گی۔ ادھر مصلّیان مسجد کے ذریعہ محلّہ میں بھی اصلاح ہوتی رہے گی۔ مصلّیوں سے امام مسجد صاحب یا عالم صاحب جو بھی یہ سلسلہ چلا رہے ہوں پوچھ لیا کریں کہ گھر میں پہنچانا شروع کر دیا ہے یا نہیں، اگر نہیں پہنچایا ہے تو پھر اس کی اہمیت بتلا کر تاکید کی جائے۔ اسی طرح اہل مدارس بھی اگر مدرسوں میں یہ سلسلہ پانچ دس منٹ تعلیمی اوقات میں سہی، مختص کر کے شروع کر دیں تو طلبہ کی تربیت و اصلاح میں بہت مددگار ہوگا۔ پھر طلبہ جو گھر جاتے ہیں انہیں پابند کیا جائے کہ وہ آج کا سبق گھر جا کر سنائیں۔ اگلے دن بچہ سے پوچھ بھی لیں کہ گھر میں سنایا یا نہیں۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۹۔۱۰)

ارشاد فرمایا کہ اپنے بیوی بچوں کی نماز، وضع ولباس اور معاملات و اخلاق کی کوتاہی پر فہمائش اور اظہار ناراضی کریں اور پھر بھی نہ مانیں تو ذرا سختی سے فہمائش کریں، اس پر بھی اثر نہ ہو تو ان کی پوری حالت کی اطلاع اپنے مصلح یا کسی

مصلح سے عرض کر کے اصلاح کا طریقہ معلوم کریں اور اس پر عمل کریں۔ مصلح سے دعا کی درخواست بھی کریں۔ اور خود بھی برابر دعا کرتے رہیں۔ بس جس طرح اپنے بیوی بچوں کی جسمانی بیماری کے علاج کی فکر رہتی ہے اسی طرح فکر رکھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ جان کی حفاظت سے زیادہ ایمان کی حفاظت ضروری ہے، جو موجودہ حالات میں بلا خاص اہتمام وفکر کے دشوار ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۳)

ارشاد فرمایا کہ اگر محلّہ یا بستی میں معتبر واعظ یا عالم کے وعظ کا انتظام ہو تو اہتمام سے اپنے بیوی بچوں کو وہاں بھیجیں اور پردہ کی خاص تاکید کر دیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۴)

ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو پہلے دین کی تعلیم دلائیں یعنی قرآن شریف حافظہ یا ناظرہ، پھر ضروری عقائد واحکام کی دینی اردو کتابیں، اس کے بعد کسی کاروبار یا دین ودنیا کی مزید تعلیم میں لگا دیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۵)

ارشاد فرمایا کہ ولادت، عقیقہ، ختنہ، بسم اللہ، نکاح، ولیمے وغیرہ کی تقریبوں کو شرعی طریقے پر انجام دینا طے کر لیں۔۔۔۔۔ خلاف شرع تقریبوں سے بچنے کے لیے عزم کر لیں۔ ان میں شرکت سے صاف انکار کر دیں۔۔۔۔ اسی طرح غمی کے موقعوں پر مثلاً تجہیز وتکفین، ایصال ثواب وغیرہ سب شرع کے موافق کرنے کا عزم کر لیں اور مروّجہ طریقوں اور رسموں سے اہتمام کے ساتھ بچنے کا قصد کر لیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۴۵)

ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلاح اور اپنے متعلقین وتوابع کی اصلاح فرض ہے اور یہ موقوف ہے ضروریات دین سے واقفیت پر، لہذا دین کی ضروری باتیں سیکھنے اور متعلقین وتوابع کو سکھانے کے لیے وقت نکالنا ضروری ہے۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں، دوسروں کی اصلاح کی فکر اور اپنی اور اپنے توابع کی اصلاح سے غفلت ولاپرواہی نہایت ہی خطرناک حالت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۷۰)

آداب مسجد

مساجد اللہ کے گھر ہیں جو ذکر و عبادت اور دعوت الی اللہ کے لیے مختص ہیں مسجد کے بہت سے آداب ہیں جنہیں پیش نظر رکھنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے مگر آج عوام الناس کی توجہ اس طرف کم ہے، زیر نظر ارشادات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے انتخاب ہے جن میں مسجد کی اہمیت اور آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لیے دنیا میں مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنا دیتے ہیں۔ (مشکوۃ/۶۸) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص پرندے کے گھونسلے کے برابر مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنا دیتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ۱/۴۹۱) یہ صدقہ جاریہ ہے اس میں ہر شخص کو حسب حیثیت تعاون کرنا چاہیے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۰-۲۱)

ارشاد فرمایا کہ گھونسلے کے برابر بھی اگر کوئی مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل تعمیر کریں گے، گھونسلے کے برابر کہاں مسجد ہوگی؟ مطلب یہ کہ اس نے مسجد کے تعاون میں ایسا حصہ لیا کہ جس سے گھونسلے کے برابر اس کے حصہ میں آتا اور گھونسلے سے کم سے کم مقدار مراد ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے، مقصد یہ کہ تھوڑا سا حصہ ہو، مسجد میں تعاون کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے یہ اجر ہے، اور یہ تعاون صدقہ جاریہ کی صورتوں میں ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۲)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

﴿ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُ ھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں محبوب ترین مقامات مساجد ہیں اور ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں''۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ مسجد جاتے وقت اس کا استحضار رہے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں جارہے ہیں، ادب واحترام اور سکون سے جائے، بھاگ دوڑ کر نہ جائے، دنیا کی بات چیت نہ کرے، مسجد میں فرشتوں کی طرح رہے، درود شریف، کلمہ شریف، اللہ کے ذکر میں مصروف رہے، اور جب جائے اعتکاف کی نیت کرلے، دربار الٰہی کے حقوق اور آداب کی رعایت رکھے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۰۴۔۱۰۵)

ارشاد فرمایا کہ اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے، ایک سنت مؤکدہ جو رمضان کے آخیر عشرہ میں کیا جاتا ہے اس کو سب جانتے ہیں۔۔۔۔ایک اعتکاف اور ہے وہ ہے نفلی اعتکاف، اب بعض لوگ ہیں کہ ان کا اعتکاف کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن دس دن کا ان کو موقع نہیں ہے بلکہ ایک دو دن کا موقع ہے تو اُن کے لیے بھی موقع ہے کہ جتنا وقت ہو اتنے وقت کے لیے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آجائیں، یہ ایسا اعتکاف ہے کہ اس کے لیے کسی وقت کی نہ تو شرط ہے اور نہ روزے سے ہونے کی شرط ہے، ایک دو گھنٹے آدھے گھنٹے کا موقع ہے، نماز پڑھنے، تراویح پڑھنے مسجد آئے، اعتکاف کی نیت کرلے، جتنی دیر مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملے گا، اس کا اہتمام کرے، ان شاء اللہ اس کے فوائد خود محسوس ہونگے، آقا کے دربار پر رہنا چاہئے، کتنی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو، اپنے قلب میں سکون اور خاص کیفیت محسوس کرے گا۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۳۲۔۱۳۳)

ارشاد فرمایا کہ مسجد میں داخلہ اور نکلنے کی سنتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، بہت سے لوگ مسجد حرام میں بھی اس سے غافل ہیں، اور غفلت کی انتہا

یہ ہے کہ اپنے بازو والا آدمی سنت پر عمل کر رہا ہے، سیدھا پیر داخل کر رہا ہے، دعا پڑھ رہا ہے، دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں پھر بھی توفیق نہیں ہوتی، کیسی بات ہے (تحفۃ الحرام صفحہ ۷)

ارشاد فرمایا کہ اپنی اپنی مسجدوں میں تین منٹ کے لیے تلاوت کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔ آج ہماری مسجدیں سونی ہوگئیں، نماز پڑھنے کے بعد کچھ کتاب کا معمول ہو تو وہ ہو جائے، پھر تلاوت کی جاوے، جو قرآن نہیں پڑھے ہیں وہ بھی قرآن کو لے لیں اور اس کو کھولیں، اور انگلی پھیرتے رہیں اور یہ کہتے رہیں کہ یہ بھی حق ہے، یہ بھی حق ہے، تو تین منٹ میں کم از کم پانچ ہزار نیکیاں تو مل جاتی ہیں۔ کوئی ایک صفحہ پڑھے گا تو پانچ ہزار، آدھا صفحہ پڑھے گا تو ڈھائی ہزار نیکیاں مل جائیں گی۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ یہاں پر مساجد کے اور آداب ضرور یہ بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ سوائے مسافر اور معتکف کے کسی کا مسجد میں سونا ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ مسجد کے در و دیوار کو منقش کرنا اگر اپنے خاص مال سے ہو تو مضائقہ نہیں مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ جس پر غسل واجب ہو اور حائضہ کو مسجد میں داخل ہونا گناہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ مسجد کے اندر تھوکنا یا ناک صاف کرنا بہت بری بات ہے اگر شدید ضرورت ہو تو رومال یا کپڑے میں رکھ لے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ مسجد کے اندر وضو یا کلی کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں الّا بضرورت شدیدہ کبھی نکل جانا۔

مسئلہ نمبر ۸۔ مسجد میں کسی پیشہ ور کو پیشہ کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ تنخواہ لیکر قرآن پڑھانا بھی پیشہ میں شامل ہے۔ اس لیے مسجد سے الگ پڑھانا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ کچی پیاز یا لہسن یا کوئی بدبودار چیز کھا کر آنا ناجائز ہے۔ اسی طرح مٹی کا تیل جلانا یا ماچس (دیا سلائی) استعمال کرنا یا پینٹ کرنا ہر بدبو ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر کسی کے پیر میں مٹی لگ جائے تو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ مسجد کی چھت پر پیشاب یا پاخانہ یا جماع کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسجد کے اندر۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ مسجد میں تلاوت اس وقت بلند آواز سے نہ کرنا چاہیے جب کوئی نماز میں مشغول ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ مسجد میں دنیا کی باتیں اور شور و شغب کرنا ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ محراب والی دیوار پر کوئی کتبہ جہاں تک کہ نمازی کی شعاع بصری پہنچتی ہو نہ لٹکائیں۔ شمال یا جنوب کی دیوار میں لٹکائیں تو درست ہے۔

(فائدہ)۔ جس طرح شاہی عدالت یا شاہی دربار میں خاموشی اور ادب و احترام سے لوگ رہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اہتمام احکم الحاکمین کے دربار یعنی مساجد کا ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۴)

ارشاد فرمایا کہ مسجد کی خدمت کی اہمیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ جس کا گھر ہے وہ کتنے بڑے اور عظمت والے ہیں۔ ہر چیز کی اہمیت میں نسبت کو دخل ہوتا ہے۔ کعبہ کو حق تعالیٰ نے بَیْتِیَ فرمایا ہے۔ عربی میں یَا کے معنی میرے آتے ہیں جیسے کِتَابِی۔ میری کتاب اسی طرح بَیْتِی میرا گھر۔ اس نسبت سے آج کعبہ کی عظمت و شرف کا مشاہدہ حجاج کرام کو ہوتا رہتا ہے، کہ کیسے کیسے سلاطین بھی اس بارگاہ پاک کے دروازے پر بھکاری بنے کھڑے

پہروں دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔۔۔۔مساجد کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ اسی نوع کی نسبت ہے۔ ہر مسجد خانہ خدا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۶)

ارشاد فرمایا کہ مساجد حق تعالیٰ کی بارگاہ ہیں۔عاشقوں سے پوچھو کہ مساجد کے درودیوار کتنے پیارے ہیں اور مساجد کے خدّام کی کیا محبت اور عزت ان کے دلوں میں ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۷)

ارشاد فرمایا کہ آج کل مساجد کے اندر سامنے کی دیواروں پر نصائح کے کتبے آویزاں ہوتے ہیں حالانکہ وہاں تک نمازیوں کی شعاع بصری پہنچنے سے تشویش وانتشار پیدا ہوتا ہے۔اس لیے یا تو بہت بلندی پر لگائیں ورنہ داہنی جانب یا بائیں جانب لگائیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح آجکل مساجد میں پینٹ کا رواج ہو رہا ہے حالانکہ اس میں کس قدر بدبو ہوتی ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ خشک ہوجانے پر یہ بو زائل ہو جاتی ہے۔مگر افسوس کہ منکرات اور معصیت کے اس ارتکاب کو کہ اس سے اذیت ملائکہ اور مسلمین ہے تھوڑی دیر کے لیے بھی روا رکھنا جائز ہوگا؟ پھر مسجد میں پیاز یا لہسن جیسی بدبودار چیزوں کو کھا کر آنا کیوں منع فرمایا گیا۔۔۔۔ایک اہل علم نے اس مجلس میں دریافت کیا کہ پھر دروازوں اور کھڑکیوں پر کیسے رنگ ہو۔اس میں بھی تو بدبو ہوتی ہے۔فرمایا کہ دروازوں اور کھڑکیوں کو لگانے سے پہلے ہی مسجد کے باہر ہی رنگ کر لیا جائے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۲۳-۲۴)

ارشاد فرمایا کہ مساجد میں روشنی کی کیفیت زیادہ ہو مضائقہ نہیں۔ جتنی ضرورت ہو زیادہ نمبروں کا بلب استعمال کریں۔مگر تعداد اور تکثّر نہ ہو۔یعنی بلب کی تعداد زیادہ نہ ہو جو مشابہ چراغاں ہو۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۴)

ارشاد فرمایا کہ مسجد کے اندر دار الاقامہ اور مدرسہ جائز نہیں، اس

لیے مسجد خواہ چھپر ہی کی ہو پہلے مدرسہ بنانا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۶)

ارشاد فرمایا کہ بمبئی میں دعوۃ الحق کی شاخ ہے وہاں کے حضرات نے مسجد کی دو منزلہ عمارت میں تعلیم قرآن شروع کر دیا۔ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم نے معائنہ کیا اس کی ایک نقل مجھے بھیجی گئی کہ آپ تو مسجد میں مدرسہ کو منع کرتے ہیں اور یہاں کیا ہو رہا ہے۔ میں نے مقامی احباب کو لکھا کہ اگر اتنے دن تک کے اندر مدرسہ مسجد سے الگ نہ کیا گیا تو مدرسہ بند کر دیا جاوے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۶)

ارشاد فرمایا کہ خانہ کعبہ کی صفائی ایسی عظیم خدمت ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد فرمایا تھا۔ سورۃ حج پارہ ۱۳ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مساجد خانہ کعبہ کی نیابت کر رہی ہیں۔ ان کی صفائی اور خدمت بھی عظیم دولت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۶)

ارشاد فرمایا کہ احقر نے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم پرتاب گڑھی کو جو کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مجاز ہیں مسجد نبوی کے اندر تہجد کے وقت جاروب کشی کرتے دیکھا اور اس سعادت کو بڑی منت سے مقامی خُدّام سے حاصل کیا تھا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۷)

ارشاد فرمایا کہ بارگاہ رسالت ﷺ سے مساجد کی فضیلت کا اعلان حدیث میں اس طرح ہے کہ "جس نے مسجد سے کوئی تنکا یا گھاس صاف کیا تو یہ عمل اس کے لیے حوروں کے مہر کی ادائیگی ہوگی" ایک اور حدیث میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مسجد کے طول اور عرض میں سے گذریں گے اور اس میں کوئی نماز نہ ادا کریں گے۔ (جمع الفوائد)

(نوٹ) جیسا کہ بعض لوگ محض تفریحاً مساجد کی تعمیر وغیرہ دیکھنے جاتے ہیں اور دو رکعت صلوٰۃ تحیۃ المسجد بھی نہیں ادا کرتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے متصل ایک رحبہ یعنی مہمان خانہ بنا دیا جس کا نام بُطیحا تھا (مسافر اس میں ٹھہرا کرتے تھے اور آرام کرتے تھے) اور آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جو شخص گفتگو کرنے کا ارادہ کرے یا اشعار پڑھنا چاہے یا اپنی آواز بلند کرنا چاہے وہ اس مہمان خانہ سے نکل جائے۔ (جمع الفوائد صفحہ ۱۲۶)

(نوٹ) اللہ اکبر کیا ادب مساجد کا عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا۔ اب تو مساجد کے اندر بھی ان باتوں سے احتیاط کی توفیق نہیں ہوتی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر قبائل میں مساجد تعمیر کی جائیں اور آپ ﷺ نے مساجد کی صفائی اور مساجد میں خوشبو کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (جمع الفوائد ۱۸۸/۱)

(فائدہ) اس حدیث میں مساجد کی صفائی اور خدمت کرنے والا دراصل حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل کے سبب سرکاری اور درباری آدمی ہوا۔ پس اس کو حقیر سمجھنے اور ستانے والے اور ذرا سی بات میں اس کی ہر اہانت کو جائز سمجھنے والے اپنے عمل پر نظر ثانی فرمالیں۔ ایک پولیس آفیسر کے خانساماں اور معمولی خادم کے ساتھ بھی جرأت نہیں ہوتی کہ اس کے ساتھ گستاخی اور بدتمیزی سے پیش آئیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۸۔۱۴۹)

ارشاد فرمایا کہ مسجد کی خدمت پر ایک حکایت حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنائی تھی کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و مرشد تھے۔ بچپن میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کافیہ پڑھ رہے

تھے ایک دن سبق یاد کرنے کے لیے دہلی کے باہر جنگل میں چلے گئے۔ اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مسجد ویران سی ہے۔ درختوں کے پتوں کے گرنے سے بدبو اور گندگی ہو رہی ہے۔ سبق یاد کرنا بند کر کے دن بھر مسجد صاف کرتے رہے اور رات کو جب شاہ صاحب کے پاس آئے تو جب کتاب پڑھنا چاہی تو حروف نظر نہ آئے اور ہر ورق سفید نظر آنے لگا بہت گھبرائے۔ شاہ صاحب سے عرضِ حال کیا۔ ارشاد فرمایا آج دن بھر کہاں تھے۔ واقعہ مسجد کی خدمت کا بیان کیا۔ فرمایا بس کام بن گیا۔ حق تعالیٰ نے مسجد کی خدمت کا عمل قبول فرمالیا۔ اور تمہیں علمِ لدُنی عطا فرمائیں گے ۔۔۔۔۔ چنانچہ ایسا علم عطا ہوا کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء بھی سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے حتّٰی کہ خود شیخ و استادِ مکرم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اگر میں حج سے واپس بخیریت آیا تو سیّد صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں گا۔ حق تعالیٰ نے ان کو بڑا درجہ عطا فرمایا ہے۔ مسجد کی خدمت بڑی دولت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک کافر نے مجھ سے پوچھا کہ ہم آپ کو اپنے مندر میں آنے کی اجازت دیتے ہیں آپ لوگ ہم کو کعبہ شریف کیوں نہیں جانے دیتے۔ میں نے کہا مسجد میں آپ بھی آسکتے ہیں مگر کعبہ شریف شاہی حرم ہے۔ آپ بادشاہ کے محل سرا میں بدوں اجازت نہیں جاسکتے۔ جو شخص بادشاہ کو نہ تسلیم کرے اس کو تو اس کے ملک میں داخلہ بھی نہیں ملتا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۵)

ارشاد فرمایا کہ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر سے اذان اندرون مسجد نہ ہو اس کو مسجد سے خارج کمرے میں نصب کریں اور نماز لاؤڈ اسپیکر سے نہ ادا کی جائے اگرچہ نماز ہو جاتی ہے لیکن فی نفسہ استعمال اس آلہ کا ناجائز ہے۔ تبلیغی اجتماعات سے سبق حاصل کیا جاوے کہ بعض مقامات پر چھ لاکھ کا اجتماع ہوا مگر

اذان اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر نہ استعمال کیا گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۲)

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح مسجد میں پینٹ سے احتیاط کیا جاوے البتہ بدوں بدبو والا پینٹ جو ذرا قیمتی ملتا ہے استعمال ہو تو مضائقہ نہیں۔ اس پینٹ کا نام پلاسٹک پینٹ ہے۔ مگر واضح ہو کہ برش جو استعمال ہو اس میں خنزیر کا بال نہ ہو کیونکہ جتنے اچھے بُرش ہوتے ہیں ان میں خنزیر کے بال ہوتے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ پینٹ کیا جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۳)

ارشاد فرمایا کہ مساجد کے دروازوں پر صرف اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ لکھا ہوتا ہے۔ اسی طرح نکلتے وقت صرف اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ لکھا ہوتا ہے۔ حالانکہ بِسْمِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ کے ساتھ ان دعاؤں کو لکھانا چاہیے کیونکہ بسم اللہ اور درود شریف بھی ان وقتوں میں پڑھنا سنت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۱)

ارشاد فرمایا کہ مسجد میں داخل ہونے کی پانچ سنت یہ ہیں

۱...... بِسْمِ اللّٰهِ کہنا۔
۲...... وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ کہنا۔
۳...... داہنا پاؤں مسجد میں داخل کرنا۔
۴...... اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا۔
۵...... نفلی اعتکاف کی نیت کر لینا کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔

اور مسجد سے نکلنے کی پانچ سنتیں یہ ہیں۔

۱...... بِسْمِ اللّٰهِ کہنا۔
۲...... وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ کہنا۔
۳...... بایاں پاؤں مسجد سے نکالے۔ (اور بائیں جوتے کے اوپر رکھ لے)

۴......پاؤں نکالتے وقت اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ پڑھنا۔
۵......پھر داہنا پاؤں دائیں جوتے میں داخل کرنا۔

ایک وقت کی نماز کے لیے گئے۔ دس سنتوں کا یہ نور بھی دل میں جمع ہو گیا۔ اسی طرح پانچ وقت کی نمازوں میں ۵۰ سنتیں نامہ اعمال میں جمع ہو جائیں گی اور ہر نیکی پر دس کا وعدہ ہے۔ پس اس طرح ۵۰۰ نیکیاں ہر روز اور ہر مہینہ میں ۱۵ ہزار نیکیاں جمع ہو گئیں۔ ان شاء اللہ روزِ محشر میں ان کا نور اور ان کی قدر معلوم ہو گی۔

فائدہ: اگر بھول کر مسجد کے اندر (خلاف سنت) داخل ہو جائے تو پھر نکل کر ان سنتوں پر عمل کر کے داخل ہو۔ چند دن کی مشق سے پھر نفس عادی ہو جائے گا۔
(مجالس ابرار صفحہ ۴۹-۵۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک روایت مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی ہے کہ جو دخول مسجد سے قبل یہ پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ تو شیطان کہتا ہے کہ پورے دن کے لیے پڑھنے والا مجھ سے محفوظ ہو گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک مجلس میں حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

۱......جہاں مسجد کا فرش ختم ہو وہاں پر امتیازی نشان ہونا چاہیے تاکہ معتکف کو معلوم ہو جاوے نیز ہر نمازی کو آسانی سے علم ہو جاوے۔ بعض مہتمم صاحبان فرماتے ہیں کہ میں بتا دیا کروں گا اور فرش مسجد اور غیر فرش مسجد میں امتیاز نہیں رکھتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی زندگی ہزار سال کی معلوم ہوتی ہے۔

۲......آج کل بعض مہتمم صاحبان مسجدوں میں عورتوں کے لیے جمعہ پڑھنے کا انتظام کرتے ہیں اور مسجد النساء بنواتے ہیں جب پنجگانہ نمازوں میں فقہاء ان کو منع کرتے ہیں جو کہ ان پر بھی فرض ہیں تو جمعہ کی نماز جو عورتوں پر فرض بھی نہیں۔ کیسے

ان کے اجتماع کی اجازت ہوسکتی ہے۔

۳...... جمعہ کی اذان بہت پہلے دینے کا رواج ہو گیا ہے، حالانکہ اس قدر پہلے آدمی کو اذان کے بعد کھانا، پینا، بیع وشرا اور تمام دنیا کے کام چھوڑنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے اذان خطبہ سے بہت ہی قریب وقت پر دینی چاہیے۔ تاکہ محرمات سے حفاظت امت مسلمہ کو آسان ہو اور تقریر کے لیے اذان کی کوئی قید نہیں۔ اذان سے قبل تقریر میں کیا حرج ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۴۔۴۷۵)

مسجد کے بعض آدابِ کلیہ ہیں مع تمثیل و جزئیات

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ مسجد میں وہ فعل مباح بھی جائز نہیں جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی حتّٰی کہ اپنی گمشدہ چیز کے لئے اعلان کرنا، خرید وفروخت کرنا، دنیا کی باتیں کرنا، اس کے لئے جمع ہوکر بیٹھنا، بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں جس سے ملائکہ کی تاذی فرمائی گئی اور ملائکہ کو معاشی سے جو ایذا ہوتی ہے وہ ایسی چیزوں کے کھانے سے بدرجہا زائد ہے''۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

اذان اور مؤذن کا مقام

(اذان واقامت درست پڑھیے)

اذان واقامت منجملہ شعائر اسلام میں سے ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ آج ہماری اذانوں اور اقامت میں بہت سی کوتاہیاں ہیں، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیرنظر افادات میں ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان سے جہاں بچنے کی ضرورت ہے وہاں دوسری طرف ہر ہر علاقے کے اہل علم کے لیے لمحہ فکریہ بھی ہے کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں مؤذنین اور مکبّرین کی تربیت کی فکر کریں تاکہ وہ سنت کے مطابق صحیح اذانیں اور اقامت کی ادائیگی کرسکیں۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اذان دینے کا اور صف اوّل کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے اور وہ قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ ہو تو لوگ قرعہ اندازی کرتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۳۷)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے مؤذن کی آذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک کے جن اور انسان اور ہر شئے جو سنے گی قیامت کے دن سب اس کے لئے گواہی دیں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۳۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں ہے کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اذان دینے کے لیے آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ اذان دے حتیٰ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قرعہ اندازی کرنی پڑی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۳۷۔۱۳۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مؤذن کے گناہ اس مقدار سے معاف ہوتے ہیں جس قدر اسکی آواز لمبی

ہوتی ہے اور ہر خشک وتر اس کے لیے گواہی دیں گے۔(مجالس ابرار صفحہ ۱۳۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف اوّل کے نمازیوں اور مؤذن پر رحمت بھیجتے ہیں اور مؤذن کے گناہ بقدر طول آواز معاف کردیے جاتے ہیں اور اس کے لیے ہر خشک وتر تصدیق کریں گے اور مؤذن کو صرف اذان کا ثواب نماز کے برابر ملے گا۔(مجالس ابرار ۱۳۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤذن حضرات قیامت والے دن سب سے لمبی گردن والے ہوں گے، (یعنی ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ یہ خاص عزت اذان کے صلہ میں مرحمت فرمائیں گے)

ایک اور روایت میں ہے کہ میدان حشر میں مؤذن حضرات اپنی لمبی گردن کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔(مجالس ابرار صفحہ ۱۳۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤذن حضرات جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو اذان دیتے ہوئے نکلیں گے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۳۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے دن مؤذن حضرات کے مرتبے پر اوّلون اور آخرون غبطہ (رشک) کریں گے۔ پس ان احادیث شریفہ کے پیش نظر اذان دینے میں اپنی سعادت سمجھنا چاہیے اور مؤذن حضرات کا اکرام قلب میں میں ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۳۹)

ارشاد فرمایا کہ اذان و اقامت کو حقیر خدمت سمجھنا دراصل دین سے ناواقف ہونے کے سبب سے ہے اور اہل محلّہ اور اراکین انتظامیہ اسی سبب سے مؤذنوں کی عزت نہیں کرتے بلکہ صدر اور سیکرٹری تو مؤذن سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ ان کے بچوں کو گود میں لے کر ہوا کھلا دیا کرے اور ان کے گھر کی سبزی گوشت بھی لا دیا کرے۔ حالانکہ مؤذن خدائے تعالیٰ کے گھر کا خادم خاص

ہے۔ خدائے تعالیٰ کے حکم نماز کا منادی ہے۔ (مجالس ابرار ۱۳۵۔۱۳۶)

ارشاد فرمایا کہ موذن کو عاقل، صالح، متقی، عالم بالسنۃ ہونا چاہئے اور صاحب وجاہت معلوم ہو اور لوگوں کے احوال سے خبر دار رہنے والا ہو اور جماعت میں نہ آنے والوں کو تنبیہ کرنے والا ہو بشرطیکہ یہ خوف نہ ہو کہ وہ ستائے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۲)

ارشاد فرمایا کہ مؤذن ایسا ہو کہ جو امامت بھی کر سکے۔ ایک مقام پر مؤذن نے بہت عمدہ نماز پڑھائی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مؤذن ہیں، میں نے تنخواہ معلوم کی تو بتایا پونے چار سو روپے اور امام کی تنخواہ گیارہ سو روپے۔ بہت خوشی ہوئی۔ آج ہر کام میں اس کا ماہر تلاش کیا جاتا ہے مگر قرآن پڑھانے کے لیے اور اذان دینے کے لیے اور امامت کے لیے سستا تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ دین کی بے وقعتی نہیں تو اور کیا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۵)

ارشاد فرمایا کہ آج ہماری اذانیں اور نمازیں سنّت کے موافق نہیں، اذان سنت کے موافق سننے میں نہیں آتی، سات برس ہو گئے جہاں کہیں جاتا ہوں اذان غور سے سنتا ہوں اس مدت میں مختلف جگہوں پر گیا ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اور ہندوستان کے باہر بھی، مگر ایک جگہ لکھنؤ میں اذان صحیح ملی اور دوسری یہاں جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں سنت کے موافق اذان ملی۔

(تعلیم الاصلاح صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ نماز کے متعلّقات میں سے اذان بھی ہے، جس طرح سنّت کے مطابق نماز مطلوب ہے اسی طرح اذان بھی سنت کے موافق ہونا ضروری ہے، آج سنت کے مطابق اذانیں نادر ہیں اذانیں صحیح نہیں ملتی ہیں، جہاں جاتا ہوں وہاں کے مخبرین اطلاع دیتے ہیں کہ اذان کیسی ہو رہی ہے وہ مخبرین آلہ مکبّر الصّوت (لاؤڈ سپیکر) ہیں کہ ان کے ذریعے سے پتہ چل

جاتا ہے کہ کہاں اذان کیسی ہورہی ہے، اس کو سن کر دل روتا ہے۔۔۔۔۔کوئی کیسی کہتا ہے، کوئی کیسی کہتا ہے، کوئی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ میں حیَّ کے یا کے زبر کو کھینچتا ہے۔ کوئی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں الٰہ کے الف کو کھینچتا ہے اور لفظ اللہ کو تو بہت بگاڑتے ہیں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدْ میں کوئی لفظ اللہ کو کھینچے، اَللّٰہُ الصَّمَدْ میں اللہ کو کھینچے تو روکتے ہو کہ نہیں، اس پر ٹوکتے ہو کہ نہیں تو پھر اذان میں بھی وہی لفظ اللہ ہے اس میں کیوں بگاڑتے ہو اور بھائی مجھے تو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے کہ جب کوئی لفظ اللہ کو بگاڑتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کسی تیر مار دیا۔ آج کل اذان میں کھینچ تان کا رواج پڑ گیا ہے، اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے لیے قواعد وضوابط ہیں۔ اس کے موافق سیکھنے کی ضرورت ہے، مشق کرنے کی ضرورت ہے تاکہ سنت کے موافق اذانوں کا رواج ہو۔

(منصب مومن صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ ڈھاکہ میں تقریباً ایک کروڑ کی آبادی ہوگی۔ وہاں کام کیا گیا بعض حضرات نے بتایا کہ آدھے ڈھاکہ میں اذانیں اور اقامتیں سنت کے مطابق ہوگئیں۔ علماء نے کوششیں کیں، علماء جاتے ہیں، گشت کرتے ہیں، مسجد میں جمع کرتے ہیں، تھوڑی دیر بات ہوتی ہے، اذانیں اور اقامتیں درست کراتے ہیں، نماز کا مسنون طریقہ بتاتے ہیں، وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اب تک آپ لوگ کہاں تھے؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا بتائیں ہمیں خود ہی توجہ نہیں تھی، اس لیے آپ لوگ اپنے اپنے علاقے میں جائیں اور اس کام کو کریں ان شاء اللہ اس کے فائدے محسوس ہوں گے۔ (منصب مومن صفحہ ۳۵)

ارشاد فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ اذانیں اور تکبیریں کہیں اصول فقہ پر نہ ملیں۔ نہ کراچی میں، نہ لاہور میں اور نہ حیدرآباد میں، اس کا سبب بھی غفلت کے ساتھ سستے مؤذنوں کا تقرر ہے، آنکھ میں تکلیف ہوگی تو آنکھ کے ماہر

ڈاکٹر کو دکھائیں گے لیکن اذان دینے والے کو جب مقرر کریں گے تو کم تنخواہ کا تلاش کریں گے کسی ماہر فن سے تجویز کرانا چاہیے، خود مؤذن یا مدرس نہ مقرر کرے اور معقول تنخواہ دے جائے۔

ہر کہ اوارزاں خردارزاں دہد　　　　گوہر طفلے بہ قرص ناں دہد

(مجالس ابرار صفحہ ۴۰۴)

ارشاد فرمایا کہ مؤذنین کی تربیت کا خاص نظام بنایا جائے، ہمارے یہاں مؤذنین کو تربیت دی جاتی ہے اور دو تین ماہ تصحیح قرآن پاک اور اذان کی صحت کے لیے ان کو معقول وظیفہ بھی دیتے ہیں اس کے بغیر اصلاح کیسے ہوگی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۰۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ حاضری ہوئی اذان کی غلطیاں سن کر سخت رنج ہوا۔ میں نے وعظ میں صرف یہ گذارش کردی کہ اذان صحیح نہیں ہے اذان کی اصلاح ہونی چاہئے۔ بعد میں کمیٹی کے کسی صاحب نے دریافت کیا کہ صاحب وہ کیا غلطیاں ہوئیں؟ ذرا ہم کو بتا دیجئے۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا سنیئے۔

(۱)　اللہ کو اتنا کھینچا جس کا کوئی قاعدہ نہیں۔ شرح وقایہ میں دیکھئے تلحین کو ناجائز لکھا ہے۔

(۲)　لَا اِلٰہَ میں اِلٰہَ کی الف کو مد کے برابر کھینچا۔

(۳)　رسول میں واؤ کو کھینچا جس سے مد پیدا ہوا۔

معلوم ہوا کہ مؤذن صاحب کی تنخواہ صرف ۶۰ روپے ہے۔ پھر اتنی معمولی تنخواہ میں بڑھیا مؤذن کیسے مل جاوے گا۔ افسوس کہ اس زمانے میں وکیل بڑھیا ہو۔ ڈاکٹر بڑھیا ہو، انگریزی پڑھانے کا استاد بڑھیا ہو مگر مؤذن اور قرآن پڑھانے والا استاد سستا ہو۔۔۔۔۔۔ اصلی گھی تو زیادہ پیسے سے ملتا ہے اور سستا مال تو ڈالڈا ہی ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۲۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ حاضری ہوئی تو اذان اس قدر جلد دی گئی کہ درمیان میں اتنا موقع ہی نہ دیا کہ اذان کا جواب دیا جا سکے۔ آج کل مسجد کے جسم پر توجہ ہے اور روح پر نہیں۔ معلوم کیا کہ مسجد کتنے میں تعمیر ہوئی تو معلوم ہوا دو لاکھ کی تعمیر ہوئی میں نے عرض کیا کہ مسجد تو دو لاکھ کی اور مؤذن ۶۰ روپے کا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک مسجد میں تکبیر مؤذن صاحب نے اس طرح کہی کہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة یعنی پہلی صَلٰوۃ کے نیچے زیر پڑھ کر دوسران حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة پڑھا حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ،حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ (یعنی ح کے نیچے زیر ظاہر کی) اور کسی کو فکر بھی نہیں اذان اور تکبیر کو غور سے سننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۲۹، ۴۳۰)

ارشاد فرمایا کہ اقامت کا طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے چاروں کلمات کو ایک سانس میں کہے پھر ہر کلمہ پر وقف کرے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ پر اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة پر وقف کرے۔ بعض لوگ مسائل فقہ سے نادانی کے سبب حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ کی ح کے نیچے زیر پڑھ کر دوسرا حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ کہتے ہیں اسی طرح پہلے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کی ۃ پر زیر پڑھ کر دوسرا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة کے ۃ پر پیش پڑھ کر پھر دوسرا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة کہتے ہیں، اس نوع کا وصل کرنا اور ان کے آخری حروف پر دو میں زیر کی حرکت دینا اور تیسرے میں پیش کی حرکت پڑھنا قواعد فقہ سے غلط ہے۔ اسکی اصلاح کی ضرورت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۱)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں مؤذنین اور آئمہ کی بھی تربیت کا نصاب ہے اور ہم ان کو اس کے لیے معقول وظیفہ دیتے ہیں۔ آج کل عام طور پر اذان اور تکبیر غلط کہتے ہیں کوئی حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ کی ح پر زیر دیکر وصل کرتا ہے

کوئی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے آخری حرف پر پیش پڑھ کر اس کو وصل کرتا ہے۔ یہ سب اصول فقہ سے جہل کے سبب ہے، ایک سانس میں اَللّٰہُ اَکْبَرْ کے چار کلمات کہے اور ہر کلمہ پر جزم کرے، اسی طرح حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کی تا نہ ظاہر کرے بلکہ جزم کرے، اسی طرح قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کی تا کو نہ ظاہر کرے بلکہ جزم کرے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۴، ۲۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک غلطی قراء کرام یہ کرتے ہیں یہاں تجوید کا قاعدہ جاری کر دیتے ہیں مثلاً

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہْ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہْ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ

یعنی پہلے کلمہ کے آخری حرف کے اعراب کو ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے کلمہ کے آخری حرف کو جزم پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہاں قرأت کا قاعدہ جاری کرنا ممنوع ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۰)

ارشاد فرمایا کہ اذان میں متعدد غلطیاں ہوتی ہیں مثلاً اللہ اور رسول میں مد کو بڑھانا حَیَّ میں زبر کو کھینچنا عَلَی الصَّلٰوۃ میں ع کو حذف کر دینا۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم میں صَلٰوۃ کیل کو بہت کھینچنا۔ اسی طرح لفظ اَللّٰہُ اَکْبَرْ میں اَللّٰہُ کی کل کو مد طبعی سے زیادہ کھینچنا۔ شرح وقایہ میں اس قسم کے اغلاط کی طرف مجملاً توجہ دلائی گئی ہے۔ تکبیر میں ہر کلمہ پر سانس توڑ دینا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ میں حرکت تاء کو ظاہر کرنے کا عام رواج ہے جو صحیح نہیں ہے۔ (سبیل الفلاح صفحہ ۵)

ارشاد فرمایا کہ یہاں کے اکابر اہل علم کے سامنے بھی یہ مسئلہ رکھا

گیا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الف میں مد کا پیدا کرنا اور مدلام حد سے زیادہ طویل کرنا کہاں سے ثابت ہے۔ بعض قراء اس کے اندر بدوں ثبوت مد تعظیمی کہہ دیتے ہیں لیکن اگر ان سے کہا جائے آپ امام بن کر سورۃ اخلاص جب پڑھیں تو قُلْ ھُوَاللّٰہ میں تعظیم کے لیے اذان کی طرح مد کر کے دکھائیں تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ اہل علم سے ایک صاحب نے فرمایا کہ اَلْاَذَانُ مَدٌّ وَالْاِقَامَۃُ جَزْمٌ کی روایت آتی ہے۔ میں نے کہا کہ اَلْاَذَانُ مَدٌّ سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کے لام میں طویل مد کیا جائے اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اندر اِلٰہَ سے قبل والے لَا میں قاعدہ کے مطابق مد کیا جاتا ہے اور ہر کلمہ کے آخر میں مد کیا جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۴۴)

ارشاد فرمایا کہ اذان میں ترسّل ہے یعنی ایک کلمہ کہہ کر اس قدر وقف کیا جائے کہ اسکا اعادہ کیا جا سکے اور اقامت میں حدر اور جزم ہے یعنی شروع کی چار تکبیرات کو ایک سانس میں کہے اور اسکے بعد ہر کلمہ کو جزم سے ادا کرے۔ بعض قراء اصول فقہ نہ جاننے کے سبب اقامت میں قواعد وصل جاری کر کے قانون جزم کی پروا نہیں کرتے یہ بات قابل اصلاح ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۹)

ارشاد فرمایا کہ آج کل تلحین اذان میں کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر لفظ کو خواہ اس پر مد ہو یا نہ ہو کھینچے چلے جائیں گے۔ حرم شریف میں بھی بعض لوگ تو صحیح اذان دیتے ہیں اور بعض بغیر مد کھینچ دیتے ہیں۔ اگر کسی کا کان اوپر سے کھینچ کر اور بڑھا دیا جاوے تو اس کو کوئی گوارہ نہیں کرتا مگر قرآن پاک کے حروف کے ساتھ کیا گستاخی کا معاملہ ہے۔ بعض موذن سے سنا انہوں نے رسول اللہ کے واؤ کو خوب کھینچا۔ حالانکہ یہاں مد کا کوئی قاعدہ نہیں پایا جاتا۔ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے بغض رکھتا ہوں کیونکہ تم اذان

میں تلحین کرتے ہو۔ فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ میں بھی تلحین کو مکروہ کہا گیا ہے اور تلحین کا مفہوم کیا ہے، اس کو بھی واضح کیا ہے۔ یعنی غیر شرعی مد کرنا، قانون تجوید کے خلاف محض آواز کو خوبصورت بنانے کے لیے یعنی بدون مد کے کھینچنا اسی کا نام تلحین ہے۔ جیسے کہ اللہ کے لام پر مد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں کوئی قاعدہ نہیں پایا جاتا مگر آپ مؤذن صاحبان کی اذان کو غور سے سنیں تو اکثر جگہ آپ کو رسول کے واؤ اور اللہ کے لام میں بھی مد کرتے ہوئے یعنی ان کو کھینچتے ہوئے ملیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حرمین کے مؤذنین بھی زیادہ لحن کرتے ہیں۔ وہاں چونکہ کوئی منع نہیں کرسکتا اس لیے جو حضرات ذمہ دار ہیں انہیں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ وہاں مجبوری ہے مگر علم کی کمی سے لوگ وہاں کی اذانوں کو ٹیپ کرلاتے ہیں اور اس کی نقل کرتے ہیں حالانکہ علماء سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس میں کہیں لحن تو نہیں ہے۔ بدون مد کے تو نہیں حروف کو کھینچ دیا گیا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴۰۔۴۴۱)

ارشاد فرمایا کہ مؤذنین کو اذان و اقامت سنت و شریعت کے مطابق سکھانے کے مراکز قائم کیے جائیں اور جو مسکین ہوں تو ان کے کرایہ اور کھانے کا انتظام کیا جاوے اور ہر مسجد کے مؤذن کے علاوہ بھی کچھ مخصوص نمازیوں کو اذان و اقامت سکھائی جاوے تاکہ مؤذن صاحب گھر چلے جائیں یا بیمار ہوں تو دوسروں سے کام لیا جاوے اور مدارس میں تمام اساتذہ و طلباء کو اذان اور اقامت سکھائی جاوے۔ کبھی مہتمم صاحب بھی اذان و اقامت کہیں۔ اذان کو نعوذ باللہ گھٹیا نہ سمجھیں۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے ذمہ خلافت کا بار نہ ہوتا تو میں کسی مسجد میں اذان دینے کی ذمہ داری لیتا۔

آج کل مساجد تو بہت شاندار مگر مؤذن سستا رکھتے ہیں افسوس کا مقام ہے مؤذن مذکورہ طور پر تربیت یافتہ بھی ہو اور اس لائق ہو کہ نائب امام بھی

بن سکے تاکہ امام کی بیماری یا رخصت پر حق نیابت ادا کر سکے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ دینی خدّام اور مؤذن اور امام کو ٹخنہ چھپانے کی اور داڑھی کٹانے کی بیماری سے خاص طور پر محفوظ ہونا چاہیے۔ جو ان منکرات میں مبتلا ہوں ان کو ہرگز یہ منصب نہ دیا جائے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ مساجد کے اندر اذان کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے یہ بھی قابل اصلاح ہے۔ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسَاجِدِ کی تصریح موجود ہے۔ مسجد کے باہر کسی حجرہ میں اذان دینے کا اہتمام کیا جاوے اور اسی حجرہ میں آلہ مکبّر الصّوت (لاؤڈ اسپیکر) بھی نصب کیا جاوے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۸)

ارشاد فرمایا کہ اذان و اقامت کے سلسلے میں حسب ذیل طریقوں کی مشق کرائی جائے تاکہ اذان و اقامت مسنون طریقے سے ادا ہو۔

(۱)۔ اذان کسی بلند مقام پر دی جائے۔

(۲)۔ قبلہ رو کھڑا ہو کر اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے اذان کہنا۔

(۳)۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتے وقت منہ کو اس طرح داہنی طرف پھیرے کہ قدم اور سینہ قبلہ سے نہ پھرے۔

(۴)۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہتے وقت منہ کو بائیں طرف اس طرح پھیرے کہ قدم اور سینہ قبلہ سے نہ پھرے۔

(۵)۔ اذان کو گانے کے طور پر نہ ادا کرے کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔

(۶)۔ دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے پھر اس کے بعد ہر کلمہ پر اتنا ہی سکوت کرے کہ سننے والا اعادہ کر سکے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۵۰۔ ۱۵۱)

ارشاد فرمایا کہ اذان کے وقت تلاوت اور ذکر روک دے۔ جب سنت پر عمل کرے گا تو قلب میں نور پیدا ہوگا پھر نور قلب سے تلاوت کرے گا تو خوب نور پیدا ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۵)

مزید توجہ طلب

بعض مؤذن حضرات اور بھی بہت سی غلطیاں کرتے ہیں مثلاً۔

۱......اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں اَکْبَرُ کی بجائے اَکْبَارْ پڑھتے ہیں۔

۲......بعض مؤذن اَکْبَرُ کی را کو دبا کر پڑھتے ہیں جس سے اَکْبُوْرر سنائی دیتا ہے۔

۳......اَشْھَدُ کی بجائے اَشْھَادُ پڑھتے ہیں۔ یعنی ھا پر مد کرتے ہیں۔

۴......بعض مؤذن اَشْھَدُ کو اَشَّھَادُ پڑھتے ہیں یعنی ش کو مشدّد پڑھتے ہوئے آگے الف کی آواز پڑھتے ہیں۔

۵......اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ان اور لا کو الگ الگ پڑھتے ہیں۔

۶......اَنَّ کو اَنَّا پڑھتے ہیں۔

۷......مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں مُحَمَّدًا کی دوسری م پر مد کرتے ہوئے مُحمَّا پڑھتے ہیں۔

۸......حَیَّ میں یا پر مد کرتے ہوئے حَیَّا پڑھتے ہیں۔

۹......حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کو حَیَّ لَصَّلٰوۃ یا حَیَّ لَلْصَّلٰوۃ پڑھتے ہیں۔

۱۰......حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کو حَیَّ لَلْفَلَاحْ پڑھتے ہیں۔

(ان اغلاط کی اصلاح پر بھی توجہ دینی چاہیئے۔ مرتب)

نماز قائم کرنا

مصروف ہے جو بندہ بظاہر نماز میں
مشغول ہے خدا سے وہ راز و نیاز میں

آج ہر طرف بے حیائی اور برے کاموں کی یلغار ہے اور اس کے خاتمے کی مختلف تدابیر بھی اختیار کی جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کے ذریعے نماز جیسا جو مبارک عمل ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اس کے اہتمام سے انسان کا بے حیائی اور برے کاموں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ زیر نظر مضمون نماز سے متعلق حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات میں سے چیدہ چیدہ اور اثر انگیز انتخاب ہے جو اس اہم فریضہ کو اہتمام سے ادا کرنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت معاون ہوگا۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ مومن اور مومنہ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرتے ہیں)۔۔۔۔ نماز بہت عمدہ پڑھتے ہیں۔ ایک ہے يُصَلُّونَ الصَّلٰوةَ کہ نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ۔ اقامت صلوٰۃ یہ مومن کی شان ہے۔ اَقَامَ، يُقِيمُ، اِقَامَةً کے معنی ہیں کھڑا کرنا، اس لحاظ سے يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ کا لفظی ترجمہ ہوا، جو نماز کو کھڑا کرتے ہیں۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے اَقِمْتُ الشَّيْءَ اِقَامَةً یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی چیز کو اس طرح ادا کیا جائے جو اس کا حق ہے۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ وہ نماز کو کھڑا کرتے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے میں کہا کرتا ہوں کہ یہاں عربی اور اردو کا محاورہ مل گیا۔ وہ اس طرح کہ اردو محاورہ میں کہتے ہیں کہ میاں اپنے پیروں پر کھڑے ہو، کیا وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہے؟ کھڑا تو ہے پیروں پر، محاورہ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کاموں

میں خود کفیل ہو جاؤ، دوسروں کے محتاج نہ رہو، محنت میں لگو، کام میں لگو، کماؤ ۔۔۔۔۔تو پیروں پر کھڑا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ضروریات اور کھانے پینے میں خود کفیل ہو جاؤ، دوسروں کے محتاج نہ رہو، ظاہر ہے یہ بات اس وقت ہوگی جب کہ وہ خود کامل ہوگا۔ اسی طرح نماز کو پورے حقوق کے ساتھ کھڑی کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ نماز لولی لنگڑی نہ ہو، اگر لنگڑی لولی ہوگی تو کھڑی نہ ہوگی نماز کے جو ارکان ہیں، قیام وقرأت، رکوع وسجود وغیرہ ان سب کو قاعدہ سے ادا کیا جائے۔ ان کے حقوق کی رعایت کی جائے تب جا کر صحیح معنوں میں اقامت صلوٰۃ کی حقیقت ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اقامت صلوٰۃ کی تفسیر یہی منقول ہے۔

﴿اِتْمَامُ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالتِّلَاوَۃِ وَالْخُشُوْعِ وَالْاِقْبَالُ عَلَیْھَا﴾

(تفسیر ابن کثیر ۱/۴۲)

''رکوع اور سجود اور تلاوت اور خشوع وخضوع کو پورا کرنا'' (منصب مومن صفحہ ۸۔۹)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہم کھانے پینے میں مستحبات تک کا اہتمام کرتے ہیں، کھانے میں اگر ذرا سا نمک کم ہو جائے تو کہتے ہیں کہ نمک لاؤ بھائی نمک، تھوڑی سی شکر کم ہو جائے تو کہتے ہیں کہ ارے بھائی تھوڑی سی شکر لانا، حالانکہ کھانے میں تھوڑا سا نمک کم ہے، شکر کم ہے اس کو کھایا جا سکتا ہے، اس سے پیٹ بھر جائے گا لیکن پھر بھی اس کی کمی کو پورا کرتے ہیں تاکہ مزہ بڑھ جائے، تو کھانے پینے میں ہر چیز بڑھیا۔۔۔۔دکان اس کو بھی بڑھیا ہونا چاہیے، اور نان بھی بڑھیا، پان بھی بڑھیا اور اذان واقامت وتلاوت قرآن پاک اور نماز یہ بڑھیا نہ ہو، یہ بھی بڑھیا ہونا چاہیے، کھانے پینے میں جس طرح تھوڑی کمی کو پورا کرنے کی فکر کرتے ہیں، اس کے مستحبات کا اہتمام کرتے ہیں، ایسے ہی نماز کی سنن ومستحبات کا اہتمام چاہیے، نماز جتنی سنت کے موافق ہوگی

اتنی ہی عمدہ اور بڑھیا ہوگی۔ اس لیے حضرات مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے
﴿یُحَافِظُوْنَ عَلٰی حُدُوْدِھَا وَ شَرَائِطِھَا وَ اَرْکَانِھَا وَ صِفَاتِھَا الظَّاھِرَۃُ مِنَ السُّنَنِ وَالْاٰدَابِ وَالْبَاطِنَۃُ مِنَ الْخُشُوْعِ وَالْاِقْبَالِ﴾ (تفسیر مظہری ۱۹/۱)
''نماز کے حقوق، شرائط وارکان اور ظاہری صفات یعنی سنن ومستحبات اور باطنی صفات یعنی خشوع اور خضوع کا پورا اہتمام اور پابندی کرتے ہیں۔''
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن اور مومنہ سنت کے موافق نماز پڑھتے ہیں، اس کے حقوق ادا کرتے ہیں، اس کے مستحبات تک کی رعایت کرتے ہیں۔
(منصب مومن صفحہ ۹۔۱۰)

ارشاد فرمایا کہ بہت افسوس کی بات کہ آج کل صَلُّوْا پر تو عمل ہو رہا ہے لیکن اَقِیْمُوْا پر عمل نہیں ہو رہا ہے یعنی کسی طرح ادائے صلوٰۃ ہو جاتی ہے مگر اس کو سنّت کے مطابق ادا کرنے کی فکر کم ہوگئی ہے۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ خُشوع فی الصلوٰۃ کا حاصل قلب کا حق تعالیٰ کی عظمت کے استحضار سے حق تعالیٰ کے سامنے جھک جانا ہے اور اگر جسم کے تمام اعضاء جھک گئے اور قلب نہ جھکا۔ تو اس کی مثال ایسی ہے کہ ایس پی کسی تھانہ پر معائنہ کے لیے گیا وہاں چوکیدار اور سپاہی تو با ادب کھڑے ہیں اور تھانے دار صاحب لاپتہ ہیں۔ پس ایسی صورت میں کیا ایس پی خوش ہوگا؟ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۰)

ارشاد فرمایا کہ نماز میں خشوع سے نماز کامل ہوتی ہے اور خشوع بدوں استحضار حق حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی جب اس دھیان سے نماز پڑھے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں تو نماز میں خشوع کی کیفیت پیدا ہوگی۔ خشوع کا مفہوم یہ ہے کہ قلب حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے دھیان سے جھکا جا رہا ہو۔ لیکن یہ دھیان بھی کب عطا ہوتا ہے، جب بزرگان دین سے تعلق ہو اور ان کے مشورہ سے کچھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا شروع کر دیا جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۷)

ارشاد فرمایا کہ خشوع کے ساتھ جب نماز پڑھی جاتی ہے تو اس نور کی اسٹیم قلب میں پیدا ہو جاتی ہے جو لغو باتوں سے ضائع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے خشوع کے ذکر کے بعد ہی لغو باتوں سے اعراض اور حفاظت کا ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔۔۔۔۔ نماز میں خشوع سے نور کا حصول ہوا۔ لغو سے احتیاط کا حکم اس کے بقا کے لیے ہے اور لغو سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ضرورت سے بولے اور بولنے کے بعد پھر سوچے کہ کتنا ٹھیک بولا اور کتنا زائد بولا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۱۔۷۲)

ارشاد فرمایا کہ نماز کے بہت فائدے ہیں۔ قران پاک میں فرمایا گیا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے۔ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ یہ نماز کے فائدے ہیں کہ بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ اس سے چین و سکون ملتا ہے، راحت ملتی ہے۔ ہم کو یہ نعمت ملی ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ملی ہوئی ہے تو شکر کرنا چاہیے اور اگر نہیں ملی تو فکر چاہیے۔ ایک شخص خمیرہ مروارید استعمال کر رہا ہے اس سے دل و دماغ کو تقویت ملتی ہے۔ اس نے چار ڈبے اس کے کھائے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ کیا بات ہے؟ فکر کی بات ہے کہ چار ڈبہ کھائے اور کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ خمیرہ مروارید ٹھیک بھی ہے کہ نہیں؟ کس دواخانہ کا بنا ہوا ہے؟ کہاں کا بنا ہوا ہے؟ سچے موتی پڑے ہیں کہ نہیں؟ پورے اجزاء صحیح پڑے بھی ہیں یا نہیں۔ اسی طرح نماز جو ہم پڑھ رہے ہیں وہ کیسی پڑھ رہے ہیں۔ صحیح بھی پڑھ رہے ہیں یا نہیں؟ جب ہم نماز سنّت کے موافق پڑھتے نہیں تو وہ فوائد ہم کو کیسے حاصل ہو جائیں گے۔؟

(منصب مومن صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ کتنی مدت لگتی ہے؟ کہنے لگے یہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو پرانے نمازی ہیں اُن سے گناہ تو چھوٹتے نہیں بلکہ نئے نئے گناہ کرنے لگ جاتے ہیں تو میں نے کہا کہ وہ کیسی نماز پڑھ رہے ہیں اُن کی نماز سنت کے مطابق ہے بھی کہ نہیں ؟ نماز کسی سے سیکھی بھی ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔خود ہی فیصلہ کرلیں کہ نماز پڑھنا ہم نے کسی سے سیکھا یا نہیں۔ (منصب مؤمن صفحہ ۱۱۔۱۲)

ارشاد فرمایا کہ آج ہماری اذانیں اور نماز سنّت کے موافق نہیں ۔۔۔۔ جو جس فقہ پر عمل کرتا ہو اس فقہ میں نماز کا جو مسنون طریقہ ہے اس کے موافق نماز نادر ہے۔ اہل علم تو پڑھتے پڑھاتے ہیں، سیکھتے سکھاتے ہیں، ان کے علاوہ جو اور حضرات ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ کسی نے نماز سیکھی ہے؟ کسی نے اگر سیکھی ہو تو بتلائے کہ ہم نے فلاں عالم سے نماز پڑھنا سیکھا ہے۔ میں نے اس سے بڑے بڑے مجمع میں جہاں اہل صلاح تھے ان سے سوال کیا کہ نماز سنت کے مطابق پڑھنا کسی سے سیکھا ہے کہ قیام کیسے کریں، ہاتھ کیسے باندھیں، رکوع کیسے کریں، سجدہ کیسے کریں، قعدہ کیسے کریں؟ جب نماز کا یہ معاملہ ہے تو پھر دوسرے اعمال میں کس طرح سنت پر عمل ہوتا ہوگا؟ (تعیم الاصلاح صفحہ ۱۷۔۱۸)

ارشاد فرمایا کہ نماز سب سے بڑھیا چیز ہے۔ ہم اس کو سیکھتے نہیں، پہلے زمانہ میں لوگ اس کا کتنا اہتمام کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صاحب اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ ملک شام سے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے؟ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جیسے التحیات پڑھا کرتے تھے وہ سیکھنے آیا ہوں۔۔۔۔غرضیکہ انہوں نے ملک شام سے مدینہ کا اتنا لمبا سفر کیا اور اس کے لیے مشقت برداشت کی صرف التحیات سیکھنے کے لیے، سنّت کے مطابق تشہد

سیکھنے کے لیے، کتنا اہتمام اور جذبہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ان کے اس جذبہ کا کیا اثر ہوا۔ بدائع الصنائع میں لکھا ہے ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ تم کو کبھی عذاب نہیں دے گا۔'' (منصب مؤمن صفحہ ۱۳،۱۴)

ارشاد فرمایا کہ ایک بڑی عمر کے صاحب بیٹھے تھے، اُن سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ انہوں نے کہا پینسٹھ سال، اُن سے پوچھا کہ سورۂ فاتحہ کے معنی یاد ہیں؟ کہنے لگے نہیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی یاد ہیں؟ کہنے لگے نہیں، آج سائیکل اچھی چلا لیتے ہیں، موٹر سائیکل خوب عمدہ چلا لیتے ہیں، ٹریکٹر چلا لیتے ہیں، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز بھی چلا لیتے ہیں، اس لئے کہ سیکھا ہے اور سنّت کے موافق نماز نہیں پڑھ پاتے اس لئے کہ سیکھا نہیں۔ کیا بات ہے؟ فکر و اہتمام کی کمی ہے۔ (منصب مومن صفحہ ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ مظفر نگر کا واقعہ ہے کہ ظہر کی چار سنّتوں کو ایک بڑے میاں ۵۰ برس تک اس طرح پڑھتے رہے جس طرح فرض نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی دو بھری اور دو خالی (یعنی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا جب کہ آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا) ایک دن وعظ میں کسی عالم سے سنا کہ چار رکعت کی سنّت میں ہر رکعت بھری یعنی سورۃ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا میں نے دو خالی اور دو بھری ۵۰ برس سے ادا کی ہے، مولانا نے فرمایا یہ سنّت ادا نہیں ہوئی۔ بڑے میاں سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے کہ ہائے ۵۰ برس کی سنّتیں رائیگاں گئیں۔ علم صحیح نہ ہونے سے یہی مصیبت ہوتی ہے کہ محنت بھی کرے اور اجر سے بھی محروم رہے۔ علم صحیح کا حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے۔ اس کا اندازہ اس حکایت سے بخوبی ہو جائے گا۔ قیامت کے دن جہل عذر نہ ہوگا۔ علم کا حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱۳۔۱۱۴)

ارشاد فرمایا کہ ایک رئیس تھے الہ آباد میں، شادی کا انتظام تھا زعفران گھی وغیرہ اس قسم کی چیزیں انہوں نے اپنے پاس رکھی تھیں، تول کر دینے کے لیے، چنانچہ گھی تولنے کے لیے ترازو کو اٹھایا، ایک طرف کو گھی اور ایک طرف کو باٹ رکھے۔ ترازو اُٹھائی کہ اذان شروع ہوگئی، اُسی وقت چھوڑ دیا۔ کمرہ میں تو بیٹھے ہی تھے اُسی میں سامان رکھا تھا۔ تالا لگایا اور مسجد چلے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ دومنٹ لگتے۔ تول دینا چاہیے تھا۔ لیکن انہوں نے کچھ پرواہ کچھ نہیں کی اور مسجد چلے گئے۔ (فیض الحرم صفحہ ۳۴)

ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں یہاں کرفیو لگا ہوا تھا اُس میں ایک صاحب نماز کا اہتمام اور جماعت کی پابندی کر رہے تھے۔ بعد میں جب کرفیو ختم ہوگیا ٹیلی ویژن دیکھنا شروع کر دیا۔۔۔۔ ایک صاحب نے کہا بھائی، یہ چیزیں ٹھیک نہیں ہیں، ان کا دیکھنا گناہ ہے اس پر وہ کہنے لگے کہ اللہ غفور ہے رحیم ہے وہ معاف کر دے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور ہیں، مغفرت فرمانے والے ہیں، رحیم ہیں، رحم کرنے والے ہیں، لیکن کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ گناہ کیا جاتا رہے؟۔۔۔ اب کوئی آدمی سنکھیا کھالے، سانپ سے اپنے آپ کو کٹوالے کہ بعد میں ڈاکٹر صاحب سے انجکشن لگوالیں گے، دوا لے لیں گے، اس طرح کا معاملہ کرنا یہ کوئی عقلمندی کی بات ہے؟ (شکر کی ضرورت صفحہ ۲۱-۲۲)

ارشاد فرمایا کہ (نماز نہ پڑھنے والے) بعض حضرات کہتے ہیں کہ خدا غفور رّحیم ہے۔ سبحان اللہ ان کی شان سے آپ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ حق تعالیٰ کو خوب ناراض کریں۔ اور بھائی خدا رزّاق بھی تو ہے یہاں توکّل کہاں گیا؟ یہاں تو روزی کے لیے رات دن خون پسینہ ایک کیا جا رہا ہے۔ (یہ ملفوظ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا ہے) (مجالس ابرار صفحہ ۹۰)

ارشاد فرمایا کہ انسان کام یا تو محبت کی وجہ سے کرتا ہے یا خوف کی

وجہ سے کرتا ہے۔ یا تو کام اس لیے کرتا ہے کہ کھانے کو انڈے ملیں گے یا پھر کام اس لیے کرتا ہے کہ ڈنڈے سے بچیں گے، محبت ایسی چیز ہے کہ اس سے سردی بھی بھاگ جاتی ہے، گرمی بھی چلی جاتی ہے، از محبت تلخ ہا شیریں بود۔ سردی کا زمانہ ہے، لحاف میں پڑے سو رہے ہیں، اذان ہو رہی ہے۔ اٹھایا جا رہا ہے، نہیں اٹھ رہے ہیں لیکن اذان سے پہلے ہی دوست آگئے۔ دوست نے کہا ارے بھائی شکار کو چلتے ہو۔ جیپ تیار ہے، چل رہی ہے۔ تو فوراً خوشی سے اُٹھ جائیگا اور تیار ہو جائیگا۔ کیوں؟ شکار کی محبت ہے۔۔۔۔ محبت سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں، ایسے ہی خوف کا معاملہ ہے، کسی کا خوف ہو تو سردی بھی بھاگ جاتی ہے، خوف ہو تو گرمی بھی چلی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر گرمی میں ایک شخص چھٹی کے وقت اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے، اطلاع آتی ہے کہ فلاں صاحب ملنے کے لیے آئے ہوئے ہیں تو کہہ دے گا کہ بھائی اس وقت لیٹ گیا ہوں، آرام کا وقت ہے، شام کو ملاقات کر لیں۔ ظاہر ہے وہ صاحب تو واپس چلے جائیں گے۔ اب اس کے بعد ہی اطلاع آئی کہ آپ کے افسر و حاکم صاحب آئے ہوئے ہیں، آپ کو بلا رہے ہیں حالانکہ گرمی ہو رہی ہے، دھوپ ہو رہی ہے، چھٹی کا وقت ہے آرام کر رہے ہیں، مگر اطلاع ملتے ہی جلدی سے نکل کر باہر آجائے گا، گرمی وغیرہ سب ختم ہو جائے گی، تو کیا چیز ہے، یہاں خوف ہے، ڈر ہے اس کی وجہ سے فوراً نکل آیا تو بات یہی ہے کہ کام یا تو محبت کی وجہ سے ہوتا ہے یا خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کہیں محبت ہوتی ہے، کہیں خوف ہوتا ہے، یہ دونوں چیزیں انسان میں پیدا ہو جائیں، اللہ کی محبت جیسی ہونی چاہیے ویسی ہو جائے، اللہ کا خوف جیسا ہونا چاہیے ویسا خوف ہو جائے تو پھر علم کے موافق عمل شروع ہو جائے گا۔ (مصائب و پریشانی کا آسان حل صفحہ ۲۴ تا ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھنے کا حکم مردوں کے لیے بھی ہے، عورتوں

کے لیے بھی۔ بہشتی زیور میں عورتوں کی نماز کا طریقہ لکھ دیا گیا ہے۔ مردوں کو بھی مستورات کو چاہیے کہ اس کے موافق خود بھی نماز پڑھیں۔ اور بچیوں کو بھی پڑھائیں۔ چھوٹے بچوں کو ابھی سے عادات ڈالیں۔ (منصب مومن صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ چاہیے کہ جماعت مسجد کا اہتمام کرے۔ اور اس کے لیے پہلے سے تیاری کیا کرے تاکہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھ سکے۔ نماز کو جتنے اہتمام و توجہ کے ساتھ سنت کے موافق پڑھے گا تو اس کی وجہ سے قلب میں خاص قسم کا نور پیدا ہوتا ہے، پھر اسکے اثرات ہاتھ' پیر اور دیگر اعضاء پر پڑتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان برائیوں اور گناہوں سے بچنے لگتا ہے، ایسی نماز انسان کو بُری باتوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۹۔۵۰)

ارشاد فرمایا کہ نماز ایسی عبادت ہے جس کو حضور ﷺ نے قُرَّةُ عَيْنِيْ فرمایا ہے۔ لہٰذا امت کو بھی اس کا لحاظ کرنا چاہیے اور ایسی نماز پڑھنا چاہیے کہ آنکھ کی ٹھنڈک اور قلب کو سرور حاصل ہو۔ جو نماز قیام و قعود، رکوع و سجود اور سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ وہ نماز نجات کے لیے بمنزلہ سند کے ہے، اللہ کے نیک بندے، ایسی عبادت کرنے والے اس وقت بھی ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ پہلے سارے کے سارے مسلمان اس دولت سے مالا مال تھے اور اب یہ حالت محدود رہ گئی ہے کچھ مخصوص اللہ والوں میں۔ ضرورت ہے کہ ہم سب اس طرح نماز پڑھیں کہ اس حدیث کے مطابق ہم سب کو عینی ٹھنڈک اور قلبی فرحت حاصل ہو۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۷۸)

ارشاد فرمایا کہ ہر وقت دھیان رہنے لگے کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں پھر اس مشق کی برکت سے بآسانی نماز کی نیت باندھتے وقت یہ دھیان کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں قائم ہو جائے گی۔ اور جب یہ دھیان غالب

ہوجائے پھر اس کو تازہ کر لیا جائے، اس طرح سے نماز خشوع والی اور کامل ہوجائے گی اور یہی نماز پھر آنکھ کی ٹھنڈک معلوم ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۷-۱۰۸)

ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی دین سکھاؤ۔ حدیث پاک میں ہے کہ سات برس کی عمر سے بچہ کو نماز کا حکم کرو۔ اور دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو پھر تھوڑی سی پٹائی بھی کرو۔ شریعت نے سب سے پہلے نماز کا حکم دیا۔ ایک تو اس لیے کہ وہ سب سے اہم عبادت ہے دوسرے یہ حکمت بھی ہے کہ جب نماز کا حکم دیں گے تو نماز سکھانی بھی ہوگی، اور اسی سے دین سکھانے اور اس پر چلانے کی مشق شروع ہوجائے گی۔ دیکھئے جب نماز پڑھوائیں گے تو وضو بھی سکھانا ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَ تَمَامَ الصَّلٰوۃِ۔ فرما کر کر اشارہ فرما دیا کہ بڑھیا نماز کے لیے وضو بھی بڑھیا ہونا چاہیے، اعلیٰ درجہ کی نماز کے لیے اعلیٰ درجہ کا وضو ہونا چاہیے۔ جب وضو سکھائیں گے تو وضو کی دعائیں بھی سکھانی ہوں گی۔ مثلاً درمیان میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ والی دعا پڑھنا ہے۔ اب جب یہ یاد دلائیں گے تو بچہ کو ذَنْب کی تعریف بھی سمجھانی ہوگی۔ گناہ کی حقیقت سمجھ آجائے گی تو اس سے نفرت پیدا ہوگی۔ پھر طہارت کے مسائل بھی سکھانے ہوں گے۔ طہارت جسم کے ساتھ طہارت اخلاق کا سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سب رحمت ہیں، جیسے باپ اپنے بچوں کے حق میں شفیق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ نبی امت کے حق میں مہربان ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۳)
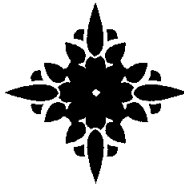
نماز تہجد صلحاء کا شعار

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے خاص بندوں کی پہچان یہ ہے کہ:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴾ (پ۱۹۔رکوع۴)

''اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں۔''

اللہ کے خاص بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ رات گذارتے ہیں سجدہ کی حالت میں اور قیام کی حالت میں۔اس کا ذکر خصوصیت سے اس لیے کیا کہ رات جو سونے کا وقت ہے، جو لوگوں کے لیٹنے کا وقت ہے، اس میں نماز و عبادت کے لیے کھڑے ہونے اور مشغول ہونے میں خاص قسم کی مشقت اور مجاہدہ ہے۔ایسے وقت میں اللہ کے خاص بندے اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔

(فیض الحرم صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ تہجد کی فضیلت میں حدیث مبارکہ ہے:

﴿ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ ﴾ (مشکوٰۃ/۱۰۹)

''لازم ہے تم پر قیام لیل کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت رہی ہے۔''

یعنی رات کے قیام کو اپنے اوپر لازم کرلو۔رات کو اُٹھنا اور تہجد پڑھنا اس کا ہر شخص اہتمام کرے اور پابندی کی فکر کرے۔رات کا اُٹھنا، رات کی بیداری صلحاء اور اہل اللہ کا شعار ہے۔تہجد کی نماز کے لیے جو یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ صلحاء اور اہل اللہ کا شعار ہے تو اس میں مقصود ترغیب دینا ہے۔کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی نقل کرتا ہے اور خوشی خوشی ان کے طریقہ کو اپناتا ہے، اس کی وجہ سے مشکل کام آسانی سے ہوجاتا ہے۔رات میں اُٹھنا اور نماز پڑھنا اس میں مشقت ہے اور مجاہدہ ہے۔ اس میں آسانی ہوجائے۔اس لیے بطور ترغیب کے یہ فرمایا گیا کہ تم سے پہلے جو اللہ کے نیک

بندے گذرے ہیں اُن کی پہچان یہ تھی کہ وہ نماز کی پابندی کرتے تھے:

﴿ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ ﴾ (مشکوٰۃ/۱۰۹)

''اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہارا تعلق قوی کر دے گی، اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے گی۔ فرائض و واجبات ضروری ہیں ان کی ادائیگی تو ڈیوٹی میں ہے، لازمی اور ضروری ہیں، جب نوافل اور تہجد کا اہتمام کریں گے تو ان سے تعلق بڑھے گا۔ اس لیے کہ ڈیوٹی کے علاوہ جو چیز ضروری نہیں تھی اس کا اہتمام کیا۔ تہجد بندے کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتی ہے، تہجد کا اور کیا فائدہ ہے؟

﴿ مُكَفِّرَةٌ لِّلسَّيِّاٰتِ ﴾ (مشکوٰۃ/۱۰۹)

''اور سیئات (گناہوں) کا کفارہ ہے۔''

تہجد قرب بڑھاتی ہے اور تمہاری خطایا مٹا دیتی ہے۔ جب تہجد کے وقت روئے گا، گڑگڑائے گا تو بڑی غلطیاں بھی معاف ہو جائیں گی۔

﴿ وَمِنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ ﴾ (مشکوٰۃ/۱۰۹)

''اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔''

بعض چیزوں کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ بیماری کے لیے دافع بھی ہوتی ہیں اور نافع بھی ہوتی ہیں۔ تہجد کی بھی یہی خصوصیت ہے کہ اس سے خطایا بھی مٹتی ہیں اور گناہوں سے رکنے کی طاقت بھی پیدا ہوتی ہے تو یہ دافع بھی ہے اور نافع بھی، اور یہ نماز کی خاصیت ہے کہ اگر اس کو قاعدہ کے موافق پڑھا جائے اور اس کا اہتمام کیا جائے تو یہ بُرائیوں سے روک دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ (پ۲۱۔ رکوع۱)

''بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی ہے۔''

لیکن نماز بھی تو اصول کے مطابق پڑھی جائے، سنن و آداب کی

رعایت کر کے پڑھی جائے۔تو یہ تہجد کے فائدے ہیں، اب اللہ کا خاص بندہ بننا چاہتے ہو تو تہجد کی پابندی کرو اور تہجد کو اپنا شعار بناؤ۔ (فیض الحرم صفحہ ۱۸ تا ۲۲)

ارشاد فرمایا کہ سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا اس کو تہجد کہتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ اِنَّ فِی الشَّرْعِ یُقَالُ لِمَنْ قَامَ مِنَ النَّوْمِ اِلَی الصَّلٰوۃِ اَنَّہٗ یَتَھَجَّدُ۔ ''جو شخص سو کر اٹھنے کے نماز پڑھے شریعت میں اس کو تہجد پڑھنے والا کہا جاتا ہے۔'' (فیض الحرم صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ تہجد کے بارے میں یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ اخیر رات میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ تو اس کا وقت ہے لیکن اس میں ایک آسانی اور بھی ہے، اس کو بہت کم لوگ جانتے ہیں وہ یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد سنّت مؤکدہ پڑھ لیں، پھر چار چھ رکعت جتنی ہمت و توفیق ہو وتر سے پہلے قیام اللیل کی نیت سے نفل پڑھ لیں۔ فتویٰ کی مشہور کتاب شامی کی روایت ہے ''جو نفل نماز بعد عشاء ہو پس وہ قیام اللّیل کے حکم میں ہے'' اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں ''اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ قیام اللّیل کی سنّت بعد نماز عشاء سونے سے قبل پڑھنے سے بھی حاصل ہوگی'' کتنی سہولت ہوگئی۔ اب اگر تہجد میں آنکھ کھل گئی تو فَبِھَا (ٹھیک ہے) تہجد پڑھ لے۔ اگر آنکھ نہیں کھلتی تو یہی تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے تو سب کے لیے آسانی ہوگئی۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۵)

ارشاد فرمایا کہ نفس و شیطان کی مدافعت کے لیے ایسے ہتھیار کی بھی ضرورت ہے کہ بشری تقاضا سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو اس کے ذریعے اس کی تلافی بھی ہو جائے اور ان کے حملہ سے حفاظت بھی رہے کہ گناہ نہ ہو جائے۔ اس کی طاقت پیدا ہو جائے اس کے لیے بہترین ہتھیار تہجد ہے۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۵)

ارشاد فرمایا کہ تہجد میں بالذّات یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو

نیک وصالح اور ولی بنادیتی ہے۔۔۔۔۔ گناہوں سے رکنے کی طاقت اس سے پیدا ہوجاتی ہے۔ نئے گناہ نہیں ہونے پائیں گے۔۔۔۔۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک صاحب تھے جو چوری بھی کیا کرتے تھے اور تہجد بھی پڑھتے تھے۔ تو آپ سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص رات میں تہجد پڑھتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ تہجد تو گناہوں سے روکتی ہے پھر یہ کیا معاملہ ہورہا ہے۔ بات وہی ہے کہ مرض جب پرانا ہوجاتا ہے تو پھر مسلسل علاج اور دوا کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے پھر اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "عنقریب یہ نماز اس کو اس عمل سے روک دے گی جو تم بتلا رہے ہو" ۔۔۔۔۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں "پس اس جیسی نماز یقیناً اس کو روک لے گی جس سے وہ عنقریب چوری سے توبہ کرلے گا" اس لئے ضروری ہے اس نماز کا ایک مدت تک اہتمام و پابندی کرنا، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے قلب میں ایک ایسی خاص کیفیت پیدا ہوجائے جو اس کو گناہ سے روک دے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۲ تا ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ اب اگر تم اللہ کے خاص بندہ بننا چاہتے ہو تو تہجد کی پابندی کرو اور تہجد کو اپنا شعار بناؤ۔ ملا علی قاری "مرقاۃ" میں فرماتے ہیں "اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ تم اس کے زیادہ لائق ہو، اس لیے کہ تم امتوں میں سب سے بہترین امت ہو اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو شخص تہجد نہیں پڑھتا وہ کامل درجہ کے صلحاء سے نہیں ہے بلکہ اس شخص کی طرح ہے جو تزکیہ ظاہری طور پر کرنے والا ہے نہ کہ باطنی طور پر" (فیض الحرم صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ رمضان المبارک میں ایک مہینہ تک عشاء کی نماز کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھتے رہے، آج چاند ہوگیا۔ تراویح تو نہیں ہوگی۔ لیکن آج ہی سے یہ معمول بنالیا جائے کہ وتر سے پہلے چار رکعت

قیام لیل کی نیت سے پڑھ لی جائے۔ بیس رکعت تراویح پڑھنے کی عادت تو پڑی ہوئی ہے، اس لیے اس کی عادت ڈال لینا کوئی مشکل نہیں اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تہجد کے لیے آنکھ نہیں کھلی تو یہ تہجد کے قائم مقام ہو جائیگا اور اس کا ثواب مل جائے گا۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۷۔۲۸)

ارشاد فرمایا کہ ایسے ہی طاعات میں لگنے کا معاملہ ہے کہ ہلکے ہلکے بقدر تحمل عادت ڈالے، اور دعا بھی کرتا رہے۔ یہ بڑی خاص چیز ہے، اس سے پھر آسانی اور سہولت ہو جائے گی اور بزرگوں سے اس کی تدبیر معلوم کرے۔ ان حضرات کے پاس ایسے نسخے ہوتے ہیں کہ ایک ہی دو خوراک میں بہت جلد نفع ہونے لگ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ تہجد میں آنکھ کھل جائے تا کہ اس وقت نماز پڑھ لیں لیکن اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی، تو اب کیا کریں؟ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی بعضوں کو فرمایا کہ اچھا بھائی آنکھ تو کھل ہی جاتی ہے کبھی نہ کبھی تو جب آنکھ کھل جائے تو اسی وقت چارپائی پر بیٹھ جاؤ، چاہے ایک ہی منٹ کے لیے بیٹھو، اور بیٹھ کر سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھ لو، پھر لیٹ جاؤ۔ اس پر عمل کرنا کیا مشکل ہے؟ کتنی آسانی دے دی اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتے تو پھر کم از کم کروٹ ہی بدل لو، جس جگہ لیٹے ہو اس سے ہٹ جاؤ تا کہ تہجد پڑھنے والوں کی جو شان بیان کی گئی ہے کہ

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ (پ۲۱، رکوع ۱۴)

''ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' ان کی تھوڑی بہت مشابہت ہو جائے۔ ارے بھائی! وہ آدھ گھنٹہ اور ایک گھنٹہ کے لئے اٹھتے ہیں تو تم ایک منٹ کے لیے اٹھو، اس اٹھنے

میں ان کی مشابہت اختیار کرو تو اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ آج ایک منٹ کی توفیق ہوئی ہے تو کل ڈیڑھ منٹ کی توفیق ہوگی اور یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا۔ قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے، تو میرے عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر رکھے، اپنی درستگی کی کوشش کرتا رہے اور دوسروں کو بھی اچھائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے۔ (خصائص مومن صفحہ ۴۸، ۴۹)

ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب رات میں تشریف لاتے تھے تو اتنی آواز سے سلام کرتے تھے کہ جاگنے والا سن لے اور سونے والے کی آنکھ نہ کھلے۔ یہ ہے سرور عالم ﷺ کا معمول اور امت کے لیے تعلیم آج ہمارا کیا حال ہے کہ اگر تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو جان بوجھ کر لوٹا یا برتن اتنی زور سے رکھتے ہیں کہ جو لوگ سو رہے ہیں ان کی بھی آنکھ کھل جائے ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ تہجد کے لیے اٹھے ہیں۔ یہ ہے ہمارا حال جو قابل اصلاح ہے اس کی فکر کرنا چاہیے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۴۳)

ارشاد فرمایا کہ طلبائے کرام آپس میں معاہدہ کرلیں۔ ایک دوسرے کو نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ میں شرکت کے لیے جگا دیا کریں، جو تہجد گزار ہوگا اس کی تکبیر اولیٰ کیسے فوت ہو سکتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اگر بعد نماز عشاء فوراً سو جائے تو تہجد کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور آنکھ کھل جائے گی۔ ایک شخص نے لکھا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ میری آنکھ تہجد کے وقت کھل جاتی ہے مگر اُٹھا نہیں جاتا۔ کاہلی گھیر لیتی ہے۔ تحریر فرمایا سانس بند کرلو۔ ایک منٹ میں کاہلی دور ہو جائے گی، اگر تہجد گزاری نصیب نہ ہو تو اس وقت اپنے بستر پر بیٹھ جاوے اور کچھ تسبیح اور استغفار کرلے۔ چند منٹ کیا ایک منٹ بھی تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ کی دولت بڑی نعمت ہے۔ پہلو تو بستر سے خدا کی یاد میں الگ ہوگا۔ پس اس آیت پر عمل تو ہو گیا۔ یہ نسخہ مگر کاہلوں اور سست

لوگوں کے لیے ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے سے پھر امید ہے کہ آگے ترقی کر کے تہجد بھی پڑھنے لگے گا کیونکہ مشابہت تہجد گزاروں کی اس نے کی۔ نفل کی برکت سے بھی کام بن جایا کرتا ہے۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

بہر حال ذکر اور تہجد میں ناغہ سے بہت بچے کیونکہ ایک وقت ناشتہ نہ ملنے سے بھی تو کمزوری آجاتی ہے۔ پھر ذکر کے ناغہ سے روح میں کمزوری کیسے نہ آئے گی۔ اور روح کی کمزوری سے پھر نفس غالب آنے لگے گا اور معاصی سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ بزرگوں کی شان عجیب ہے کہ ذکر میں ناغہ تو کیا کمی سے بھی اُن کو غم ہوتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۴۸۔ ۴۴۹)

ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کی نفل پڑھے گا کیا وہ فرائض چھوڑے گا؟ سنن مؤکدہ چھوڑے گا؟ فرض کام چھوڑے گا؟ مغرب کے بعد کی چھ نوافل چھوڑے گا؟ اشراق و چاشت کو چھوڑے گا؟ جو سونے کے اوقات میں اللہ کو یاد کرتا ہے وہ دن کی عبادت کو چھوڑے گا؟ وہ تو ان چیزوں کو بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ (فیض الحرم صفحہ ۲۴)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نماز تہجد کا اہتمام اور پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔
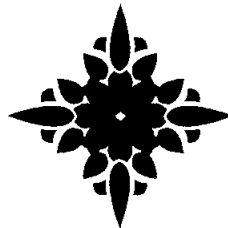
رمضان المبارک (ولی اللہ بننے کا مہینہ)

ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف کا مہینہ کتنی خیر و برکت کا مہینہ ہے، ولی اللہ بننے کا مہینہ ہے۔ ایک شخص اس میں تیس روزے قاعدے سے رکھ لے ولی بن جائے گا۔ جیسے بعض لوگوں کی صحت خراب ہوتی ہے۔ وہ اپنا علاج کراتے رہتے ہیں ان کے لیے معالج تجویز کرتا ہے کہ فلاں مقام پر چلے جاؤ۔ وہاں جا کر رہو، تمہاری صحت بنتی چلی جائیگی۔ صحت ٹھیک ہو جائے گی۔ چنانچہ معالج کے مشورہ پر عمل کرتا ہے تو چند دنوں میں صحت مند ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی روحانی طور پر صحت مند ہونے کے لیے رمضان شریف کا مہینہ ہے کہ اس میں آدمی ولی اللہ بن جاتا ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ جیسے کسی کا مکان ہو اور اسے وہاں جانا ہو تو عموماً مکان کی طرف جانے کے لیے کئی راستے ہوتے ہیں۔ بعض تو جلدی پہنچنے کے ہوتے ہیں یعنی ان سے فاصلہ مختصر ہوتا ہے۔ بعض دیر سے پہنچنے کے ہوتے ہیں کہ فاصلہ اس سے طویل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا ولی بننا، یہ ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے تو ایک تو ولی بننے کا راستہ ہے طویل۔ وہ یہ ہے کہ احکام کی پابندی یعنی ماموراتِ پر عمل کرنا اور ہر گناہ سے بچتے رہنا۔ اور ایک دوسرا راستہ جو کہ نہایت مختصر ہے وہ حج اور رمضان شریف ہے۔ حج تو ہر ایک کو میسر نہیں ہوتا۔ مگر رمضان شریف، یہ ہر ایک کو میسر بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ مگر اس کے روزے قاعدے سے رکھے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں کرنے کی چیزوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کثرت رکھے۔ یہ بہت آسان ہے اور ہر ایک کو یاد بھی ہے۔ لہٰذا اس کا اہتمام رکھے، اٹھتے بیٹھتے جب بھی یاد آ جائے اس کو

پڑھتا رہے۔ جب بھی فرصت کا وقت ملے ذکر اللہ کا اہتمام کرے۔ ان شاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا۔ افضل ذکر تو چپکے چپکے ہی ہے۔ اسی طرح دعا بھی چپکے افضل ہے۔ اور ایک ہے چھوڑنے کی چیز، وہ ہے گناہ، ویسے تو گناہوں سے بچنا، یہ ہمیشہ مطلوب ہے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ رمضان شریف میں اس سے بچنے کا اہتمام کرے، دوسرے یہ کہ کم بولے، کم بولنا یہ بھی ہمیشہ مطلوب ہے۔ مگر خصوصیت سے رمضان شریف میں اس کے اہتمام کی ضرورت ہے، کیونکہ زیادہ بولنے سے طاعت کا نور نکل جاتا ہے۔ ایک مہینہ اس پر پابندی کرلے تو ان شاء اللہ ولی بن جائیگا۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۸،۳۹)

ارشاد فرمایا کہ یہ روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت یا اس سے ڈر ہو، کیونکہ کام دو وجہوں سے ہوتا ہے یا تو انڈے ملیں گے کھانے کے لیے، اور اگر کام نہیں کریں گے تو پھر ڈنڈے ملیں گے۔ کام یا تو محبت کی وجہ سے ہوتا ہے یا خوف کی وجہ سے، روزہ نہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے کہ جیل خانہ میں نہ بھیج دیے جائیں۔ تو روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے پوری محبت ہو یا اللہ تعالیٰ سے پورا ڈر ہو، بعض لوگ روزہ تو رکھتے ہیں مگر اُن سے بعض گناہ بھی ہو جاتے ہیں۔ تو یہ نشانی ہے کہ ان میں محبت یا ڈر کی کمی ہے، جتنی محبت یا ڈر ہونا چاہیے، اگر اتنا دونوں ہوں تو پھر گناہ نہیں ہوتے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۳۹۔۴۰)

ارشاد فرمایا کہ روزہ کی خاصیت یہی ہے کہ اگر ڈر کم ہو، اللہ کا خوف کم ہو تو اس کو بھی بڑھا دے، اور اگر اللہ کی محبت میں کمی ہو تو اس کو بھی بڑھا دے، عظمت و محبت کے کام کرنے سے عظمت و محبت پیدا ہوتی ہے، ہر چیز کا اثر پڑا کرتا ہے، اس لیے روزہ رکھنے سے اس کا بھی اثر پڑے گا۔ لہٰذا ہمت کر کے روزہ رکھے اور گناہ سے بچے، انشاء اللہ اس کی برکت سے قوت پیدا

ہو جائیگی۔ جب اللہ کا خوف و محبت پیدا ہو جائیں تو پھر کیا کہنا ہے۔ انسان ولی اللہ بن جائیگا۔ دین میں مضبوطی ہوگی، روزہ کی وجہ سے دین میں مضبوطی پیدا ہوگی۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ روزہ بہت پابندی سے رکھتے ہیں، کوئلہ والا انجن چلاتے ہیں، مگر روزہ رکھتے ہیں، بہت سے لوگ رکشہ چلاتے ہیں پھر بھی روزہ رکھتے ہیں، مزدوری و معماری کرتے ہیں پھر بھی روزہ رکھتے ہیں، ان سے سبق لینا چاہیے۔ یہ روزہ کی برکت ہے کہ انسان کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت و قوت پیدا ہو جاتی ہے، برے کاموں سے بچنے کی ہمت ہو جاتی ہے، اچھے کاموں کے کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ نیک کام کرنے میں انسان کے دو دشمن ہیں، ایک شیطان، یہ کتنا بڑا دشمن ہے؟ اور دوسرا نفس، یہ کتنا بڑا دشمن ہے؟ یہ سب سے بڑا دشمن ہے۔ جب نفس ٹھیک ہو جاتا ہے تو پھر اشاروں پر چلتا ہے، جیسے کار اشاروں پر چلتی ہے، ایک لال بتی ہوتی ہے ایک ہری بتی، لال بتی گناہ ہے، ہری بتی مباحات ہیں، لال بتی منکرات ہیں اور ہری بتی معروفات ہیں اور یہ کھلی ہوئی نشانی ہے، کیونکہ دیکھ لیجئے، رمضان سے پہلے مغرب میں، عشاء میں، فجر میں کتنے لوگ آیا کرتے تھے؟ دوسری صورت میں دیکھیے، جب رمضان کی پہلی تاریخ آئی تو تعداد بڑھ گئی، ایک دشمن کے قید ہونے کی وجہ سے، اور اب دوسرے دشمن کو تابع کرنا آسان ہے کہ جب روزے قاعدے سے رکھ لے تو ہمیشہ کے لیے دوسرا دشمن مغلوب ہو جاتا ہے، یہ علاج کا طریقہ ہے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ بعض مرتبہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ناواقفیت کی وجہ سے انسان سے گناہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بھائی فوراً توبہ کرے، دو رکعت نماز

پڑھے اور توبہ کرے، بہت عمدہ چیز ہے ایسے ہی روزہ رکھے گا تو گناہ کم ہوں گے، روزہ کی برکت سے طاقت وقوت پیدا ہوگی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۰)

ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے، تلاوت کرنے پر ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور رمضان شریف میں ستر گناہ زیادہ ہو جائیں گی تو حساب لگائیے کہ کتنا ثواب ملے گا، سات سو کے قریب نیکیوں کا ثواب مل جائے گا۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے؟ رمضان کے روزے اگر قاعدے سے رکھ لے جیسا کہ اس کا حکم ہے تو پھر اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ دنیا ہی میں دیکھو، ایک بیج سے کتنے بیج تیار ہو جاتے ہیں اسی طرح انسان کے اخلاص کے اعتبار سے اس کی نیکی بھی بڑھتی رہتی ہے، جس درجہ کا اخلاص ہوتا ہے اسی اعتبار سے نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ ایک نیکی سات سو نیکیوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ روزہ کا معاملہ اس سے بڑھ کر ہے غور کرو اگر کوئی کسی کے پاس تحفہ بھیجے کسی کے ذریعہ، تو یہ کتنی قابل قدر ہے۔ لیکن اگر حاکم یا افسران، وزراء خود اپنے ہاتھوں سے دے دیں تو اس کی اہمیت کتنی بڑھ جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزے کے متعلق کہ روزہ صرف میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ یہ کتنی بڑی چیز ہے؟ اور یہ اس لیے ہے کہ اور عبادات میں مثلاً نماز ہے، دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نماز پڑھ رہا ہے، زکوٰۃ ہے اگر کسی کو دے گا تو معلوم ہو جائیگا کہ ہاں یہ زکوٰۃ دینے والا ہے اور حج ہے تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے، لیکن روزے کا پتہ نہیں چلتا، روزہ وہی شخص رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، یا اللہ کا خوف ہوگا، اس لیے روزہ کے لیے یہ خصوصی معاملہ ہے (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۱۔۴۲)

ارشاد فرمایا کہ جیسے نماز دین کا ایک ستون ہے اسی طرح ایک ستون روزہ بھی ہے۔ روزہ جو ہے یہ ایک خاص عبادت ہے۔ کیونکہ اور عبادتوں کا پتہ چل جاتا ہے جیسے زکوٰۃ دیتے وقت پتہ چل جاتا ہے کہ نہیں؟ حج کا احرام باندھتے وقت ہی پتہ چل جاتا ہے، اور نماز کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے نماز پڑھی ہے، لیکن اگر روزہ رکھا ہوا ہو تو پتہ نہیں چلتا ہے۔ اگر کوئی روزہ دار نہ بھی ہو اور وہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں تو اسے جھٹلا نہیں سکتے، روزہ دار ہونے یا نہ ہونے کی بجز اللہ کے کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں شیطان تو بند ہو جاتا ہے اور نفس تنہا رہ جاتا ہے لہٰذا اب اس کو روزے کے ذریعہ اپنا تابع بنالیا جائے۔ جیسے جسمانی مرض کے علاج کے لیے پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اور وہ آسان لگتا ہے، کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوتی ہے، اسی طرح رمضان المبارک میں روحانی مرض کی شفا کے لیے بھی اہتمام کی ضرورت ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۹)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے۔ جو کہ باطنی بیماریاں ہیں۔ اسی طرح بہت سی جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے کی بے احتیاطی سے ہوتی ہیں، روزے سے ان میں واضح کمی ہوگی۔ اس لحاظ سے بیماریاں بھی کم ہونگی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۲)

ارشاد فرمایا کہ افطار کے وقت خصوصیت کے ساتھ دعا کا اہتمام رکھا جائے، اپنے لیے اور سارے لوگوں کے لیے یہ دعا کرلیا کرے کہ اے اللہ! ہمارے تمام مقاصد اور ہر مومن کے تمام مقاصد کو پورا فرما۔ کتنی مختصر دعا ہے، اتنی مختصر دعا میں چند سیکنڈ لگتے ہیں اور ساری دنیا کے لوگوں کے لیے دعا ہوگئی، ہماری حفاظت فرما اور ہر مومن کی حفاظت فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہر مومن کے گناہوں کو معاف فرما، تو حاصل یہ کہ دعا میں اپنے ساتھ دوسروں کو

بھی شامل کرنا چاہیے۔(مجالس محی السنہ صفحہ ۵۲)

ارشادفرمایا کہ اپنے مکان سے ایک اینٹ یا بلاک دینا گوارہ نہیں، اپنے خون سے مچھروں کو ایک قطرہ دینا گوارہ نہیں، مگر دین کے ہر نقصان کو ذراسی بات کے لیے گوارہ کر لیتے ہیں۔ مثلاً افطار کی دعوت پر مغرب کی جماعت اور مسجد کی حاضری کو اپنے اوپر معاف سمجھ لیا۔ دینی مجالس کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اگر دو چار بوڑھے معذور ہوں تو اُن کی خاطر پوری مجلس کے شرکاء بھی گھروں میں جماعت نہ کریں، انہیں مسجد میں حاضر ہونا چاہیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۷۶)

ارشادفرمایا کہ جو لوگ تراویح میں جلد اور تیز پڑھ کر مقتدیوں کو خوش کر دیتے ہیں میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اگر حکومت کی طرف سے کاروں کا مقابلہ تیز رفتاری میں ہو تو جو کار سرخ سگنل پر بھی نہ رُکے اور مسافروں کو ٹکر مارتی ہوئی ٹریفک قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئی سب سے آگے بڑھ جائے، وہ انعام پائے گی؟ یا وہ کار جو ہر سگنل پر رکتی ہوئی اور تمام قواعد کی رعایت رکھتے ہوئے منزل پر سب سے آگے ہو؟ بلکہ پہلی مذکورہ صورت پر آگے بڑھنے والی کار کا خلاف قانون تیز رفتاری کے سبب چالان ہوگا۔ بس تیز رفتار حفاظ اور قراء کو بھی اس مثال سے اپنے بارے میں غور کر لینا چاہیے کہ وہ اس بے اصولی سے انعام کے مستحق ہونگے یا سزا کے مستحق ہونگے؟ (مجالس ابرار صفحہ ۱۵۶)

ارشادفرمایا کہ اگر محلے کے تیس آدمی ایک ایک پارہ تقسیم کر کے یاد کر لیں تو سال میں تیس پارے سب کو الگ الگ یاد ہو جائیں گے۔ پھر کسی سامع کی ضرورت تراویح میں نہ ہوگی۔ اسی طرح ہر آدمی ایک ایک پارہ قرآن پاک بھی سنا سکتا ہے اور تیس آدمی پورا قرآن سنا سکتے ہیں۔ پھر کسی حافظ کو اُجرت پر بلانے کے گناہ سے سب محفوظ ہو جائیں گے۔ تراویح میں حفّاظ کرام کو

بغیر اجرت سننا چاہیے، خواہ طے کریں یا نہ کریں، کسی حالت میں ہرگز نہ لیں کیونکہ طے نہ کرنے میں اَلْمَعْرُوْف کَالْمَشْرُوْط کا مسئلہ ہوتا ہے اور اسی عرف کے سبب وہ قائم مقام طے ہی کے ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ بغیر اُجرت حافظ نہ ملے تو پھر اَلَمْ تَرَ كَيْفَ سے پڑھ لیں یا کسی کو طویل سورتیں یاد ہوں تو اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھ لیا کریں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۸)

رمضان شریف کی فضیلت

ازافادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ

''فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان شریف ایسا برکت کا مہینہ ہے کہ اس کے اول حصہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور درمیان کے حصہ میں بندوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور آخیر کے حصہ میں دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ سر سے پیر تک رحمت ہی رحمت ہے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اس مہینہ میں اپنے گناہ بخشوانے کا سامان کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نیک کام کرے۔ اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ اپنے گناہ معاف کرالینا بندہ کے اختیار میں ہے۔ بس توبہ کر کے نیک کام کرنا شروع کر دے۔ سب گناہ بخشے گئے۔ خود اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اپنے مالک سے گناہ بخشوانے میں جلدی کرو اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کو پرہیز گاروں کے لئے تیار کیا گیا ہے تو جو شخص بھی اس قاعدہ پر عمل کرے گا وہ اپنے گناہ بخشوالے گا اور جو شخص یہ عمل نہ کرے گا وہ محروم رہے گا۔ پس ظاہر ہو گیا کہ گناہ بخشوانا خود ہمارے اختیار میں ہے۔ اگر ہم چاہیں تو پرہیز گار بن کر اپنے گناہوں کو بخشوا سکتے ہیں۔ (آخیر عشرہ کے احکام، صفحہ: ۲۰)

دعا کے آداب

ارشاد فرمایا کہ ہمارا کام اللہ تعالیٰ سے الحاح کرنا ہے۔ دعاؤں کا تسلسل ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے کیا عمدہ شعر فرمایا ہے ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر، یعنی صدا لگائے جا

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۶)

(ایک صاحب نے سوال کیا کہ صلحائے امت کی دعاؤں سے امت کا حال کیوں نہیں بدلتا اور مصائب کیوں رفع نہیں ہوتے۔ آج ہر طرف مسلمانوں پر مصائب کی بارش ہے، اس پر)

ارشاد فرمایا کہ کسی کا باپ ناراض ہو اور اس کے دادا، نانا، ماموں اور چچا سفارش کرتے ہوں لیکن بیٹا باپ سے معافی نہ مانگتا ہو اور ناراضگی کی تلافی نہ کرتا ہو تو کیا بیٹے پر باپ کی عنایت ہوگی۔ اسی طرح امت اپنی نافرمانی سے توبہ نہیں کرتی۔ اور سارے عالم کے صالحین دُعا کرتے رہیں تو کس طرح یہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایات سے مشرف ہوگی۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ بلند آواز سے دعا مانگنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی مسبوق نہ ہو ورنہ مسبوق کی نماز خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ بعض وقت سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ چپکے چپکے دعا کرنا افضل ہے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ غلام آقا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کہ ہم کو کپڑا چاہیے، کھانا چاہیے، روپیہ پیسہ چاہیے۔ تو جو کچھ اس کے قبضہ میں ہوگا وہ اس کو دے گا۔ اس طرح انسان اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے، قاعدہ کے مطابق مانگتا ہے، تو پھر اس کو ملتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے میں

جلدی نہ کرے۔ مانگتا رہے، لگا رہے، پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ جتنا چاہیں گے عطا فرمائیں گے۔ کیونکہ اس میں بڑی حکمت و مصلحت ہے، مثال کے طور پر ہر شخص یہ دعا کرے کہ ہم کو مالداری مل جائے، تو ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اگر مالدار بنا دیا جائے تو دنیا کا نظام ہی خراب ہو جائے گا، پھر کون معماری کرے گا؟ کون مزدوری کرے گا؟ اور کون دوا علاج کرے گا؟ اس لیے جس کے حال کے مناسب جو ہوتا ہے وہی اس کو دیا جاتا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کھانا کھایا کرو تو دعا بھی پڑھ لیا کرو اور دعا بھی بتلائی گئی ہے، اور اگر بتلائی نہ جاتی تو اس دعا کو لوگوں کے ڈر کے خیال سے کوئی بھی نہ پڑھتا۔ کوئی صالح سے صالح شخص بھی نہ پڑھتا کہ لوگ کہیں گے کہ بڑے حریص معلوم ہوتے ہیں کہ مرغا کھایا اور کباب کھایا پھر بھی بڑھیا چیز مانگ رہے ہیں۔ حکم ہے کہ یہ دعا پڑھو۔

﴿ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَ اَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ ﴾

''اے اللہ ہم کو اس میں برکت دیجئے اور اس سے بڑھیا چیز کھلایئے۔''

ویسے اگر حدیث کا علم نہ ہو تو لوگ کہیں گے صاحب دیکھو کیسے حریص ہیں؟ کہ مرغ کھا رہے ہیں، کباب کھا رہے ہیں اور پلاؤ کھا رہے ہیں پھر بھی بڑھیا چیز مانگ رہے ہیں، ارے بھائی بات کیا ہے، گُر یہی ہے کہ جب بڑے سے کوئی چھوٹا مانگتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم سے مانگتے رہو، مانگتے رہو، اور مانگو، اور مانگو اور کب تک یہ دعا پڑھا کرے؟ جب تک دودھ پینے کو نہ ملے، اور جب دودھ پینے کو ملے تو یہ دعا پڑھے۔

﴿ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ﴾

''اے اللہ ہم کو اس میں برکت دیجئے اور اس میں زیادتی کیجئے۔''

دودھ اور پلایئے تو دودھ کتنی بڑی نعمت ہے۔ سب سے بڑی نعمت دودھ ہے،

اس سے بڑھیا اور کوئی چیز نہیں (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۶۔۲۷)

ارشاد فرمایا کہ دعا بڑی چیز ہے آج ساری دنیا کا کام حقیقتِ دعا پر ہو رہا ہے گو صورۃً نہ ہو۔ دعا کی حقیقت کیا ہے؟ جس کے اختیار میں چیز ہے اس سے عرض و معروض کرنا۔ کسی شخص کو ضرورت ہے سیمنٹ کی، ملازمت کی یا اور کسی اور چیز کی تو وہ درخواست دیتا ہے، اس کی خانہ پُری کرتا ہے، پھر یہ کہ وہ جس کے اختیار میں ہے وہاں سفارشات پہنچاتا ہے، خود جا کر عرض و معروض کرتا ہے، دیکھئے ریلوے کے کنڈکٹر ہوتے ہیں ان کے اختیار میں جگہ دینا ہے، کتنے لوگ ان کے پیچھے لگتے ہیں۔ تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ جس کے اختیار میں چیز ہے اس سے عرض و معروض کرے۔ ہم نے دعا کرنا، مانگنا چھوڑ دیا، دعا وہ چیز ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت ٹل جاتی ہے، بڑی سے بڑی آسانی و سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۵۔۳۶)

ارشاد فرمایا کہ دعا کا اہتمام کرے، فرائض کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، دو رکعت نفل نماز پڑھ کر دعا کرے، کوئی مقصد ہو، کوئی حاجت ہو، یومیہ نفل پڑھ کر دعا مانگی جائے، انشاء اللہ بڑی جلد مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ کتنے لوگ اس عمل کی بدولت حج کر آئے، بعضوں کو بڑی جلدی حج ہو گیا، کسی کو تین سال میں، کسی کو دو سال میں، کسی کو ایک سال میں، دو رکعت نفل یومیہ پڑھنا اور دعا مانگنا، بار بار جب بچہ مانگتا ہے تو آپ توجہ کرتے ہیں، سائل حاجت مند بار بار آ کر عرض کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے، دعا کرتا رہے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۳۶)

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص اولاد کے لیے ایک عرصہ سے دعا کراتا رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے نکاح بھی نہیں کیا تو بہت ڈانٹا کہ ظالم نکاح کیے بغیر ہی اولاد کی

دعا کراتا رہا۔ کیا تیرے پیٹ سے بچہ نکلے گا؟ اسی طرح ہم لوگ اسباب رضائے حق کی نہ فکر کرتے ہیں اور نہ ضدِ رضا کے اسباب سے بچنے کی فکر۔ دعا اور تدبیر دونوں ہی کی ضرورت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۸)

ارشاد فرمایا کہ دعا کے سلسلے میں ایک بات اور بھی ہے کہ دعا اہتمام اور توجہ سے کرے، دل کو متوجہ رکھے، قلب غافل کی دعا قبول نہیں ہوتی، دعا تو دل کی پکار ہے، کوئی ہاتھ پھیلائے، زبان سے کہے اور دل کہیں اور ہو تو وہ دعا نہیں ہے۔ دعا کی صورت ہے، اس کی مثال میں عرض کرتا ہوں، دیکھو بھائی، ایک شخص نے حاکم کے پاس ایک درخواست لکھی اور وہ بہت عمدہ ٹائپ ہے، کاغذ بھی اچھا ہے، القاب و آداب ہیں ٹکٹ لگا کر پیش کیا، لیکن جب درخواست دینے کا وقت آیا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کی اور منہ پھیر لیا۔ تو کیا ہوگا؟ اس کی درخواست منظور ہو جائے گی؟ یا کہا جائے گا کہ بڑا گستاخ اور بے ادب ہے کہ درخواست حاکم کے سامنے پیش کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔ اسی طرح دعا میں بھی بھائی، اگر قلب غافل ہے اور دل کہیں اور ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی دعا قبول نہیں کی جاتی، اس لیے دعا کرے، دل کو متوجہ رکھے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۳۶)

ارشاد فرمایا کہ جیسا موقع ہو اسی کے اعتبار سے دعا کرے، وقت تھوڑا ہے تو تھوڑی دعا کرے اور موقع ہے تو طویل دعا کرے، الحمد شریف میں بہت چھوٹی دعا بتلائی گئی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ "اے اللہ ہم کو سیدھے رستہ پر چلائیے"۔ کتنی مختصر اور جامع دعا ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۶۔۳۷)

ارشاد فرمایا کہ دعا کی قبولیت میں جو تاخیر ہو جاتی ہے اس تاخیر میں بھی مصلحتیں ہوتی ہیں لہٰذا بس مانگتا رہے، لیکن جلدی نہ کرے، زیادہ شور نہ ہو، آوازیں نہ لگائے مگر مانگنے سے اعراض نہ کرے۔۔۔۔۔سوال ہوتا ہے کہ

اچھا وہ مصلحتیں کیا ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آپ کوئی ممبر پارلیمنٹ نہیں ہیں کہ آپ کو اس کی مصلحتیں بتائی جائیں، مصلحتوں کا جاننا ضروری نہیں ہے۔ جب وہ کریم ہیں یعنی بغیر مانگے دینے والے ہیں، تو جب وہ بغیر مانگے دے دیتے ہیں تو مانگنے پر کیوں نہ دیں گے؟ لہٰذا جلدی نہ کرے۔ اور یہ بھی نہ کرے کہ کچھ دن مانگ کر بیٹھ جائے۔ کیونکہ اندیشہ ہے حق تعالیٰ کے غصہ ہو جانے کا، کیونکہ اس کی وجہ سے حق تعالیٰ پر الزام ہوگا کہ ہم تو دعا مانگ رہے ہیں اور نعوذ باللہ آپ ہیں کہ قبول ہی نہیں کرتے، یہ شان معبودیت کے بالکل خلاف ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۵-۴۶)

ارشاد فرمایا کہ دعا قبول ہونے کا مطلب ہے کہ رحمت خاصہ کا متوجہ ہونا، کبھی وہی چیز مل جاتی ہے جس کا بندے نے سوال کیا ہے اور کبھی اس سے اچھی چیز مل جاتی ہے یہ تو دنیا میں بھی ہوتا ہے جیسے بچہ کسی چیز کے لیے ضد کرنے لگا تو اگر وہ اس کے لیے نقصان دینے والی نہ ہو تو والدین دے دیتے ہیں اور اگر نقصان دینے والی ہو مثلاً بیمار ہے، بخار ہے اور برف مانگتا ہے تو کیا والدین برف دیتے ہیں؟ نہیں دیتے، بلکہ اس کو کوئی دوسری چیز جو کہ اس سے اچھی ہوتی ہے اسے دے دیتے ہیں، اب کوئی کہے کہ وہ تو ملی نہیں جو ہمیں چاہیے، بھائی اس کی کیا حیثیت ہے اس چیز کے مقابلے میں جو کہ دی گئی ہے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۶)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری دامت برکاتہم نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ارشاد نقل فرمایا۔ وہ یہ کہ بعض اہلِ ظاہر کو یہ اشکال ہوا کہ دعا میں اللہ والوں کا واسطہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب اعمال صالحہ کا واسطہ دینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اللہ والوں کا واسطہ دینا دراصل یہ ان کی محبت قلبی کا واسطہ ہے اور محبت قلبی وہ عمل صالح ہے جو

عمل جوارح سے بھی افضل ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۴۔۷۵)

ارشاد فرمایا کہ مانگنے میں کمی نہ کرے، برابر دعا کرتا رہے، قبول کرنا یا نہ کرنا یہ تمہارے ذمہ نہیں ہے جو کام تمہارے ذمہ ہے اسے تو کرو اور قبولیت کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو، بندے کو عجز و انکساری چاہیے، اگر دعا بظاہر قبول نہ ہو تو اسی میں خیر سمجھے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۴۶)

ارشاد فرمایا کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے مانگنے میں کوتاہی اور کمی ہو گئی ہو لہٰذا خوب عجز و انکساری کو ملحوظ رکھے، کیونکہ چھوٹے ہونے کے معنی ہی یہی ہیں کہ اپنی پسند کو مٹا دے، اپنی پسند کی کوئی حیثیت نہ سمجھے، بلکہ جو بڑے پسند کریں وہی اس کی پسند ہو، مجاہدہ کرے، مجاہدہ تو اسی کو کہتے ہیں کہ نفس کو مٹا دے نفس جو چاہتا ہے وہ نہ کرے، اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۴۶۔۴۷)

ارشاد فرمایا کہ تلاوت کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، یہ کتاب اللہ کی خصوصیت میں سے ہے جملہ مقاصد کے لیے جامع دعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاسَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ ۔دعا دل کی پکار ہے، صرف زبان سے الفاظ دعا کافی نہیں ہیں، بلکہ دل کو متوجہ رکھنا چاہیے، پوری توجہ اور دل کے حضور سے دعا مانگنی چاہیے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

ارشاد فرمایا کہ دعا میں دونوں ہاتھ سینے کے سامنے ہونے چاہئیں اور دونوں ہتھیلیوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ مریض سے درخواست کرے کہ آپ ہمارے واسطے دعا فرمائیے۔ حدیث پاک میں ہے کہ مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۱۰)

ارشاد فرمایا کہ جب فقہا تلاوت قرآن پاک کو جہر سے اس وقت منع کرتے ہیں جب وہاں کوئی نماز نفل پڑھ رہا ہو تو فرض نماز کے بعد جو لوگ مسبوق ہوتے ہیں اور فرض نماز کی بقیہ رکعات ادا کرتے ہوتے ہیں تو کس طرح اس وقت دعا میں جہر جائز ہوگا۔ آج کل دعائے جہری کا بڑا عموم ہو رہا ہے۔ جس کی اصلاح ضروری ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ کثرت سے دعا سرّی کرے اور کبھی کبھی جہری کرے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ دعا میں جہر تعلیماً و تذکیراً جائز ہے لیکن جب تعلیم ہو جائے تو بدوں ضرورت جہر مکروہ ہے۔ عالمگیری میں اس کی تصریح موجود ہے (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۴)

ارشاد فرمایا کہ اجتماعی دعاؤں میں جیسا کہ ہر فرض نماز کے بعد مساجد میں ہوتی ہیں تو ہر شخص صرف اپنے لیے نہ مانگے بلکہ ہر ایک کو شامل کر کے یوں دعا کرے کہ یا اللہ ہم میں سے ہر ایک کو علم نافع عطا فرما، ہم میں سے ہر ایک کو عمل مقبول اور رزق واسع عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کی پریشانی دور فرما اور ہم میں سے ہر ایک کی ہر جائز حاجت پوری فرما تو مسجد میں مثلاً سو (۱۰۰) نمازی ہیں تو ہر ایک کو سو آدمیوں کی دعائیں مل جائیں گی۔ اس کے فوائد اور بھی ہیں کہ ہر شخص دوسرے کو اپنے لیے دعا گو سمجھے گا۔ جس سے اس کی محبت پیدا ہوگی اور حسد کا علاج بھی ہو جاوے گا۔ مدارس میں اور مساجد میں اس طرز دعا کو جاری کرنا چاہیے۔ مدارس کے احباب صرف اپنے مدرسہ کے لیے دعا نہ کریں، بلکہ یوں دعا کریں کہ اے اللہ جملہ مدارس دینیہ کی نصرت فرما اور جملہ خدّام دینی کو صحت و قوت اور اخلاص عطا فرما۔ اس دعا کی برکت سے جملہ خدّام دین اور خدّام مدارس میں رابطہ اور محبت کا تعلق قائم ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۲-۳۴۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک مسجد میں نماز کے بعد جب دعا مانگنے لگا تو کسی

مقتدی نے زور سے آمین کہا۔ میں نے کہا کہ کیوں بھائی جب میں نے سورۂ فاتحہ میں ضَآلِّیْن پڑھا تھا تو آپ نے زور سے آمین کیوں نہیں کہا۔ کچھ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ حنفی ہیں۔ زور سے آمین تو شافعی کہتے ہیں۔ پھر میں نے کہا تو بھائی آپ لوگ نماز کے اندر تو حنفی ہوتے ہیں اور نماز کے باہر شافعی ہو جاتے ہیں۔ تو بات سمجھ میں آگئی۔ دراصل بعض مجبوریوں سے اس کو کسی نے شروع کردیا پھر اس کو دین کا جزو بنادیا۔ امام کی دعا ختم ہونے کا اگر پتہ نہ چلا اور آپ نے کچھ دیر اور دعا مانگ لی تو کیا نقصان ہوگیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۱)

ارشاد فرمایا کہ دعا قبول نہ ہونے کا سبب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھلائی کا پھیلانا اور برائی سے روکنا امت میں جاری نہ رہا تو عذاب عام میں مبتلا ہوگا اور دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۳۱)

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی دعاؤں میں بڑا اثر ہوتا ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صالحین اور اہل تقوی کی دعا میں یہ اثر رکھا ہے کہ تیر کمان سے چھوڑ دیا، وہ جارہا ہے، وہ اگر دعا کردیں تو ان کی دعا کی برکت سے تیر اُلٹا واپس آجاتا ہے، کمان سے تیر کو چھوڑ دیا وہ بھاگتا چلا جاتا ہے کہ نہیں؟ وہ اگر دعا کردیں تو لوٹ آتا ہے، تو اولیاء اللہ کی یہ شان ہے، اولیاء سے بڑھ کر کس کا درجہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔ صحابہ کس کو کہتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کو، جنہوں نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ایمان ہی کی حالت میں ان کا خاتمہ ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا مرتبہ اور درجہ ہے؟ یوں سمجھ لو کہ کوئی کتنا بھی بڑا ولی ہوجائے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہوسکتا، جب اولیاء کی دعا میں یہ اثر ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعاؤں کا کیا حال اور کیا کیفیت ہوگی؟ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

بڑھ کر درجہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے، پھر نبیوں میں بھی سب سے بڑے درجہ والے کون ہیں؟ سید الانبیاء حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے آپ کی دعا کی کیا شان ہوگی؟ (مجالس محی السنہ صفحہ ۹۸_۹۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کے پاس ایک پریشان حال آیا کہ میرے لیے دعا کرو۔ فرمایا مجھے مرا ہوا سمجھو، جو کچھ میرے نہ ہونے پر کرتے وہ کرو۔ خادم نے کہا آپ نے بہت سخت جواب دیا۔ فرمایا اگر اس کو ایسا جواب نہ دیتا تو یہ ہماری دعا کے بھروسہ پر خود نہ نفل نماز حاجت پڑھتا اور نہ دعا میں الحاح کرتا، بے فکر ہو کر بیٹھ جاتا۔ اب ہم نے اس کو کام میں لگا دیا اور بجائے اپنے سے اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا۔ اگر ایسا نہ کروں گا تو ہمارے مرنے کے بعد یہ بہت پریشان ہوں گے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۰۰)

ارشاد فرمایا کہ مختصر آداب دعا حسب ذیل ہیں:

۱...... سینے کے سامنے ہاتھ اٹھائیں، ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں کیونکہ دعا کا قبلہ آسمان ہے۔

۲...... دونوں ہتھیلیوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہو۔

۳...... بعد دعا چہرہ پر ہاتھوں کو مل لیں۔ یہ نیک فال ہے، گویا شاہی عطیہ مل گیا اور سر آنکھوں پر رکھ لیا اور سر آنکھوں سے لگا لیا۔ یہ ادائے بندگی عجیب ہے اور کیا ہی محبوب ہے۔

۴...... دعا کی ابتدا اپنے نفس سے کریں پھر تمام مسلمانوں کو شامل کریں۔

۵...... اول و آخر درود شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

۶...... دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر صلوٰۃ حاجت کی دعا پڑھنا بھی جلد حاجت روائی کا ذریعہ ہے

۷...... دعا کا آہستہ مانگنا اور تضرّع سے مانگنا۔ قرآن پاک میں ہے۔

﴿ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً ﴾

نوٹ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری ساری دعائیں مصائب میں جلد قبول ہوں تو اس کو راحت اور عافیت کے زمانے میں کثرت دعا کا معمول رکھنا چاہیے۔

(دافع الافکار صفحہ ۷)

صوفیاء ہر مسلمان سے دعا کے طالب ہوتے ہیں

از افادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ صوفیاء ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں جس کی سند یہ حدیث ہے۔

(اِسْتَكْثِرْ مِنَ النَّاسِ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ لَكَ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَا يَدْرِي عَلٰى لِسَانِ مَنْ يُسْتَجَابُ لَهٗ اَوْ يُرْحَمُ)

یعنی لوگوں سے دعائے خیر کثرت سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں کس کی زبان پر اس کے لئے دعا قبول ہو جاوے یا اس پر رحمت ہو جاوے''۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ

ذکر اللہ باعث اطمینان قلب ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔اس موقع پر آپ ﷺ نے کئی نصیحتیں فرمائیں۔ان میں ایک نصیحت یہ بھی فرمائی:

﴿عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ﴾ (مشکوٰۃ ۲/ ۴۱۵)

''تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو''۔اس نصیحت کے دو جزو ہیں۔ایک قرآن پاک کی تلاوت، دوسرے ذکر اللہ، قرآن پاک کی تلاوت کے جو آداب و شرائط ہیں۔ان کا لحاظ رکھا جائے، انتہائی محبت و عظمت کے ساتھ تلاوت کی جائے، تجوید کی رعایت رکھی جائے۔اسی طرح ذکر کا بھی اہتمام کیا جائے۔اس کے لیے نہ وضو کی شرط، نہ تسبیح کی شرط، نہ کسی خاص وقت اور جگہ کی قید۔بلکہ اُٹھتے بیٹھتے جب بھی موقع ہو ذکر کرے اور ذکر بہت سارے ہیں۔کلمہ طیبہ، درود شریف، استغفار جو جی چاہے پڑھے۔اس کا فائدہ کیا ہوگا:

﴿ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ﴾ (مشکوٰۃ ۲/ ۴۱۵)

''تمہارے ذکر کا باعث ہوگا آسمان میں''

یہاں قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذکر کرنیوالے کا تذکرہ آسمان میں کیا جاتا ہے۔کتنی بڑی چیز ہے،اس کو قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ ﴾ (پ۲، ع۴)

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا''۔

اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا: ﴿ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ﴾ (مشکوٰۃ ۲/ ۴۱۵)

''تمہارے لیے نور ہوگا زمین میں'' تلاوت و ذکر سے تمام دینی و دنیوی امور میں آسانی ہوگی۔ظاہر ہے کہ جب نور ہوگا تو نور سے سرور ہوگا اور

سرور یہ ذریعہ ہے چین و آرام گا۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۵۳۔۵۴)

ارشاد فرمایا کہ دل کے سکون کے لیے اللہ کا ذکر ہے۔ اس بات کی طرف حق تعالیٰ نے متوجہ فرمایا ہے:

﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (پ۱۳، ع۱۰)

''سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔''

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ذکر کثرت سے کرنا چاہئے۔ ذکر کی خاصیت پانی کی سی ہے، درخت میں پانی ڈالتے رہنے سے درخت شاداب اور ہرا بھرا رہتا ہے۔ اسی طرح ذکر کے اہتمام سے قلب میں سکون و اطمینان حاصل رہتا ہے، اس کے اندر ہمت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔ نور ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں ایک خاص قسم کی تعلق مع اللہ کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے احکام ظاہری و باطنی کی پابندی اور دوام علی الاطاعت نصیب ہوتا ہے۔ اس لیے روزانہ بلا ناغہ پابندی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ذکر کا معمول رکھنا چاہئے۔ اہتمام اور توجہ سے ذکر کرنا چاہئے۔ کسی دن بھی ناغہ نہ ہونا چاہئے۔ اگر کسی دن وقت کم ہو تو جتنا بھی ہو سکے کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کر لیا جائے۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۹)

ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی جگہ ذکر کرتا ہے تو اس کو تو نفع ہوتا ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس جگہ رہنے والوں کو بھی نفع ہوتا ہے۔ جس طرح یہاں اے۔سی لگا ہوا ہے۔ کیا صرف ایک آدمی کو ٹھنڈک پہنچ رہی ہے؟ نہیں بلکہ پورے کمرہ والے اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ایک پنکھا چلتا ہے اور سب کو ہوا دیتا ہے، ایک بلب جلتا ہے اور سب لوگوں کو روشنی دیتا ہے۔ بس اسی طرح ذکر کی سکینت کا حال ہے کہ ذاکر پر جو سکینت اُترتی ہے وہ سارے ماحول کو پہنچتی ہے پھر اگر سب لوگ ذاکر ہوں گے تو اس کا نفع اور اثر کس قدر ہوگا؟ اس

لیے ذکر کا خوب اہتمام کیا کریں۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس قدر کثرت سے ذکر کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کسی چیز کا عاشق ہوتا ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے بار بار اور ہر وقت ذکر کرتے رہنے سے دیکھنے والے کہنے لگتے ہیں کہ کہیں یہ پاگل تو نہیں ہوگیا۔ حالانکہ پاگل تھوڑا ہی ہے۔۔۔۔ وہ تو اپنا کام دھن سے کیے جا رہا ہے۔ یہی مطلب سمجھ لیجئے اُذْکُرُوا اللّٰہَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنًا کا۔ جب آدمی عادت ڈال لیتا ہے تو عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر بغیر ذکر اللہ کے چین نہیں ملتا ۔۔۔۔ اسی طرح خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو	دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ تو کرلے اگر حاصل دوام	پھر تو کچھ ہی دن میں بیڑا پار ہو

(تحفۃ الحرم صفحہ ۵۔۶)

ارشاد فرمایا کہ کثرت ذکر سے نور پیدا ہوگا۔ نور سے سرور ہوگا سرور سے قوت و طاقت پیدا ہوگی جس سے طاعات کا ذوق وشوق ہو جائے گا، اس کی پابندی ہونے لگے گی۔ گناہوں سے نفرت ہو جائے گی، جس طرح مردار کی بو سے نفرت ہوتی ہے۔ ایسے ہی اللہ کے ذکر کی برکت سے بری باتوں سے یہ بات ہو جائے گی۔ زبان گناہوں سے بچے گی۔ آنکھ گناہوں سے بچے گی۔ گناہوں کی بو کا احساس ہوگا۔ دو شخص ہیں، ایک مردہ ہے، ایک زندہ ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی حالتوں میں فرق ہوگا۔ جو شخص مردہ ہے اس کو کسی چیز کا احساس نہیں۔ نفع نقصان کی تمیز نہیں، لیکن جو شخص زندہ ہے اس کو ہر چیز کا احساس ہوتا ہے۔ اچھے اور برے کے فرق کو محسوس کرتا ہے۔ تو ذکر کرنے سے انسان میں خاص قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ اور جو ذکر نہیں کرتا اس میں یہ باتیں نہیں ہوتیں اسی لیے حدیث میں ذکر کرنے والے

کی مثال زندہ شخص سے دی گئی ہے فرمایا گیا۔ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مِثْلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ ۔ ''جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے'' کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۲۹)

ارشاد فرمایا کہ ذکر کوئی سا بھی کرے۔ ہر ایک کا نفع اور فائدہ ہوگا ۔۔۔ کوئی سا بھی ذکر کرو۔ خواہ اللہ اللہ کرو۔ یا کلمہ طیّبہ پڑھو۔ یا سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھو، خواہ ملا کر پڑھو یا الگ پڑھو اس کا نفع ہوگا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے فوراً بعد اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد مستحب یہ ہے کہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔ اس کو تین بار پڑھے اور آیت الکرسی، سورۃ اخلاص و سورۃ فلق و سورۃ ناس کو ایک ایک بار پڑھے۔ تسبیح فاطمہ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۴ بار اللہ اکبر اور دن بھر میں ایک تسبیح کلمہ طیّبہ، ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف کی اس نیت سے پڑھے کہ غیر اللہ کی محبت دل سے گھٹے اور اللہ کی محبت بڑھے اور متفرق اوقات میں سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر چاہے ملا کر پڑھے یا الگ الگ۔ بہتر یہ ہے کہ اوپر چڑھے تو اللہ اکبر کہے، نیچے اترے تو سبحان اللہ کہے اور برابر زمین پر چلے تو لا الٰہ الا اللہ کہے۔ شروع میں بعض اوقات جی نہیں لگتا، اچھا نہیں لگتا۔ مگر ہلکے ہلکے ذکر کا اثر شروع ہو جاتا ہے ۔۔۔ اللہ کا ذکر کرو، کثرت سے کرو، اس سے محبت بڑھے گی۔ محبت بڑھ جائے بس یہی مطلوب ہے اس لیے اس کا اہتمام کرے۔ اس کے اور بھی فوائد ہیں وہ ان شاء اللہ حاصل ہوں گے۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۰۔۳۱)

ارشاد فرمایا کہ تھوڑی دیر کسی بھی وقت اللہ کا ذکر کرے، کم از کم

ایک تسبیح کلمہ طیبہ کی، ایک تسبیح درود شریف کی، ایک تسبیح استغفار کی، اس کا اہتمام اور پابندی کرے تو اس کے بڑے فوائد اور منافع محسوس ہوں گے، اگر کوئی شخص ڈپٹی کلکٹر صاحب کے یہاں جائے اور واپس آکر کسی سے یہ کہے کہ آج ڈپٹی کلکٹر صاحب کے یہاں گیا تھا وہ آپ کا ذکر کر رہے تھے کہ بھائی فلاں صاحب بڑے اچھے اور عمدہ آدمی ہیں، تو اس سے ان صاحب کو خوشی ہوگی کہ ان کے یہاں ہمارا ذکر آیا، ان سے ملاقات کا جی چاہے گا کہ نہیں؟ جب دنیا کے حکام کے یہاں کسی کا ذکر آجائے تو اسے مسرت ہوتی ہے اور خوشی ہوتی ہے، اب اندازہ لگاؤ کہ کسی کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ہو جائے وہ بھی فرشتوں کی مجلس میں تو اس سے کتنی خوشی اور فرحت ہوگی؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے، اس کی صورت کیا ہے؟ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

﴿ فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ ﴾ (پ۲، ع۲)

"تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا"۔ تو ذکر کتنی بڑی چیز ہے۔ کہ اس سے ذکر کرنے والے کا تذکرہ حق تعالیٰ کرتے ہیں، اس لیے ذکر کا اہتمام کیا جائے، پابندی سے کسی بھی وقت بیٹھ کر ذکر کیا جائے، پھر کیا کیفیت ہو جائے گی، اس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

مجھے دوست چھوڑ دیں سب، کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی، مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے، مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۳۳۔۱۳۴)

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے، جتنا ذکر کرے گا اتنا ہی دل میں نور پیدا ہوگا اور جتنا نور ہوگا اتنا ہی سرور ہوگا، اگر کوئی روزانہ دال بھات

کھاتا ہے اگر کسی دن اس کو گوشت مل جائے تو پھر وہ دال شوق سے نہیں کھائے گا اسی طرح دنیا کے تمام لہو ولعب دال کی طرح ہیں اور ذکر اللہ گوشت کی طرح ہے، ذکر کرنے سے دنیا کے تمام لہو ولعب ان شاء اللہ آہستہ چھوٹ جائیں گے۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۴۵)

ارشاد فرمایا کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ ذکر اللہ سے دلوں کو سکون عطا ہوتا ہے۔۔۔۔ البتہ ذکر کے خلاف سے بچنا بھی ضروری ہے، یعنی معاصی سے احتیاط کے بغیر ذکر کا نفع کامل نہ ہوگا۔ جب ذکر کامل ہوگا اطمینان کامل ہوگا۔ ذکر ناقص ہوگا اطمینان بھی ناقص ہوگا۔ ذکر کامل سے مراد یہی ہے کہ اس کی ضد سے بچا جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۷)

ارشاد فرمایا کہ ذکر کا نفع جب ہوتا ہے کہ کثیر بھی ہو اور تسلسل بھی ہو۔ جب پیاس لگی ہو اور کوئی ایک چمچہ پلا دے تو کیا پیاس کو تسکین ہوگی؟ اسی طرح اگر ایک مرتبہ خوب سیر ہو کر پلا دیا جاوے اور پھر پانی نہ پلایا جاوے تو کیا وہ عمر بھر کے لیے کافی ہے؟ پس معلوم ہوا کہ ذکر کثیر ہو اور اس کا تسلسل بھی ہو (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۴)

ارشاد فرمایا کہ ہر شخص جو حق تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ وہ ذاکر ہے۔ کُلُّ مُطِیْعُ اللّٰہِ فَھُوَ ذَاکِرٌ۔ صرف زبانی ذکر کا نام ذکر نہیں ہے۔ گناہ نہ کرنا بھی ذکر ہے، ہر گناہ کانٹا ہے، کانٹا چبھے گا تو بے چینی کیوں نہ دل میں پیدا ہوگی۔ اگر صرف زبان سے ذکر ہے مگر آنکھ بدنگاہی میں مبتلا ہے تو زبان کے ذکر کے ساتھ آنکھ نافرمان بھی ہے۔ بلکہ اکثر اعضاء نافرمانی میں مبتلا ہوتے ہیں اور زبان سے ذکر بھی ہو رہا ہے تو دل میں کیسے چین پیدا ہوگا۔ ذکر کے خلاف اس کے اضداد کی تعداد تو زیادہ ہے۔ ہر عضو کو فرمانبردار بنائیں پھر زبان کے ذکر سے دیکھئے کیسے انوار پیدا ہوتے ہیں اور کیا سکون ملتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۱۹۔۴۲۰)

ارشاد فرمایا کہ جس عضو کو جو حکم شریعت کا ہو اس کو مشغول کر دینا اس عضو کا ذکر ہے۔ ذکر صرف زبان تک محدود نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۳)

ارشاد فرمایا کہ مقصود حاصل ہونے سے سکون ہو جاتا ہے پس جس شخص کو ذکر سے سکون نہ ہو رہا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ ذکر کو مقصود نہیں سمجھتا۔ اس کا کوئی اور مطلب ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸)

ارشاد فرمایا کہ ذکر کی کثرت جو مشائخ بتاتے ہیں کہ اِذَا تَکَرَّرَ عَلَی اللِّسَانِ تَقَرَّرَ فِی الْقَلْبِ ۔ یعنی جب زبان سے بار بار اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو قلب میں اللہ کا ذکر رسوخ پکڑ لیتا ہے۔ بارہ تسبیح کا ذکر جو مشائخ بتاتے ہیں بڑے ہی کام کی چیز ہے۔ اگر پوری مقدار نہ ہو سکے نصف نصف ہر جزو کا پورا کر لے۔ اس سے حق تعالیٰ کا استحضار رہتا ہے اور انسان خود اپنے اندر عجیب نورانی حیات محسوس کر لیتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۳)

ارشاد فرمایا کہ اگر درود شریف کم از کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھ لیا جاوے تو بڑی برکتیں حاصل ہوں گی۔ اور بہت نور قلب میں پیدا ہوگا اور ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر دس نیکی کا ملنا، دس گناہ کا معاف ہونا، دس درجہ بلند ہونا حدیث پاک میں موعود ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۵)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چلتے پھرتے ذکر و تسبیح میں لگے رہیے۔ خالی وقت میں تسبیح ہاتھ میں رکھیے۔ اس سے ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۲)

ارشاد فرمایا کہ روزانہ پابندی کے ساتھ ذکر کیا جائے تو دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی۔ اور صالح ماحول میں رہے۔ اس سے قوت پہنچتی رہے گی۔ اس کے اہتمام سے انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ جس طرح مکان خالی ہو تو اس میں کوڑا کرکٹ، کیڑے مکوڑے وغیرہ ہو جاتے ہیں، لیکن

اس میں اگر لوگ رہنے لگیں تو پھر یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔اسی طرح ذکر کرنے سے دل کا بھی یہی حال ہو جاتا ہے۔اس لیے ذکر کی عادت ڈالیے۔اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ''خوب کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو''۔(ملفوظات ابرار صفحہ ۳۹۔۴۰)

ارشاد فرمایا کہ ذکر اور تہجد میں ناغہ سے بہت بچے کیونکہ ایک وقت ناشتہ نہ ملنے سے کمزوری آجاتی ہے۔پھر ذکر کے ناغہ سے روح میں کمزوری کیسے نہ آئے گی اور روح کی کمزوری سے پھر نفس غالب آنے لگے گا اور معاصی سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔بزرگوں کی عجیب شان ہے کہ ذکر میں ناغہ تو کیا کمی سے بھی ان کو غم ہوتا تھا۔(مجالس ابرار صفحہ ۴۴۸۔۴۴۹)

ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ خواہ آہستہ کرے خواہ معمولی آواز سے، آواز سے ذکر کرنے میں بعض مصالح ہیں۔البتہ آواز سے ذکر کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ کسی سونے والے کی آنکھ نہ کھل جائے اور کسی نماز پڑھنے والے کو تشویش اس سے نہ ہو۔(مجالس ابرار صفحہ ۵۸۰)

ارشاد فرمایا کہ دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے۔کسی کو بخار ہے، معالج اس کے لیے دوا تجویز کر دے، مریض اس دوا کو استعمال تو کرے مگر ساتھ میں شامی کباب اور پُراٹھے بھی کھاتا رہے تو بتایئے اس بد پرہیزی میں دوا کیا کام کرے گی۔بلکہ اس سے تو مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔اسی طرح سکون قلب کی دوا ذکر ہے۔اس کے ساتھ گناہ کی بد پرہیزی بھی جاری ہے تو اس سے قلبی سکون کیسے حاصل ہوگا؟ اس لیے گناہوں سے بچنا از حد ضروری ہے۔ بالخصوص اگر کسی سے بات چیت کرنا ہو تو اس میں فضول گفتگو سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔کیونکہ اس سے ذکر کی برکات نکل جاتی ہیں۔(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۹۔۳۰)

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنا ہی مقصود ہے، کیفیات اور حالات مقصود نہیں۔جیسے طلبہ کا کامیاب نمبروں سے کامیاب ہونا ہی مقصود ہے،

انعامات کا ملنا مقصود نہیں ۔۔۔۔۔ بالکل اسی طرح ذکر کرنے والے کو سمجھنا چاہیئے اور ذکر ہی کو مقصود اور کامیابی سمجھ کرتا دم آخر ذکر میں لگا رہنا چاہیئے ۔ اور حالات اور کیفیات کی بالکل فکر نہ کرنا چاہیئے ۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۶۔۸۷)

ارشاد فرمایا کہ جب محبت پیدا ہو جاتی ہے، کسی سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی کی پرواہ نہیں ہوتی اور قلب اسی طرف پھر جاتا ہے ۔ اب یہ کہ اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو گی؟ ۔۔۔۔۔ محبت پیدا کرنے کے لیے ایک تو یہ کہ کچھ وقت مقرر کرے، پابندی کے ساتھ روزانہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر لیا کرے، کلمہ شریف، درود شریف، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر جو پسند ہو ان میں سے اس کو پڑھے، اللہ کا جو ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ سے باتیں کرتا ہے ۔ فرمایا گیا ۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ ''جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں''

(فیض الحرم صفحہ ۳۶۔۳۷)

زبان سے ذکر جاری رکھنا احوط و اسلم ہے

از افادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ اہلِ تجربہ نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ محض قلب سے ذکر کا خیال کیا جاوے ۔ اس میں دھوکا ہو جاتا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ذکر زبان سے جاری رکھو خواہ قلب بھی حاضر نہ ہو کیونکہ قلب سے ذکر کا خیال رکھنا اس کا دوام مشکل ہے اور دیرپا بھی نہ ہوگا ۔ زبان سے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جائے گا اور قلب چونکہ ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لیے اس میں ذہول ہونا بعید نہیں ۔ پس زبان سے ذکر جاری رکھنا احوط و اسلم ہے ۔'' (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

عیادت سے تعزیت تک

ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہر موقع اور ہر محل کے لیے ہدایت موجود ہے تو سوال یہ ہے اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے یا کسی کی رحلت ہو جائے تو اس وقت کیلئے کیا حکم ہے؟ تو اس سلسلہ میں فرمایا گیا:

﴿عُوْدُوا الْمَرِيْضَ﴾ (رواہ البخاری، مشکوۃ جلد ۱) ''مریض کی عیادت کرو۔''

بلکہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں، انہیں میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور مزاج پرسی کی جائے:

﴿حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ﴾

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں ایک حق ہے''

﴿عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ﴾ (مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۳) ''مریض کی عیادت کرنا''

یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس کی دیکھ بھال کرنے والا ہو تو اس وقت عیادت مسنون ہے اور اگر کوئی دوسرا نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں واجب ہے: ﴿عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ فَسُنَّةٌ اِذَا كَانَ لَهُ مُتَعَهِّدٌ وَاِلَّا فَوَاجِبٌ﴾

''اگر مریض کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی ہو تو ایسی صورت میں عیادت مسنون ہے، ورنہ واجب ہے۔ (مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

اور مزاج پُرسی کے وقت مریض کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:

﴿اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ﴾ (مشکوۃ ۱/۱۳۵)

''میں سوال کرتا ہوں اللہ سے جو بڑا ہے اور عرش عظیم کا رب ہے کہ تجھے شفا دے'' اس دعا کی برکت یہ ہے کہ جس مریض کی موت نہ آئی ہو تو اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ضرور شفا دیں گے۔ (طریق الصبر صفحہ ۶-۷)

ارشاد فرمایا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو باہمی تراحم اور باہمی محبت اور باہمی شفقت میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن بے خوابی اور بیماری میں ساتھ دیتا ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۵۸)

ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کرنا یہ مسلمان کا حق ہے کوئی بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کی جائے۔ اس میں بڑا اجر بھی ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۵)

ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کیلئے کسی دن یا کسی وقت کی تخصیص نہیں بلکہ حسب ضرورت جب موقع ہو عیادت کرنا چاہیے۔ اس کی بڑی فضیلت اور بڑا اجر ہے۔ حدیث میں ہے کہ "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت صبح کر لے تو شام تک اس کیلئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کر لے تو صبح تک اسی طرح ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ ہے"۔ (طریق الصبر صفحہ ۷۔۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی مَرِیْضٍ فَمُرْهُ یَدْعُوْالَكَ فَاِنَّ دُعَاءَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلٰٓئِكَةِ﴾ (مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۳۸)

"جب تم مریض کی عیادت کیلئے جاؤ تو اس سے کہو کہ تمہارے لیے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہوتی ہے"۔

آج کل ہم لوگوں سے یہ سنت چھوٹ گئی ہے کہ مریضوں سے جا کر دعا کی درخواست نہیں کرتے۔ (طریق الصبر صفحہ ۸)

ارشاد فرمایا کہ مرض کی حالت میں اس کے (مریض کے) درجات بلند ہوتے ہیں۔ خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور دل کی غفلت توجہ الی اللہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ مریض کے پاس جب

تشریف لے جاتے تو فرماتے ۔طُھُورٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہ یعنی پاک ہو رہے ہو خطاؤں سے ان شاء اللہ۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۱۱)

ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کا بھائی وقت مقرر ہے۔ کسی کو پتہ نہیں ہے کہ اس کا کیا وقت مقرر ہے۔ بہر حال ہر ایک کو جانا ہے کسی کا نمبر پہلے ہے اور کسی کا بعد میں ،جس کا بلاوا آجائے اس کو تو جانا ہی ہے۔ بس اس کی فکر کر لیا کرو۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

جان ٹھہری جانے والی جائے گی　　آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائیگی　　روح رگ رگ سے نکالی جائیگی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۲۱)

ارشاد فرمایا کہ جب تک میت کو غسل نہ دے دیا جائے اس کے پاس قرآن پاک کی تلاوت نہ کی جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۳)

ارشاد فرمایا کہ جہاں انتقال ہو وہاں دفن کیا جائے اور جلد دفن کیا جائے رونمائی وغیرہ کی رسم کیلئے تاخیر جائز نہیں ، بالخصوص دینی مراکز میں اس کا اہتمام ہونا چاہئے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۶)

ارشاد فرمایا کہ کسی شہر سے جنازہ کو منتقل ہرگز ہرگز نہ کیا جاوے اور رونمائی کی رسم وغیرہ کی جائے نہ جمعہ کا انتظار کیا جائے نہ کسی رشتہ دار کا انتظار کیا جائے ،جس قدر جلدی ممکن ہو نماز جنازہ اور تدفین میں جلدی کی جائے۔ حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل کی برکت سے قلیل تعداد بھی مغفرت کیلئے کافی ہے۔ انتقال سے کفن پہنانے تک جس قدر لوگوں کو چاہیں جمع کر لیں۔ اس کے بعد پھر تاخیر کی گنجائش نہیں۔ ماشاء اللہ مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس

مسئلہ پر خوب ہمت سے عمل کیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تیار تھا اور شرکت جنازہ کیلئے اسپیشل ٹرین سہارن پور سے چل پڑی تھی۔ بہت بڑی تعداد معتقدین اور خواص متعلقین کی حاضری میں زیادہ تاخیر نہ ہوتی کیونکہ سہارن پور سے تھانہ بھون کی مسافت زیادہ نہیں مگر مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کا حکم دیا اور سختی سے اعلان کی کہ قانون شریعت کا احترام کیا جائے گا۔ اب تاخیر نہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسپیشل ٹرین کا انتظار نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے ہر قانون پر اہتمام سے توفیق عمل بخشے! آمین

(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۵)

ارشاد فرمایا کہ جب کسی کی رحلت ہو جائے تو حکم ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرے۔ تعجیل کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں بڑی حکمت و مصلحت ہے۔ اس لیے کہ یہ غم کا وقت ہوتا ہے، کھانے پینے کی نوبت کہاں آتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس میں جتنی تاخیر کی جاوے گی اور انتظار کیا جائے گا اتنی دیر کھانے پینے کا کوئی موقع نہیں ہوگا، پھر یہ بھی مان لو، جمعرات کو کسی کا انتقال ہوا، رات بھر گزر جائے اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جائے جیسا کہ اکثر کا معمول ہے، یہ صحیح نہیں۔ قبل جمعہ اگر تدفین ہو سکتی ہے تو اس وقت تاخیر مکروہ ہے۔

﴿ وَ كُرِّهَ تَاخِيرُ صَلٰوةٍ وَدَفْنَهُ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيمٌ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ ﴾ (تنویر الابصار جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

''مکروہ ہے جنازہ کی نماز اور اس کی تدفین میں تاخیر کرنا اس غرض سے کہ بعد نماز جمعہ مجمع زائد ہو جائے''۔۔۔۔۔ پھر یہ کہ اتنا انتظار کرنے سے طبیعت پر غم رہتا ہے۔ بلکہ جو لوگ آنے والے ہیں ان کی آمد سے غم اور تازہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی لیے شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ جلد سے جلد اس کا انتظام کیا

جائے ،اس میں ہرایک کیلئے سہولت اور آسانی ہے، جانے والے کیلئے بھی اور اس کے اعزا واقرباء اور جو متعلقین ہیں ان کیلئے بھی ،اس لیے ہر ایک کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۲۰۔۱۲۱)

ارشاد فرمایا کہ آجکل تاخیر جنازہ کی بیماری امت میں عام ہو رہی ہے، جذبات محبت وعقیدت میں اہل علم حضرات کے ماحول میں بھی یہ مسئلہ نظر انداز ہو جاتا ہے۔کہیں تو جنازہ کے منتقل کرنے کی غلطی ہوتی ہے اور کہیں رونمائی میں تاخیر کی جاتی ہے، حالانکہ اِسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ دُوْنَ الْجَنْبِ کا حکم ہے۔ جنازہ کو جلد دفن کرنے کا حکم ہے۔اس میں دو حکمت ہیں، اگر نیک ہے تو اپنے عیش وآرام کی جگہ جلد پہنچ جاوے اور اگر بد ہے تو اس کو اپنے کندھوں پر دیر تک کیوں رکھا جاوے۔اس مسئلہ کی فقہاء نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر جمعہ سے قبل تدفین ممکن ہے تو جمعہ کا انتظار کرنا جائز نہیں۔تھوڑے آدمی سنت اور رضائے حق کے مطابق نجات اور مغفرت کے لیے کافی ہیں برعکس کثیر تعداد جو خلاف سنت اور خلاف رضائے حق ہو۔ یہ کچھ مفید نہیں۔حدیث پاک میں ہے کہ مسافرت کی موت سے شہادت کی موت کا درجہ ملتا ہے۔پھر جنازہ کو وطن لانے کی کیا ضرورت۔بے اصولی اور قانون شکنی جب اہل علم کی جانب سے ہونے لگے گی تو عوام کو کون سمجھا سکتا ہے۔بعض اہل علم ایسے وقت اکابر کا عمل پیش کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ فقہ کی یہ سب کتابیں عمل کیلئے نہیں لکھی گئی ہیں؟عمل کو کتاب سے ملائیے نہ کہ اشخاص سے،البتہ کتاب کو اشخاص سے ملا کے سمجھئے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۲۴)

ارشاد فرمایا کہ قبرستان جب جائے تو اپنے اوقات کو ضائع نہ کرے بلکہ ایصال ثواب کرے جتنا بھی ہو سکے آسانی کے ساتھ،شریعت میں ایصال ثواب کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہے، ثواب پہنچانے کیلئے کوئی وقت

متعین نہیں ہے، جب چاہو، جس وقت چاہو، جس طرح چاہو دعا کر سکتے ہو، جب موقع ہو اس وقت کر سکتے ہو، شریعت کی طرف سے اتنی آسانی اور سہولت رکھی گئی ہے، عموماً لوگ تیسرے دن کو اس کیلئے متعین کر لیتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں اس قسم کا کوئی حکم نہیں ہے، سمجھنے کی بات ہے کہ ہمارے بچے اگر پاس ہوتے ہیں درجہ سوئم (تھرڈ ڈویژن) میں تو ہم کہتے ہیں کہ اول درجہ، دوم درجہ (فسٹ ڈویژن یا سیکنڈ ڈویژن) پاس ہونا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوئم نمبر سے پاس ہونے والے کو ہم گھٹیا سمجھتے ہیں تو پھر ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو اسے سوئم درجہ میں کیوں ڈال دیا جاتا ہے، وہاں اول و دوم کا معاملہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ یہ توقتی اور انتظامی چیز تھی جو لوگوں نے کی تھی کہ کسی کے اعزا و اقرباء دور تھے وہ تیسرے دن جمع ہوئے تو اُنہوں نے پڑھ کر ثواب پہنچا دیا، اب اسے لوگوں نے مسئلہ بنالیا ہے، یہ ٹھیک نہیں ہے، موقع ہو تو پہلے دن پڑھے، دوسرے دن پڑھے تیسرے دن پڑھے، شریعت اس سے منع نہیں کرتی مگر کسی ایک طریقہ کو ضروری سمجھنا یا ایسا معاملہ کرنا غلطی ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۹۔۱۲۰)

ایصال ثواب کا طریقہ درود شریف کا پڑھنا نیکی ہے، پورے قرآن پاک کا پڑھنا نیکی ہے، سورۃ یٰسین کا پڑھنا نیکی ہے، سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کا پڑھنا نیکی ہے، کسی کو کھلانا پلانا نیکی ہے، کسی کو کپڑے پہنانا نیکی ہے، کسی کو راستہ بتا دینا نیکی ہے، راستے کا پتھر ہٹا دینا نیکی ہے، دین کی بات دوسروں تک پہنچانا نیکی ہے، غرض انسان جو بھی نیک کام کرتا ہے اس نیک کام کا ثواب اس شخص کو ہوتا ہے۔ اب وہ آدمی جس نے کوئی بھی نیک عمل کیا ہے وہ دعا مانگے کہ اے اللہ میری اس عبادت کو قبول فرما اور اس کا ثواب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرما اور اس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین پر، اولیا کرام رحمۃ اللہ علیہم پر اور میرے جملہ رشتہ داروں کو، کل مسلمان مردوں اور عورتوں کی روح کو پہنچا، خصوصاً اس کا ثواب (جس آدمی کو پہنچانا چاہیں نام لے کر) اس شخص کو پہنچا۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ آخر)

ارشاد فرمایا کہ اب جب کہ صدمہ پیش آنا ہی ہے تو کسی عزیز و رشتہ دار اور دوست کی جدائی پر دل کا غمگین ہونا، آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا، چہرہ پر رنج وغم کے آثار ظاہر ہونا یہ ایک فطری بات ہے۔ جس کو نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شریعت نے اس سے نہ تو منع کیا اور نہ ہی اس کو ناپسندیدہ بتلایا ہے۔ بلکہ رونا آنے پر جی بھر کے رونے کی اجازت ہے بلکہ جی بھر کر رونے کو دخل ہے غم کی تخفیف میں، ورنہ بتکلف ضبط کرنے سے دوسری قسم کے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو آنسو بہانے اور رونے سے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ البتہ شریعت نے اس موقع پر اعتدال کی تعلیم دی ہے اس لیے کہ شدت غم اور ازدیاد حزن سے اعمال دینیہ و دنیویہ میں خلل رونما ہوگا جو مقصد زندگی کے خلاف ہے، اس لیے ایسے وقت کیلئے بھی یہی حکم دیا ہے کہ جس سے ایک طرف تو طبعی تقاضا بھی پورا ہو اور دوسری طرف بے اعتدالی اور بے صبری بھی نہ ہو۔

رونے کی شرعی حد کیا ہے؟ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے جب آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو ان کو بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا انتقال ہو گیا ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ رونے لگے تو آپ ﷺ کو روتا دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی

رونے لگے اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب بھی کرتا ہے اور رحم بھی''۔

(مشکوٰۃ ۱۵۰/)

مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے انتقال پر نوحہ اور چلائے بغیر رونا جائز ہے۔ (دافع الغم صفحہ ۶ تا ۷)

ارشاد فرمایا کہ رونا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے سے جو محبت وانس اور تعلق ولگاؤ تھا اس جذبہ کی بنا پر غمگین ہونا اور رونا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب نزع کی حالت میں تھے تو ان کی اس حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ رو رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابن عوف آنسو کا بہنا رحمت ہے'' ایک اور موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسی طرح کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ رحمت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف انھیں پر رحم کرتا ہے جو جذبہ ترحّم رکھنے والے ہوں''۔ (مشکوٰۃ ۱۵۰/) واضح ہو کہ حدود شرع میں رہتے ہوئے غمگین ہونا اور رونا یہ صبر وضبط، تسلیم ورضا کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ احساس اور جذبہ ترحّم کی علامت ہے جو کہ پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ (دافع الغم صفحہ ۸)

ارشاد فرمایا کہ کسی کا انتقال ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ ایسے موقع پر ایک حق یہ بھی ہے کہ اسکے پس ماندگان اور متعلقین کو تسکین وتسلی دینا، صبر کی

تلقین کرنا، اسکے دل پر جوزخم لگا ہے اس پر مرہم لگانا اور اس کی تعزیت کرنا یہ بھی حق مسلّم ہے۔اس کی بھی شریعت نے حدود بتلائی ہیں کہ تعزیت تین دن تک ہے وہ بھی ایک مرتبہ، اس کے بعد مکروہ ہے۔ یہ حکم تو اسی وقت کا ہے جب کہ عذر نہ ہو عذر کی صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کی گنجائش ہے۔۔میت کے متعلقین کی تعزیت اور ان کو صبر کی ترغیب دینے کے لیے تین دن میں ایک بار جانا مستحب ہے اس کے لیے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ بیٹھے۔ پہلا دن تعزیت کے لیے افضل ہے۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے۔لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جن سے تعزیت کرنا ہے وہ موجود نہ ہوتو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کی جاسکتی ہے۔ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔(طریق الصبر ۸۔۹)

ارشادفرمایا کہ ایک دیہات کے رہنے والے بزرگ جو کہ زیادہ علم والے نہیں تھے ان کی تعزیت کا خلاصہ عرض ہے جو انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے والد کی وفات پر پیش کی تھی، وہ یہ ہے۔وَخَیْرٌ مِّنَ الْعَبَاسِ اَجْرُکَ بَعْدَہٗ وَاللّٰہُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر صبر کرنے پر آپ کو اجر ملے گا۔غور کیجئے اجر یعنی خوشنودی باری تعالیٰ بہتر ہے یا عباس رضی اللہ عنہ کا آپ کے پاس رہنا؟ جواب ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا بہتر ہے۔ دوسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہاں سے رخصت ہوکر عالم آخرت میں پہنچے جن پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعام واکرام ہورہے ہیں اب آپ بتلائیں کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کہ انعامات؟ خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کی وفات اور موت پر ایک دوسرے سے جدائی ہوتی ہے مگر ہر ایک کو بہتر چیز ملتی ہے پھر تو موت طرفین کے لیے نافع ہی ہوئی کہ ہر ایک کو بہتر چیز ملی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۹۱۔۵۹۲)

ارشاد فرمایا کہ جہاں یہ حکم دیا گیا کہ ایک مرتبہ کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے، وہاں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ تعزیت کس طرح کی جائے اس کا طریقہ بھی بتلا دیا گیا ہے دیکھے کتنی بڑی آسانی کردی گئی ہے۔۔۔۔۔یعنی ایک یہ کہ تعزیت کرو۔ ایک یہ کہ یوں تعزیت کرو۔۔۔۔ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کی طبیعت خراب ہوئی جب اس کی حالت نازک ہوئی اور نزع کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کہلا بھیجا، اِنَّ ابنًا لِّی قُبِضَ فَأتِنَا " میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے۔آپ تشریف لائیں" تو آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ میرا سلام کہنا اور یہ کہنا:

﴿اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ مَّا عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ﴾ (مشکواۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰)

"یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اللہ کا ہی ہے جو کچھ اس نے دیا اور اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ پس تمہیں صبر کرنا چاہئے اور ثواب کی امید رکھنا چاہئے۔" اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کی تعزیت کی جائے تو اسے سب سے پہلے سلام کیا جائے پھر تعزیتی کلمات کہے جائیں۔ (طریق الصبر صفحہ ۹۔۱۰)

ارشاد فرمایا کہ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کی وفات پر جو تعزیتی مکتوب روانہ فرمایا اس کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ اس میں اسی مضمون کو تشریح و تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تو گویا کلام نبوت کی تشریح خود کلام نبوت سے ہوگئی۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف۔ تم خوش رہو، میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ہمیں تمہیں اپنے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اس لیے کہ ہماری

جانیں اور ہمارا مال اور ہماری بیویاں اور ہماری اولاد اللہ عزّ وجل کی مبارک اور عمدہ بخشش ہیں اور عاریت رکھی ہوئی چیزیں ہیں، جن سے ایک مدت معینہ تک فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور ایک مقررہ وقت پر انہیں اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ عطا کرے تو ہم پر اس کا شکر فرض ہے اور جب آزمائش میں ڈالے تو صبر فرض ہے۔ تمہارا لڑکا اللہ کی عمدہ بخشش اور اس کی امانت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کے لیے قابل رشک اور تمہارے لئے قابل مسرّت بنا کر تمہیں اس سے بہرہ ور کیا۔ (جب اس نے چاہا) تمہارے پاس سے زیادہ اجر و ثواب اور رحمت و ہدایت کے بدلہ اسے اٹھا لیا۔ اگر تم ثواب چاہتے ہو تو صبر کرو، کہیں تمہارا جزع فزع کرنا تمہارا ثواب نہ کھو دے، پھر پشیمان ہو اور یہ بات جان لو کہ بے صبری سے نہ تو کوئی چیز لوٹ کر آتی ہے اور نہ غم دور ہوتا ہے۔ اور جو کچھ پیش آئے اس کو ٹھیک تقدیر الٰہی کا فیصلہ سمجھو۔ تو ایسے موقع پر صبر و ضبط سے کام لینا چاہئے اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے (طریق الصبر صفحہ ۱۳، ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ رنج و غم کے ہلکا ہونے کا طریقہ ایک اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ جب کسی کی رحلت ہو جائے تو یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک امانت دی تھی اس کو لے لیا، اس کی بنا پر صدمہ ہے، غم ہے۔ لیکن جو نعمتیں اور امانتیں دے رکھی ہیں اس طرف بھی تو نگاہ رکھے، جو اعزہ و اقربا زندہ ہیں۔ ذرا ان پر بھی تو نگاہ کرے، ایک عزیز کی رحلت ہوئی مگر پچاس تو زندہ ہیں، ادھر بھی تو نگاہ کرے۔ (طریق الصبر صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ اصل میں ہماری نگاہ بالکل اسی چیز کی طرف ہو جاتی ہے جو غم والی ہے اور تکلیف والی ہے، جس سے پریشانی اور بے صبری ہو جاتی ہے لیکن اگر اسی کے ساتھ جو چیزیں نفع بخش ہیں اور آرام دہ ہیں ان کی طرف اور اللہ کی دیگر بہت سی نعمتوں کی طرف نظر کی جائے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ وہ غم ہلکا ہو جائے گا۔ (طریق الصبر صفحہ ۱۹)

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

موت سے ہر شخص کو طبعاً خوف محسوس ہوتا ہے حالانکہ مرنے کے بعد انسان اپنے وطن اصلی پہنچ جاتا ہے۔ جہاں مومن کے لیے راحت ہی راحت ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل ارشادات وطن اصلی کا شوق دلاتے ہیں (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ جب ہم اس دنیا سے جاتے ہیں جس کو کہتے ہیں کہ مر گیا، روح نکل گئی ہم لوگ اصطلاح میں بولتے ہیں کہ انتقال ہو گیا، مرنے کے معنیٰ انتقال کے ہیں، انتقال کسے کہتے ہیں۔ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا، جیسے ہم مدرسہ چھوڑ کر اسٹیشن آ گئے، تو وہاں سے یہاں منتقل ہو گئے۔ مٹے نہیں، فنا نہیں ہوئے، ایسے ہی آدمی جب جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ منتقل ہو گیا، روح چلی گئی، اصل جو انسان نام ہے وہ روح ہی کا ہے، اسی لیے کہتے ہیں کہ میاں چلو، فلاں کی مٹی میں چلو، کہتے ہیں کہ نہیں، چلو مٹی میں؟ مٹی کو مٹی میں جا کے ملا آئے، تو روح جو ہے وہ منتقل ہو گئی، روح مٹی نہیں فنا نہیں ہوئی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۶۳)

ارشاد فرمایا کہ روح منتقل ہو کر کہاں جاتی ہے؟ تبادلہ جیسے ہوتا ہے اچھی جگہ یا بُری جگہ، یا آرام کی جگہ یا تکلیف کی جگہ، اسی لیے روح منتقل ہونے کی دو جگہ ہیں۔ اسی کا نام رکھا ہے عربی میں عِلِّیِّین ، سِجِّین ، ایک کا تعلق تو جیل خانہ سے ہے، ایک کا تعلق راحت خانہ سے ہے، بالکل ویٹنگ روم کا قصہ ہے۔ یہاں ریل سے گئے اب دہلی میں اتر گئے ویٹنگ روم میں، بعضے ویٹنگ روم میں راحت و آرام، بعضوں کو تکلیف، جیسا انسان کا ٹکٹ ہوتا ہے ویسا ہی

اس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے، دنیا کا سفر جو ہے آخرت کے سفر کی طرح ہے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۶۴)

ارشاد فرمایا کہ جب دنیا سے کوئی جاتا ہے تو وہاں عالم برزخ میں اس کی خبر کر دی جاتی ہے، تو اس کے اعزاء و اقربا جو وہاں پہلے جا چکے ہیں وہ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ جیسے یہاں حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں ایسے ہی وہاں بھی معاملہ ہوتا ہے، چنانچہ اعزا و اقربا کا حال پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ فلاں کا کیا حال ہے؟ اس سلسلہ میں اپنے یہاں مدرسے میں بچوں کو ایک سبق بھی یاد کرایا جاتا ہے کہ ان سے پوچھئے کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمارا وطن عارضی تو فلاں جگہ ہے، جس جگہ کے رہنے والے ہوں گے اس کا نام بتلائیں گے، اور اصل وطن ہمارا جنت ہے، اس کا اسٹیشن کیا ہے؟ تو بتلائیں گے کہ اس کا اسٹیشن قبرستان ہے، وطن کا سفر کس گاڑی میں ہوگا؟ تو کہتے ہیں کہ قبر کے سلیپر میں لیٹ کر ہوگا، وطن کا سفر آسان کیسے ہوگا؟ تو کہتے ہیں کہ علم دین سے، اور طے کیسے ہوگا کہتے ہیں کہ عمل کرنے سے، یہ عنوان ایسا ہے کہ جس سے وحشت نہیں ہوتی بلکہ وطن اصلی سے ایک طرح کی رغبت ہو جاتی ہے، جس طرح وطن عارضی کے لیے تیاری اور انتظام پہلے سے کرتے ہیں ایسے ہی وطن اصلی کے سفر کی بھی تیاری اور فکر پہلے سے کرنا چاہیے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۱۵۔۱۱۶)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو آیا ہے اس کے لیے جانا تو لازمی ہے، اگر یہاں آنا ہی آنا رہے اور جانے کی نوبت نہ آئے تو رہنے کی جگہ کہاں رہے گی؟ پھر یہ کہ ایسی صورت میں سب لوگوں کی حالت تو یکساں رہے گی نہیں، کیونکہ دنیا میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے کچھ دنوں میں جب بڑھاپا آئے گا تو بوڑھے زیادہ ہو جائیں گے اور نوجوان کم رہ جائیں گے تو بوڑھوں کی

خدمت مشکل ہو جائے گی، اس لیے ہر ایک کے جانے کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۱۶)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار عجیب ہے، اس عالم کی عظمت و بڑائی اور وطن اصلی کی منزلوں کو اس سے سوچو، وطن اصلی جب کوئی جانا چاہتا ہے تو ان کے لیے کیا کیا اعزازات ہیں؟ سب سے پہلے یہ اعزاز و اکرام ہے کہ جانے والا زندگی میں جن کی خدمت کیا کرتا تھا آج اس کو ان کا مخدوم بنا دیا گیا، یہ جن کے ہاتھ دھلاتا تھا، پیر دھلاتا تھا، منہ دھلاتا تھا، آج ان کے لیے حکم ہے کہ یہ وطن اصلی جا رہا ہے لہٰذا اب یہ سارے کام آپ کے ذمہ ہیں کہ اب آپ اس کو وضو کرائیے، غسل کرائیے، ایسا ہے کہ نہیں؟ اعزا و اقربا ایسا کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں؟

دوسرا اعزاز یہ ہے کہ دیکھئے یہ آپ کی جوتیاں اٹھاتا تھا، آپ کی خدمت بھی کیا کرتا تھا لیکن آج یہ وطن اصلی جا رہا ہے اس لیے اب آپ لوگ ہاتھ کے سہارے سے اٹھا کر تخت پر لٹائیے، پھر ہاتھ کے سہارے سے اٹھا کر چارپائی پر لٹائیے، کفن پہنائیے، کفن کے سلسلے میں حکم ہے کہ سب سے بڑھیا لباس، سب سے عمدہ لباس سفید رنگ کا ہونا چاہیے، نہ بہت زیادہ قیمتی ہو اور نہ بالکل معمولی ہو بلکہ اوسط درجہ کا لباس ہونا چاہیے۔

تیسرا اعزاز یہ رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ دیکھو دنیا میں سب سے بڑا اعزاز بادشاہ کا ہوتا ہے، بادشاہ کے لیے مخمل اور قالین بچھایا جاتا ہے، سواری کے لیے پہلے زمانہ میں عمدہ قسم کے گھوڑے ہوتے تھے اور اب تو ہوائی جہاز اور عمدہ قسم کی کاریں ہوتی ہیں لیکن ان تمام چیزوں میں اشرف کون ہے؟ انسان ہے، انسان اشرف المخلوقات ہے، سب سے بڑا اعزاز بادشاہ کا ہوتا ہے، اس کے لیے بھی سواری اشرف المخلوقات نہیں ہے، لیکن جو وطن اصلی کی طرف سفر

کرتا ہے اس کے لیے سواری کیا تجویز کی گئی ہے کہ اشرف المخلوقات کے کندھوں پر سوار ہو کر جاتا ہے، کتنا بڑا اعزاز ہے۔

پھر اس کے لیے یہ اعزاز بھی ہے کہ اس کو امام بنا کر چلو، اس کے آگے مت چلو، اور دیکھو حکم ہے کہ چلنے میں اس کا خیال رکھو کہ نہ تو بہت دوڑ و اور نہ ہی بالکل ہلکے ہلکے چلو، بلکہ تیز چلو اور پورا قدم اٹھا کر چلو، اور اس کی وجہ یہ ذکر فرمائی گئی کہ یہ جانے والا دو حال سے خالی نہیں ہے، ایک یہ کہ اعمال یا تو اچھے ہیں، دوسرے یہ کہ اعمال برے ہیں۔ اگر اعمال اچھے ہیں تو وہاں پہنچانے میں دیر کیوں کرتے ہو؟ جلدی کرو تا کہ اس کو وہاں کے انعامات جلدی ملنا شروع ہو جائیں اور اگر برے اعمال ہیں تو اپنے کندھے پر کیوں لادے رکھے ہو، اس کو جلدی لے جاؤ۔

پھر یہ اعزاز بھی رکھا کہ قبر میں یوں ہی ڈال نہ دے بلکہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر قبر کے اندر قاعدے سے رکھو، جانے والے کے ساتھ اس طرح معاملہ کرنے کا شریعت نے حکم دیا، میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ کس کس طرح اس کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔

اب یہ سوچنا چاہیے کہ جانے والے کا تو اتنا اعزاز و اکرام کیا گیا لیکن خود جانے والے کا عمل کیسا ہے؟ حالات کیسے ہیں؟ جب اس قسم کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس سے سبق ملتا ہے کہ انسان ایسے اعمال و افعال کرے کہ جس کی بنا پر یہاں سے جیسے اعزاز و اکرام کیساتھ رخصت کیا گیا ہے وہاں بھی اسی اعزاز و راحت کا معاملہ کیا جائے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اہتمام سنّت، ہر معاملہ میں سنّتوں پر عمل کرے، تو ان شاء اللہ اس کی برکت سے وہاں بھی اکرام و اعزاز کا معاملہ ہوگا۔ (مجالس محی السنہ ۱۱۷ تا ۱۱۹)

ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کا بھائی وقت مقرر ہے کسی کو پتہ نہیں ہے کہ

اس کا کیا وقت مقرر ہے، بہر حال ہر ایک کو جانا ہے، کسی کا نمبر پہلے ہے اور کسی کا بعد میں، جس کا بلاوا آجائے گا اس کو تو جانا ہی ہے، بس اس کی فکر کر لیا کرو۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۲۱)

ارشاد فرمایا کہ موت پر ایک بات یاد آتی ہے کہ موت کے معنی ہٹنے کے ہیں مٹنے کے نہیں، پچھلی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم سب کا انتقال ہو جائے گا کہ بیان ختم ہونے کے بعد ہم سب جلسہ گاہ سے گھر میں چلے جائیں گے۔ اسی طرح موت سے کون گیا، جسم تو گیا نہیں، وہ تو یہیں رہا بلکہ روح چلی گئی، مٹی نہیں، رحلت کے معنی کوچ کرنا، روح کے یہاں سے چلے جانے کے بعد اس کو جس جگہ رکھا جائے گا وہ برزخ ہے۔ جس طریقہ سے ایک گھر ہوتا ہے اور ایک جانے کی جگہ ہے اور ایک درمیانی جگہ ویٹنگ روم ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا اور آخرت کے درمیان ایک منزل برزخ ہے جو گویا ویٹنگ روم کی طرح ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد روح کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، پھر انسان کے جسم کو قبر کے اندر رکھا جاتا ہے، پھر وہ روح ڈالی جاتی ہے اور سوالات کیے جاتے ہیں، ایک ملک سے دوسرے ملک میں آدمی جاتا ہے تو پاسپورٹ اور ویزا کی جانچ ہوتی ہے، اسی طرح وہاں پوچھتے ہیں کہ اس عالم کے اندر آئے ہو، تیاری کر کے آئے ہو کہ نہیں۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۶-۷)

ارشاد فرمایا کہ جو آیا ہے دنیا میں اسے جانا ہے، آتا ہی ہے جانے کے لیے، یہاں اب اسٹیشن پر آئے، ابھی تھوڑی دیر میں جانا ہے یہاں سے، تو آنے والے کے لیے جانا ہے، دنیا میں آئے گا تو جائے گا کہاں؟ اور آیا کہاں سے؟ خود نہیں آیا، کسی نے بھیجا ہے، اسے اگر اختیار ہوتا آنے کا تو دیہات میں کیوں آتا؟ اسی طرح ایک گھرانہ غریب کہلاتا ہے اس گھر میں کیوں آتا اگر اپنے اختیار میں ہوتا، چنانچہ آنے کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ہم بچوں میں دیکھتے

ہیں، نہ حس ہے نہ شعور ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اختیار کی تو کوئی چیز ہے ہی نہیں، اگر ان کے اختیار کی چیز ہوتی تو اس کیفیت و حالت میں نہ آتے۔ تو بس دنیا میں ہم جو آئے ہیں اپنے آپ نہیں آئے۔ اسی کو قرآن پاک میں فرمایا کہ بتلاؤ:

﴿ ءَ اَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخَالِقُوۡنَ ﴾ (پ ۲۷ ع ۱۵)

''اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں''

پیدا کرنے والا کوئی اور ہے، بھیجنے والا کوئی اور ہے۔ (مجالس محیی السنۃ صفحہ ۶۴)

ارشاد فرمایا کہ جب اس نے بھیجا ہے اور اس کے بھیجنے پر آئے ہیں تو جانا بھی اپنے بس میں نہیں کہ جب چاہیں ہم چلے جائیں، نہیں، چنانچہ بعضے لوگوں نے سنکھیا کھالی، چاہتے تھے کہ مر جائیں، وہ ہضم ہوگئی، اُن کے لیے صحت مند ہونے کا ذریعہ بن گئی۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ بعض اوقات آدمی چاہتا ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی اختیار کرتا ہے مگر موت نہیں آتی، یہ کیا بات ہے؟ بنیادی بات یہی ہے کہ انسان جب چاہے چلا جائے یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے، بڑے بڑے ڈاکٹر، بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں کہ ابھی ہم رہیں گے، اچھا رہو بھائی، لیکن پھر ہوتا ہے کیا؟ کہ آخر میں جلدی نمبر آجاتا ہے، جب بھیجا گیا ہے ہم کو تو جب بلایا جائے گا تو کوئی روک نہیں سکتا، کوئی تدبیر نہیں کام آسکتی، اسی کا نام ہے اس عالم سے منتقل ہونا۔

(مجالس محیی السنۃ صفحہ ۶۵)

ارشاد فرمایا کہ جب ہم کو دنیا میں بھیجا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی کام سے بھیجا گیا ہے۔ کیونکہ کوئی جب کہیں بھیجا جاتا ہے تو اُس کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام سپرد ہوتا ہے، اب یہ کہ جو کام سپرد ہوتا ہے وہ کام کرتے ہو یا نہیں کرتے؟ کام کرے گا تو انعام ملے گا، نہیں تو پھر سزا ملے گی۔۔۔۔۔ ذلت

ورسوائی ہوگی یہاں تو یہ ہے کہ جرم کرکے کوئی دوسرے ملک چلا جائے تو بچ سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ملک سے کہاں جاسکتا ہے۔ ہر جگہ کے بادشاہوں کے وہ بادشاہ ہیں یعنی احکم الحاکمین ہیں۔ مالک بھی ہیں، اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ (پ۱۸رکوع۶)

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے۔'' (مجالس محیی السنۃ صفحہ ۶۵-۶۶)

ارشاد فرمایا کہ پھر جب میدان محشر قائم ہوگا۔اس میں حساب و کتاب ہوگا تو یا آرام کی زندگی یا پھر مشقت اور تکلیف کی زندگی ہوگی، یہ ریل کا سفر نمونہ ہے بھائی، جیسا ٹکٹ ہوگا ویسا ہی معاملہ ہوگا، اس لیے انسان کو اچھے اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے، اسی کا دوسرا نام ہے اہتمام سنت، سنت کا جتنا اہتمام ہوگا اس پر جتنا عمل ہوگا تو پھر ان شاء اللہ سارا معاملہ آسان ہو جائے۔ (مجالس محیی السنۃ صفحہ ۶۷)

ارشاد فرمایا کہ ریل میں ہر طرح کے مسافر ہوتے ہیں، ہر طرح کے لوگ سفر کرتے ہیں، غریب بھی ہوتے ہیں، امیر بھی ہوتے ہیں، ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ٹکٹ لیتا ہے، جس کے پاس زیادہ پیسے ہوتے ہیں وہ ائر کنڈیشنڈ اور اول درجہ کا ٹکٹ لیتا ہے، درمیانی حیثیت والے اور جو غریب ہیں وہ عام ٹکٹ لیتے ہیں، ظاہر میں تو تمام ڈبے یکساں نظر آتے ہیں لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے حالات الگ الگ ہیں، جیسا ٹکٹ ویسا ڈبہ، اسی کے لحاظ سے مسافر کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے اسی طرح بظاہر قبریں یکساں نظر آتی ہیں لیکن ان میں جو حالات پیش آتے ہیں، جو معاملات ہوتے ہیں وہ جدا جدا ہیں، جیسا عمل ہوگا اسی کے لحاظ سے معاملہ ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۴-۲۵)

ارشاد فرمایا کہ سفر کے سلسلہ میں ایک بات یاد آئی۔اس کو عرض کیا

جاتا ہے کہ انسان جب کہیں سے آیا ہے تو اب وہاں سے جو جانا ہو رہا ہے، کہیں بھی جا رہا ہے، آدمی یا تو عزت کے ساتھ جائے گا یا ذلت کے ساتھ، جیسے کوئی بس میں تنہا سفر کر رہا ہے اور دو چار شریر لوگ ساتھ ہیں۔ کسی نے پیچھے سے چپت ماری، ادھر دیکھا تو دوسری طرف سے کسی نے یہی معاملہ کیا۔ ہر طرف سے چپتیں لگ رہی ہیں۔ تو سفر ذلت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پھر یا آرام سے جائے گا یا تکلیف سے۔ ایک شخص سفر کرتا ہے، بھیڑ ہے، اب کیا کرے، جگہ نہیں ملتی، کھڑا کھڑا جا رہا ہے، تکلیف سے جا رہا ہے، نیز سفر میں دیر سے پہنچے گا یا جلدی پہنچے گا۔ جیسے ایک بس سے جا رہا ہے اور ایک پیدل جا رہا ہے، ایک ریل سے جا رہا ہے تو دیر لگے گی اور ایک ایکسپریس سے جا رہا ہے تو جلدی پہنچے گا۔ یہ روزمرہ کی چیزیں ہیں جو ہمارے سامنے پیش آتی رہتی ہیں۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۶۲۔۶۳)

ارشاد فرمایا کہ سفر میں راحت کا دارومدار اپنی محنت اور کوشش پر ہے، ایک شخص نے محنت تو کی۔ روپیہ پیسہ تو خوب کمایا، مگر ریزرویشن کی زحمت کو برداشت نہ کر سکا تو اس کی جیب میں پیسے تو ہیں مگر وہ راحت نہیں ملے گی جو سفر میں ریزرویشن کرانے سے ملتی ہے۔ راحت سے پہلے مشقت ہوتی ہے، جس نوع کی راحت چاہتا ہے، جس طرح کا آرام چاہتا ہے اسی طرح کی اس کو مشقت اٹھانا پڑے گی۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۶۳)

ارشاد فرمایا کہ سفر کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو ٹکٹ دوسرے سامان اگر ٹکٹ ہو اور سامان نہ ہو تو سفر تو ہو جائے گا مگر مشقت اور تکلیف کے ساتھ ہوگا۔ اسی طرح آخرت کے سفر کا معاملہ ہے کہ ایمان کا ٹکٹ اور اعمال صالحہ کا سامان یہ انسان کے پاس ہونا چاہیے اگر ایمان کا ٹکٹ ہے اور اعمال صالحہ کا سامان نہ ہو تو جنت میں داخلہ دیر سے ہوگا۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۶۲)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جب سفر کرتے ہیں تو دو ایک ساتھی بنا لیتے ہیں تو بڑی راحت اور فرحت کے ساتھ سفر طے ہوتا ہے اور دل کو تقویت بھی رہتی ہے۔ اس طرح آخرت کے لیے صالحین سے تعلقات اور ان کی صحبتوں کی برکت سے آخرت کا سفر (سلوک) راحت سے طے ہوتا ہے اور تقویت رہتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۹)

ارشاد فرمایا کہ دنیا جنت اور جہنم دونوں کا نمونہ ہے۔ جنت دار الاجتماع ہے کہ اس میں جب چاہیں گے احباب اور دوستوں سے ملاقات ہوگی، یا یہ اس کے پاس جائے گا یا وہ اس کے پاس آئے گا۔ جو بھی صورت ہو، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت میں کشش کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں دوستوں کی ملاقات دائمی اور طویل ہوگی اور جہنم دار الافتراق ہے، سب ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہونگے۔ دنیا دار الاجتماع بھی ہے کہ احباب آگئے ملاقات ہوگئی۔ ایک دوسرے سے محبت کے ساتھ مل لیے۔ دار الافتراق بھی ہے کہ جدائی بھی ہوگی اور علیحدگی بھی ہوگی، تو دنیا میں دونوں چیزیں ہیں، اجتماع بھی اور افتراق بھی، اس لیے یہ جنت اور جہنم دونوں کا نمونہ ہے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے معلوم ہوا کہ احباب سے ملاقات جنت میں ہوا کرے گی تو جنت کا شوق اور بڑھ گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۹)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قید خانہ دوزخ ہے، اس قید خانہ میں داخلہ احکام کی خلاف ورزی پر ہی ہوگا۔ اس لیے ہر معاملہ میں خدا کے حکم کی پابندی لازمی ہے۔ ایسے قید خانہ سے نہ ڈرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۶۹)

ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے، سب کو اپنے وقت پر

جانا ہے، جس کو جو لمحات ملے ہیں وہ بہت قیمتی ہیں، ایک ایک دن کی بڑی قیمت ہے قانونی طور پر تو اکثر انسانوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔ لہٰذا جو ساٹھ کے قریب ہیں وہ یہ سمجھیں کہ قانون کے اعتبار سے عمر پوری ہونے والی ہے اور جو ساٹھ کے اوپر ہیں ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم کو ہر سال توسیع مل رہی ہے۔ اور جو ستر کے اوپر ہیں اُن کو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم کو تو ہر دن توسیع مل رہی ہے۔ کب بلاوا آجائے کسی کو پتہ نہیں۔ اس لیے آخرت کی تیاری اور اس کی فکر ہر وقت رکھے۔ ایک کتاب ہے ''تسہیل شوق وطن'' اس کو پڑھا جائے، اس سے آخرت کے حالات معلوم ہوں گے۔ ہم دنیا کا سفر کرتے ہیں تو معلومات کرتے ہیں ٹائم ٹیبل اور نظام سفر سے کتنی آسانی ہو جاتی ہے۔ آخرت کا سفر ہم سب کو کرنا ہے، کیا کیا منزلیں پیش آنی ہیں۔ کیا کیا حالات سامنے آنے ہیں۔ ان سب کی معلومات اس سے ہوں گی اور آخرت کا ذوق وشوق پیدا ہوگا اور اس کی تیاری کی فکر پیدا ہوگی۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور   جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور   قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(طریق الصبر صفحہ ۳۱۔۳۲)

ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو مرنے کے نام سے وحشت ہوتی ہے لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ فلاں صاحب اصلی وطن گئے، قبرستان وطن اصلی کا اسٹیشن اور وطن اصلی کی گاڑی قبر ہے، میرا نواسہ چھوٹا سا ہے، جب قبرستان کئی روز نہیں جاتا ہوں تو تقاضا کرتا ہے کہ آپ جنت کے اسٹیشن کب چلیں گے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۴)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے زیادہ اقرباء تو آخرت میں ہیں جب زیادہ خاندان وہاں ہیں تو یہاں سے جو بھی چلا گیا اقل خاندان سے اکثر خاندان کی طرف گیا۔ پردیس سے وطن گیا۔ اس تصور سے بڑی تسلی ہوتی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۹۶)

ارشاد فرمایا کہ جنت دار القرار ہے وہیں پہنچ کر قرار اور سکون دائمی ہوگا یہاں تو پوری زندگی متحرک اور سرگرداں ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کے لیے کس قدر پریشانی ہوتی ہے۔ پاسپورٹ لو، ویزا لو، پھر کہاں کہاں بھاگنا پڑتا ہے، صحت کا سرٹیفکیٹ لو کہ وبائی بیماری کا مریض تو نہیں تو آخرت کا سفر کیسا ہوگا؟ جو ایک عالم سے دوسرے عالم کا سفر ہے، کس قدر اس کی تیاری کرنی چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۶)

ارشاد فرمایا کہ دنیا کا سفر مشکل ہے آخرت کا آسان ہے۔ یہاں کے سفر کے لیے ٹکٹ کے بعد ریزرویشن اپنے اختیار میں نہیں ہوتا اور آخرت کے سفر کے لیے ایمان جو جنت کا ٹکٹ ہے وہ بھی اختیار میں دے دیا اور ریزرویشن بھی اختیار میں دے دیا وہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ہے۔ جیسی استقامت ہوگی اسی درجہ کا جنت میں مقام ملے گا اور مرنے سے پہلے ریزرویشن کی بشارت ۔

﴿ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾

(پ۲۴، ع۴)

"نہ اندیشہ کرو آخرت کے ہولناک حالات کا اور نہ غم کرو دنیا کے چھوٹنے کا اور بشارت تم کو اس جنت کی دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"

(مجالس ابرار صفحہ ۳۹۰۔۳۹۱)

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی رنج کی بات محسوس ہو تو یہ پڑھو

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اس میں تسلی کر دی گئی ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کو اپنے مملوک پر ہر قسم کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور آگے جدائی کا علاج بھی بتا دیا کہ یہ عارضی ہے عنقریب ہم بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف جانے والے ہیں۔

دنیا سے وطن آخرت سب کو جانا ہے۔ سب زندہ رہیں تو رہنے کی جگہ بھی نہ رہے، جب کسی عزیز کے انتقال سے گھبراہٹ ہو تو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کثرت سے پڑھتا رہے اس سے دل سنبھل جاتا ہے وہ حاکم بھی ہیں حکیم بھی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں حضور ﷺ نے اپنی وفات کا ذکر کیا تو رونے لگیں، پھر کان میں فرمایا مگر تو بھی جلدی آوے گی پھر ہنسنے لگیں۔

لڑکی کی شادی کر کے روتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں۔ نام بھی شادی رکھتے ہیں، عقلی خوشی ہوتی ہے، طبعی غم ہوتا ہے۔ پس عقلاً خوشی ہوتی ہے کہ وطن گیا اور طبعاً جدائی کا غم بھی ہوتا ہے۔ جو پیدا ہوا ہے وہ تیار رہے کہ کب جانے کا حکم نامہ آ جاوے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۱۔۴۷۲)

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کا وقت مقرر ہے، اس وقت اس کا سفر ہو جائے گا۔ یہ سفر کبھی بیماری کے ذریعہ ہو جاتا ہے کبھی کسی اور طریقہ سے ہو جاتا ہے، اس لیے ہدایت ہے کہ وصیّت نامہ ہر ایک کے سرہانے ہونا چاہیے۔ اس میں لین دین وغیرہ کو صاف لکھ دینا چاہیے پھر وصولی و ادائیگی پر نشان لگاتا رہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ ایسا ہی کرتے تھے، جہاں تک ہو سکے دوستوں عزیزوں سے تعلقات کو خوشگوار رکھے، آج کل حوادث پیش آتے رہتے ہیں، بس یہ ضروری ہے کہ کسی گناہ کی عادت نہ ہو، وقتی طور پر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے، اپنے معاملات کو بالکل صاف رکھے تاکہ وطن اصلی کا سفر اگر اچانک ہو جائے تو متعلقین کو دقّت نہ ہو۔ حضرت والا حکیم

الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میرے یہاں ہر ایک کی ہر چیز ممتاز ہے تاکہ ترکہ کی تقسیم وتعیین میں دقّت نہ ہو اور کسی کا حق نہ رہے۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۰۸)

ارشاد فرمایا کہ جس پر کسی کا حق ابھی سے معاف کرالے۔ ورنہ قیامت میں سزا ہوگی، نیکیاں چھین کر اس کو دی جاویں گی، اگر نیکیاں کم ہوں گی تو اس کے گناہ اس پر لادے جاویں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سوانح میں کس درد سے حقوق العباد کو معاف کرایا ہے۔ اس مقام پر یہ اشعار بھی ہیں ۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو　　　بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام　　　قیامت کے دن پر نہ رکھے یہ کام
کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو
خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

(مجالس ابرار صفحہ ۴۵)

ارشاد فرمایا کہ مرنے کے وقت سے لے کر حشر ونشر تک جو معاملات پیش آنے والے ہیں۔ سوتے وقت ان کا تصوّر پندرہ منٹ کیا کرے مثلاً یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:۔

’’جب مومن دنیا سے آخرت کو جانے لگتا ہے تو اُس کے پاس سفید چہرہ والے فرشتے آتے ہیں۔ اُن کے پاس جنت کا کفن اور خوشبو ہوتی ہے۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جان پاک! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل۔ پھر جب ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں تو وہ فرشتے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اس کو کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس کو لے کر چڑھتے ہیں اور زمین پر رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کون ہے؟ یہ فرشتے اچھے اچھے

الفاظ میں اس کا نام بتاتے ہیں کہ یہ فلانا فلانے کا بیٹا ہے۔ پھر آسمان دنیا تک اس کو پہنچاتے ہیں اور اس کے لیے دروازہ کھلواتے ہیں اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرّب فرشتے اپنے قریب والے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ عِلِّیّین میں لکھ دو اور اس کو (سوال و جواب کے لیے) زمین کی طرف لے جاؤ۔ اس کی روح اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے (مگر اس طرح نہیں جیسے دنیا میں تھی، بلکہ اس عالم کے مناسب جس کی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پھر ایک پکارنے والا (اللہ کی طرف سے) آسمان سے پکارتا ہے۔ میرے بندے نے ٹھیک جواب دیا۔ اس کے لیے جنت کا فرش کر دو اور اس کو جنت کی پوشاک پہنا دو اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو۔ جہاں سے اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے (اس کے بعد اسی حدیث میں کافر کا حال بیان کیا گیا جو بالکل اس کی ضد ہے) اس کے بعد یہ واقعات ہونگے۔ صور پھونکا جائے گا۔ سب مردے زندہ ہوں گے۔ میدان محشر کی بڑی بڑی ہول کی باتیں ہوں گی۔ حساب کتاب ہوگا۔ اعمال تولے جائیں گے۔ کسی کا حق ہم پر رہ گیا ہوگا تو اس کو ہماری نیکیاں دلائی جائیں گی۔ خوش قسمتوں کو حوض کوثر کا پانی ملے گا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا۔ بعضے گناہوں کی سزا کے لیے جہنم کا عذاب ہوگا۔ ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔ جنتی جنت میں جائیں گے۔ وہاں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا''۔

اور سوچے کہ ان حالات میں اعمال صالحہ ہی کام آسکتے ہیں۔ سفر

آخرت کی تیاری یہاں ہوسکتی ہے اور وہ اتباع سنت یعنی رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر چلنے میں ہی منحصر ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۶۷ تا ۵۶۹)

ارشاد فرمایا کہ جہنم کے عذاب کی انواع کو بھی دس منٹ سوچے کہ آگ، سانپ، بچھو، کھولتا ہوا پانی اللہ تعالیٰ کے قید خانہ میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب میں ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا کہ اس کے پاؤں میں فقط آگ کی دو جوتیاں ہیں مگر اس سے اس کا بھیجا ہانڈی کی طرح پکتا ہے اور وہ یوں سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر کسی کو عذاب نہیں۔ اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ دوزخ میں ایسے بڑے بڑے سانپ ہیں کہ جیسے اونٹ، اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک لہر اُٹھی رہے اور بچھو ایسے ایسے بڑے جیسے پالان کیا ہوا خچر، وہ اگر کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے۔ اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ تمہاری یہ آگ جس کو جلاتے ہو دوزخ کی آگ سے ستر درجہ تیزی میں کم ہے۔ (معاذ اللہ) (مجالس ابرار صفحہ ۵۶۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں وطن اصلی کا شوق اور فکر آخرت نصیب فرمائے۔ آمین

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں، یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں، ذرا دھیان رہے

(القول العزیز)
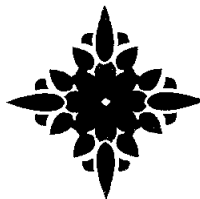
مصائب وآلام (مومن کا امتحان)

امتحان مومن کا ہوتا ہے منافق کا نہیں
یہ مقام قرب ہے' رتبہ یہ فاسق کا نہیں

اس وقت پوری ملت اسلامیہ کا تقریباً ہر شخص مصائب وآلام میں گھرے ہونے کے باعث پریشان ہے، ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان پریشانیوں کے اسباب اور ان کے تیر بہدف علاج کو بڑے دل نشیں انداز میں واضح فرمایا ہے۔ جن کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے دل کو اطمینان اور سکون ملتا ہے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ آج جو حالات پیش آرہے ہیں، جو مصائب و مشکلات اور پریشانیاں آرہی ہیں، فسادات ہورہے ہیں، قتل وقتال ہورہا ہے، گناہوں کی وجہ سے امت مسلمہ اپنی ڈیوٹی کو پورے طور پر انجام نہیں دے رہی ہے، گناہ بڑھ رہے ہیں، بالخصوص منکرات سے روک ٹوک میں کمی ہورہی ہے فرمایا گیا:۔

﴿ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾

''اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے (گناہوں سے) تو درگزر ہی کر دیتا ہے''۔

جس طرح کھانے پینے میں احتیاط نہ کرنے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ایسی مہلک بیماری ہو جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح گناہوں کا معاملہ سمجھنا چاہیے۔ غذا وغیرہ کی بے احتیاطی سے جسمانی امراض ہو جاتے ہیں تو گناہ، یہ روحانی اعتبار سے بد پرہیزی ہے۔ اس کی وجہ سے مصائب و پریشانیاں آتی ہیں۔ اگر انفرادی بد

پرہیزی ہے تو اس کے نتائج انفرادی طور پر ہوتے ہیں۔اور اگر عمومی طور پر گناہ ہورہے ہوں، لوگ منکرات میں مبتلا ہو رہے ہوں، اور اس کے روکنے کی کوشش نہ کی جارہی ہو تو پھر معاملہ اور زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے کہ پریشانیاں اور مشکلات عمومی طور پر آتی ہیں۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ بہت سی غلطیاں تو معاف فرما دیتے ہیں۔ان پر مؤاخذہ نہیں فرماتے اور بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔لیکن جب بے اصولیاں اور غلطیاں ہوتی ہیں تو پھر نعمتیں چھین لی جاتی ہے اور مؤاخذہ ہوتا ہے اور عتاب ہوتا ہے۔فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (پ:۱۰،ع:۳)

''یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے۔یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں''۔

کبھی کبھی مصائب میں مصلحت ہوتی ہے، آزمائش وامتحان مقصود ہوتا ہے، ترقی دینا اور درجات بلند کرنا ہوتا ہے اور یہ معاملہ خواص کے ساتھ ہوتا ہے۔(ہماری تباہی اور اس کا حل۔صفحہ ۲۴۔۲۵)

ارشاد فرمایا کہ آجکل بارش وقت پر نہیں ہوتی۔اس کی کیا وجہ ہے؟

۔۔۔۔(وجہ یہ ہے کہ) جو مصیبتیں اور پریشانیاں پہنچتی ہیں وہ اعمال کی خرابی کی وجہ سے پہنچتی ہیں (جیسا کہ اس مضمون کے پہلے ملفوظ میں متذکرہ سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا گیا ہے) لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ یہ ہماری بدعملی کی وجہ سے ہے۔ہماری بدعملی کا بھی اس میں دخل ہے۔بلکہ ہر شخص دوسروں کے بارے میں سوچتا ہے کہ اس کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔اسی وجہ سے اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا اور نہ توبہ کی توفیق ہوتی ہے، نہ اس کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔

اصل چیز یہی ہے کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ ہماری بدعملی کی وجہ سے ایسا ہورہا ہے۔ کثرت سے استغفار کرے، گناہوں سے توبہ کرے، کوتاہیوں کو دور کرے اور ان کی تلافی کی فکر کرے۔ ایسا کرنے سے ان شاءاللہ مصائب دور ہوں گے۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو مصائب و پریشانیاں آتی ہیں وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں، اس لیے ہر شخص کو سمجھنا چاہیے کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے ہماری بدعملی کی وجہ سے ہورہا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اپنے عیوب پر نظر ہونے کی بجائے دوسروں کے عیب پر نظر ہوتی ہے۔ ایک شخص بدصورت کہیں جارہا تھا، ایک آئینہ راستے میں ملا۔ اس نے اس کو اُٹھایا اور اس میں اپنا چہرہ دیکھ کر کہا کہ تو اتنا بدصورت نہ ہوتا تو تجھے کیوں پھینکتے، حالانکہ آئینہ بالکل صاف ہے، بدصورتی اس کے چہرے میں ہے، لیکن دیکھنے والا اپنے کو ٹھیک سمجھ رہا ہے اور بدصورتی کا الزام آئینہ پر لگا رہا ہے۔ یہی مثال ہماری ہے کہ ہم گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہیں مگر اپنے اندر کوئی کمی نہیں سمجھتے اور دوسروں کو قصوروار اور گناہ گار سمجھتے ہیں۔ جو دوسروں کے عیب دیکھتا ہے۔ دراصل خود اس میں عیب ہوتا ہے، اصل یہ ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۴۱)

ارشاد فرمایا کہ جب طبیعت کے موافق حالات پیش ہوں تو شکر سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جب طبیعت کے ناموافق حالات پیش آئیں تو صبر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے پس مومن ہر حالت میں نفع میں ہے۔۔۔ترمذی شریف کی روایت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اولاد آدم کی یہ سعادت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۵۔۱۶)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ماں باپ احسانات کے سبب اپنی اولاد

کو جب ڈانٹتے اور مارتے ہیں تو لائق اولاد بھی اور تمام عقلاءِ زمانہ بھی اس کو شفقت اور محبت سمجھتے ہیں، اسی طرح حق تعالیٰ جو رات دن بے شمار احسانات فرما رہے ہیں اور وہ ہمارے خالق و مالک بھی ہیں تو اُن کی طرف سے اگر ہماری طبیعت کے خلاف اُمور رنج و تکلیف کے پیش آویں تو اُس وقت بھی راضی رہنا اور اُن کی اطاعت میں لگے رہنا اصل عبدیت ہے۔۔۔۔۔حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی عبدیت اس کم عمری میں اللہ اکبر! کس مقام پر تھی۔ گردن پر چھری چلنے والی ہے اور باپ سے فرما رہے ہیں سَتَجِدُنِی اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ ذبح میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے مگر راضی ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ مصیبت کے وقت صدمہ کا احساس ہو پھر صبر کرے تب کمال ہے۔ اگر صدمہ ہی نہ ہو تو کیا صبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کاملین پر صدمہ کے وقت حزن و غم کے آثار اور آنکھوں میں آنسو بھی پائے جاتے ہیں مگر حق تعالیٰ کے فیصلے پر دل سے راضی رہتے ہیں۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے

(مجالس ابرار صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ ناگوار اُمور پر صبر کرنے سے اور ثواب کی اُمید رکھنے سے قلب پر پریشانی نہیں رہتی۔ ڈاکٹر انجکشن لگاتا ہے اور اس کو فیس بھی دیتے ہیں کیونکہ اس کی حکمت پر نظر ہے۔ اور اگر دوسرا آدمی سوئی چبھو کر فیس مانگے تو اس کو آپ کیا دیں گے؟ (پس اس مثال کو سمجھنے کے بعد حق تعالیٰ کی حکمت و رحمت پر نظر رکھنے سے تمام تکالیف کا تحمل آسان ہو جاتا ہے) (مجالس ابرار صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف پہنچی تو فرمایا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہماری سماعت اور بصارت سلب نہیں فرمائی۔

کیا ان حضرات کی دینی فہم تھی!۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۹)

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب کوئی پریشانی آئے تو اپنے اعمال کو سوچے کہ ہمارے اعمال تو زیادہ پریشانی اور مصائب کے لائق ہیں لیکن الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کی رحمت سے سستے چھوٹے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۷۹)

ارشاد فرمایا کہ صحت کی دعا کرتے رہنا چاہیے لیکن جب بیماری آجائے تو اس کو بھی اپنے لیے خیر سمجھے، گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور عاجزی و تواضع پیدا ہوجاتی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۹)

ارشاد فرمایا کہ بچہ روتا ہے آپریشن کے وقت اور ماں خوش ہوتی ہے کہ میرے بچہ کی بیماری کا سب دکھ درد ختم ہورہا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی مصیبت آئے تو سمجھو کہ سستے چھوٹے کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے میاں ہمارے جونپور کے سفر میں ساتھ تھے ان کا ایک لوٹا گم ہوگیا۔ میں نے ان کی پریشانی دیکھ کر عرض کیا۔ میں ایک بات بتاؤں وہ یہ کہ شکر ادا کیجیے کہ اس سے اہم کوئی چیز نہیں گم ہوئی۔ کہنے لگے، بے شک ہمارے ساتھ مقدمہ کے کاغذات تھے اور میں مقدمہ کی تاریخ میں پیشی کے لیے جارہا ہوں۔ اگر یہ کاغذات گم ہوجاتے تو کیا ہوتا، اور کہنے لگے آپ کے اس مضمون سے مجھے بڑی تسلی ہوئی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۸)

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے ان کے پیر میں زخم تھا۔ فرمایا شکر کرو۔ کہا کس بات کا شکر کروں۔ فرمایا اس بات پر شکر کرو کہ یہ زخم پیر میں ہے پیٹ میں نہیں، ہے آنکھ میں نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۸)

ارشاد فرمایا کہ ناموافق حالات آزمائش کے لیے ہوتے ہیں۔ امتحان سے مقصود کبھی اس کے حالات کا اندازہ لینا ہوتا ہے اور کبھی جانتے ہوئے بھی امتحان لیتے ہیں تاکہ دوسروں پر اس کا مقام ظاہر ہو کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہیں جو مصائب میں بھی ہماری بندگی پر قائم رہتے ہیں۔۔۔۔ حق تعالیٰ امتحان لیتے ہیں اور امتحان میں پاس ہونے کی تدبیر بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی رنج کی بات محسوس ہو تو یہ پڑھو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اس میں تسلی کردی گئی کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کو اپنے مملوک پر ہر قسم کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے اور آگے جدائی کا علاج بھی بتادیا کہ یہ عارضی ہے۔ عنقریب ہم بھی حق تعالیٰ کی طرف جانے والے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۷۴)

ارشاد فرمایا کہ صبر کا حاصل عدم اعتراض ہے۔ اگر نہ دل میں اعتراض ہو نہ زبان سے ظاہر ہو تو صدمہ طبعی کے باوجود یہ شخص صابر ہے، جب کوئی نعمت اللہ تعالیٰ چھین لیں تو یہ تصور کریں کہ کتنی نعمتیں عطا بھی فرمائی ہیں۔۔۔۔ ایک نعمت جانے کا اگر غم ہے تو ۹۹ نعمتوں کا شکر بھی ادا کرے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۸۴)

ارشاد فرمایا کہ جب کسی سے ایذاء پہنچے تو تسبیح و تحمید میں لگنے کا حکم ہے اس علاج کی حقیقت یہ ہے کہ توجہ ادھر سے ہٹالی جائے اور توجہ کا فرد کامل توجہ الی اللہ ہے اس کی برکت سے ان شاء اللہ تنگی و پریشانی ختم ہوجاوے گی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۱)

ارشاد فرمایا کہ جب رزق میں تنگی ہو تو اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور گھر والوں کے اعمال پر نظر ڈالے کہ حق تعالیٰ کی کوئی نافرمانی تو نہیں ہو رہی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۴۹)

ارشاد فرمایا کہ مصائب میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

کثرت سے پڑھے اور حق تعالیٰ کے مالک، حاکم، حکیم، ناصر اور ولی ہونے کو سوچا کرے، پھر کیا غم ۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۱)

ارشاد فرمایا کہ رنج اور غم کے ہلکا ہونے کا طریقہ ایک اور بھی ہے، وہ یہ کہ جب کسی کی رحلت ہو جائے تو یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک امانت دی تھی اس کو لے لیا۔ اس کی بنا پر صدمہ ہے، غم ہے۔ لیکن جو نعمتیں اور امانتیں دے رکھی ہیں اس طرف بھی تو نگاہ رکھے، جو اعزہ واقرباء زندہ ہیں ذرا ان پر بھی تو نگاہ کرے۔ ایک عزیز کی رحلت ہوئی مگر پچاس تو زندہ ہیں۔ ادھر بھی نگاہ کرے۔۔۔۔۔اصل میں ہماری نگاہ بالکل اسی چیز کی طرف ہو جاتی ہے جو غم والی ہے اور تکلیف والی ہے۔ جس سے پریشانی اور بے صبری ہو جاتی ہے، لیکن اگر اسی کے ساتھ جو چیزیں نفع بخش ہیں، آرام دہ ہیں، ان کو اور اللہ کی دیگر بہت سی نعمتوں کی طرف نظر کی جائے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ وہ غم ہلکا ہو جائے گا۔ (طریق الصبر صفحہ ۱۸، ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک اور چیز ہے کہ جب تک انسان دنیا میں ہے اس وقت تک تو کسی نہ کسی طرح غم اور پریشانی ضرور لاحق رہے گی۔ لہذا اس کی کوشش کرنا کہ کسی قسم کے رنج وصدمہ کی بات پیش ہی نہ آئے تو یہ کوشش بے کار ہے۔ البتہ اس طرح کے معاملات سے جو اثرات ہوتے ہیں ان سے حفاظت کے لیے ایک بڑی عمدہ تدبیر ہے جو ہم سب کے پاس ہے۔ صرف توجہ اور فکر کی ضرورت ہے اور وہ عقائد ہیں جو کہ اللہ کے ناموں میں سے بھی ہیں۔ جن کو ذہن میں اچھے طریقے سے مستحضر کر لیا جائے تو ان شاء اللہ العزیز پریشانیاں بہت کم ہو جائیں گی، جس طرح جمع کردہ مال سے ضرورت پر انسان نفع اُٹھاتا ہے اسی طرح عقائد ہمارا خاص سرمایہ ہے۔ پریشان کن واقعات میں ان سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ عقائد ہمارے علم میں ہیں اور بہت سہل بھی ہیں۔

(۱)...... اللہ رب العالمین ہے سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

(۲)......رحمٰن ہے بڑا مہربان ہے۔
(۳)......رحیم ہے انتہائی رحم کرنے والا ہے۔
(۴)......مالک بھی ہے۔
(۵)......قادر بھی ہے۔
(۶)......کریم بھی ہے جو از خود نعمتیں دیتا ہے۔
(۷)......پھر ناصر بھی ہے۔
(۸)......ولی بھی ہے۔
(۹)......حاکم بھی ہے۔اور
(۱۰)......حکیم بھی ہے۔اس کا ہر کام حکمت اور مصلحت سے ہوتا ہے۔

یہ دس عقائد اور اللہ کے نام ہیں۔ان میں سے صرف اگر دو کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو کافی ہے۔اول یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہے۔جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے، بغیر اس کے حکم کے ذرّہ بھی نہیں ہل سکتا۔دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے،ان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے۔۔۔۔۔۔تو سوچے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہوا۔پھر یہ سوچے کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے گو ہم کو علم نہ ہو،اس سے ان شاء اللہ دلی پریشانی نہ ہوگی۔ (طریق الصبر صفحہ ۱۹۔۲۰)

ارشاد فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر ایک کے ساتھ یکساں نہیں، بلکہ جیسی حکمت و مصلحت کا تقاضا ہو،اسی کے موافق کسی کے ساتھ کچھ،کسی کے ساتھ کچھ معاملہ فرما کر امتحان لیتے ہیں۔کسی کو اولاد دی جاتی ہے اسی میں اس کا امتحان ہوتا ہے۔اور کسی سے اولاد لے لی جاتی ہے،اسی میں اس کا امتحان ہوتا ہے کسی کے یہاں لڑکے ہی لڑکے،کسی کے یہاں لڑکی ہی لڑکی، کسی کے یہاں لڑکے اور لڑکی دونوں اور کسی کے یہاں کچھ بھی نہیں،اسی کو قرآن

پاک میں فرمایا گیا۔

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ۔ ''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں''۔

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا۔ ''جس کو چاہتے ہیں بیٹیاں ہی بیٹیاں دیتے ہیں''۔

وَیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ۔ ''اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے ہی بیٹے دیتے ہیں''۔

اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّ اِنَاثًا۔ ''اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے اور لڑکی دونوں ہی دیتے ہیں''۔

وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا۔ ''اور جس کو چاہتے ہیں بانجھ رکھتے ہیں''۔

عقلی طور پر چار سورتیں ہوسکتی تھیں۔ وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں۔ تو اب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں لہٰذا اس کے متعلق یہ سمجھے کہ امانت دی گئی ہے اس کی حفاظت کی جائے۔ اس کی خدمت کی جائے اس کے حقوق ادا کیے جائیں۔ (طریق الصبر صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے کہ پہلے بڑے جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی چھوٹے بھی پہلے چلے جاتے ہیں، اور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کو اسی لیے نمونہ بنایا گیا ہے کہ آپ کے بڑے بھی گئے اور آپ کے چھوٹے بھی گئے، ماں باپ کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا، چچا کا بھی سایہ اُٹھ گیا، دادا کا بھی سایہ سر سے اُٹھ گیا، اب جس کے بڑے کا سایہ سر سے اُٹھ جائے تو یہ سمجھے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے موجود ہیں ان کے سامنے ان کے چھوٹے چلے جاتے ہیں تو اس کے لیے بھی نمونہ موجود ہے کہ آپ کی بیٹیوں اور بچوں کا انتقال آپ کی حیات میں ہوا ہے۔ اور جب کسی کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے لیے بھی نمونہ موجود ہے کہ ازواج مطہرات کی موجودگی میں آپ ﷺ

دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور جب کسی کی بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کے لیے بھی نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی نمونہ ہے کہ آپ کی حیات میں آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی ہے۔ تو اس قسم کے واقعات پیش آنے پر اس کو سوچنا چاہیے، ان چیزوں کے سوچنے سے غم میں تخفیف ہوتی ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔ (مجالس محیی السنہ صفحہ ۱۱۷)

ارشاد فرمایا کہ اب جب کہ اس کو (صدمہ) پیش آنا ہی ہے تو کسی عزیز و رشتہ دار اور دوست کی جدائی پر دل کا غمگین ہونا، آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا، چہرہ پر رنج و غم کے آثار ظاہر ہونا یہ ایک فطری بات ہے جس کو نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شریعت نے اس سے نہ تو منع کیا ہے اور نہ ہی اس کو ناپسندیدہ بتلایا ہے بلکہ رونا آنے پر جی بھر کے رونے کی اجازت ہے۔ بلکہ جی بھر کہ رونے کو دخل ہے غم کی تخفیف میں، ورنہ بتکلف ضبط کرنے میں دوسری قسم کے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے تو آنسو بہانے اور رونے سے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ البتہ شریعت نے ہر موقع پر اعتدال کی تعلیم دی ہے اس لیے کہ شدت غم اور ازدیاد حزن سے اعمال دینیہ و دنیویہ میں خلل رونما ہوگا جو مقصد زندگی کے خلاف ہے۔ اس لیے ایسے وقت کے لیے بھی یہی حکم دیا ہے کہ جس سے ایک طرف تو طبعی تقاضہ بھی پورا ہو اور دوسری طرف بے اعتدالی اور بے صبری بھی نہ ہو۔ (دافع الغم صفحہ ۶)

ارشاد فرمایا کہ رونے کی شرعی حد کیا ہے؟ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ اُن کی عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے جب آپ اُن کے پاس پہنچے تو اُن کو بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ آپ

ﷺ نے پوچھا کیا انتقال ہوگیا ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ رونے لگے تو آپ کو روتا ہوا دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رونے لگے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ''اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتے'' آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''البتہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب بھی کرتا ہے اور رحم بھی'' (مشکواۃ ۱/۱۵۰) مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے انتقال پر نوحہ اور چلائے بغیر رونا جائز ہے''۔ (دافع الغم صفحہ ۷)

ارشاد فرمایا کہ رونا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے سے جو محبت وانس اور تعلق ولگاؤ تھا اس جذبہ کی بنا پر غمگین ہونا اور رونا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب نزع کی حالت میں تھے تو ان کی اس حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ رو رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابن عوف! آنسو کا بہنا رحمت ہے'' ایک اور موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسی طرح کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف انہیں لوگوں پر رحم کرتا ہے جو جذبہ ترحّم رکھنے والے ہیں'' (مشکواۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰)

واضح ہو کر حدودِ شرع میں رہتے ہوئے غمگین ہونا اور رونا یہ صبر وضبط، تسلیم ورضا کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ احساس محبت اور جذبہ ترحم کی علامت ہے جو کہ پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

ہدایات خاصہ: اسی کے ساتھ ایسے موقع کے لیے خاص خاص تعلیمات وہدایات ہیں کہ اس کے استحضار اور عمل کی برکت سے ان شاء اللہ العزیز اس حادثہ کا تحمل ہو جاتا ہے، اور تدریجی طور پر رنج وغم میں کمی ہو جاتی ہے۔ ان میں سے کچھ باتیں درج ذیل ہیں۔

اس سلسلے میں دو باتوں کو پیش نظر رکھا جائے (۱) اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور (۲) حکیم بھی ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں ہر قسم کا تصرف بندے میں فرما سکتے ہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے اُن کے حکم سے ہوتا ہے۔ بغیر اس کے حکم کے ذرہ بھی ہل نہیں سکتا۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں اُن کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ جن کے جاننے کا انسان نہ مکلّف ہے اور نہ ان کا جاننا ضروری ہے۔

ان دو چیزوں کو بار بار ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بروقت یا خیال کرنے پر یہ دونوں باتیں سامنے آجائیں۔ اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچے کہ بحکم خداوندی ہوا۔ جیسے کہ پہلی بات میں کہا گیا ہے۔ پھر سوچے کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی مصلحت ہے گو ہم کو اس کا علم نہ ہو، اس طرح ان شاء اللہ جسم کو تکلیف کے باوجود دل پر پریشانی نہ ہوگی۔ اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ عاقل شخص کا آپریشن ہوتا ہے۔ ہاتھ کٹنے پر تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ اس میں میری مصلحت ہے، اس لیے وہ ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے، اس کو فیس بھی دیتا ہے اور یہی آپریشن نافہم بچے کا ہو تو وہ چونکہ مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اور یہ جانتا نہیں کہ اس میں میری مصلحت ہے، اس لیے وہ گالی تک دے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصلحت کا خیال سکون بخش ہوتا ہے۔ اس کو بھی اختیار کرے۔ خصوصاً دعا خوب کرے کیونکہ یہ بڑی مؤثر چیز ہے۔ (دافع الغم صفحہ ۸ تا ۱۰)

حاجات کیلئے وظائف

مختلف حاجات و پریشانیوں کے ازالہ کیلئے مختلف وظائف پڑھنے کا عام طور پر معمول ہے۔ زیر نظر وظائف حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمودہ ہیں۔ (مرتب)

نافرمان اولاد یا بیوی یا ظالم افسر کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ اگر اولاد نافرمان ہو یا بیوی نافرمان ہو یا شوہر ظالم ہو یا کسی ملازم کا افسر ظالم ہو، کوئی محلّہ کا دشمن ستا رہا ہو تو یہ وظیفہ نہایت مجرب ہے۔ ۴۰ دن بعد نماز عشاء دو سو مرتبہ پڑھے۔ اول آخر درود شریف ۱۱، ۱۱ مرتبہ پڑھے، ۴۰ دن بعد صرف ۲۱ مرتبہ ہر روز پڑھ لیا کرے۔ وظیفہ یہ ہے:

﴿ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ ﴾ (مجالس ابرار صفحہ ۲۹)

کرایہ دار کا تنگ کرنا:

ارشاد فرمایا کہ کرایہ دار شرارت کر رہا ہو تو بھی یہی پڑھے، جملہ مہمات اور مشکلات (کے حل) کیلئے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ایک سو گیارہ مرتبہ اول و آخر ۱۱ بار درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دعا کر لیا کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمل کی بہت تعریف لکھی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۲۹)

کسی سے حق وصول کرنا:

ارشاد فرمایا کہ کسی سے اپنا حق طلب کرتے وقت صاحب معاملہ کے سامنے جب جائے تو یَا سُبُّوْحُ۔ یَا قُدُّوْسُ۔ یَا غَفُوْرُ۔ یَا وَدُوْدُ پڑھ کر جائے اور سامنے بھی آہستہ آہستہ پڑھتا رہے۔ کرایہ لینے جائے یا جس سے کام

ہوا سکے سامنے اس کو پڑھنے سے ان شاء اللہ اسکا دل نرم ہو جائیگا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۲۹)

ہر مرض سے شفا کیلئے:

ارشاد فرمایا کہ ہر مرض کی شفا کیلئے یَا سَلَامُ ۱۳۱ مرتبہ اول آخر درود شریف ۱۱، ۱۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرنا اور دعا کرنا کہ اے خدا اس نام پاک یَا سَلَامُ کی برکت سے جملہ امراض سے سلامتی عطا فرما۔ مجرب ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۹)

جس کے اولاد نہ ہو:

ارشاد فرمایا کہ اولاد نرینہ (لڑکا) ہونے کے لیے رَبِّ هَبْ لِیْ وَلِیًّا ۱۰۵ مرتبہ ایک نماز کے بعد یا ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کریں۔ نیز اولاد عطاء ہونے کے لیے ۱۶ خانے بنا کر اس کے ہر خانے میں یَا بَدُّوْحُ پلیٹ میں زعفران کے رنگ سے ہر روز لکھ کر پانی سے دھو کر شوہر اور بیوی کو پلائیں۔ ۴۰ دن کا عمل ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۹ ۴۷)

جس پر مقدمہ ہو:

ارشاد فرمایا کہ جس پر مقدمہ دائر ہو وہ یَاحَفِیْظُ کثرت سے پڑھے اور جو خود کسی پر مقدمہ دائر کرے یَالَطِیْفُ کی کثرت کرے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۷)

گمشدہ انسان یا چیز کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ گمشدہ چیز یا جانور یا انسان کی واپسی کیلئے یہ وظیفہ مجرب ہے۔ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو عطاء فرمایا۔ ۲ رکعت نماز حاجت پڑھ کر پھر سورۂ اخلاص ۵ مرتبہ مع سورۂ فاتحہ اول آخر درود شریف پڑھے پھر یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ ۵۰۰ مرتبہ پڑھے اور دعا کرے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۱)

سنگین مقدمہ کیلئے:

ارشاد فرمایا کہ سنگین مقدمہ میں جو پھنس گیا ہو وہ شخص یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ صاف کپڑے پہن کر عطر لگا کر پڑھے۔ نہ وقت کی قید، نہ عمر کی قید، نہ مرد عورت کی قید۔ ایک جوڑا کپڑا اس کیلئے الگ رکھے۔ یہ عمل برائے سنگین مقدمہ مجرب ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۹)

ہر نقصان سے حفاظت:

ارشاد فرمایا کہ سورۂ اخلاص ۳ بار، سورۂ فلق ۳ بار اور سورۂ الناس ۳ بار بعد نماز فجر، بعد نماز مغرب دفع ضرر کے لیے مجرب ہے، دشمن اور حاسدین کے شر سے حفاظت رہے گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۹)

امتحان میں کامیابی:

ارشاد فرمایا کہ یَانَاصِرُ ۲۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھے تو اول نمبر پاس ہونے کا مجرب وظیفہ ہے، مگر محنت سے علم میں غفلت نہ کرے۔ تدبیر کرنا ضروری ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۷)

کسی کے انتقال سے گھبراہٹ:

ارشاد فرمایا کہ جب کسی عزیز کے انتقال سے دل پر گھبراہٹ ہو تو یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ کثرت سے پڑھتا رہے۔ اس سے دل سنبھل جاتا ہے۔ ۔۔۔ رونا آوے تو خوب رو لے، تذکرہ کرے، صدمہ محسوس ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لے جس قدر زیادہ صدمہ ہوتا ہے اسی قدر راجر بھی زیادہ ملتا ہے۔ رونے سے غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۱-۴۷۲)

لڑکیوں کے رشتہ کیلئے:

ارشاد فرمایا کہ لڑکیوں کے رشتہ کیلئے یَا لَطِیْفُ یَا وَدُوْدُ ۱۱۱۱ مرتبہ پڑھیں۔ ۴۰ دن کا عمل بار بار کریں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۹)

سکون قلب کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ ایک خاتون رئیس گھرانے کی آئی تھیں اور کہنے لگیں، راحت کے تمام اسباب ہیں مگر قلب کو سکون نہیں ملتا۔ میں نے کہا کہ ''راحت القلوب'' کا وعظ مطالعہ میں رکھیے اور یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ ۱۰۰ مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اکثر اوقات پڑھتی رہیں جس قدر ہو سکے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۹)

مصائب اور فتنوں سے نجات کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ موجودہ حالات اور مصائب اور فتنوں سے نجات کیلئے ہر مسلمان کو کم از کم سو مرتبہ صبح وشام آیت کریمہ:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

پڑھ کر دعائے عافیت کرنی چاہئے۔ مساجد میں سب نمازی مل کر کم از کم ایک ہزار کا ورد صبح وشام یا ایک وقت مقرر کر کے دعا اجتماعی کر لیا کریں۔ ان شاء اللہ حالات بدل جائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ کے قبضہ میں سب کچھ ہے۔ مالک ہی کو راضی کرنے سے بلائیں دور ہو سکتی ہیں۔ (آئینہ ارشادات ص ۱۴)

حافظہ بڑھانے کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ یَا عَلِیْمُ ایک سو پچاس (۱۵۰) مرتبہ روزانہ پڑھا کرے، اس کی برکت سے حافظہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ (مجالس محیی السنہ ص ۱۱۴)

ارشاد فرمایا کہ جو حضرات اصلاح میں باضابطہ مشغول نہیں ہیں لیکن صالحین کے پاس آمد ورفت رکھتے ہیں ان کو مشورہ دیا جائے کہ وہ ایک تسبیح درود شریف، ایک تسبیح کلمہ طیبہ، ایک تسبیح اللہ اللہ کر لیا کریں اگر ان تینوں پر عمل نہ ہو سکے تو ان میں سے جس ایک پر بھی عمل ہو سکے شروع کر دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ اضافہ اور ترقی کا سبب بنے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۱۴)

رزق کی تنگی دفع کرنے کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ رزق کی تنگی دفع کرنے کیلئے تین سو آٹھ (۳۰۸) مرتبہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھ لیا کریں اور ہر فرض نماز کے بعد اور جمعہ کے دن مغرب سے کچھ قبل دعا کی قبولیت کا وقت ہے، خوب دعا کریں، دل کو حاضر کریں، کیونکہ دعا دل کی پکار کا نام ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۰)

مریضوں کی صحت یابی کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ مریضوں کی صحت کیلئے کم از کم گیارہ (۱۱) بار الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائے اور کثرت سے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کر کے پانی پر پلاتے رہیں۔ جس قدر زیادہ تعداد الحمد شریف کی ہوگی اثر بڑھتا جاوے گا۔ مریضوں کو اس عمل سے بہت جلد حق تعالیٰ کی رحمت سے شفا ہوگی۔ اس سورۃ کا نام سورۂ شفا بھی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۲)

طویل بیماری سے شفا کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ اگر بیماری طویل بھی ہو تب بھی الحمد شریف کی کثرت سے تلاوت کر کے پانی پر دم کر کے پلانا بہت مفید ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۱)

ہر پریشانی سے نجات کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ ایک دعا ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ:

﴿ اِذَا کَرَبَہٗ اَمْرٌ یَقُوْلُ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ﴾

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بے چینی اور پریشانی ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے "اے وہ ذات جو کہ حقیقی زندہ اور سنبھالنے والی ہے آپ ہی کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں" اس کو کثرت سے پڑھنا چاہیے، یہ بھی انسان کیلئے

باعث صبر ہے، نافع ہے، اس سے تسلی ملا کرے گی۔ (طریق الصبر ،صفحہ ۳۱)

سب بلاؤں سے حفاظت کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس صبح وشام تین تین بار پڑھ لیں تو حق تعالیٰ سب بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ گھر کے بچوں کو بھی یاد کرادینا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۸)

دشمن کے شر سے حفاظت کے لیے :

ارشاد فرمایا کہ جب دشمن ستا رہا ہو تو اسکی ایذا سے حفاظت کی نیت سے یَا قَابِضُ بعد نماز مغرب ۲۱ بار پڑھ کر دعا کرلیا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ مغلوب ہو جائیگا۔ اسی طرح صبح وشام حزب البحر کا معمول بنالیا جائے اور سورۂ اخلاص و سورۂ فلق و سورۂ الناس تین تین بار پڑھ کر صبح وشام اپنے بدن پر دم کرلے اور اللہ تعالیٰ کے رب العالمین، رحمٰن و رحیم ، ناصر وولی ہونے کا سوچیں۔ اسکے ساتھ ساتھ مالک وحاکم وحکیم ہونے کا سوچیں، ہر مشکل کا حل اسی میں ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یا رب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

اور اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا مِمَّا شِئْتَ کا ورد بھی ہر نماز کے بعد ے مرتبہ کرلے۔

(مجالس ابرار ص ۱۰۶)

افسر کا سامنا ہو تو :

ارشاد فرمایا کہ جب کسی افسر کا مواجہ ہو تو یَا سُبُّوْحُ ، یَا قُدُّوْسُ ، یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ کا ورد رکھیں انشاء اللہ اسکی برکت ظاہر ہوگی۔ (مجالس ابرار ص ۱۰۶)

برکت کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ اگر درود شریف کم از کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھ لیا جاوے تو بڑی برکتیں حاصل ہونگی اور بہت نور قلب میں پیدا ہوگا اور ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر دس نیکی کا ملنا، دس گناہ معاف ہونا، دس درجہ بلند ہونا حدیث پاک میں موعود ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۶۵)

نظر بد لگ جانے کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ نظر بد کا علاج مجرب ہے۔ جس پر نظر لگی ہو، سات سرخ مرچوں پر وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ سے اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ۲۹ رکوع ۴) تک ۷ مرتبہ پڑھ کر دم کریں یا الگ الگ مرچ پر ایک بار پڑھ کر دم کریں، پھر ایک مرچ کو اسکے جسم سے یعنی سر سے پیر تک دونوں طرف لگا کر آگ میں جلا دیں۔ اگر دھانس آنے لگے تو سمجھ لیجئے نظر اتر گئی اور اگر دھانس نہ آوے تو دوبارہ یہی عمل کیا جاوے۔ (مجالس ابرار ص ۴۱۹)

ہر مشکل کے حل کے لیے:

ارشاد فرمایا کہ ہر مشکل کے حل کیلئے یَا لَطِیْفُ ۱۱۱۱ مرتبہ ۴۰ دن پڑھیں اور اول آخر درود شریف ۱۱-۱۱ بار پڑھیں۔ (مجالس ابرار ص ۴۷۹)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کاروبار کرتے ہیں اس میں کامیابی ہوتی ہے اور ناکامی بھی ہوتی ہے، جس کام پر کامیابی ملنے کا وعدہ نہیں اس کے لیے تو محنت اور کوشش کی جاتی ہے لیکن جس کے لیے فرمایا گیا حدیث میں کہ اس کے کرنے سے فاقہ نہیں ہوگا اس کو کیوں نہیں کرتے، اس کا بھی اہتمام اور پابندی کرنا چاہیے، اور وہ سورہ واقعہ مغرب کے بعد پڑھنا کیا مشکل ہے۔ تھوڑے سے اہتمام اور فکر کی ضرورت ہے، حدیث میں ہے کہ:

﴿مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا﴾ (مشکوۃ صفحہ ۱۸)

''جوشخص ہر شب کو سورہ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا''۔

تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کرلے، پابندی سے پڑھے، پھر اس کے فائدہ کا بھی مشاہدہ ہوگا۔ (منصب مومن صفحہ ۲۳)

دل میرا ہو جائے اک میدانِ ہُو
تو ہی تو ہو، تو ہی تو ہو، تو ہی تو

غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

ہو میرے تن میں بجائے آب و گل
دردِ دل ہو، دردِ دل ہو، دردِ دل

مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ

کھانے پینے کے آداب

(حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے کھانے کے وقت قالین بچھانا چاہا تو)

ارشاد فرمایا کہ نہیں، مت بچھاؤ۔ کھانے کی سطح سے کھانے والے کی سطح ذرا بھی بلند نہ ہونا چاہیے یا پھر اتنا بڑا قالین یا کوئی فرش ہو جس پر دستر خوان بھی بچھایا جا سکے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی کھانا چارپائی کے پائینتی رکھا ہو اور خود سرہانے بیٹھ کر کھایا ہو کھانے کو ہمیشہ سرہانے کی طرف رکھ کر کھاتا ہوں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۱)

ارشاد فرمایا کہ جب پانی پیتا ہوں تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ یاد آجاتے ہیں، ایک مرتبہ کراچی میں تشریف فرما تھے۔ ناشتہ پر مولانا بھی تشریف فرما تھے۔ کچھ مذاکرہ آداب طعام وسنن کے بارے میں ہو رہا تھا تو اس موقع پر فرمایا کہ خالی مشروب کی دعا نظر سے گزری ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہم لوگوں میں کمی ہر اعتبار سے ہے، ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے، پھر مولانا نے کتاب کا حوالہ دیا اور وہ دعا بتلائی۔ جب پانی پیتا ہوں یا کوئی چیز پیتا ہوں تو وہ دعا یاد آجاتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔

''اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے شیریں چیز پلائی جو ہمارے حلق میں آسانی سے اترنے والی ہے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اسے کڑوا اور حلق میں پھنسنے والا نہیں بنایا''۔

یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے یہ دعا عام طور پر کتابوں میں نہیں ملتی اس کو یاد کر لینا چاہیے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۴۔۲۵)

ارشاد فرمایا کہ جب کھانا کھاتے وقت کوئی ٹکڑا غذا کا زمین پر گر پڑے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالینا بھی سنت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۲)

ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں اجتماع تھا۔ احقر کی بھی دعوت تھی۔ گدے لگے تھے، اجتماع صالحین کا تھا۔ ہم گدے پر نہیں بیٹھے ہم کو اصرار کے ساتھ گدے پر بٹھایا گیا۔ پھر جب دسترخوان بچھایا گیا تو کھانا نیچے اور کھانے والوں کی سطح گدوں کے سبب بلند۔ احقر نے گزارش کی کہ یہ کھانے کے اکرام کے خلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہاں یہی رواج ہے۔ اور ہمارے یہاں اس کو بے ادبی نہیں سمجھتے۔ عرض کیا گیا کہ اگر دونوں جگہوں میں کوئی فرق نہ تھا تو مجھے گدوں پر بیٹھنے کیلئے کیوں اصرار فرمایا گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۳)

ارشاد فرمایا کہ آج عام طور پر بعض صلحاء کے یہاں بھی اس کا اہتمام نہیں کہ کھانا مہمانوں کے بیٹھنے سے قبل دسترخوان پر نہ رکھیں۔ اس طور پر کھانا انتظار کرتا ہے۔ یہ خلاف ادب ہے، اسی طرح دسترخوان اٹھنے سے قبل سب اٹھ جاتے ہیں۔ پہلے دسترخوان اٹھنا چاہئے پھر کھانے والوں کو اٹھنا چاہئے۔ دسترخوان اٹھاتے وقت کی دعا جو تعلیم فرمائی گئی ہے وہ پھر کس وقت پڑھیں گے یہ مسنون دعا بھی کم لوگوں کو یاد ہوتی ہے۔ دسترخوان اٹھاتے وقت کی دعا یہ ہے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ يَا رَبَّنَا۔﴾ اس کی سہل صورت یہ ہے کہ سب لوگ نہ ہوں تو دو ایک آدمی دسترخوان پر بیٹھے رہیں جب تک کہ دسترخوان اٹھا نہ لیا جائے۔ اس طرح شروع میں بھی دو ایک آدمیوں کو دسترخوان پر بیٹھ جانا بھی کافی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۶۵۔۶۶)

ارشاد فرمایا کہ کھانے کے ان آداب سے کھانے میں برکت ہوگی، حق تعالیٰ خوش ہوں گے۔ صاحبو! جب رزق کم ہو جاتا ہے یا بالکل چھن

جاتا ہے تب قدر معلوم ہوتی ہے کہ بعض کوفاقے کی تکلیف میں تندور پر صرف روٹی کی خوشبو سے تقویت حاصل کرتے دیکھا گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۶)

ارشاد فرمایا کہ کھانے کے وقت میں جن باتوں کا تذکرہ نہ کیا جائے ان کی فہرست یہ ہے۔

(۱) بیماری کا ذکر (۲) موت کا ذکر۔ (۳) کسی فکر وتشویش کی بات۔
(۴) علمی دقیق باتیں۔ (۵) سلام نہ کرے۔ (۶) کھانے میں عیب نہ نکالے
(مجالس ابرار صفحہ ۳۴۹)

ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام سے مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے دھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ لیکن کھانے کا یہ اکرام کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونا سنت قرار دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق کا کتنا اکرام ہے اور ہاتھ دھو کر کھانے کے لئے جب بیٹھے تو تولیہ یا کسی رومال سے نہ پونچھے تاکہ یہ ہاتھ دھلنے کے بعد رزق ہی سے لگیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۲)

ارشاد فرمایا کہ رزق کا ادب اس قدر کیوں ہے؟ کیونکہ رزق جسم کی پرورش کرتا ہے اور جسم نہ ہو تو عبادت اور تلاوت جو روح کی پرورش کا سامان ہے کچھ نہیں ہوسکتا۔ وعظ و درس سب اسی پر موقوف ہے۔ کھانے کو نہ ملے تو وعظ و درس و عبادات سب ختم ہو جاوے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۸)

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ ”طیبات کھاؤ اور اچھے عمل کرو“۔

تو اس کا حاصل یہ ہے کہ بڑھیا کھاؤ تو بڑھیا عمل بھی کر دکھانا۔ اچھا کھا کر اچھا عمل نہ کرے بلکہ برا عمل کرے تو کس قدر ناشکری ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۸)

ارشاد فرمایا کہ دسترخوان پر جو کھانے کے ذرّات گریں ان کو اٹھا کر کھالے یا چیونٹیوں کے بلوں کے پاس ڈال دے۔ کھانے کے بعد انگلیاں

چاٹ لے۔ پلیٹ اور پیالہ بھی کھانے کے بعد صاف کرلیں کہ برکت نہ جانے کس چیز میں ہے۔ جب رزق کی برکت سے انسان محروم کردیا جاتا ہے تو روتے پھرتے ہیں کہ میری روزی میں برکت نہیں ہوتی۔ تعویذ دیجیے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۲)

ارشاد فرمایا کہ دسترخوان کی سنت میں ایک خاص حکمت یہ بھی ہے کہ کھانے کے ذرّات کو محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ جس طرح ہیرے کے ذرّات کو محفوظ کیا کرتے ہیں، بعد ناشتہ دسترخوان کو کیاری میں جھاڑا گیا تو فرمایا کہ پیاری چیز کو کیاری میں ڈالنا بہت مناسب ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۰۹)

ارشاد فرمایا کہ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے میں بھی غذا کے ذرّات کی قدر و حفاظت کی گئی ہے کہ نامعلوم برکت کس حصے میں ہے نیز اپنا احتیاج ظاہر کیا گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۱۰)

ارشاد فرمایا کہ کھانے کے وقت کسی رنج و فکر کی بات نہ کریں اور کسی حادثہ اور غم کی خبر بھی نہ دیں۔ اس طرح پائخانہ، پیشاب اور قے اور کسی ایسی چیز کا ذکر نہ کریں جس کو سن کر طبیعت میں کراہت اور متلی کا رجحان پیدا ہو۔ علماء نے تو کھانے کے وقت سلام تک کو منع کیا ہے کہ اچانک جواب دینے میں کہیں لقمہ ہوا کی نالی میں پھنس کر موت کا سبب نہ ہو جاوے۔ اسی طرح ایسے مسائل اور علوم کا بھی ذکر نہ چھیڑیں جس میں دماغ کو فکر اور مشغولی ہو۔ البتہ سرسری لطیفے اور ہلکے درجے کی خوش مزاجی میں مضائقہ نہیں بلکہ مفید اور معین ہضم ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۸۲)

ارشاد فرمایا کہ طعام مشتبہ یا حرام سے تمام ظلمات و کدورات نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیونکہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء عروق میں پھیلتی ہے پس جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا۔ اور ویسے ہی افعال اس

سے سرزد ہونگے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۱۶)

ارشاد فرمایا کہ جب کسی کے ہاں دعوت کھائے تو یہ دعا پڑھے:

﴿ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃِ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ ﴾ (مشکوۃ ۲/۳۶۹)

''نیک لوگ تمہارے یہاں کھانا کھائیں اور فرشتے دعائے مغفرت کریں اور روزہ دار تمہارے یہاں افطار کریں''۔

ظاہر ہے کہ جب نیک لوگ کھائیں گے تو ان کی صحبت ملے گی اور نیک لوگوں کی صحبت تمام امور خیر کی جڑ ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۱)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کھانے کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بھی ہے تو کھانے کے شکر کے ساتھ اسلام پر شکر کا کیا ربط ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جس نعمت کا تسلسل ہوتا ہے اس کا احساس نہیں ہوتا جیسے صحت، برعکس کھانے میں کہ بھوک لگتی ہے پھر حاجت تازہ ہو جاتی ہے۔ تو یہ شریعت کا احسان ہے کہ ایمان کی نعمت کا احساس جو تسلسل کے سبب بعض وقت نہیں رہتا۔ کھانے کی حسّی نعمت کے ساتھ باطنی اور معنوی نعمت ایمان اور اسلام کی طرف متوجہ کرا دیا اور نعمت کے شکر پر زیادتی نعمت کا وعدہ ہے۔ پس حسّی نعمت اور معنوی نعمت دونوں میں اس شکر کے سبب اس دعا سے ترقی ہوگی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کھانا کھایا کرو تو دعا بھی پڑھ لیا کرو اور دعا بھی بتلائی گئی اور اگر بتلائی نہ جاتی تو اس دعا کو لوگوں کے ڈر کے خیال سے کوئی بھی نہ پڑھتا۔ کوئی بھی صالح سے صالح شخص نہ پڑھتا کہ لوگ کہیں گے کہ بڑے حریص معلوم ہوتے ہیں کہ مرغا کھایا اور کباب کھایا پھر بھی بڑھیا چیز مانگ رہے ہیں۔ حکم ہے کہ یہ دعا پڑھو:

﴿ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ ﴾

''اے اللہ ہم کو اس میں برکت دیجئے اور اس سے بڑھیا چیز کھلایئے''

ویسے اگر حدیث کا علم نہ ہو تو لوگ کہیں گے کہ صاحب دیکھو کیسے حریص ہیں؟ کہ مرغ کھا رہے ہیں، کباب کھا رہے ہیں اور پلاؤ کھا رہے ہیں پھر بھی بڑھیا چیز مانگ رہے ہیں۔ ارے بھائی کیا بات ہے۔ گُر یہی ہے کہ جب بڑے سے کوئی چھوٹا مانگتا ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم سے مانگتے رہو، مانگتے رہو، اور مانگو اور مانگو اور کب تک یہ دعا پڑھے؟ جب تک دودھ پینے کو نہ ملے اور جب دودھ پینے کو ملے تو یہ دعا پڑھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ﴾

''اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دیجئے اور اس میں زیادتی کیجئے''

دودھ اور پلایئے تو دودھ کتنی بڑی نعمت ہے سب سے بڑی نعمت دودھ ہے اس سے بڑھیا اور کوئی چیز نہیں۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۲۶۔۲۷)

ارشاد فرمایا کہ گناہ کرنے سے رزق میں من جانب اللہ تنگی ہو جاتی ہے۔ راستہ وہاں سے بند ہو جاتا ہے۔ بعضے بچے برتن میں کچھ دال لگی رہی، سالن وغیرہ لگا رہا، دھو دیتے ہیں۔ یہ غلطی کی بات ہے، بہت بڑی غلطی کی بات ہے، رزق کی تنگی کا باعث بنتا ہے، پھر برسوں پریشان ہونا پڑتا ہے، برتن کو چاٹ لو، صاف کرلو، دال بچ گئی ہو تو پی لو، کسی سے کھائی نہیں جاتی تو خیر اس کی تو اجازت ہے کہ ساتھی کھا رہے ہوں تو کہہ دے لو اس کو صاف کرلو، وہ صاف کرلے، ایسے ہی انگلیوں میں دال یا سالن وغیرہ لگا ہو تو اس کو چاٹ لو۔ حدیث میں ہے کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَلْعَقُ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْسَحَهَا ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے''۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

﴿ لَا یَاْکُلَنَّ اَحَدُکُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا یَشْرَبَنَّ بِهَا ﴾ (مشکوۃ جلد۲ صفحہ۳۶۳)

''تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیے''۔

کتنی شدت کے ساتھ الٹے ہاتھ سے کھانے پینے سے منع کیا گیا اور اس کی وجہ بھی بتلائی گئی ہے۔

﴿ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْکُلُ بِشِمَالِهٖ وَیَشْرَبُ بِهَا ﴾ (مشکوۃ جلد۲ صفحہ۳۶۳)

''اس لیے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے''۔

تو الٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ اس کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص بظاہر کھانے پینے میں اس کے طور وطریقہ کی نقل کرے گا تو اس کی وجہ سے اس میں اس کے اثرات پیدا ہونگے۔ چنانچہ ایسے لوگوں میں شیطنت کا اثر مشاہدہ میں آتا ہے۔ یعنی عُجب، خود پسندی، اپنی فہم پر اعتماد، اپنے بڑوں کی عیب جوئی یہ امراض پیدا ہوجاتے ہیں اور یہ اسی کا اثر ہے۔ اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ (خصائص مومن صفحہ۹)

ارشاد فرمایا کہ جب کسی کے ہاں دعوت کھائے تو یہ دعا پڑھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ ﴾ (حصن حصین صفحہ۲۲)

''اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا''۔

(مجالس ابرار صفحہ۱۲۷)

ارشاد فرمایا کہ کھانے پینے کی سنتیں ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

۱......کھانے سے پہلے کلائی تک ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

۲......دستر خوان بچھانا۔

۳......کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ پڑھنا۔

۴......کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا۔

۵......جس چیز میں سب انگلیاں نہ لگانی پڑیں اس کو تین انگلیوں سے کھانا۔

٦......کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لینا۔

ے......پیالہ یا پلیٹ جس میں کھایا ہو خوب صاف کر لینا۔

۸......اگر ہاتھ سے لقمہ گر جاوے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالینا۔ (یہ سرکاری نعمت ہے جب نہیں ملتی تب قدر معلوم ہوتی ہے، تکبر نہ کرنا چاہیے)

۹......اگر سالن میں مکھی گر پڑے تو غوطہ دے کر پھینک دیا جائے (بشرطیکہ سالن بہت تیز گرم نہ ہو کہ اس کا اثر اس میں داخل ہو جائے جیسے تیز گرم چائے) کیونکہ مکھی کے ایک بازو میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔ پہلے زہریلے بازو کو ڈالتی ہے۔ دوسرے بازو سے اس کا تدارک ہو جائے گا۔

۱۰......کھانا تواضع کے ساتھ کھانا، تکیہ لگا کر نہ کھانا۔

۱۱......اگر کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں تو سب مل کر آدھا آدھا پیٹ کھالینا۔ یہ نہیں کہ کوئی تو سیر ہو کر کھالے اور کوئی پیٹ کو پیٹتا پھرے۔

۱۲......کھجور، مٹھائی، انگور وغیرہ اگر کئی آدمی مل کر کھائیں تو ہر شخص ایک ایک دانہ اٹھائے۔ دو دو ایک دم سے لینا بے تمیزی اور حرص کی دلیل ہے۔

۱۳......پیاز، لہسن خام یا کوئی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں یا مجمع میں نہ جاوے۔ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

۱۴......کھانا سب کو مل کر کھانا، اس سے برکت ہوتی ہے۔

۱۵......کھانا کھا چکنے کے بعد دستر خوان اٹھنے سے پہلے سب کا اٹھ جانا خلاف ادب ہے۔

۱٦......اگر پہلے کھا چکے تو بھی دستر خوان پر بیٹھا رہے۔ اور دوسرے ساتھی کا ساتھ دے تا کہ شرمندہ ہو کر بھوکا رہنے کے باوجود وہ بھی نہ چھوڑ دے۔

۱ے......دستر خوان پر کھانا لگنے سے پہلے کھانے والوں کا بیٹھ جانا تا کہ کھانا انتظار

نہ کرے۔ کھانے والے سرکاری نعمت کا انتظار کریں۔

۱۸...... کھانے کے بعد رزاق حقیقی کا شکر ادا کریں اور یہ دعا پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا''۔

۱۹...... پھر جب دستر خوان اٹھایا جائے تو یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّ لَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا﴾ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۵)

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے ایسی تعریف جو بہت ہو، پاکیزہ ہو اور بابرکت ہو۔ اے ہمارے رب! ہم اس کھانے کو کافی سمجھ کر یا بالکل رخصت کر کے یا اس سے غیر محتاج ہو کر نہیں اٹھا رہے ہیں''۔

۲۰...... مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا بھی سنت ہے۔

۲۱...... مہمان کی خاطر مدارت کرو۔ ایک روز کسی قدر تکلف کا کھانا کھلا دو، تین دن اس کی مہمانی کا حق ہے۔ مہمان کو بھی زیبا نہیں کہ میزبان کے گھر جم ہی جائے کہ وہ تنگ ہو جائے۔

۲۲...... کھانے کے وقت جوتا اتار کر کھانا چاہیے۔

۲۳...... پانی بِسْمِ اللّٰهِ کہہ کر پینا اور پی کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا۔

۲۴...... پانی کو ایک سانس میں نہ پینا اور تین سانس میں پینا اور سانس لیتے وقت برتن سے منہ الگ رکھنا۔

۲۵...... مشک سے منہ لگا کر نہ پینا یا کوئی بھی ایسا برتن ہو جس سے دفعۃً پانی زیادہ آجانے کا احتمال ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ اس میں کوئی سانپ یا بچھو آجائے۔

۲۶...... پانی پی کر اگر دوسروں کو بھی دینا ہے تو پہلے داہنے والے کو دیں اور پھر اسی ترتیب سے دور ختم ہو۔

۲۷......برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے کی طرف سے نہ پینا۔ اس سے حدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔

۲۸......رات کو کھانے پینے کے برتنوں کو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر ڈھانک دینا۔

۲۹......کھانے پینے کا ہدیہ کسی کو پہنچانا ہو تو ڈھانک کر لے جائے۔

۳۰......دودھ پینے کے بعد یہ دعا مسنون ہے:

﴿ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ ﴾ (حصن حصین صفحہ ۲۲۲)

''اے اللہ تو ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو زیادہ دے''۔

۳۱......اگر شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو یوں پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ۔

''میں نے اس کے اول اور آخر میں اللہ کا نام لیا''۔

۳۲......کھانا کھانے کی ابتداء مجلس میں سب سے محترم اور بزرگ سے کرانا۔

۳۳......کھاتے وقت اکڑوں بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرین زمین پر ہو یا ایک گھٹنا کھڑا ہو اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر اس پر بیٹھے یا دونوں گھٹنے زمین پر بچھا کر قعدہ کی طرح بیٹھے اور آگے ذرا جھک کر۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳)
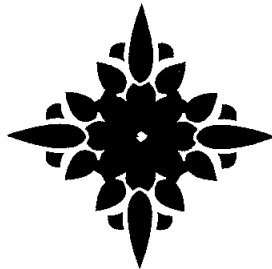
گناہوں کی وبا اور اس کا انسداد

آدمی جب گناہ کرتا ہے اپنے دل کو سیاہ کرتا ہے
دار فانی کے عیش کی خاطر اپنی عقبٰی تباہ کرتا ہے

وبا جو بھی ہو بری ہوا کرتی ہے اور پھر گناہوں کی وبا سے تو آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی طرح طرح کے مصائب وعذابوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے گناہوں کی وبا کو کیسے روکا جائے۔ زیرِ نظر مضمون میں اس کا حل اور علاج مذکور ہے جسے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے منتخب کیا گیا ہے جو تمام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور دینی خدمات سرانجام دینے والوں کے لئے بالخصوص دعوت فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا احساس نصیب فرمائے۔ آمین (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ اچھائیوں کو پھیلانا اور برائیوں سے روکنا یہ دینی حق ہے اور اُمت مسلمہ کا مستقل فریضہ ہے اس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ خود بھی طاعات کا اہتمام کرے اور گناہوں سے بچے۔ اسی کے ساتھ دوسروں کو بھی اچھائیوں کی دعوت دے اور برائیوں سے روک ٹوک کرے۔ آج منکرات پر روک ٹوک کے سلسلہ میں جیسی محنت اور کوشش ہونی چاہیے، اس کے لئے جیسی فکر ہونی چاہیے اس میں کمی ہوتی جارہی ہے۔ آج روک ٹوک کی کمی سے برائیاں سیلاب کی طرح پھیلتی جارہی ہے۔ ہمارے معاشرے میں مختلف قسم کے منکرات ہو رہے ہیں مگر ہم کو اس کی اصلاح کی فکر نہیں الّا ماشاءاللہ! اپنی اولاد، اپنے متعلقین اور دوست احباب کو ایک مکھی جو چائے کی پیالی میں پڑ گئی ہو اس کو نگلنے نہ دیں گے لیکن گناہوں کے روحانی سانپ اور بچھوان کے پیٹ میں داخل ہو جائیں سب گوارا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ (خصائص مومن صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ ارشاد خداوندی ہے ”تم میں ایک جماعت ایسی

ضرور ہونی چاہیے جو اچھی باتوں کا حکم کرے اور بُری باتوں سے روکے''۔ ماشاء اللہ ہمارے اکابر کی طرف سے ایک کام ہو رہا ہے جو سارے عالم میں پھیل چکا ہے۔ اس کے ذریعے سے اچھی باتوں کو خوب پھیلایا جا رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے برائیوں کے مٹانے کی بھی جماعتی محنت ہو رہی ہے یا نہیں؟ جس طرح مساجد و مدارس اور دیگر کاموں کے لئے کمیٹیاں ہیں اور انتظام کے لئے جماعتیں ہیں۔ اسی طرح برائیوں کے مٹانے کے لئے کوئی جماعت ہے؟ جس طرح اچھائیوں کا پھیلانا فرض کفایہ ہے اسی طرح برائیوں کے مٹانے کے لئے بھی جماعتی اعتبار سے محنت کرنا یہ بھی فرض کفایہ ہے، آج اس سلسلہ میں غفلت ہو رہی ہے۔

(تعلیم الاصلاح صفحہ ۲۱-۲۲)

ارشاد فرمایا کہ جماعتی حیثیت سے منکرات کی اصلاح کا کام بھی ہونا چاہیے۔ اس کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ دین کے کام خوب ہو رہے ہیں، مختلف طریقوں سے دین کی محنت ہو رہی ہے۔ مخلصین بھی لگے ہوئے ہیں مگر اُمت کی حالت میں تبدیلی نہیں ہو رہی ہے۔ سارے عالم میں مصائب کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ امّت کی صلاح و فلاح کے لئے اصلاحی نسخہ میں کسی دوا کی اور ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ جماعتی حیثیت سے اصلاح منکرات کا جو کام نہیں ہو رہا ہے اس کو کرنا چاہیے۔ چنانچہ حدیث پاک میں قسم کھا کر فرمایا گیا ''تم لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیں گے۔ پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی'' (منصب مومن صفحہ ۳۳-۳۴)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح امر بالمعروف کا اہتمام سے جگہ جگہ کام ہو رہا ہے نہی عن المنکر کا بھی تو اہتمام سے کام ہونا چاہیے۔ دونوں ہی فرض کفایہ ہیں۔ آج کل برائیوں پر روک ٹوک نہ ہونے سے برائیاں تیزی سے پھیلتی جا رہی ہیں۔ جماعتی حیثیت سے اس کا کام بھی ہونا چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵)

ارشاد فرمایا کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ منکرات کی اصلاح کرنے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے تو بھائی بات یہ ہے کہ بے اصولی کرنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ امر بالمعروف کا کام بھی بے اصولی سے کیا جائے تو اس میں بھی انتشار ہوگا اگر یہ کام انتشار کا ذریعہ ہوتا تو شریعت میں اس کے کرنے کا حکم کیسے کیا جاسکتا تھا۔ حالانکہ فتنہ و فساد شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ تو اصل چیز جو فتنہ کا باعث بنتی ہے وہ بے اُصولی اور حدود کی رعایت نہ کرنا ہے۔ (تعیم الاصلاح صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ بھائی کوئی کسی منکر میں مبتلا ہو تو اس کی نکیر تو کرو مگر تحقیر مت کرو، نرمی سے سمجھایئے، ادب واحترام کو باقی رکھئے، غلطی میں شرکت نہ کرے، منکر کو منکر سمجھے، اس میں شرکت نہ کرے، اس کے طریقے ہیں، آداب ہیں، ہر حال کا حکم الگ ہے۔ جیسا موقع ہو ویسا ہی معاملہ کرنا چاہیے۔ اس کو علماء سے معلوم کرے، جس کا جو حال ہے اس کے بارے میں پوچھے کہ میرا یہ حال ہے۔ یہ حال ہے کہ فلاں منکر ہے اس کی اصلاح کیسے کروں؟ (خصائص مومن صفحہ ۴۲)

ارشاد فرمایا کہ عوام کا ذہن یہ ہے کہ کسی عالم کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور وہ عالم صاحب اس پر نکیر نہ کریں تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام صحیح ہے کیونکہ ان کے ذہن میں ہے کہ اگر کام غلط ہوتا تو مولانا صاحب منع کرتے، تو ان کے منع نہ کرنے اور خاموش رہنے کو اس کام کے صحیح ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔۔۔۔ حالانکہ یہ بالکل حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ شان صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی ہے، اس کے علاوہ کسی عالم کا سکوت حجت نہیں ہے۔

(تعیم الاصلاح صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ کسی جگہ پر فساد ہو رہا ہو بے قصور لوگوں کو قتل کیا جارہا ہو، مال و اسباب کو لوٹا جارہا ہو غرضیکہ قانون کی خلاف ورزی کھلے طور پر کی جارہی ہو اور جرم کا ارتکاب کیا جارہا ہو۔ ایسے موقع پر پولیس کے لوگ خاموش

تماشائی کی طرح کھڑے ہوں اور اس کی روک تھام نہیں کرتے تو ان کا یہ عمل جرم ہے یا نہیں۔ اس پر ان کو سزا یا باز پرس ہوگی یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ جرم ہے اس پر ان کی گرفت ہوگی۔ اسی طرح جب منکرات کھلے طور پر ہو رہے ہوں تو ایسے موقع پر امّت مسلمہ جس کی ڈیوٹی کا معاملہ پولیس والوں کی طرح ہے، اس کے روکنے کے لئے انفرادی اور جماعتی حیثیت سے کوشش نہ کرے، جہاں قدرت حاصل ہو وہاں اصلاح کی فکر نہ کرے اور برائیوں کے مٹانے کا اہتمام نہ کرے تو یہ اس کا جرم ہے۔ اس پر اس کا مواخذہ ہوگا۔ اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے ۔۔۔۔۔ ''جب لوگ کسی خلاف شرع امر کو دیکھیں اور اس کی اصلاح و سرکوبی کے لئے کوشش نہ کریں اور لوگوں کو اس سے باز نہ رکھیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے''۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۷۔۸)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی گناہ کی عادت ہے۔ ایک دم نہیں چھوڑ سکتے اور اس کی ہمت نہیں ہے تو رفتہ رفتہ چھوڑ دو، دس گناہ کی عادت ہے تو اس میں چند چھوڑو، ارے چار چھوڑ دو، دو چھوڑ دو، یہ بھی نہ ہو تو کم از کم ایک دن ایک چھوڑ دو پھر اسی طرح آٹھویں دن ایک ایک گناہ چھوڑتے چلے جاؤ۔ کسی کو افیم کی عادت ہو کچھ لوگ تو فوراً چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ کو اس کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ ایک دم نہیں چھوڑ سکتے تو اس کے لیے بھی طریقہ ہے اس پر عمل کیا جائے ۔۔۔۔ اسی طرح جس گناہ کی عادت پڑی ہوئی ہے، ہلکے ہلکے، تھوڑا تھوڑا اس کو چھوڑے، پہلے اس کی تدبیر معلوم کرے پھر اس کے موافق عمل کرے تو بہت جلد گناہ چھوٹ جائیں گے۔ (خصائص مومن صفحہ ۴۶، ۴۸)

ارشاد فرمایا کہ جب مومن کے چار کام ہو گئے ایک تو مامورات کا بجالانا، دوسرے منہیات سے بچنا، تیسرے اچھائیوں کا پھیلانا، چوتھے برائیوں سے روکنا، تو ظاہر ہے کہ انہی چاروں کاموں کو سو فیصد کرنے ہی پر اللہ کی رضا

اور خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے۔ اور اس کی فلاح اور کامیابی اسی پر موقوف ہے، تو اب دیکھنا یہ چاہیے کہ ان میں سے کن کن امور کو کیا جارہا ہے اور کون کون سے کام ایسے ہیں جو ہم سے چھوٹ رہے ہیں ہر شخص خود اپنا محاسبہ کرے اور اپنے روزمرہ کے اعمال کا جائزہ لے کہ اپنی ذمہ داریوں میں سے کس کس کو بجالا رہا ہے اور کس کس کے سلسلہ میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۸)

ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی چیز ہے مامورات کا بجالانا، اس کے پانچ شعبے ہیں عقائد، معاملات، عبادات، معاشرت اور اخلاق۔ ان شعبوں میں بعض ایسے ہیں کہ ان کو دین ہی نہیں سمجھتے، بالخصوص معاملات یعنی خریدنا، بیچنا، کرایہ پر لینا دینا، رہن رکھنا، تجارت میں شرکت کرنا اور معاشرت یعنی کھانا پینا، ملنا جلنا، چلنا پھرنا، اُٹھنا، بیٹھنا، لباس، ختنہ، عقیقہ، شادی وغمی وغیرہ اس کی طرف بہت زیادہ غفلت ہو رہی ہے معاملات کی صفائی کا بالکل اہتمام نہیں ہے، معاشرت بگڑتی جارہی ہے، غیر اسلامی معاشرت کو اختیار کیا جارہا ہے اسی طرح اخلاق کی اصلاح ودرستگی کی بھی فکر میں بہت کمی ہے، جسمانی اعتبار سے ذرا سی تکلیف ہو یا بیماری ہو جائے، اس کے علاج اور دوا کی فوراً فکر ہو جاتی ہے لیکن اخلاق گندے ہیں، مثلاً غصہ، حسد، بخل، نام آوری، عُجب وکبر میں مبتلا ہیں، ان کے علاج کی فکر ہی نہیں ہوتی، کتنی غفلت ہوتی جارہی ہے۔

(ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ گناہوں کے معاملے میں حد سے زیادہ غفلت ہے بہت سے گناہوں کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اُن کے جو نقصانات دنیا میں ہوتے ہیں اُن سے بھی واقف نہیں، یہی وجہ ہے کہ اکثر نماز روزے کے پابند لوگ حتیٰ کہ حاجی حضرات بھی ان سے نہیں بچتے۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ گناہ بڑی نقصان دہ چیز ہے، اس سے سخت احتیاط

کی ضرورت ہے۔ بعضے گناہ کا اثر بالکل زہر کی طرح ہے کہ نیکیوں کے اثرات کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔ ایک شخص نیکیوں کا اہتمام کرتا ہے، اچھے اچھے اعمال خوب کرتا ہے، طاعات کی فکر کرتا ہے، مگر گناہ سے نہیں بچتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لیے نیکیوں کی حفاظت کی ضرورت ہے کہ کوئی بے اصولی نہ ہو جائے کہ اس پر بجائے ثواب کے مواخذہ نہ ہو جائے۔

(ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہوں میں ایک ایک گناہ اوپر سے نیچے گرانے کے لئے کافی ہے یعنی جنت سے جہنم میں لے جانے کے لیے۔ ایک ایک گناہ یہ انسان کے تباہ کرنے لئے کافی ہے، ایک شخص اگر نوافل و مستحبات کا اہتمام کرتا ہے لیکن معصیت سے نہیں بچتا تو طاعت کے فوائد ضائع ہو جاتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی خوب مقوی غذائیں کھاتا ہے، طاقت کی دوائیں اور معجون وغیرہ استعمال کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ مہینہ میں ایک بار جمال گوٹے کی چند گولیاں بھی کھائے تو کیا ہوگا کہ جتنی قوت و طاقت آئی تھی وہ سب کی سب ایک ہی خوراک استعمال کرنے سے ختم ہو جائے گی۔ یہی معاملہ ہے گناہ کا کہ طاعت اور نیکیوں سے جو نور جمع ہوا تھا اور جو طاقت پیدا ہوئی تھی وہ گناہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ بعض گناہ سنکھیا کی طرح ہیں جن کا ضرر فوری ہوتا ہے، گناہ یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر آخرت میں تو مؤاخذہ ہوگا ہی، دنیا میں بھی اس کے نقصانات ہوتے ہیں۔ (ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز نہا دھو کر فوراً جس طرح طبیعت میں فرحت و انبساط کی کیفیت اور خوشی ہوتی ہے وہ کیفیت شام کو نہیں رہتی، ایسے ہی انسان جب گناہ سے بچتا رہتا ہے، حقوق ادا کرتا ہے تو قلب خوش رہتا ہے اور ہشاش و بشاش رہتا ہے، ظاہر ہے کہ قلب کی خوشی اور اس کا اطمینان و سکون یہ

بڑی چیز ہے، ہر انسان کو اس کی تلاش وخواہش ہے، تھوڑی سی فکر اور اہتمام سے یہ بات حاصل ہوسکتی ہے، گناہوں سے جتنا زیادہ پرہیز ہوگا قلب میں اتنا ہی سکون ہوگا گناہ جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی قلب میں وحشت و پریشانی ہوگی۔ اس لیے بس ایک ہی پرہیز ہے، وہ ہے گناہوں کا۔ اس کے بعد تو معاملہ آسان ہے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۰۹)

ارشاد فرمایا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعَ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
فَاِنَّ الْحِفْظَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٖ
وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

جیسے دوسرے لوگوں کا حافظہ ہے ویسے میرا حافظہ نہیں ہے یعنی حافظہ تو ہے لیکن جیسے فلاں کا ہے ویسا نہیں ہے۔ تو انہوں نے گناہ کے چھوڑنے کا حکم فرمایا، کیوں؟ اس لیے کہ حافظہ نورِ الٰہی ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا ہے۔

اس لیے بھائی گناہ سے بہت بچے اور جو چیزیں حافظہ کے لیے نقصان دہ ہیں اُن سے بھی احتیاط کرے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۷۷)

ارشاد فرمایا کہ انسان جب ایک بار غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اب اگر توبہ کرلے تو وہ صاف ہوجاتا ہے، اگر توبہ نہیں کرتا بلکہ دوبارہ اور تیسری مرتبہ غلطی کرتا ہے تو پھر وہ سیاہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے، جس سے انسان کا دل خراب ہوجاتا ہے۔۔۔۔ پھر اس کے اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں کہ الجھن، پریشانی اور بے چینی ہوتی ہے، اچھے اور نیک کام کرنے میں جی نہیں لگتا، اس لیے اگر کسی کا پڑھنے میں جی نہیں لگتا اور طبیعت

میں الجھن رہتی ہے تو اُس کو سوچنا چاہیے کہ کوئی غلطی و بے اصولی اور گناہ تو نہیں ہورہا ہے اور اگر ہے تو اس سے فوراً توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے گناہ وضو اور نماز وغیرہ عبادات سے معاف ہوجاتے ہیں اور بڑے گناہ یہ سانپ اور بچھو کی مانند ہیں جو کہ انسان کے نماز وروزہ کو کھا جاتے ہیں اور بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ ایک سوال ہوتا ہے کہ مسلمان کو جہنم میں کیوں ڈالا جائے گا؟ بات یہ ہے کہ گندے کپڑے کو آپ جس طرح الماری میں نہیں رکھتے بلکہ پہلے صفائی کے لیے اس کو بھٹی پر رکھا جاتا ہے، گرمایا جاتا ہے، تپایا جاتا ہے، کوٹا جاتا ہے جس سے پاک وصاف ہو کر اب الماری کے اندر قرینے سے سجا کر لگایا جاتا ہے۔ ایسے ہی گندے اخلاق مثلاً حسد، تکبر، کینہ وغیرہ اور گناہوں کی وجہ سے دل گندہ ہوگیا اور دنیا میں رہ کر اس کی فکر نہیں کی بلکہ ایسی ہی حالت میں گیا ہے تو دل کی صفائی کی ضرورت ہے، طہارت کی ضرورت ہے، اس لیے جہنم کی بھٹی میں ڈالا جائے گا تاکہ پاک وصاف ہوجائے، جب گندگیوں سے پاک ہوجائے گا تو جنت کے اندر جائے گا۔ (تعلیم السنہ صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ توبہ واستغفار سے گناہ تو معاف ہوجاتے ہیں مگر گناہ کی عادت ختم ہونے کے لیے ہمت اور مجاہدہ کر کے اس کو چھوڑنے کی ضرورت ہے، مثلاً کسی کو بدنگاہی کا مرض ہے اور بدنگاہی کیا کرتا ہے تو اس مرض کے ختم ہونے کے لیے علاج کی ضرورت پڑے گی اور اس کا علاج یہی ہے کہ بدنگاہی کے مقامات پر ہمت کر کے نگاہ کو اُٹھنے نہ دے، بار بار ہمت کر کے ایسا کرنے سے مرض جاتا رہے گا، اور ہمیشہ کے لیے اس مرض سے محفوظ ہوجائیگا، اور یہ علاج اس لیے مناسب ہے کہ علاج ضد سے کیا کرتے ہیں۔ بدنگاہی کا

مرض نگاہ اٹھانے سے ہوتا ہے تو اس کا علاج بالقصد یہ ہوگا کہ ایسے مقامات پر نگاہ نہ اٹھنے دے، خواہ کتنا ہی جبر کرنا پڑے۔ یہ ابتداً ذرا دشوار معلوم ہوگا مگر تھوڑے دنوں میں سب دشواری ختم ہو جائے گی اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔

(مجالس محی السنہ صفحہ ۸۶)

ارشاد فرمایا کہ اس اُمت کی بیماری گناہ ہے، اصل بیماری گناہ ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے۔ ایک ایک گناہ کے اتنے نقصانات ہیں کہ انسان کی زندگی تباہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ آج طاعات کی کمی نہیں' طاعات خوب ہو رہی ہیں' نیک کام میں لوگ ذوق وشوق سے حصہ لے رہے ہیں مگر پھر بھی مصائب آ رہے ہیں۔ بات کیا ہے؟ آج اُمت جو تباہ ہو رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ گناہوں کی زیادتی ہے، اس لیے پہلی چیز یہ ہے کہ گناہوں سے بچا جائے۔

(مومن کی پہچان ۱۱)

ارشاد فرمایا کہ بہت صاف اور موٹی سی بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے انعام کو چاہتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے یہ چیزیں حاصل ہوں گی یا ناراض کر کے۔ سوچو کسی نے پہلے ہی اپنے والد کو ناراض کر رکھا ہو۔ اس کے بعد اب کسی نے اس کو ستایا یا مارا پیٹا۔ ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ والد جو اس کے بڑے ہیں وہ تو خود ہی اس سے ناراض ہیں تو اب اس کی مدد کون کرے گا؟ والد کی مدد، ان کی تائید اور شفقت اگر چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ پہلے ان سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرے پھر اس کے بعد ان کی عنایت اس کو حاصل ہوگی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کی مدد، ہم چاہتے ہیں تو پہلے اس سے تعلق کو صحیح اور قوی کریں، کوئی گناہ ہو رہا ہے، کوئی غلطی ہو رہی ہے تو اس کی تلافی کر کے اس کو راضی کریں۔ ناراضگی حکم نہ ماننے سے ہو جاتی ہے اور حکم نہ ماننے کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ

کہ حکم دیا گیا کہ یہ کام کرو اس کو نہیں کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہا گیا ہے کہ یہ کام مت کرو، اس کو کرتا ہے۔ انہی دو وجہوں سے بڑے ناراض ہو جاتے ہیں۔

(شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ صفحہ ۱۶۔۱۷)

ارشاد فرمایا کہ فرائض و واجبات، سنن موکدہ پر عمل کرے، گناہوں سے بچے، یہ ہے اصل کامیابی اور اس کا صحیح راستہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کی نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے لوگ صحیح راستے کو چھوڑ کر اور تدبیریں اختیار کر رہے ہیں، اس کا انجام کیا ہو رہا ہے، وہ بالکل ظاہر ہے، فائدے کی بجائے نقصان ہو رہا ہے، طرح طرح کے مصائب و پریشانیاں آرہی ہیں۔ جب تک مرض کی صحیح تشخیص اور اس کے اسباب معلوم نہ ہوں اس وقت تک علاج کا فائدہ نہیں ہوتا، بلا مرض کی تشخیص کے علاج کرنے سے افاقہ کی بجائے مرض بڑھ جاتا ہے، کمزوری بڑھ جاتی ہے، ایسے ہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ جو اصل علاج اور دوا ہے اس کو نہیں اختیار کیا جا رہا ہے جس کی بنا پر فائدہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کا مصداق ہو رہا ہے۔ (شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ صفحہ ۱۷۔۱۸)

ارشاد فرمایا کہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق کمزور کر رکھا ہے، تعلق تو ہے مگر اس کو کمزور کر رکھا ہے، بس اسی تعلق کو ٹھیک کرو، قوی کرو، جب تک تعلق صحیح نہیں ہوگا اس وقت تک حالات نہیں بدلیں گے۔ جیسے کسی کا بیٹا ہو اور وہ اپنے والدین کو ناراض کر دے تو پھر وہ اپنے والدین کی چیزوں سے پورا نفع نہیں اُٹھا سکتا، ایسے ہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔

(شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ توبہ کرے، استغفار کرے، گناہوں سے بچے۔ توبہ

بڑی خاص چیز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتے ہیں اور معافی مل جاتی ہے حدیث میں ہے:

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ﴾ (مشکوٰۃ ۲۰۶)

''گناہوں سے (صحیح اور پختہ) توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو'' جس نے قاعدہ سے توبہ کر لی اس کو ایسی معافی مل جاتی ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ متوجہ ہو جاتی ہے۔

(شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے اندر اس کی کمی ہے کہ گناہ تو ہم چھوڑتے ہیں نہیں توبہ و استغفار کرتے نہیں پھر حالات کیسے درست ہوں، ہم لوگوں کا عجیب حال ہو رہا ہے۔ (شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ صلحائے امت کی دعاؤں سے امت کا حال کیوں نہیں بدلتا اور مصائب کیوں رفع نہیں ہوتے۔ آج ہر طرف مسلمانوں پر مصائب کی بارش ہے۔ فرمایا کہ کسی کا باپ ناراض ہو اور اس کے دادا، نانا، چچا و ماموں سفارش کرتے ہوں لیکن بیٹا باپ سے معافی نہ مانگتا ہو اور ناراضگی کی تلافی نہ کرتا ہو تو کیا اس بیٹے پر باپ کی عنایت ہوگی۔ اس طرح امت اپنی نافرمانی سے توبہ نہیں کرتی اور سارے عالم کے صالحین دعا کرتے رہیں تو کس طرح یہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایت سے مشرف ہوگی۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۹)

ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان آدھا ولی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر ایمان کی دولت ہے۔ پورا ولی تب ہوگا جب گناہوں کو ترک کرے اور نیکی کو اختیار کرے اور جو شخص نیکی کرے، ساتھ ساتھ گناہوں میں مبتلا ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک ٹینکی میں پانی بھر رہے ہیں اور اس کی ٹونٹی کھلی ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ

ایسی صورت میں پانی جمع نہیں ہو پائے گا، بلکہ پانی نکل جائے گا۔ ایسے ہی یہ نیکی تو کر رہا ہے لیکن معصیت میں بھی مبتلا ہے تو ایسا شخص خسارہ میں ہے۔ اس کا نور تام نہ ہوگا۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح جسمانی صحت کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اچھی غذا اور مضر چیزوں سے پرہیز۔۔۔۔۔ بس اسی طرح انسان کی دینی صحت کا حال ہے، وہ بھی دو چیزوں سے قائم رہتی ہے۔ ایک یہ کہ نیکی کے کام سنّت کے مطابق کرنا، دوسرے گناہوں سے بچنا۔ (تحفۃ الحرم صفحہ ۱۰)

ارشاد فرمایا کہ ہمارے آپ کے کچھ ملازمین ہوں گے، ہمارا ان کے ساتھ کیا برتاؤ رہتا ہے؟ کیا معاملہ رہتا ہے؟ ان میں بعضوں کو ہم ترقیاں دیتے ہیں، تنخواہ میں اضافہ کر دیتے ہیں اور عہدہ بھی بڑھا دیتے ہیں اور بعضوں کی تنزلی کرتے ہیں، معطل کرتے ہیں اور کبھی الگ کر دیتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ بعضوں کے ساتھ ایسا معاملہ اور بعضوں کے ساتھ ویسا معاملہ کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی نظام اور قاعدہ مقرر کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ جو قاعدے کے موافق کام کرتے ہیں اور سو فیصد اطاعت کرتے ہیں ان کے ساتھ پہلا والا معاملہ کرتے ہیں اور جو بے اصولی کرتے ہیں، حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کے ساتھ دوسرا والا معاملہ کرتے ہیں، ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بھی سزا کا یہی ضابطہ ہے جو سب کے لیے مقرر ہے۔ (مصائب و پریشانی کا آسان حل صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا قانون معلوم ہوگیا تو اب ہر شخص اپنے دل کو ٹٹولے اپنا جائزہ لے کہ ہم سے کیا کیا گناہ ہو رہے ہیں، ہر شخص اپنے کو دیکھے کہ ہم سے کیا کیا غلطیاں ہو رہی ہیں۔ کیوں صاحب میں آپ ہی لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کوئی لڑکا اپنے والد کا کہنا نہیں مانتا، اس کے ساتھ لڑائی کرتا

ہے تو کیا نتیجہ ہوگا؟ والد اس کو نکال باہر کرتا ہے۔ سپاہی و فوجی حکومت کی بغاوت کرتے ہیں تو ان کا انجام کیا ہوگا؟ ماتحتین افسر کی حکم عدولی کریں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے؟۔۔۔۔ بڑوں کو ناراض کرنے کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ والدین کی نافرمانی کرنے سے لڑکے کو سزا ملے، حکومت کی نافرمانی کرنے سے فوجی کو سزا ملے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی رہے اور گناہ کیے جاتے رہیں اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی؟، کوئی سزا نہیں ملے گی؟ کب تک مہلت دی جاتی رہے گی؟ (مصائب و پریشانی کا آسان حل صفحہ ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ''اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ'' لیکن اس سے مراد ہے کہ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں کبائر مراد نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۸)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے ملاقات کی اور کہنے لگے کہ رزق کی بہت تنگی ہے حالانکہ میں چار وظیفے پڑھ رہا ہوں جو بزرگوں نے لکھے ہیں۔۔۔ میں نے کہا کہ۔۔۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ آٹھ وہ کام کر رہے ہوں جو کہ رزق کے اندر تنگی کا باعث ہوں، جو کہ رزق کو روکنے والے ہوں، جب چار عمل تو رزق کو کھینچنے والے ہوں اور آٹھ عمل روکنے والوں ہوں تو خود فیصلہ کرلو کہ کس کا اثر غالب ہوگا۔ (اصول الفلاح صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ گناہ کر کے کوئی شخص ولی نہیں بن سکتا۔ ایک شخص کے اندر ساری خوبیاں ہیں، صرف ایک رشوت لیتے ہوئے پکڑا گیا تو ایسا شخص حکومت میں مقبول ہوسکتا ہے؟ ایک شخص میں بہت ساری خوبیاں ہیں، صرف چوری کرتا ہے بہت ساری خوبیاں ہیں صرف ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے، تو کیا ایسا شخص حکومت کی نظروں میں پسندیدہ ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب دنیا کا یہ معاملہ ہے کہ ایک بے اصولی اور ایک جرم کی وجہ سے انسان نظروں سے گر جاتا

ہے اور اس کی مقبولیت ختم ہو جاتی ہے بلکہ ایسے شخص کو مجرم سمجھا جاتا ہے تو پھر خود ہی فیصلہ کرو کہ گناہ کر کے انسان اللہ کے یہاں کیسے مقرّب ہو سکتا ہے، ایک ایک گناہ یہ اژدہا کی مانند ہے کہ انسان کی زندگی تباہ و برباد کرنے کے لیے کافی ہے۔ایک ایک گناہ آدمی کو اوپر سے نیچے کی طرف گرا دیتا ہے۔ جنت سے جہنم میں پہنچا دیتا ہے ۔اس لیے ظاہر و باطن کا گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے بچنا چاہیے۔(اصول الفلاح صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ پہلوان اپنی تمام مقوی غذائیں کھاتے رہیں صرف سال میں ایک مرتبہ سنکھیا کھا کر دیکھیں، چار پائی سے لگ جائیں گے سنکھیا کا زہر تو تمام سال کی غذاؤں پر پانی پھیر دے اور کمزوری کا باعث ہو اور زیادہ مقدار اگر کھالے تو موت بھی واقع ہو اور گناہوں کا زہر روح کی نورانیت اور اعمال صالحہ کی طاقت پر اثر نہ کرے گا یہ کس قدر دھوکہ ہے۔

ہر گناہ زنگیست بر مرآۃ دل
دل شود زیں زنگہا خوار وخجل
(رومیؔ)

(ہر گناہ سے دل کے آئینے پر زنگ لگتا ہے اور دل اس کے زنگ سے ذلیل اور شرمندہ ہو جاتا ہے)

چوں زیادت گشت دل را تیرگی نفس دوں رابیش گردد خیرگی (رومی)

(جب دل میں گناہوں سے تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے تو نفس ذلیل کی حیرانی اور گمراہی میں نہایت زیادتی ہو جاتی ہے)

البتہ اگر توبہ کرے تو پھر تاریکی صاف ہو جاتی ہے۔توبہ سے گناہوں کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے، ہر گناہ سے دل کا سکون چھن جاتا ہے۔۔۔۔۔ہم دین کے غریب اسی سبب سے ہیں کہ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ گناہ کر کے جمع شدہ

نور بھی ضائع کرتے رہتے ہیں اور اولیاء اللہ دین کے امیر اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس انوار جمع ہی ہوتے رہتے ہیں، گناہوں سے وہ محتاط رہتے ہیں تقویٰ بڑی نعمت و دولت اور برکت کی چیز ہے، ولایت کا مدار اسی پر ہے۔ قرآن پاک میں ولی کی تعریف متّقی سے فرمائی گئی ہے (مجالس ابرار حصہ اول صفحہ ۷۶۔۷۷)

ارشاد فرمایا کہ کسی افسر میں تمام خوبیاں ہیں صرف رشوت میں پکڑا گیا، تمام عمر کی کارکردگی پر اثر پڑا، معطل کر دیا گیا، ایک گناہ کا عادی مجرم حق تعالیٰ کا ولی نہیں بن سکتا۔ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' اولیاء کی تعریف قرآن میں یہی ہے کہ ایمان کے ساتھ تقوی بھی ہو۔ یتّقون کو مضارع کے صیغہ سے بیان فرمایا جس کے اندر تجدّد و استمراری کی خاصیت ہوتی ہے، مراد یہ ہے کہ جب بھی تقوٰی میں کوتاہیوں سے نقصان لاحق ہو توبہ سے تلافی کر کے تقوی کی تجدید کر لی جائے اور یہ عمل استمرار و دوام کے ساتھ ہو۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۸)

ارشاد فرمایا کہ طاعون کے زمانے میں ہر شخص چوہے سے ڈرتا ہے کہ طاعون کے جراثیم ہمارے گھروں میں نہ آجائیں اور بد عملی اور منکرات کے چوہے ہمارے گھروں میں کتنے ہی ہوں فکر نہیں، سانپ گھر میں آجائے تو سب پریشان اور گھر میں خلاف شرع وضع قطع، تصاویر جاندار کی، ریڈیو کے گانے، ٹیلی ویژن کا گھریلو سینما آجائے تو کوئی فکر نہیں۔ ہر عمل کے معاملے میں علم صحیح کی ضرورت ہے، لاعلمی میں زہر کھانے سے نقصان تو یقیناً پہنچے گا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۷۹)

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تشریف لے گئے وہاں تصویر جاندار کی تھی فوراً واپس آگئے، رزق کی ترقی اور برکت کے لیے وظیفے پڑھنے کے لیے تیار ہیں مگر گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۹)

ارشاد فرمایا کہ گناہوں کی عادت کی اصلی جڑ آخرت کے حساب و

کتاب اور سزا اسے غفلت ہے۔ جیسے بدن پر دانے ہوں تو اصل سبب اس کا فساد خون ہے، صرف مرہم نہ لگایا جائے، تلخ دواؤں کا استعمال بھی کیا جائے۔ اس طرح روح میں خدائے تعالیٰ کی محبت اور خشیت کسی اللہ والے کی صحبت سے حاصل کی جائے، ان شاء اللہ تعالیٰ تقویٰ آسانی سے حاصل ہو جائے گا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو تقویٰ حاصل کرو۔ مگر کیسے حاصل ہوگا۔ مشائخ اور بزرگان دین کی صحبت سے۔ صادقین کی تفسیر یہی ہے، كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ جب ان کی صحبت سے خدا کا خوف اور استحضار حاصل ہوگا، گناہ کی ہمت نہ ہوگی۔ دیکھئے ایک آدمی نے جرم کا ارتکاب کرنا شروع کیا مگر پولیس افسر کو دیکھ لیا فوراً خاموش اور جرم سے باز رہے گا، اس کے سامنے اب جیب نہیں کاٹے گا، اسی طرح تقویٰ حاصل ہونے پر سارے کام ٹھیک کرے گا۔

(مجالس ابرار حصہ اول صفحہ ۹۱۔۹۲)

ارشاد فرمایا کہ ایک پولیس افسر کو دیکھنے سے جرم سے باز رہے اور احکم الحاکمین کے باخبر ہونے اور دیکھنے سے کیا معاملہ ہونا چاہئے۔ خود عقل سے فیصلہ کرلو۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۳)

ارشاد فرمایا کہ جب ہم حاکم ضلع کو ناراض کر کے چین سے نہیں رہ سکتے تو احکم الحاکمین کو ناراض کر کے کس طرح چین اور سکون سے رہ سکتے ہیں، آج ہر طرف پریشانی کی شکایت آتی ہے۔ لیکن اصل علاج کیا ہے، اس طرف خیال نہیں جاتا، اسباب رضا کی تو فکر ہے مگر ضدّ رضا یعنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! حرام اعمال سے بچو تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے

﴿ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ ﴾ (مجالس ابرار صفحہ ۹۵)

ارشاد فرمایا کہ اعمال صالحہ اور وظائف کا اختیار کرنا آسان ہے مگر

گناہوں کو چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ گناہوں کے اثرات سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص تمام نیک اعمال کرتا ہے مگر گناہوں سے نہیں بچتا، اس کی مثال ایسی ہے کہ دوا تو پیتا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا اس کو شفا ہوگی؟ خود فیصلہ کر لیجئے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۹)

ارشاد فرمایا کہ کافروں کی آپس میں دوستی اور طرح کی ہوتی ہے یعنی صرف دنیا کے اغراض سامنے ہوتے ہیں۔ لیکن ایمان والوں کی آپس میں دوستی کی علامات ولوازم حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ ارشاد فرمائے ہیں۔ ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْ مِنَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَّأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔الخ﴾ ''ایمان والے بندے آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء ہیں، ایک دوسرے کے دوست، جن کی شان دوستی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو بھلی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روک ٹوک کرتے ہیں''۔ افسوس کہ آجکل ہم برائیوں کو دیکھ کر خاموش رہنے کو دوستی کا حق سمجھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ میں کچھ کہوں گا تو صاحب ناراض ہو جائیں گے اور دوستی ختم ہو جائے گی، اس جرم کی سزا یہ ملتی ہے کہ ان کے قلوب آپس میں ایک دوسرے کے احترام سے خالی ہو جاتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر غائبانہ تنقید اور غیبت کرتا ہے اور یہ سزا مطابق عمل ہے۔ کیونکہ جو شخص حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں خاموش رہا گویا اس نے حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر اس کا احترام دلوں سے کیونکر نہ اٹھ جائے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۸۔۱۰۹)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کار کے انجن میں پٹرول بھر دیا جائے مگر پٹرول کی ٹینکی می سوراخ ہو جس سے پٹرول سڑکوں پر گرتا رہے تو کچھ دیر چل کر کار کھڑی ہو جائے گی، اسی طرح سالک ذکر کے انوار سے اللہ تعالیٰ کا راستہ

طے کرتا ہے مگر دل کے نور کی ٹینکی کو شیطان اور نفس آنکھ، کان اور زبان وغیرہ کے گناہ سے خالی کر دیتے ہیں جس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے، پس ہر گناہ کی عادت سے سچی توبہ ضروری ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۴۱)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح نیکی وثواب کا کام مطلوب ہے اسی طرح اس کے ثواب کا بقاء بھی مطلوب ہے، زبان کی حفاظت نہ کرنے سے، غیبت کے سبب سے یا اذیت مخلوق کے سبب سے اس عورت کا کیا حال ہوا جو نماز روزہ اور کثرت عبادت کے باوجود بھی فِی النَّارِ کے لائق ہوئی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ پس ثواب کو ضائع کرنے والے اسباب سے بھی بچنا ضروری ہے یعنی گناہوں سے حفاظت کا اہتمام بالخصوص حقوق العباد کا اہتمام (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۸)

ارشاد فرمایا کہ نصیحت بار بار کرتا رہے کبھی بہت دن کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے، پھر یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ مولوی شبیر علی صاحب نے اپنے کسی عزیز سے سگریٹ کی عادت چھڑانا چاہی تو اس کو سگریٹ چھوڑنے پر نصیحت فرماتے رہے۔ سو مرتبہ تک ان کی نصیحت نے موصوف پر اثر نہ کیا۔ جب ایک سو ایک مرتبہ کی تعداد ہوئی تو انہوں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا۔ اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہمت نہ ہارنی چاہئے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۳۹)

ارشاد فرمایا کہ مسلسل نکیر و نصیحت سے ان شاء اللہ نفع ضرور ہوتا ہے۔

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل　　تو بے شبہ گھس جائے پتھر کی سل

(مجالس ابرار صفحہ ۳۶۴)

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کلکٹر کو ناراض کر کے تحصیلدار کو نہیں راضی کرتا لیکن ہم لوگوں کا کیا حال ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے حق تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔ حالانکہ چھوٹوں کو راضی کرنے کے لیے بڑوں کو ناراض کرنا سب کے نزدیک بے عقلی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۸)

ارشاد فرمایا کہ سانپ جس عضو کو بھی کاٹتا ہے، آدمی مرجاتا ہے، کیونکہ اس عضو سے پھر تمام بدن میں زہر پھیل جاتا ہے، اسی طرح گناہ کا زہر ہے، جس عضو سے بھی معصیت کی جائے گی اس کا زہر تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۷۹۔۳۸۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دو کام کرلو تو میں ذمہ لیتا ہوں وصول الی اللہ کا، (۱) گناہوں سے حفاظت (۲) کم بولنا اور ذکر کے لیے خلوت کا اہتمام۔ دو چیزوں سے بہت بچے، عورتوں اور امردوں سے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۳)

ارشاد فرمایا کہ دعا قبول نہ ہونے کا سبب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کو پھیلانا اور برائی سے روکنا امت میں جاری نہ رہا تو عذاب عام میں ابتلا ہوگا اور دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۴۳۱)

ارشاد فرمایا کہ منکرات پر روک ٹوک کی عادت اہل علم میں بھی کم ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے منکرات پھیلتے جارہے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۴)

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو بات نامناسب دیکھو اگر وہ دین کے قدردان ہیں تو اس وقت مناسب عنوان سے کہہ دیا جاوے اور اگر وہ ناقدردان ہیں تو تنہائی میں سمجھا دیا جاوے۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ تصریح سے مذکور ہے اگر مخاطب کے قبول کرنے کی پوری امید ہو تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہوجاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر محمد علی کلے سنکھیا کھالے تو کیا اس کی پہلوانی باقی رہے گی؟ سب مرغی انڈوں کی طاقت اس کے زہر سے غائب ہوجاوے گی۔ پس اعمال صالحہ کے اہتمام کے ساتھ گناہوں کے زہر سے بچنے کا اہتمام نہایت

ضروری ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۹۱۔۴۹۲)

ارشاد فرمایا کہ ماشاء اللہ ہمارے اکابر کی طرف سے ایک کام ہو رہا ہے جو سارے عالم میں پھیل چکا ہے۔ اس کے ذریعے سے اچھی باتوں کو خوب پھیلایا جا رہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ برائیوں کو مٹانے کی بھی جماعتی محنت ہو رہی ہے یا نہیں؟ جس طرح اچھائیوں کا پھیلانا فرض کفایہ ہے اسی طرح برائیوں کو مٹانا بھی فرض کفایہ ہے۔ آج اس سلسلہ میں غفلت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احساس ذمہ داری عطا فرمائے، آمین۔ (تعیم الاصلاح صفحہ ۲۱)

ارشاد فرمایا کہ اگر چائے میں مکھی گر جائے تو اپنی پیالی سے بھی نکال دیں گے، اپنے بڑوں کی اور اپنے دوستوں کی پیالی کو بھی مکھیوں سے پاک کر دیں گے۔ حسّی مکھی سے تو اس قدر احتیاط اور ہمارے گھروں میں اور دوستوں کے اندر جو منکرات کی مکھیاں گھس رہی ہیں ان روحانی مکھیوں کے ساتھ ہمارا کیا معاملہ ہے۔ یہاں سب لوگ دوستی کا حق سمجھ کر خاموش رہتے ہیں وہاں تو دوستی کا حق یہ تھا۔ یہاں دوستی کا حق یہ ہے کہ بچہ دوزخ میں جائے مگر انگریزی بال اور جاندار تصویر سے نہ بچایا جائے۔ سینما اور تمام برائیوں سے روک ٹوک نہ ہو۔

کیسا یہ انقلاب ہے دیکھ کے دل کباب ہے
کہتے ہیں اب ثواب ہے سود اور قمار میں

احقر کی ایک جگہ دعوت تھی۔ ایک صاحب نے چالاکی سے فوٹو کھینچ لیا۔۔۔ میں نے کہا کہ کیمرہ مجھے دیجئے۔ میں نے اس پر قبضہ کیا اور کہا کہ پوری ریل اس کی میرے سامنے ضائع کرو۔ ورنہ میں اس گھر میں کبھی قدم نہیں رکھوں گا اور نہ اس وقت کھانا کھاؤں گا، ابھی واپس جاتا ہوں۔ بس سب کا مزاج ٹھیک ہو گیا۔۔۔ آج روک ٹوک کی کمی سے برائیاں سیلاب کی طرح پھیلتی

جارہی ہیں۔ ہم لوگوں میں منکرات پر نکیر اور روک ٹوک کی اہمیت باقی نہ رہی ۔۔۔۔۔ میرے دوستو اسباب رضا اختیار کیجئے اور وہ حق تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل ہے اور اسباب رضا کی ضد سے بچئے اور وہ نواہی یعنی معاصی سے بچنا ہے۔ پھر دیکھئے کیا انعامات عطاء ہوتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۷۔۹۸)

ارشاد فرمایا کہ ظاہری اعمال کا فساد اس کے دل کے فساد وخرابی پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب دل صالح ہوجاتا ہے تو تمام اعضاء صالح ہوجاتے ہیں اور جب دل فاسد ہوجاتا ہے تو تمام اعضاء فاسد ہوجاتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۳)

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور اپنے زمانہ میں فرمایا کہ کیا ہمارے زمانہ میں گناہوں کی کوئی حد ہے اور کیا گناہوں پر کوئی روک ٹوک ہے؟ اللہ اکبر! یہ اس زمانہ کی بات ہے جب گانا بجانا، وی سی آر، ٹیلیویژن تو دور کی بات ہے، ریڈیو بھی اتنا عام نہ تھا۔ ٹیلی ویژن کو میں سانپوں کا پٹارا کہتا ہوں۔ ایک سانپ سے بچے گا تو دوسرا ڈس لے گا۔ یہ کتے کے زہر کی طرح ہے۔ آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے اور جب پورا اثر کر جاتا ہے تو کوئی نہیں بچتا۔ آج ہماری نوجوان نسل اسی کے سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہورہی ہے، ماں باپ کی نافرمانی کررہی ہے، اور ہر طرف تباہی پھیل رہی ہے۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ اس سلسلہ میں اہل صلاح کی کتنی بڑی ذمہ داری ہے اور برائیوں کی روک تھام کی کتنی ضرورت ہے اور نہی عن المنکر کا کام اجتماعی حیثیت سے ہونا چاہیے۔ محلّہ جماعتیں قائم ہوں جو برائیوں کو مٹانے کی کوشش کریں اور حکمیت کے ساتھ کریں، اس کی باقاعدہ تربیت ہونی چاہیے اور اس کا غم اور دھن ہونی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق

عطا فرمائیں کہ ہم گناہوں کو ترک کر دیں اور اپنی دنیا و آخرت کو برباد نہ کریں۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۲۰)

ارشاد فرمایا کہ سب گناہ چھوڑنے کا علاج کثرت سے موت کو یاد کرنا اور مخلوق میں بڑا بننے کا شوق دل سے نکالنا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۹۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص تمام نیک اعمال کرتا ہے مگر گناہوں سے نہیں بچتا اس کی مثال ایسی ہے کہ دوا تو پیتا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا کیا اس کو شفاء ہوگی؟ خود فیصلہ کر لیجئے۔ دعا میں گڑگڑا رہا ہے لیکن حرام کھاتا ہے اور لباس بھی حرام کا ہے، کیا اس کی دعا قبول ہوگی؟ حدیث پاک میں ہے کہ ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوسکتی جس کا لباس وطعام حرام کا ہو۔ اگر ایک شخص کی آمدنی حرام ہے تو مضر غذا کھا رہا ہے لیکن غیر مضر کی فکر تو کرے، حلال روزی کی تلاش تو کرے، تدبیر بھی کرے، دعا بھی کرے، بے فکری سے حرام مال اُڑاتا نہ رہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۹۹)

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے روکنا قدرت کے ہوتے ہوئے ہر مسلمان کے ذمہ ضروری ہے اور ایمان کی علامت ہے۔۔۔۔حضور ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اس کو ہاتھ سے بدل دے اور اگر یہ نہ کر سکے تو زبان سے، یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۶۹۔۲۷۰)

ارشاد فرمایا کہ ایک بدکار کو گناہوں سے باوجود قدرت کے نہ روکنے پر بھی ساری قوم پر وبال آتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔ ''نہیں ہے کوئی ایک آدمی کہ کسی قوم میں ہو، اُن میں گناہ کرتا ہو اور وہ لوگ روکنے کی قدرت رکھتے ہوں اور نہ روکیں مگر اللہ تعالیٰ اُن کے مرنے سے پہلے عذاب پہنچا دیں گے''۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۷۰)

ارشاد فرمایا کہ قدرت کے ہوتے ہوئے گناہوں سے نہ روکنے پر عذاب عام ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاص خاص لوگوں کے عمل بد سے سب لوگوں کو عذاب نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ لوگ گناہوں کو اپنے درمیان ہوتا دیکھیں اور وہ روکنے پر قدرت رکھتے ہوں اور نہ روکیں تو جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دیں گے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۲۷۴۔۲۷۵)

ارشاد فرمایا کہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ ''الافاضات الیومیہ'' حصہ دوم صفحہ ۴۸ پر ہے کہ بعض لوگ وہ ہیں جو بظاہر خود تو اعمال صالحہ کرتے ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں مگر اس کے ساتھ ان لوگوں کے افعال غیر مشروع و معاصی میں بھی شریک رہتے ہیں جو خدا کے نافرمان ہیں محض اس خیال سے کہ یہ دنیا ہے اس میں رہتے ہوئے برادری کنبہ کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے اور یہ مقولہ زبان زد ہے کہ میاں دین سے دنیا تھامنا بھاری ہے۔اور بعض وہ ہیں کہ شریک تو نہیں ہوتے مگر ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کو منکرات کرنے والوں کے افعال سے نفرت بھی نہیں ہوتی۔ان میں شیر و شکر کی طرح ملے جلے رہتے ہیں یعنی روزانہ کھانے پینے میں اُن سے کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ حاصل یہ کہ اپنے کسی برتاؤ سے ان پر اظہار نفرت نہیں کرتے۔تو ایسے لوگوں کے اعتبار سے اس شبہ مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ یہ شرکت یا سکوت خود معصیت ہے تو ان کا ابتلاء بھی معصیت کے سبب ہوگا اور یہ سوال نہ ہو سکے گا کہ غیر معاصی پر بھی مصائب آتے ہیں ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں امم سابقہ کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فلاں بستی کو الٹ دو۔عرض کیا کہ اے اللہ! فلاں شخص اس بستی میں ایسا ہے کہ اس نے کبھی کوئی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مع اس کے الٹ دو،

وہ بھی ان میں سے ہے، اس لیے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کے تیور میں بل نہ پڑتا تھا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۱۹۔۵۲۰)

ارشاد فرمایا کہ ماموارت کو پھیلانے کی، اس کی اشاعت کی، اس کی طرف متوجہ کرنے کی محنت ہو رہی ہے، بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں، وعظ وتقریر ہوتی ہے۔۔۔۔۔مگر منکرات سے روک ٹوک میں بہت کمی ہو رہی ہے۔ جماعتی حیثیت سے محنت کی کمی ہے۔۔۔۔۔حالانکہ اس کے لیے بھی شرعی اعتبار سے ایسی جماعت ہونا چاہئے۔

اس سلسلے میں جو کوتاہی ہو رہی ہے اس کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر والوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیئے، روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گزر جاتا ہے کہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے، جرم بھی نہیں سیاسی مجالس میں شرکت کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ ہم ملوث نہ ہو جائیں اس کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی اور بہتری کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے؟۔۔۔۔۔آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے یا تاش سے دل بہلاتا ہے۔ کئی کئی وقت کی نماز اڑاتا ہے مگر افسوس آپ کے منہ سے کبھی حرف غلط کی طرح یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ مسلمان کے کام نہیں ہیں۔۔۔۔۔اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا کوئی حد ہے اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی

یا کم از کم تقلیل کی کوئی کوشش ہے؟ ہرگز نہیں۔ یعنی جیسی سعی کی ضرورت ہے ویسی نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ وہ حضرات جو اپنی دین داری پر مطمئن ہو کر دنیا سے یکسو ہو بیٹھے ہیں اس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو ان کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

(ہماری تباہی اور اس کا حل صفحہ ۲۰ تا ۲۲)

اللہ تعالیٰ منکرات کے خاتمہ کے لیے ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

معاصی میں پریشانی بھی، ذلت بھی مشقت بھی
مگر تقوٰی سے رہنے میں کوئی محنت نہیں ہوتی
خدائے پاک پھر کیوں حکم دیتا ہم کو تقوٰی کا
اگر ترکِ معاصی پر ہمیں قدرت نہیں ہوتی

(شاہین اقبال اثر)

دنیا کے لیے اتنی محنت کر جتنا تجھے یہاں رہنا ہے۔
آخرت کے لیے اتنی محنت کر جتنا وہاں رہنا ہے۔
اللہ کی رضا کے لیے اتنی کوشش کر جتنا تو اس کا محتاج ہے۔
گناہ اُتنا کر جتنا تجھ میں عذاب سہنے کی طاقت ہے۔
صرف اُسی ذات سے مانگ جو کسی کی محتاج نہیں۔
جب تو گناہ کرے تو ایسی جگہ کر جہاں تجھے وہ نہ دیکھے۔

(یہ کتبہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت گاہ میں لگا ہوا تھا۔)

فضول گوئی سے پرہیز کیجئے

ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان یہ چاہتا ہے کہ ہم کو فلاح ملے اور کامیابی حاصل ہو۔ چنانچہ اس کے لیے فکر و کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس کا طریقہ کیا ہے، فلاح پانے والوں کی صفات اور خصوصیات کیا ہیں، قرآن پاک میں سات اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جن پر دنیا اور آخرت کی فلاح کا وعدہ ہے۔ ان میں سے اس وقت صرف ایک صفت کو توجہ دلانے کے لیے بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ یہ کہ:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ (پ۱۸۔ ع۱)

''اور جو لوگ لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں''۔

گناہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ لغو کر ذکر ہے۔ لغو کہتے ہیں کہ جس میں نہ دین کا فائدہ ہو، نہ دنیا کا فائدہ ہو، لغو کام بھی ہوتا ہے اور لغو بات بھی ہوتی ہے، تو گویا کامیاب لوگ وہ ہیں جو لغو کاموں سے اور لغو باتوں سے بچتے ہیں۔۔۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے یہاں ایک ہی پرہیز ہوتا تھا سب کے لیے کہ خوب کھاؤ، خوب سوو مگر باتیں نہ کرو۔ (فیض الحرم صفحہ ۲۸)

ارشاد فرمایا کہ لغو کہتے کہ جس میں نہ دین کا نفع ہو اور نہ دنیا کا فائدہ ہو، جس طرح مال، روپیہ پیسہ اس کو انسان سوچ سمجھ کر خرچ کرتا ہے، کوئی شخص مال کے عوض بے کار چیزیں نہیں لیتا ہے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کو حماقت کہتے ہیں ایسے ہی بھائی، یہ عمر اور وقت یہ بھی مال ہے بلکہ روپیہ پیسہ سے بھی زیادہ قیمتی ہے کہ روپیہ پیسہ تو آنے جانے والی چیز ہے، ضائع ہونے کے بعد دوبارہ اس کو کمایا جا سکتا ہے۔ لیکن زندگی کے اوقات اور عمر، یہ اگر بے کار گذر گئے اور لغو کاموں میں لگ گئے تو گذرا ہوا وقت دوبارہ واپس نہیں آ سکتا۔ روپیہ کو جس طرح خرچ کرتے وقت دیکھتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں کیا مل رہا

ہے، ایسے ہی وقت کو لگایا جائے تو دیکھنا چاہیے کہ کس میں لگ رہا ہے، اس کے عوض میں کیا مل رہا ہے۔ اگر اس کا اہتمام اور فکر کی جائے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ لغو سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ بالخصوص بولنے میں احتیاط رکھے، خاموشی میں بڑے فوائد اور منافع ہیں۔ حدیث میں ہے:

﴿مَنْ صَمَتَ نَجَا﴾ (الجامع الصغیر ۴/۱۷۵)

''جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی''

جہاں بولنے کی ضرورت ہے وہاں بقدر ضرورت بولے، ایک نابینا شخص آ رہا ہے سامنے اس کے گڑھا ہے، اب ہم نہیں بولتے اور اس کو نہیں بتلاتے تو وہ اس میں اندیشہ ہے گر جائے گا۔ تو ایسے موقع پر بولنا ضروری ہے۔ بلاضرورت نہ بولے، خاموش رہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۱۲۵۔۱۲۶)

ارشاد فرمایا کہ ہر صاحب ایمان اور مسلمان کی یہی خواہش ہوتی ہے اس لیے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بھائی نجات ہو جائے تو بڑی بات ہے، دراصل دیکھنا یہی ہے کہ نجات کیا ہے؟ اور نجات کس کو حاصل ہوگی؟ چنانچہ اس سلسلے میں ترمذی شریف میں مختصر حدیث ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی کہ اُنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ مَا النَّجَاۃُ؟ اے اللہ کے نبی! نجات کا راستہ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ پوچھنے کا مقصد ایسی باتوں کا معلوم کرنا تھا جو فرائض و واجبات کے علاوہ ہیں۔ ان کو اہتمام سے کیا جائے جس سے جنت کی راہ آسان ہو جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ ''اپنی زبان کو قابو میں رکھو'' پہلی تاکید یہی ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے، زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ فرمایا گیا:

﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ﴾ (پ۳۰،ع۱۵)

''کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے''

انسان کے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں سب کا ایک کام ہے۔ مثلاً آنکھ ہے، اس کا کام ہے رنگوں اور صورتوں کو دیکھنا، کانوں کا کام ہے الفاظ و حروف اور آوازوں کو سننا، ناک کا کام ہے خوشبو وغیرہ سونگھنا۔ غرضیکہ ہر عضو کے کام کا ایک دائرہ ہے جس میں محدود رہ کر وہ کام کرتے ہیں مگر زبان ایک ایسا عضو ہے کہ اس کا کام، اس کے استعمال کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''دنیا کی کوئی شئے خواہ وہ موجود ہو یا معدوم ہو، اسکا تعلق خواہ خالق سے ہو خواہ مخلوق سے ہو خواہ وہ معلوم و متعین ہو یا وہمی و ظنّی ہو وہ زبان کے دائرہ اور اس کی وسعت سے باہر نہیں اثبات یا انکار میں انہیں استعمال کرتی ہے اور یہ خصوصیت زبان کے علاوہ اور کسی عضو میں نہیں پائی جاتی''۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ زبان دیکھنے میں تو چھوٹی سی ہے لیکن اپنے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے ''بقامت کہتر و بقیمت بہتر'' کی مصداق ہے کہ قلب علوم الٰہیہ اور معارف و حقائق کا حامل ہے یہ اس کی ترجمان ہے۔ علامہ طیبّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اَللِّسَانُ تَرْجُمَانُ الْقَلْبِ وَ خَلِيْفَةٌ فِى ظَاهِرِ الْبَدَنِ ﴾ (مرقاۃ ۹/۱۵۱)

''زبان قلب کی ترجمان اور ظاہری بدن میں اس کی نائب ہے''۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بلاشبہ زبان معارف و حقائق کے اظہار کا ذریعہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ اشرف ترین عضو ہو''

(تفسیر کبیر ۲۲/۴۶)

زبان کو جہاں یہ شرف حاصل ہے کہ وہ قلب کی ترجمان ہے وہیں یہ بات بھی ہے کہ اس تعلق خاص کی وجہ سے جو بات زبان سے نکلتی ہے انسان کا دل اس کے اثرات قبول کرتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''چون سخن ہائے زشت گوید، دل تاریک شود۔ چوں سخن حق گوید، دل روشن شود''
(کیمیائے سعادت صفحہ ۲۸۳)

''انسان اپنے منہ سے جب بُری بات نکالتا ہے تو دل تاریک ہوجاتا ہے اور جب حق بات کہتا ہے تو دل روشن ہوجاتا ہے''۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ زبان کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے۔ فرمانبرداری بھی کرتی ہے اور نافرمانی بھی کرتی ہے۔ فائدہ مند بھی ہے اور ضرررساں بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب انسان صبح کرتا ہے تو سارے اعضاء زبان کے روبرو عاجزی کرتے ہیں کہ ہمارے معاملہ میں اللہ سے ڈرتی رہ، اس لیے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تو راست ہے تو ہم سب راست ہیں، اگر تو کج ہے تو ہم سب کج ہوجائیں گے''۔ (ترمذی شریف جلد ۲، صفحہ ۶۳)

مشہور محدّث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''بہرحال سارے اعضاء کا زبان سے تعلق ہونا اسی طرح پر ہے کہ زبان اعضاء انسانی میں ایسا عضو ہے جو کہ کفر و ایمان کے بیان کا آلہ ہے، اس لیے زبان کی استقامت نفع بخش ہوتی ہے اور اس کی کجی بہ ضرررساں ہوتی ہے دیگر اعضاء کے احوال واعمال کے لیے۔'' (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۳۔۱۴)

ارشاد فرمایا کہ زبان کے سلسلہ میں عموماً بے احتیاطی ہوتی ہے کہ جو منہ میں آیا بغیر سوچے سمجھے اسے کہہ دیا، حالانکہ زبان کی بے احتیاطی سے کتنے نقصانات ہوتے ہیں۔ آئے دن جو جھگڑے اور ہنگامے ہوتے رہتے ہیں اگر دیکھا جائے تو اکثر اس کی بنیاد زبان کی بے احتیاطی اور اس کا بے جا استعمال نکلے گا، دنیوی نقصان کے ساتھ اُخروی نقصان بھی ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ تفریح کے طور پر کوئی بات کہہ دی لیکن اس کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ ''انسان لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک بات کہتا ہے تو اس کی

وجہ سے دوزخ میں گر جاتا ہے زمین و آسمان کے مابین مسافت کے بقدر، انسان اپنی زبان سے زیادہ پھسلتا ہے بہ نسبت اپنے پیروں کے۔ (مشکوٰۃ ۴/۴۱۳)

معلوم ہوا کہ انسان کو جہنم میں لے جانے والی چیز یہی زبان ہے۔ایک موقع پر حضور اقدس ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کُفَّ عَلَیْكَ ھٰذَا۔ ''زبان کو اپنے قابو میں رکھو'' تو اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَ اَنَّا لَمُؤَاخِذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ ۔ ''اے اللہ کے نبی ﷺ جو باتیں ہم کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہم سے مواخذہ ہوگا''؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔''اے معاذ تمہاری ماں تمہیں گم کردے اس بات کو جان لو کہ لوگوں کو اُن کے منہ کے بل یا فرمایا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اسی زبان کی بُری باتیں ہوں گی'' (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۴)

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَیَّ ۔ ''میرے متعلق سب سے زیادہ کس چیز سے آپ کو ڈر ہے'' تو آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑتے ہوئے فرمایا ھٰذَا ۔ ''زبان کے شر سے''۔

(سبیل النجاۃ صفحہ۱۴۔۱۵)

ارشاد فرمایا کہ آج کل شیطان زبان کے گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ کچھ نہ ہوا۔بڑے بڑے گناہ جن میں آج عام ابتلاء ہے بدگمانی، بدگوئی، بدنگاہی اور حسد ہے، غیبت یہ ایسا گناہ ہے کہ جس میں شیطان اہل صلاح کو بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ (سبیل النجاۃ صفحہ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے اس میں یعنی زیادہ بولنے میں یہ نقصان دیکھا کہ اس کے ہوتے ہوئے گناہوں سے بچنا مشکل ہے، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ

زیادہ بک بک کرتے ہیں وہ جھوٹ اور غیبت میں ضرور مبتلا ہوجاتے ہیں اور کثرت کلام کے ساتھ ہر بات سوچ کر کرنا جو تدبیر ہے معاصی لسان سے بچنے کی، دشوار ہے اور اگر بالفرض کوئی گناہوں سے بچا بھی رہا تو ایک نقصان سے کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا، وہ نقصان کیا ہے۔

دل زپُر گفتن بمیرد در بدن   گرچہ گفتارت بود دُرِّ عدن

''دل بہت بولنے سے بدن میں مرجاتا ہے، اگرچہ تیری گفتگو عدن کا موتی ہو''

یعنی کثرت کلام سے دل مرجاتا ہے، ظلمت پیدا ہوجاتی ہے، قساوت قلب پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ اعمال واحوال سے جو نور قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ اس زبان کی بے احتیاطی سے اکثر زائل ہوجاتا ہے۔ بس اسباب کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ موانع کو بھی رفع کرنا چاہئیے تب ثمرہ مرتّب ہوگا۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ قلب میں ظلمت اور قساوت سے کیا ہوتا ہے اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بلا ہے کہ جس کے بعد کسی گناہ میں مبتلا ہوجانا بھی بعید نہیں، ساری طاعات کا مدار حیات قلب پر ہے۔ نیک کاموں کی توفیق نور قلب سے ہوتی ہے اور تمام معاصی کا منشاء قساوت وظلمت قلب ہی ہے۔ جب قلب میں حیات ونور ہی نہ رہا بلکہ اس کی بجائے قساوت وظلمت پیدا ہوگئی تو اب یہ شخص سب گناہوں کے قابل ہوجاتا ہے۔ پس کثرت کلام کیساتھ گناہوں سے بچنا چند دن کا ہوتا ہے۔ پھر معاصی کی طرف میلان ہونے لگتا ہے (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر ''لے لو امرود'' پکارتا پھرے تو ذرّہ برابر قلب میں اس سے ظلمت نہ آئے گی

کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ خشوع کے ساتھ جب نماز پڑھی جاتی ہے تو اس نور کی اسٹیم قلب میں پیدا ہو جاتی ہے جو لغو باتوں سے ضائع ہو جاتی ہے، اسی لیے خشوع کے ذکر کے بعد ہی لغو باتوں سے اعراض اور حفاظت کا ذکر فرمایا گیا ہے

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ (مجالس ابرار صفحہ ۷۱)

ارشاد فرمایا کہ علامہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کوئی نیک کام مثلاً تلاوت یا نفل نماز یا ذکر کرو تو قلب میں محسوس کرو کہ کوئی تبدیلی آئی یا نہیں اگر کچھ محسوس نہ ہوا تو دل بیمار ہے جیسے زکام میں ناک کو خوشبو کا پتہ نہیں چلتا معمولی خوشبو تو محسوس ہو اور نور حق قلب میں محسوس نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر قلب میں نور محسوس ہوا تو پھر اس کے بعد اگر کوئی لغو اور فضول کام کرے گا تو فوراً محسوس کرے گا کہ وہ نور قلب سے نکل گیا۔ مباح سرحد ایک طرف مستحب سے ملی ہے ایک طرف معصیت سے۔ جب لغو کا یہ اثر ہے تو معصیت کا کیا اثر ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۱۔۷۲)

ارشاد فرمایا کہ پانی کی ٹینکی بھری ہوئی ہے اور نیچے ٹونٹی بھی کھول دو، ٹینکی خالی ہو جائے گی۔ اس طرح دل نورِ طاعت سے بھرا ہو لیکن لغو باتوں سے ضائع ہو جائے گا۔ ایک حصول نور ہے پھر اس کی بقا بھی تو مقصود ہے، نماز میں خشوع سے نور کا حصول ہوا۔ لغو سے احتیاط کا حکم اس کی بقا کے لیے ہے اور لغو سے بچنے کی تدبیر ہے کہ ضرورت سے بولے اور بولنے کے بعد پھر سوچے کہ کتنا ٹھیک بولا اور کتنا زائد بولا۔ ہر نماز کے بعد اس کا محاسبہ کرے اور استغفار کرتا رہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۲)

ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ اور بزرگان دین زبان کے سلسلہ میں

بہت محتاط رہتے تھے کہ کہیں گناہ نہ ہو جائے اور اس کے لیے تدبیریں اختیار کرتے تھے حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب صبح ہوتی تو اپنے پاس ایک سادہ کاغذ اور قلم رکھ لیتے اور جب گفتگو کرتے تو اس کو لکھ لیتے پھر شام کے وقت اس سلسلہ میں اپنے نفس سے محاسبہ کرتے۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کسی کے یہاں تشریف لے گئے، دروازہ پر پہنچ کر پکارا، اندر سے جواب آیا کہ نہیں ہیں، پوچھا کہاں ہیں؟ جواب ملا، خبر نہیں، تو یہ بزرگ صرف اتنی بات پر تیس برس تک روتے رہے کہ میں نے ایسا فضول سوال کیوں کیا کہ کہاں ہیں؟ میرے نامۂ اعمال میں فضول بات درج ہوگئی، حالانکہ مومن کی شان یہ ہے کہ ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾

(کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۸۷)

جب ان حضرات کا یہ معاملہ ہے تو ہم لوگوں کو تو اور بھی زیادہ زبان کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۹۔۲۰)

ارشاد فرمایا کہ سکوت اختیار کرے، بلاضرورت نہ بولے خاموش رہنے کے بڑے فوائد ہیں۔ زیادہ بولنے میں دو طاقتیں خرچ ہوتی ہیں۔ جیسے ٹارچ میں سیل ہوتا ہے کہ بار بار اس کو بلاضرورت جلایا جائے تو اس کی طاقت گھٹے گی اور سیل جلد ختم ہو جائیں گے۔ ایسے ہی بولنے سے دماغ کی طاقت خرچ ہوتی ہے اور اس سے حافظہ پر اثر پڑتا ہے۔ (مجالس محی السنۃ صفحہ ۷۵)

ارشاد فرمایا کہ زبان کی بے احتیاطی کے یہ نقصانات اور خرابیاں ہیں اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ بولنے میں احتیاط برتی جائے۔ بقدر ضرورت زبان کو استعمال کیا جائے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلصَّمْتُ حِكَمٌ وَ قَلِيْلٌ فَاعِلِهٖ﴾ (الجامع الصغیر ۳/۴)

''خاموشی حکمت ہے اور اس پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں''۔

ایک اور حدیث میں ہے مَنْ صَمَتَ نَجَا ۔(مشکوۃ ۲ / ۴۱۳)

''جو خاموش رہا اس نے نجات پائی''۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ۔(ریاض الصالحین صفحہ ۵۷۴)

''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ گفتگو کرے تو اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔۔''یہ حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لیے مناسب ہے کہ گفتگو خیر ہی کی کرے اور عمدہ گفتگو وہی ہے جس کا کہنا مفید ہو اور جس بات کا مفید ہونا مشکوک ہو اس کو زبان سے نہ نکالے''۔(سبیل النجاۃ صفحہ ۱۸، ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ جب گفتگو کی جائے تو پہلے سوچ لیا جائے کہ جو بات کہنا ہے وہ مناسب ہے یا نہیں، اگر مناسب ہے تو کہے ورنہ خاموشی بہتر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے باتوں کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

۱......ھُوَ ضَرَرٌ مَحْضٌ۔ وہ باتیں جن میں محض ضرر ونقصان ہوتا ہے۔

۲......مَافِیْہِ ضَرَرٌ وَّ مَنْفِعَۃٌ ۔ وہ باتیں جو ضرر و نفع کے دونوں پہلو لیے ہوئے ہوتی ہیں۔

۳......مَالَا مَنْفِعَۃٌ وَلَا ضَرَرٌ فَھُوَ فُضُوْلٌ ۔ وہ باتیں جو نہ نفع بخش ہیں نہ ضرر رساں، وہ فضول ہوتی ہیں۔

۴......وہ باتیں جو محض مفید اور کارآمد ہوتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان میں کن باتوں کو اختیار کیا جائے اور کن باتوں سے پرہیز کیا جائے؟ تو فرماتے ہیں کہ پہلی قسم کی باتوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

فَلا بُدَّ مِنْ السُّکُوْتِ عَنْہُ۔ دوسری قسم کی گفتگو کا بھی یہی حکم ہے۔اب رہ گئی تیسری قسم کی گفتگو جو کہ فضول ہے۔اس میں مشغول ہونا اضاعت وقت اور نقصان کے علاوہ اور کچھ بھی حاصل نہیں۔۔۔۔۔اس میں مشغول ہونا اضاعت وقت ہے جس کا عین خسران ہونا ظاہر ہے۔

اب رہ گئیں وہ باتیں جن میں صرف نفع کا پہلو ہے تو ان میں بھی ایسی چیزوں کی آمیزش ہو جاتی ہے جو نقصان دہ ہوتی ہے۔اب صرف چوتھی قسم باقی رہ گئی اس میں بھی نقصان کا خطرہ ہے کیونکہ بسا اوقات اس میں بھی معصیت اور گناہ کی آمیزش ہو جاتی ہے۔(مرقاۃ صفحہ ۱۴۹)

حاصل یہ کہ زبان کی حفاظت ضروری ہے اور اس پر دارومدار ہے نجات کا۔

(سبیل النجاۃ صفحہ ۲۰-۲۱)

کثرتِ کلام کا منشا کبر و غفلت ہے

از افادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ کثرت کلام اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اپنی بڑائی ذہن میں ہو اور اپنی بڑائی نظر میں اس وقت آتی ہے جب حق تعالیٰ سے غفلت ہو۔نتیجہ یہ نکلا کہ کثرت کلام کی اسی وقت ہو سکتی ہے جب حق تعالیٰ سے غفلت ہو اور خدا سے غفلت ایک مرض نہیں بلکہ مجموعۃ الامراض ہے۔تو جس شخص کو دیکھو کہ کثرتِ کلام میں مبتلا ہے تو سمجھ لو کہ وہ ایک مرض میں مبتلا نہیں بلکہ بہت سے امراض میں مبتلا ہے۔اور اس میں وہ تمام امراض موجود ہیں جو ترفّع اور تکبّر کی فرع ہیں''

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

عُجب وتکبّر کی برائی اور اس کا علاج

ارشاد فرمایا کہ کبر اُمّ الامراض ہے۔ یوں سمجھئے کہ تمام گناہوں کا جدّ امجد ہے، پھر عُجب، غیبت، حسد، ریا، کینہ یہ سب اس کے پوتے پڑپوتے ہیں۔ اس لئے کِبر کو سب سے پہلے ختم کرنا چاہیئے۔ اس کے مرنے سے اسکے بچے آسانی سے مر سکیں گے۔ ورنہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے امراض کا ختم ہونا مشکل ہے۔ اسی لئے مشائخ نے اس کی جانب بہت توجّہ فرمائی ہے، خود حدیث میں ہے کہ جب تک رائی کے دانے کے برابر بھی کِبر ہوگا جنت میں داخلہ نہ ہو سکے گا۔ وہ تو بھئی بس اللہ تعالیٰ کی شان ہے، اس کے علاوہ کسی کو تکبّر زیب نہیں دیتا محتاج کیا تکبّر کرے؟ (تحفۃ الحرام صفحہ ۸)

ارشاد فرمایا کہ کبر و حسد وریا انہیں اول ہی سے مٹانے کی ضرورت ہے۔ مشائخ تک ان میں مبتلا ہیں۔ الّا ماشاء اللہ کیا ڈاکٹر و حکیم وغیرہ دل کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتے؟ ایک بڑے حکیم صاحب جو ماہر امراض قلب تھے ان کا واقعہ ہے کہ رات میں ایسے سوئے کہ پھر صبح اٹھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ حالانکہ اچھے خاصے تھے۔ بظاہر کوئی بیماری نہیں تھی۔ دل کا دورہ پڑا اور رحلت کر گئے۔ علماء تو فناء نفس کا دعویٰ نہیں کرتے لہٰذا ان میں یہ چیزیں اگر پائی جائیں تو تعجب کی بات نہیں، مگر مشائخ تو فنائے نفس کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس مرض میں مبتلا ہیں۔ کبر راہ خدا کا بڑا راہزن ہے۔ سب سے پہلے اس کا علاج کرے۔

(مجالس محی السنۃ صفحہ ۵۰)

ارشاد فرمایا کہ اپنے متعلق بہت نیک گمان رکھنا، اپنی قیمت زیادہ مقرر کر لینا، جسے کہتے ہیں اپنے منہ میاں مٹھو بننا، اپنے ذہن میں اپنے متعلق یہ خیال قائم کر لینا کہ ہم صاحب بالکل ٹھیک ہیں، ہمارے اندر کوئی کمی نہیں،

ہماری نماز بالکل ٹھیک ہے، ہمارا روزہ بالکل ٹھیک ہے، ہم جو بھی کام کرتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے، ہم سے غلطی ہوتی ہی نہیں ہے، ہم کامل و مکمل ہو گئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ بھائی ہوسکتا ہے تم سے کچھ غلطی ہوگئی ہو، اپنے معاملات پر نظر ثانی کرلو تو کہتے ہیں کہ نہ صاحب ہم تو نظر ثانی کر چکے، ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ اپنے سے اتنا حسن ظن رکھنا، نیک گمان رکھنا یہ مہلکات میں سے ہے۔ اس کو عربی میں عُجب کہتے ہیں، فارسی میں خود بینی کہتے ہیں۔ یہ چیز مہلکات میں سے کیوں ہے؟ اس لئے کہ ایسا شخص اپنے حالات کو اپنے معاملات کو اور اپنی چیزوں کو قابل اصلاح نہیں سمجھتا اور اپنے معاملات اور حالات میں اس کو کوئی کمی اور خرابی محسوس نہیں ہوتی۔ (منجیات و مہلکات صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ ظاہر ہے کہ مریض کو اپنے مرض اور بیماری کا احساس نہ ہو تو بڑی خطرناک بات ہے۔ ایک مریض تو ایسا ہے کہ جس کو اپنے مرض کا احساس ہے اور اپنے کو بیمار سمجھ رہا ہے، تو اس سے تو توقع ہے کہ کبھی نہ کبھی اپنے علاج کی فکر اس کو ہوگی اور یہ ڈاکٹر اور حکیم سے رجوع کرے گا جس سے اس کا علاج ہو جائے گا، شفاء ہو جائے گی۔ لیکن جو مریض کہ ایسا ہو کہ اس کو اپنے مرض کا احساس نہ ہو اور وہ اپنے کو بیمار نہ سمجھے بلکہ اپنے کو بالکل صحیح سمجھے تو ایسی حالت میں کیا امید ہوسکتی ہے کہ اس کا علاج ہو جائیگا اور اس کو صحت ہو جائے گی؟ کیونکہ وہ اپنے کو تندرست سمجھ رہا ہے۔ اس لئے ڈاکٹر و حکیم سے رجوع کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرے گا۔ تو پھر ایسی صورت میں مرض اس کا بڑھتا ہی رہے گا اور حالت گرتی رہے گی۔ یہی حال بالکل اس شخص کا ہے جو کہ خود بینی میں مبتلا ہے کہ اپنے کو قابل اصلاح نہیں سمجھتا، جس کی بناء پر دینی اجتماعات، دینی مجالس میں، استفادہ کی مجالس میں شرکت نہیں کر سکے گا۔ اہل اللہ اور بزرگان دین کی صحبت اور انکی تربیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ پھر یہ کہ

جب کسی سے معاملہ کریگا اور اس میں کچھ ناگواری ہوگی تو چونکہ اپنے سے حسن ظن ہے، اپنے سے نیک گمان ہے، اس لئے سمجھے گا کہ فلاں ہی کی غلطی ہے میں نے بات چیت صحیح کی۔ معاملہ بھی ٹھیک کیا، غلطی تو اسی کی ہے۔ غرضیکہ ہر معاملہ میں اپنے کو راہ راست پر سمجھے گا اور دوسرے کو غلطی پر سمجھے گا۔ گویا ایسا شخص اپنے کو صراط مستقیم کا معیار قرار دیے ہوئے ہے کہ جو اس سے الگ ہو جائے، ہٹ جائے وہ غلطی پر ہے۔ ایسے شخص کی اصلاح بڑی دشوار ہوتی ہے، اسی لئے اس کو سب سے زیادہ مہلک چیز فرمایا گیا۔ (منجیات ومہلکات ص ۱۴۔۱۵)

ارشاد فرمایا کہ عُجب سے ہی تکبّر پیدا ہوتا ہے، یہ شیطان کی بیماری ہے، شیطان کو اسی بیماری نے ہلاک کیا تھا۔ شیطان نے اپنے متعلق یہ رائے قائم کی تھی کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ میں حضرت آدم علیہ السلام سے افضل اور برتر ہوں، کیوں؟ اس کے لئے اس نے اپنے ذہن میں ایک دلیل قائم کرلی تھی کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ یہ ایک مقدمہ ہوا۔ اس کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ کہ آگ اوپر کو چلتی ہے اور مٹی نیچے کو گرتی ہے۔ لہذا آگ اشرف ہے تو میں بھی افضل و برتر ہوں۔ اپنے ذہن میں یہ ایک مقدمہ جمالیا اور اپنی فہم پر اعتماد کیا۔ اپنی سمجھ پر اعتماد کیا اور اس پر غور نہیں کیا کہ سجدہ کرنے کا حکم کس کا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ حکم فرمارہے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات اور اس کی شان جلال کیسی ہے؟ اللہ تبارک تعالیٰ کا علم کیسا ہے؟ ان سب چیزوں کے باوجود پھر بھی اپنی رائے پر قائم رہا اور حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے عُجب کی بیماری شیطانی بیماری کہلاتی ہے۔ اپنے بارے میں حسن ظن رکھنا، اپنے بارے میں نیک گمان رکھنا، اپنے آپ کو علاج سے مستغنی سمجھنا، اپنے حالات و معاملات کو کامل و مکمل سمجھنا یہ چیز بڑی خطرناک ہے۔ یہ باطنی بیماری ہے اور بڑی خطرناک بیماری ہے یہ بیماری ایسی ہے کہ اس سے انسان کو اندر اندر گھن

لگنے لگتا ہے۔(منجیات ومہلکات ص ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ اخلاق رذیلہ دس ہیں جن کا نام میں نے مظلمات رکھا ہے کیونکہ ان سے دل میں اندھیرا پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔(ان میں سے ایک) تکبّر کرنا ہے جس کی حقیقت حدیث پاک میں لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول نہ کرنا ہے (اور دوسرا) عُجب یعنی اپنے کو ٹھیک سمجھنا، اپنے کو بڑھیا اور اچھا سمجھنا اور اپنے کو اصلاح کا محتاج نہ سمجھنا، یہ آثار و علامات عُجب ہیں۔ نیکی کرتے رہنا اور ڈرتے رہنا یہ اللہ والوں کی علامت ہے اور نیکی پر اکڑنا اور ناز کرنا بے وقوفی ہے۔(مجالس ابرار ص ۳۵۰)

ارشاد فرمایا کہ آجکل جھگڑا اور فساد کی جڑ حُبّ جاہ ہے۔ ہر شخص بڑا بننے کی کوشش میں ہے۔ امام بننے میں تو جھگڑا ہوتا ہے مگر مقتدی بننے میں جھگڑا نہیں ہوتا۔ جھگڑا امامت میں ہے۔(یہ عُجب کے باعث ہے)(مجالس ابرار ص ۳۴۴)

ارشاد فرمایا کہ غلطی اور قصور کا اعتراف واقرار نہ کرنا یہ کمی کی بات ہے۔ آج کل یہ مرض عام ہے کہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اس کی توجیہ بیان کرتے ہیں، غلطی کے اقرار میں اپنی ہیٹی سمجھتے ہیں یہ شیطانی بیماری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ﴿مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ (پارہ۸ ع۹)

''کس چیز نے تجھ کو منع کیا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا''

تو اس حکم کی تعمیل تو نے کیوں نہیں کی؟ تو شیطان نے اپنی غلطی کا اقرار نہیں کیا کہ مجھ سے قصور ہو گیا معاف کر دیا جائے بلکہ اس کی توجیہ کرنا شروع کر دی کہ:

﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ (پارہ۸ ع۹)

''میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔'' کہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا اور ظاہر ہے کہ آگ مٹی کے مقابلے میں افضل ہے۔ لہذا میں

بہتر ہوں۔ تو غلطی کا نہ ماننا اور اس کی تاویل کرنا یہ ابلیسی بیماری ہے، بڑی خطرناک بات ہے، چنانچہ پھر اس کا کیا انجام ہوا؟ سب کو معلوم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا کیا معاملہ ہوا اور ان کا کیا طرز عمل رہا کہ فوراً اپنے قصور کا اعتراف کیا، کوئی تاویل اور توجیہ نہیں کی بلکہ فرمایا کہ

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور رحم نہ کریں تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجائے گا'' یہ شان تھی، تو غلطی پر نادم ہونا اور شرمندہ ہونا یہ حضرت آدم علیہ السلام کا عمل ہے اور اصل چیز یہی ہے کہ غلطی ہوجائے تو فوراً اس کا احساس ہونا چاہیئے، شرمندگی ہونی چاہئے اور اس کی تلافی کی فکر کرے پھر ان شاء اللہ اس کے فوائد خود محسوس ہونگے۔ (مجالس محی السنۃ ص ۱۲۸۔۱۲۹)

ارشاد فرمایا کہ ہماری نیکیاں تو محدود، دوسرے کی نیکیوں کا پتہ نہیں چلتا، تو پھر ہم کو کیا حق ہے کہ اپنے کو بڑھیا سمجھیں۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے کی نیکیاں زیادہ ہوں اور ایسا ہوتا بھی ہے۔۔۔۔۔ بعضے اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اس طرح کی عادت ڈال لیتے ہیں کہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ رمضان شریف میں ایک قرآن پاک تو دن بھر میں ختم کرتے تھے اور ایک رات میں اور ایک تراویح والا۔ اب جبکہ یہ معاملہ ہے تو اپنے کو کیسے بڑھیا سمجھے۔ اصل چیز ہے تواضع کہ اپنے کو گھٹیا سمجھو۔ ایک تو یہ معیار ہوا۔ دوسرا معیار گھٹیا سمجھنے کا یہ ہے کہ گھٹیا کون ہے؟ جس کی برائیاں زیادہ ہوں اور بڑھیا کون؟ جس کی برائیاں کم ہوں، دوسرے کی برائیاں ہمیں کم معلوم ہوتی ہیں، ایک دو معلوم ہونگی اور اپنی برائیاں خود سوچے تو معلوم ہوگا کہ کتنی ہیں؟ لہذا ہماری برائیاں زیادہ، ہم گھٹیا، جس کی برائیاں کم وہ بڑھیا۔ تو اپنے کو گھٹیا سمجھے۔ (مجالس محی السنہ ص ۵۳۔۵۴)

ارشاد فرمایا کہ اپنے کو بڑھیا نہ سمجھے لیکن دوسرے اگر اس کو بڑھیا سمجھتے ہیں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ بلکہ حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلوب ہے۔ چنانچہ دعا ہے کہ

﴿ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا﴾

''اے اللہ مجھے اپنی نگاہ میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دیجئے۔''

دوسرے اگر اس کو بڑا اور بڑھیا سمجھیں تو اس میں فائدہ ہے کہ لوگوں کے ضرر سے محفوظ رہے گا کیونکہ جس کو بڑا سمجھتے ہیں اس کو لوگ ستاتے نہیں ہیں۔

(مجالس محیی السنہ صفحہ ۸۸۔۸۹)

ارشاد فرمایا کہ جائز عمل اگر سبب گناہ کا ہو جائے تو وہ جائز بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ جس طرح قیمتی کپڑا مثلاً ۲۰۰ روپے گز کا پہننا جائز ہے مگر اس کے پہننے سے اگر بڑائی دل میں آجائے تو ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ کپڑا عُجب اور کبر کا سبب ہوا۔ (مجالس ابرار ص ۸۶)

ارشاد فرمایا کہ کلام میں، معاملات میں یا تقریر میں کوئی ایسا عنوان نہ آنے پائے جس میں اپنی بڑائی یا کمال یا خوبی ظاہر ہو۔ اس بات کی طرف جملہ اہل تعلق کی نگرانی بھی خصوصی ہونی چاہیے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۰۶)

ارشاد فرمایا کہ تعریف انسان کے لیے بڑی مہلک چیز ہے، تعریف میں انسان بگڑ جاتا ہے۔ کسی نے ہاتھ چومنا شروع کر دیے، کسی نے تعریف کر دی، انسان کا نفس پھولنے لگتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ ہمارے جیسا کوئی نہیں ہے۔ ہم تو اب بالکل حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کامل و اکمل ہو گئے۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔۔۔۔۔ آج کچھ یہی حال ہمارا بھی ہے کہ نفس کے عیوب ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری کوتاہیاں ہمارے علم میں ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص تعریف کرتا ہے، کوئی اعزاز و اکرام کا معاملہ کر دیتا ہے تو

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ ہیں جب ہی تو لوگ ایسا معاملہ کر رہے ہیں ۔۔۔۔۔ انسان کا نفس بہت خطرناک ہے، اس سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ اسی کو خواجہ صاحب نے فرمایا۔

نفس کا مار سخت جاں دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں، اس نے ادھر ڈسا نہیں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مخلوق میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا، صرف نفس سے ڈرتا ہوں، جب اتنے بڑے شیخ اور ولی کامل کا اپنے بارے میں یہ ارشاد ہے تو ہما شما کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ نفس انسان کا بڑا دشمن ہے، نفس سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ عُجب یہ سب سے بڑی بیماری ہے۔ (منجیات ومہلکات صفحہ ۱۸، ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کو مٹا کر اللہ والوں کے پاس کوئی رہے تو پھر دیکھے کیا فیض ہوتا ہے۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
سالہا بودی تو سنگ دل خراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

''موسم بہار میں پتھر کب سر سبز ہوتا ہے اپنے کو خاک کردو پھر اپنی خاک پر دیکھو کہ مرشد کے فیض سے عشق ومحبت اور تقوی کے کیسے کیسے پھول پیدا ہوتے ہیں'' ایک مدت تک تم پتھر اور خلق خدا کے لیے موذی رہ چکے ہو ذرا مثل خاک بن کر بھی آزماؤ کہ کیسے اعلیٰ مقام عبدیت پر فائز ہوتے ہو۔

(آئینہ ارشادات صفحہ ۱۷، ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید میں عُجب کی

بیماری پیدا ہوگئی، شیخ نے فراست سے معلوم کرلیا، علاج یہ تجویز کیا کہ اخروٹ کی ٹوکری سر پر رکھادی اور فرمایا کہ کسی محلے میں جا کر یہ کہو کہ جو بچہ میرے سر پر دھپ لگائے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا۔ بس لڑکوں کا کیا کہنا تھا دھپ لگانے کا مزا الگ اور اخروٹ کا لطف الگ، تھوڑی دیر میں ٹوکری خالی ہوگئی اور کھوپڑی بھی عُجب سے خالی ہوگئی۔ مال وجاہ سے آدمی تباہ ہوجاتا ہے اس وقت مرشد کامل اور مربی ہی کے فیضان سے سالک محفوظ ہوسکتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۷)

اعتقادِ کبر وعملِ کبر کا علاج

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ اعتقادِ کبر کا علاج یہ ہے کہ اس احتمال کا مستحضر کرے کہ ہم کو عند اللہ کسی کے رتبہ کا کیا پتہ ہے اور اپنے عیوب کو بھی پیش نظر رکھے۔ ممکن ہے کہ ان میں کوئی خوبی ایسی بھی ہو جس کا مجھ کو علم نہیں اور حق تعالیٰ کو پسند ہو اور اپنے اندر ایسے عیوب ہوں جن پر مؤاخذہ ہوجاوے۔ اور عملِ کبر یہ ہے کہ برتاؤ تحقیر کا ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ان میں جو اہلِ حق ہیں ان کی مدح زبان سے اور اکرام برتاؤ سے کیا جاوے۔ اور جو اہلِ باطل ہیں ان کی بلا ضرورتِ محض مشغلہ کے طور پر غیبت وغیرہ بالکل نہ کی جاوے''۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)
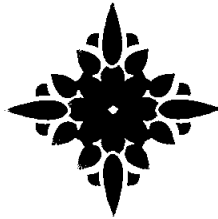
غیبت کے نقصانات اور اس کا علاج

ارشاد فرمایا کہ غیبت کے معنی یہ ہیں کہ کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کسی ایسی بات کا ذکر کرنا کہ وہ اگر سنے تو اس کو ناگوار گزرے۔ مثلاً کسی کو بے وقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب نسب میں نقص نکالنا یا کسی شخص کی کسی حرکت یا مکان یا مویشی یا لباس غرض جس شئے سے اس کا تعلق ہو اس کا کوئی ایسا عیب بیان کرنا جس کا سننا اسے ناگوار گزرے خواہ وہ زبان سے ظاہر کیا جائے یا رمز و کنایہ سے یا ہاتھ اور آنکھ کے اشارہ سے یا نقل اتاری جائے، یہ سب غیبت میں داخل ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۶۶)

ارشاد فرمایا کہ آج کل شیطان زبان کے گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ نہ ہوا۔ بڑے بڑے گناہ جس میں آج کل عام ابتلاء ہے بدگمانی، بدگوئی، بدنگاہی، اور حسد ہے۔ غیبت یہ ایسا گناہ ہے کہ جس میں شیطان اہل صلاح کو بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِّنَ الزِّنَا ''غیبت زنا سے زیادہ شدید ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر تعجب ہوا کہ غیبت زنا سے کیسے شدید ہے تو انہوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِّنَ الزِّنَا؟ ''یا رسول اللہ غیبت کس طرح زنا سے زیادہ شدید ہے؟'' آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ انسان زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور غیبت کرنے والے کی معافی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک صاحب معاملہ اس کو معاف نہ کرے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۱۵)

معلوم ہوا کہ غیبت کا گناہ زنا سے اس لیے بڑھا ہوا ہے کہ زنا کو اللہ تعالیٰ توبہ اور استغفار سے معاف فرما دیں گے مگر غیبت کی توبہ ہی نہیں سوائے

اس کے کہ صاحب حق سے معاف کرایا جائے۔ جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگی جائے۔ اگر کوئی ہزار رکعتیں اور حج وزکوٰۃ کا ثواب لے کر معاف کرنا چاہے تو دینا پڑے گا۔ لہٰذا نیکیاں اور طاعات خوب ہوں مگر غیبت کرنے پر سب دوسروں کے اعمال نامہ میں چلی جائیں گی۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۵۔۱۶)

ارشاد فرمایا کہ شیطان نے صلحاء کو تباہ کرنے کے لیے یہ صورت نکالی ہے کہ ان کی نیکیاں بھی غائب کرا دیتا ہے۔ مثلاً غیبت کی عادت پڑی ہوئی ہے، جو کمایا دوسروں کے نامہ اعمال میں غیبت کر کے لکھا دیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۶۸)

ارشاد فرمایا کہ غیبت کرنے کو حدیث پاک میں زنا سے بھی زیادہ اشد فرمایا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تنبیہ المغترین'' میں لکھا ہے کہ جو شخص غیبت کرتا ہے اپنی نیکیوں کو منجنیق میں رکھ کر منتشر کر رہا ہے اور دوسروں کو دے رہا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم اپنی مجلس میں کسی کو غیبت نہ کرنے دیں۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم مہمان تھے، میزبان نے کسی کی غیبت کی، فوراً اٹھ گئے۔ فرمایا پہلے ہی گوشت کھلا دیا اور وہ بھی اپنے مردہ بھائی کا۔ اگر شرم کی جگہ زخم ہے تو سوائے معالج کے کسی کو دیکھنا یا دکھانا جائز نہیں۔ اسی طرح اپنے بھائی کے عیب کو صرف اس کے معالج اور مصلح کے علاوہ کسی سے کہنا حرام ہے، غیبت کرنا اور اسے سننا دونوں ہی حرام ہیں۔ ایسا شخص مفلس ہو کر اٹھے گا۔ کیونکہ اپنی نیکیوں کو غیبت کر کے دوسروں کو دے رہا ہے۔ جو شخص بدنگاہی نہ کرے اور غیبت نہ کرے ان شاء اللہ وہ تمام گناہوں سے بچ جاوے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۔۳۶)

ارشاد فرمایا کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ غیبت نہ کرنے پر بیعت لیتے تھے۔ اتنا احتیاط کرتے کہ اس زمانہ کے ایک بزرگ حضرت اکمل الدّین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ کسی کو اس شرط پر

مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دیتے کہ کسی کی غیبت نہ کرے گا ورنہ مجلس سے اٹھا دیتے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ اس نے غیبت شروع کردی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لوگ روٹی پہلے کھلاتے ہیں، تم نے بوٹی پہلے کھلادی اور بغیر کھائے اٹھ گئے۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اگر کسی کے شیخ کی مجلس میں کسی کا ذکر بطور غیبت کے آئے اور یہ گمان غالب ہوجائے کہ یہ ذکر غیبت مذمومہ میں داخل ہے تو اس کو اس مجلس سے الگ ہوجانا ضروری ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ بارش اللہ کی رحمت ونعمت ہے مگر جب اولے پڑنے لگیں تو کیا وہاں سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ پر انسان نہیں جائے گا؟ اسی طرح شیخ کی مجلس رحمت وبرکت ہے۔ لیکن جب غیبت کے اولے پڑنے لگیں تو وہاں سے ہٹ جانا چاہیے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۸۳۔۸۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شیخ کی مجلس میں برابر غیبت ہو اور وہ شیخ غیبت کا عادی ہو تو ایسا شیخ، شیخ بنانے کے قابل نہیں۔ بلکہ ایسے شیخ سے تعلّقات منقطع کرلینا ضروری ہے۔ اس لیے کہ گاہے بگاہے ایسی غلطی کا صادر ہوجانا یہ بزرگی کے خلاف نہیں، لیکن کسی گناہ کا عادی ہونا یہ بزرگی کے خلاف ہے، اور گناہ پر اصرار کرنے والا شخص قابل اتّباع نہیں ہے۔ ایسے شخص کی صحبت کو ترک کرنا ضروری ہے۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۸۴)

ارشاد فرمایا کہ غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانا کیوں ہے؟ کیونکہ جس کی غیبت کی جارہی ہے وہ غائب ہونے کے سبب اپنے الزام کے عدم دفاع میں مثل مردہ ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۹۲)

ارشاد فرمایا کہ غیبت وبدگمانی کی بیماری آج صلحاء میں بھی کثرت

سے پھیلتی جارہی ہے جس کے سبب ہر دینی اداروں میں ایک دوسرے سے قلوب صاف نہیں ہیں اور اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کی غیبت بھی کرتے ہیں پھر اس کا اثر طلبا پر یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ کی عظمت قلوب سے نکل جاتی ہے اور نہ جانے کتنے جھگڑے، فساد اور تلخ زندگی کا سبب صرف غیبت اور بدگمانی بنتی ہے۔ اس بیماری کا علاج یہی ہے کہ مفاسد اور نقصانات کا بار بار مذاکرہ ہوتا رہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۶۳)

ارشاد فرمایا کہ میں بیعت کرتے وقت غیبت اور بدگمانی نہ کرنے کا بھی عہد لیتا ہوں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۶۳)

ارشاد فرمایا کہ آج کل غیبت کا بہت زور ہے حالانکہ یہ ایسی بری عادت ہے جس سے دین و دنیا دونوں کی رسوائی وخرابی کا قوی اندیشہ ہے اس لیے بعض احباب کی خواہش پر مختصر طور پر اس کے کچھ نقصانات اور اس کا علاج بزرگوں کی کتب وارشادات سے مرتب کر کے شائع کیا جارہا ہے ان باتوں کو بار بار سوچنے سے اور ان پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس مرض کا ازالہ ہو جائے گا اور اس سے حفاظت رہے گی۔

۱......غیبت کا ضرر ونقصان یہ ہے کہ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اور افتراق سے مقدمہ بازی، لڑائی جھگڑا سب کچھ ہوتے ہیں اور اتفاق کے اندر جو مصالح اور منافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں ان سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

۲......غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے، جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔ جس کے دل میں ذرا سی بھی حس ہو اس کو یہ بات محسوس ہوتی ہے۔

۳......غیبت کرنے سے دنیا و دین دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اگر سُن پائے تو غیبت کرنے والے کی فضیحت کر ڈالے بلکہ اگر بس چلے تو بری طرح سے خبر لے۔ دین کا نقصان یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی گویا سامان دوزخ ہے۔

۴...... حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ ضرر کا باعث ہے۔

۵...... غیبت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ بخشش نہ فرمائیں گے جب تک بندہ معاف نہ کرے کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

۶...... غیبت کرنا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے گا۔ جیسا کہ اس کو برا و ناگوار خیال کیا جاتا ہے اسی طرح غیبت کے ساتھ معاملہ چاہیے۔

۷...... غیبت کرنے والا بزدل ڈرپوک ہوتا ہے جبھی تو پیٹھ پیچھے برائی کرتا ہے۔

۸...... غیبت کرنے سے چہرے کا نور پھیکا پڑتا ہے اور ایسے شخص کو ہر شخص ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۹...... غیبت کا بڑا ضرر یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی ہے اس کو دے دی جائیں گی اگر اس سے کمی پوری نہ ہوئی تو جس کی غیبت کی ہے اس کی برائیاں اس کی گردن پر لاد دی جائیں گی جس کے نتیجہ میں جہنم کا داخلہ ہوگا۔ ایسے شخص کو حدیث شریف میں دین کا مفلس فرمایا گیا ہے لہذا دنیا ہی میں اس کی معافی کرالینی چاہیے۔

غیبت کا علاج

۱...... غیبت کا عملی علاج کرنا چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ جب کوئی غیبت کرے اور منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کردے ورنہ وہاں سے خود اٹھ جانا ضروری ہے اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی (دین کو نقصان پہنچانا) زیادہ قابل احتراز ہے یوں اگر اٹھ نہ سکے تو کسی بہانے سے اٹھ جائے یا قصداً کوئی مباح تذکرہ شروع کردیا جائے۔

۲......غیبت کا عجیب وغریب ایک عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی حرکت کی اطلاع کر دیا کرے۔ تھوڑے دن اس پر مداومت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض دور ہو جائے گا۔

۳......نفع کامل کے لیے ان باتوں کے ساتھ ساتھ کسی کامل مصلح سے اصلاحی تعلق بھی ضروری ہے۔ تاکہ اگر ان تدابیر کا اثر ظاہر نہ ہو تو ان سے رجوع کیا جا سکے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۶)

ارشاد فرمایا کہ بعض صورتوں میں غیبت جائز ہے مثلاً جہاں کسی شخص کی حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا ضرر ہونے کا گمان غالب ہو تو وہاں اس کی حالت ظاہر کر دینا چاہیے یہ منع نہیں ہے۔ یہ خیر خواہی اور نصیحت میں داخل ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کی غیبت کرنا چاہیں پہلے اس کے حالات لکھ کر عالم باعمل سے پوچھ لیں اس کے فتویٰ کے بعد اس پر عمل کریں۔ اگر دینی ضرورت نہیں ہے بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو ایسی صورت میں حالات واقعی بیان کرنا غیبت حرام میں داخل ہے اور بلا تحقیق تو بہتان ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۶۷)

بعض مواقع جوازِ غیبت

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ اگر کسی سے امداد کی توقع ہو تو وہاں ظالم کی شکایت جائز ہے۔ اگر کسی سے اس کی بھی توقع نہ ہو تو وہاں بھی شفائے غیظ کے لیے ظالم کی بُرائی کرنا جائز ہے مگر جہاں شفائے غیظ بھی نہ ہو نہ کسی نے تم پر ظلم کیا ہو وہاں محض بلاوجہ غیبت کرنا اور تاویل کر کے اپنے فعل کو مباح میں داخل کرنا سراسر تلبیس وخداع ہے'' (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

نظر کی حفاظت

گھر بچانا ہے تو دروازے پر پہرہ سخت ہو
دل بچانا ہے تو پھر نظریں بچاتے جایئے
(تائبؔ)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بدنظری آنکھوں کا زنا ہے۔ (معاذ اللہ) بدنظری کرنے سے انسان رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بدنظری کرنے والا انسان عبادات ومناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ زیر نظر ارشادات حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے ماخوذ ہیں جن میں اس گناہ کے مفاسد اوران سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ۔۔۔۔عورتوں کو قصد وارادہ سے دیکھنے والا ملعون ہے اور وہ عورت جو بے پردہ ہو کر خود کو دکھا رہی ہے ملعونہ ہے، لعنت کا مفہوم شریعت میں خدائے تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور بے پردہ عورت سے جتنے لوگ بدنگاہی میں مبتلا ہوں گے ان سب کو بھی گناہ تو الگ ہوگا مگر اس عورت کے سر پر سب کے گناہوں کا مجموعہ لادا جاوے گا۔ اور اس کے شوہر یا ماں باپ کو جنہوں نے اسے پردہ میں رکھنے کی کوشش نہ کی ان پر بھی سب کے گناہوں کا وبال ہوگا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۲)

ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس میں ہمت سے کام لے اور ارادہ کر لے کہ مثلاً بدنگاہی سے نفس کے روکنے میں جان بھی چلی جاوے گی تو بھی نامحرم عورت امرد حسین کو نہ دیکھوں گا اس ارادہ اور ہمت پر حق تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے

اور اگر کوتاہی ہو جائے تو فوراً توبہ سے تلافی کرے، یہ نہیں کہ گندگی میں پڑا رہے۔
(مجالس ابرار صفحہ ۴۶)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ نگاہ کی حفاظت تو کر لیتے ہیں مگر دل میں خیالی پلاؤ اڑاتے رہتے ہیں یعنی قلب سے مطالعہ حسن کرتے ہیں۔ اس خیانت صدر سے بھی باطن کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور دل کے خراب ہونے سے پھر آنکھیں بھی خراب ہو جاتی ہیں۔ دل کا اور آنکھوں کا آپس میں خاص رابطہ ہے پس نگاہ چشمی کی جس طرح حفاظت واجب ہے اسی طرح نگاہ قلبی کی حفاظت بھی واجب ہے کیونکہ نص قرآن سے خیانت عین اور خیانت صدر دونوں کی حرمت ثابت ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۷)

ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے پاکیزہ قلب کے لیے جب حکم صادر فرمایا گیا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) اچانک نظر کے بعد دوسری نظر پھر نہ کرنا، کیونکہ پہلی تو اچانک ہونے سے معاف ہے، مگر دوسری جو قصد وارادہ سے ہوگی وہ حرام ہے۔ آج کل وہ لوگ اس روایت سے سبق حاصل کریں جو کہتے ہیں کہ ہمارا دل صاف اور پاک ہے، ہم بری نیت سے نہیں دیکھتے ہیں۔ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ اپنے کو مقدس ہونے کا در پردہ دعویٰ ہے یا پھر جہل مرکب اور نفس کے دام میں ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۷۵)

ارشاد فرمایا کہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ٹرین کا جب میل ہوتا تھا تو دوسری ٹرین کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے کہ کہیں کسی ڈبے میں کسی بے پردہ عورت پر نظر نہ پڑ جائے اللہ اکبر! کیا تقویٰ تھا۔
(مجالس ابرار صفحہ ۷۵)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کو عورتوں سے ہماری نظر نہیں جھکتی۔ میں نے کہا اچھا اگر اس کا بھائی یا باپ بھی ہو تو کیا ہوگا؟ کہا اس وقت تو

جھک جائے گی، فرمایا پھر بھائی اور باپ کے خوف سے نظر جھک جائے اور خدا تعالیٰ کے خوف سے نہ جھکے؟ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۵)

ارشاد فرمایا کہ جب نامحرم کی تصویر کی اصل دیکھنا حرام ہے تو نقل دیکھنا کیسے جائز ہوگا؟ پس ٹیلی ویژن کا مسئلہ اسی سے سمجھ لیا جاوے کہ مردوں کے لیے نامحرم عورتوں کو دیکھنا اور عورتوں کے لیے نامحرم مردوں کو دیکھنا بالکل حرام ہے (مجالس ابرار صفحہ ۴۶۹)

ارشاد فرمایا کہ بلاضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو، تمہارا گھر وسیع ہونا چاہیے، کیونکہ آدمی کو جب گھر میں راحت ہوگی تو بازار اور دیگر جگہوں پر کم جائے گا ورنہ بلاضرورت بازار میں ادھر ادھر گھومے گا اور گناہ کا سبب بنے گا، بڑی وجہ یہ ہے کہ بازار میں نگاہ محفوظ نہیں رہتی، بدنگاہی ہو جاتی ہے جو کہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں اس کو آنکھوں کو زنا کہا گیا ہے:

﴿اَلْعَيْنَانِ زِنَا هُمَا النَّظْرُ﴾ (مشکوۃ جلد نمبر ا صفحہ ۲۰)

''آنکھوں کا زنا، دیکھنا ہے'' یہ بھی ان گناہوں میں سے ہے جس سے بچنے کا بڑا اہتمام چاہیے کیونکہ یہ ذریعہ بن جاتا ہے بدکاری وغیرہ کا۔ (سبیل النجاۃ صفحہ ۲۲-۲۳)

ارشاد فرمایا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک حکایت بیان فرمائی ہے کہ۔

بزرگے دیدم اندر کوہسارے　　نشستہ از جہاں در کنج غارے

(ایک پہاڑ میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو دنیا سے علیحدہ ہو کر ایک غار کے گوشے میں بیٹھے تھے۔)

چرا گفتم بشہر اندر نیائی　　کہ بارے بندے از دلبر کشائی

(میں نے ان سے کہا کہ آپ شہر میں کیوں نہیں آتے کہ کبھی آپ کے دیدار سے ہمارے دل کی کلی کھل جاتی) تو ان بزرگ نے کہا کہ وہاں خوب صورت عورتیں

ہوتی ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ چوگل بسیار شد پیلاں بلغزند" جب کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی پھسل جاتے ہیں" تو ان بزرگ نے بھی میل جول کی مضرت بتلائی کہ اس میں بدنگاہی ہو جاتی ہے جس سے بچنا بعض مرتبہ مشکل ہو جاتا ہے۔

(سبیل النجاۃ صفحہ ۲۵)

ارشاد فرمایا کہ ایک کپڑا فروش تاجر کو بدنگاہی کی شدید بیماری تھی۔ انہوں نے اپنی اصلاح کا مشورہ لیا، میں نے ہر بدنگاہی پر ۵ روپے جرمانہ مقرر کیا اور لکھا کہ ہر دس دن بعد تعداد بدنگاہی اور جرمانہ کی رقم ہر دوئی بھیجئے۔ یہ جرمانہ خود مساکین کو نہ دیں بلکہ مجھے وکیل بنادیں، میں مساکین کو صدقہ کروں گا۔ دس دن کے بعد خط آیا کہ میری یومیہ آمدنی تقریباً ۵۰ روپیہ ہے، اگر میں نے ۱۰ مرتبہ بدنگاہی کر لی تو سارا نفع تو جرمانہ میں چلا جاوے گا اور میرے بچے کیا کھائیں گے۔ بس خوب ہمت سے کام لیا اور دس دن ہو گئے کہ ایک بدنگاہی بھی نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مرض سے اس تدبیر کی برکت سے شفا دی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۳۵۴)

ارشاد فرمایا کہ ایک امیر طالب علم کا خط آیا کہ مجھے بدنگاہی کا مرض ہے۔ میں نے لکھا کہ ہر بدنگاہی پر ۵ روپے صدقہ کرو اور ۲۰ رکعت نوافل پڑھو اور یہ مراقبہ کرو کہ یہ آنکھیں حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت اور کعبہ شریف اور علماء ومشائخ کی زیارت کے لیے عطا فرمائی ہیں نہ کہ ان خرافات اور خباثتوں کے لیے۔ ایسا نہ ہو کہ حق تعالیٰ شانہ ان اعمال کی شامت سے آنکھ کی روشنی ضائع فرمادیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۵۹۔۴۶۰)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا بدنظری کی ظلمت صرف استغفار سے نہیں جاتی جب تک کہ کئی بار بدنظری کے مواقع پر بدنظری کی حفاظت کا مجاہدہ نہ کرے (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۱)

ارشاد فرمایا کہ دیکھیے اگر بجلی کا تار ننگا ہو اور پاور ہاؤس سے اس وقت بجلی نہ آرہی ہو تو بھی اس کو عقلمند نہیں چھوتے اور کہتے ہیں کہ ارے بھائی! پاور ہاؤس سے بجلی آنے میں دیر تھوڑا ہی لگتی ہے۔ بس یہی حال نظر کا ہے۔ ابھی پاک ہے، مگر اسی نامحرم سے جس سے نظر ابھی پاک ہے ذرا تنہائی ہوئی تو ناپاک ہونے میں ایک سیکنڈ بھی دیر نہیں لگتی۔ جنہوں نے اپنے نفس پر بھروسہ کیا عمر بھر کا تقویٰ اور دین ذرا سی دیر میں غارت ہو گیا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۶)

ارشاد فرمایا کہ جن کو بدنظری کا مرض شدید ہو وہ جب گھروں سے نکلیں تو باوضو ہو کر دو رکعت نفل حفاظت کی نیت سے پڑھ کر حفاظت کی دعا مانگ کر نکلیں۔ پھر بھی اگر کچھ کوتاہیاں ہو گئیں یعنی گوشہ چشم سے بھی دیکھ لیا ہو یا لباس کے اوپر نظر پڑ گئی ہو یا کانوں نے ان کی گفتگو سے لذت حاصل کر لی ہو تو گھر واپس آکر چار رکعت نفل (۲+۲) توبہ کی نیت سے پڑھ کر استغفار کر لیا کریں۔ تضرّع اور الحاح کے ساتھ اور استقامت و اصلاح کی تکمیل کی دعا کر لیا کریں اور حسب ذیل ہدایات کو روزمرہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں جس کے کل سات نمبر ہیں۔

ہدایات برائے حفاظت نظر

۱...... جس وقت مستورات کا گذر ہو اہتمام سے نگاہ کو نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

دین کا دیکھ ہے خطر اٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

۲...... اگر نگاہ اٹھ جائے اور کسی پر پڑ جائے تو فوراً نگاہ کو نیچی کر لینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو خواہ دم نکل جائے۔

۳...... یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلت کا اندیشہ ہے۔

طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے۔ آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

۴..... بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام کرے اور کچھ نہ کچھ حسب گنجائش خیرات کرے اور کثرت سے استغفار کرے۔

۵..... یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

۶..... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان، پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتی ہیں۔

۷..... یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر، شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ترک کی نوبت آ جاتی ہے اور انجام کار نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۱۰۔۱۱۲)

بدنگاہی کے نقصانات

از افادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا تقاضا قلب میں ہو اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے، وہ تسکین عارضی ہے۔ اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اتر جاتا ہے اس لیے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے مزہ لینا زہرِ قاتل، رہزنِ دین ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ

''نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے''۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

اسبال ازار یعنی ٹخنے ڈھانپنا (گناہ بے لذت)

گناہ تو سارے بے لذت ہی ہیں ان میں سے ایک ٹخنے ڈھانکنا بھی ہے جس پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت مولٰنا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نظر ارشادات میں اس گناہ کی برائی اور نقصانات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ ٹخنے ڈھانکنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ متکبرین کی نشانی ہے۔ حکمت یہاں کیا ہے کہ اگر تم متکبرین کی صورت کی نقل بھی کرو گے تو متکبرین کی حقیقت بھی تمہارے اندر منتقل ہو جائے گی۔۔۔۔۔بعض سطحی علم والے یا اہل نفس یہ حیلہ نکالتے ہیں کہ اگر تکبر سے پائجامہ کو ٹخنہ سے نیچے کرلے تو منع ہے اور ہم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ اول تو اپنے نفس سے تکبر کی نفی کا دعویٰ خود تکبر ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۸۳)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عذر کیا کہ میرا تہبند نیچے لٹک جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ عذر تمہارے عمل کے عیب سے زیادہ عیب دار ہے۔ اونچا کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے محبت سے فرمایا کہ کیا تمہیں ہمارے طرز و طریقے سے رغبت نہیں ہے۔ (فتح الباری، کتاب اللباس ج ۱۰)

جو صاحبان پائجامہ کے نیچے بندھ جانے یا کھسک جانے یا عدم فخر وغیرہ کا عذر کر دیتے ہیں ان کو انصاف سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیش نظر رکھتے ہوئے خوب غور کر لینا چاہیئے۔ بعض واقعی معذورین کے عذر کو خود حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد قبول نہیں فرمایا اور اس فعل سے منع فرمادیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ٹخنے سے نیچے جتنا حصہ پائجامہ کا لٹکا ہوگا وہ جہنم میں

ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسے شخص کو نگاہ رحمت سے نہ دیکھے گا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۸۴)

ارشاد فرمایا کہ ٹخنہ نہ ڈھانکیے ۔ ایسا کرنا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کو نگاہ رحمت سے نہ دیکھیں گے اور شب برأت میں مغفرت کی جو بشارت ہے اس مبارک رات میں بھی اس کی مغفرت نہ ہوگی۔

(مجالس ابرار صفحہ ۸۸)

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ٹخنے سے نیچے لباس رکھنے والے سے محبت نہیں فرماتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۱۷)

ارشاد فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ٹخنے سے نیچے والے لباس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اس کو اللہ کے حلال وحرام سے کچھ واسطہ نہیں یعنی یہ کیسا شخص ہے کہ اس ناجائز اور حرام حالت میں نماز پڑھ رہا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۵۱۶۔۵۱۷)

ارشاد فرمایا کہ دینی خدّام اور مؤذن اور امام کو ٹخنہ چھپانے کی اور ڈاڑھی کٹانے کی بیماری سے خاص طور پر محفوظ ہونا چاہیئے جو ان منکرات میں مبتلا ہوں ان کو ہرگز یہ منصب نہ دیا جائے۔ (آئینہ ارشادات صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ اسلام نے جو وردی مقرر کی ہے ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اوپر سے جو لباس نیچے کی طرف پہنا جائے، کرتہ ہو یا پائجامہ ہو، لنگی ہو یا قبا ہو اس کی حد یہ ہے کہ وہ ٹخنے سے اوپر ہونا چاہیے، ٹخنے کھلے ہونے چاہئیں، اگر ٹخنے سے نیچے پہن لیا تو اس پر نظر رحمت نہ ہوگی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلْاِسْبَالُ فِي الْاِزَارِ وَالْقَمِيْصِ وَالْعَمَامَةِ مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (ابوداود، مشکوٰۃ ۲/۳۷۴)

"اسبال، ازار، کرتہ، عمامہ سب میں ہے تکبر کی وجہ سے، جو کوئی ان میں سے کسی

چیز کو لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر نظر کرم نہ فرماویں گے''۔ اس پر ہم خفا ہو جائیں گے، ناراض ہو جائیں گے۔ شب برأت میں جہاں بے شمار مخلوق کی مغفرت ہوتی ہے وہاں جو ٹخنے ڈھانکنے والا ہے اس کی مغفرت نہیں ہوتی جب تک کہ توبہ نہ کرے، اس کو معمولی سمجھ لیا ہے، بہت سے لوگ نماز کے وقت پائجامہ اونچا کر لیتے ہیں، ٹخنے کھول لیتے ہیں، حالانکہ یہ حکم صرف نماز کے وقت کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اونچا رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

﴿ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِي النَّارِ ﴾ (بخاری ۲/۸۶۱)

''جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ازار سے چھپا ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔'' بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ عرب کا کرتہ لمبا ہوتا ہے اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس سے ٹخنے چھپ جاتے ہیں، تو بات یہ ہے کہ ان کا یہ عمل حجت شرعی نہیں ہے بلکہ ان کی غلطی ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے عرب نماز نہ پڑھے تو اس کی غلطی ہے، اب اگر کوئی کہے چونکہ وہ عرب ہو کر نماز نہیں پڑھتے لہٰذا ہم بھی نہیں پڑھیں گے تو یہ غلطی کی بات ہے۔ ایسے ہی کوئی عرب کرتہ لمبا کرے تو یہ حرام ہے، جرم ہے، بس شریعت نے جو حد مقرر کی ہے اس کی پابندی لازمی ہے اور ضروری ہے۔ وہی کرفیو والی بات کہ حد سے آگے بڑھا تو مجرم ہو جائے گا۔ قانون توڑنے والا سمجھا جائے گا اس لئے اسکی پابندی ضروری ہے۔ فقہا نے اس کو بیان کیا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

﴿ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِزَارَ فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ وَهٰذَا فِيْ حَقِّ الرِّجَالِ ﴾ (عالمگیری ۵/۳۳۳)

''مناسب ہے کہ تہبند (پائجامہ، کرتہ وغیرہ) ٹخنوں سے اوپر نصف ساق (پنڈلی) تک ہو اور یہ حکم مردوں کیلئے ہے۔''

یہ معمولی چیز نہیں آج اسکی طرف بے توجہی ہے۔ (اصول الفلاح صفحہ ۸-۹)

ارشاد فرمایا کہ متکبرین کی ہیئت میں سے یہ بھی ہے کہ اوپر سے جو کپڑا پہنا جائے اس سے ٹخنوں کو ڈھانکا جائے۔ اس لئے حکم ہے کہ ٹخنے نہ ڈھانکو، کھلے رکھو، اصل میں ڈھانکنا متکبرین کا شعار ہے تو اگر متکبرین کی نقل کرو گے تو تکبر پیدا ہوگا کہ نہیں؟ جب آدمی ہکلانے والے کی نقل کرتا ہے نیت نہیں ہوتی مگر ہکلانے لگتا ہے۔ تو ایسے ہی چاہے نیت نہ ہو جب متکبرین کی نقل کرو گے تو تکبر پیدا ہوگا، تکبر حرام ہے اور جو سبب ہے تکبر کا وہ بھی حرام ہے۔ اس لئے ٹخنے ڈھانکنا منع ہے۔ (فیض الحرم صفحہ ۱۴)

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اس کو بہت خفیف اور معمولی سمجھتے ہیں یہ بہت بڑا جرم ہے، اس پر بڑی سخت وعید ہے۔ معمولی بات نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے:

﴿ ثَلٰثَةٌ لَّا يُكَلِّمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (مسلم شریف ۱/۷۱)

''تین قسم کے لوگ ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کریں گے قیامت کے دن اور نہ نظر رحمت سے دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

﴿ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مِنْهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﴾ (مسلم شریف ۱/۷۱)

''نامراد اور برباد ہوگئے یہ لوگ کون ہیں یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ ﴾ (مسلم شریف ۱/۷۱)

''اسبال ازار والا، احسان جتانے والا، جھوٹی قسم کھا کر اپنے سودے کو چالو کرنے والا۔''

ٹخنے ڈھانکنے والوں کیلئے کتنی سخت وعید ہے، چار سزائیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمائیں۔

☆......ایک یہ کہ لَا یُکَلِّمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کریں گے قیامت کے دن۔

☆......دوسری یہ کہ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ نظر رحمت ان کے اوپر نہیں کریں گے۔ بولیے جب رب العالمین جو محبوب عالم ہیں، وہ منہ پھیر لیں، کتنی بڑی بات ہے۔ کتنی بڑا سزا ہے۔ کسی کے بڑے منہ پھیر لیں، اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے۔

☆......تیسری یہ کہ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ گناہوں کی میل کچیل سے پاک نہ فرمائیں گے۔ ایسے لوگوں کو توفیق تزکیہ نہ دیں گے جب تک کہ توبہ نہیں کریں گے۔ خاص لوگوں میں داخل نہیں ہونگے۔ ولایت اور قرب کا مقام نہیں حاصل ہوگا۔

☆......چوتھی یہ کہ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ'' ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔''

دیکھا آپ نے ٹخنے ڈھانپنے والے کیلئے کتنی سخت سزا ہے تو جو شخص تواضع اختیار کرنا چاہتا ہے وہ ان دونوں چیزوں کا اہتمام کرے۔ ایک تو جو دوا ہے اس کو اختیار کرے یعنی اہل تواضع کی صحبت اور ان سے ربط خصوصی رکھے۔ دوسرے جو پرہیز ہے یعنی متکبرین کی ہیئت سے بچے تو ان شاء اللہ ان پر عمل کرنے کی برکت سے تواضع اور عاجزی پیدا ہو جائے گی۔ (فیض الحرم صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

شادی۔ چند کوتاہیاں

شادی ایک مقدس بندھن ہے اس کے ذریعے نہ صرف دو انسان (میاں بیوی) بلکہ دو خاندان زندگی بھر بلکہ نسل در نسل ساتھ نبھانے کا عہد کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

﴿ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ﴾

''نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں''۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج امت نے نکاح کے سنت عمل کے ساتھ بے شمار خلاف سنت امور کی آمیزش کر دی ہے اور آئے دن نت نئی رسومات وخرافات ایجاد کی جارہی ہیں، جو کہ ازدواجی زندگی کے لیے بے برکتی کا باعث ہیں۔ زیر نظر ارشادات میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے شادی کو صرف ایک تقریب سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ ایک عبادت بھی ہے کیوں کہ یہ سنت ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس ایک دن کا سامان خورد و نوش ہو اور کسی جانی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہ ہو تو سوال کرنا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ایسے شخص کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص دوزخ کی آگ جمع کرتا ہے۔ لیکن آج کل ایک عام رواج ہے کہ لڑکے کی شادی میں رشتہ طے کرنے سے قبل لڑکی والوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا دیں گے؟ کیا کیا دیں گے؟ یہ سوال ہے یا نہیں تو پھر یہ کس طرح جائز ہوگا؟ لوگ رشوت دینے اور لینے کو ناجائز سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن

شادی کے وقت یہ معاملہ کیا جارہا ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۱۸)

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ شادی میں پھولوں کا ہار ڈالنا کیسا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ یہاں تو جیت ہو رہی ہے، ہار کا کیا سوال، پھر فرمایا کہ عید بقر عید کی نماز میں بھی پھولوں کا ہار ڈالتے ہو؟ جب اس میں نہیں ڈالتے تو پھر شادی میں اس کا اہتمام کیوں؟ جس طرح وہ عبادت ہے اسی طرح یہ بھی عبادت ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۱۹)

ارشاد فرمایا کہ آج کل یہ بھی رسم چل پڑی ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے مطالبہ کرتے ہیں ہمیں یہ دو، ہمیں یہ دو، ہمیں اتنا روپیہ دو۔ کیا یہ سوال نہیں؟ رشوت نہیں! دیندار گھرانوں میں بھی یہ رسم چل پڑی ہے۔ اس کو برا نہیں سمجھتے۔ یہ بھی تو رشوت ہی کی طرح ہے جو بالکل ناجائز ہے، حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا گندہ مال جب کھائے گا، استعمال کرے گا تو پھر انجام کیا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص رو رو کر دعائیں مانگتا ہے مگر اس کا کھانا حرام، اس کا لباس حرام تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہرگز نہیں، اس لیے اس سے بہت سخت احتیاط کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ اس طرح سے جو کچھ لے چکے ہیں ان کو فوراً واپس کر دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۴۷)

ارشاد فرمایا کہ شادی کے دوسرے دن رخصتی کے بعد لڑکے والوں کو ولیمہ کرنا سنت ہے۔ اس میں بھی اپنی حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اس کے موافق لوگوں کو مدعو کرے۔ آج اس سلسلہ میں بڑا عجیب حال ہے کہ معاملہ حیثیت سے زیادہ کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ کہیں تو برادری و رشتہ داروں اور کہیں کہیں پنچایت والوں کی طرف سے دباؤ پڑتا ہے اور کہیں یہ کہ لوگ کیا کہیں گے، محلّہ والے کیا کہیں گے، اس کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا

انجام یہ ہوتا ہے کہ آدمی قرض لیتا ہے، پریشان ہوتا ہے، یہ ولیمہ کہاں رہا یہ تو الیمہ (باعث تکلیف) ہو گیا۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۲۳)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مہر کم رکھنے کی ترغیب سے مراد انفرادی نہیں ہے بلکہ برادری کا اجتماعی طور پر تقلیل ہے ورنہ لڑکی کا مہر مثل واجب ہے۔ اس سے کم کرنا ظلم ہے۔ دادیالی لڑکیوں کا مہر، مہر مثل کہلاتا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۷۵)

ارشاد فرمایا کہ یہ دین کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ مباح یا مستحب کام میں جب کوئی غیر مشروع یا ناجائز امر مل جاتا ہے تو وہ مباح مستحب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے چونکہ آج کل نکاح کے سلسلے میں بہت سے امور جو بظاہر جائز اور بہتر معلوم ہوتے ہیں ان میں غیر مشروع امور مل گئے ہیں۔ جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسی وجہ سے لوگ علمائے ربّانی سے بسا اوقات الجھنے لگتے ہیں۔ چند قابل اصلاح امور جن کا تعلق لڑکے اور لڑکی والوں سے ہے ان کو نمونہ کے طور پر منتخب کر کے جمع کر دیا گیا ہے۔

نکاح کی وہ رسمیں جنکی اصلاح ضروری ہے اور جن کا تعلق لڑکے والوں سے ہے

(۱) بری لے جانا۔

(۲) زیادہ تعداد میں بنا بر رواج اتنے اشخاص کو لے جانا جس کو عرف عام میں بارات سمجھا جاوے۔

(۳) مدعو شدہ سے زیادہ اشخاص لے جانا۔

(۴) لڑکی کے لیے ہدیہ، پارچہ جات وغیرہ بطور نمائش بھیجنا اور بھیجنے کو ضروری سمجھنا۔

(۵) سہرا یا بدھی کا برتنا۔

(۶) نامحرم اشخاص کا اذن کے وقت جانا اور اس کو اپنا حق سمجھنا۔

(۷) نامحرم اشخاص کا لڑکی کا منہ دیکھنا اور دکھانا۔

(۸) ناچ گانا یا باجا ہونا۔

(۹) نیوتہ وصول کرنا۔

(۱۰) مہر کے معاملہ کو پہلے سے نہ صاف کرنا اور اس کو عیب سمجھنا اور بروقت نکاح نزاع و تکرار کرنا۔

(۱۱) دعوت ولیمہ ریا و تفاخر کے ساتھ کرنا۔

(۱۲) لڑکی والوں سے اپنے ملازمین وغیرہ کا انعام طلب کرنا بعنوان حق الخدمت۔

(۱۳) دَین مہر کو قابل اہتمام خیال نہ کرنا اور اس کی ادائیگی میں غفلت برتنا۔

(۱۴) ایسے معاملات قصداً کرنا جس سے لڑکی والوں کی سبکی ہو ان کو پریشانی ہو یا اپنا نام و شہرہ ہو۔

(۱۵) تقریب کی وجہ سے فرائض و واجبات شرعیہ میں سستی یا لاپرواہی برتنا۔

نکاح کی وہ رسمیں جن کی اصلاح ضروری ہے اور جن کا تعلق لڑکی والوں سے ہے

(۱) بری کا مطالبہ کرنا۔

(۲) لڑکے کے لئے ہدیہ پارچہ جات ظاہر کر کے بھیجنا اور اس کے اظہار کو پسند کرنا اور ضروری سمجھنا۔

(۳) اپنے یہاں یعنی اپنی تجویز کردہ قیام کی جگہ یا منظر عام پر کپڑے بدلوانا۔

(۴) لڑکے کے سابق کپڑے، کپڑے بدلوانے کا حق سمجھ کر رکھ لینا۔

(۵) دعوت طعام برادری یا اہل محلّہ یا بستی کی کرنا۔

(۶) جہیز کے سامان کو تفصیلاً دکھانا یا اظہار کر کے دینا۔

(۷) شکرانہ وغیرہ بنانا یا بعد نکاح پانی یا شربت دولہا کو پلانا بلا ضرورت۔

(۸) لڑکے والوں سے اپنے ملازمین وغیرہ کا انعام بعنوان ''حق الخدمت''

وصول کرنا۔

(۹) دولہا کے سامنے نامحرم عورتوں کا آنا۔

(۱۰) نیوتہ وصول کرنا بشکل سلامی وغیرہ اور سلامی کو ضروری سمجھنا، بوقت سلامی ضرور کچھ دینا۔

(۱۱) سلامی کے عطیہ کو ظاہر کر کے دینا اور سلامی کا التزام۔

(۱۲) مہر گنجائش سے زیادہ مقرر کرنا یا نام آوری یا افتخار کے لئے ایسا کرنا۔

(۱۳) گانا باجا وغیرہ۔

(۱۴) ایسے معاملات قصداً کرنا جن سے نام و شہرہ یا تعریف محلّہ یا بستی میں ہو۔

(۱۵) تقریب کی وجہ سے فرائض و واجبات شرعیہ میں سستی ولا پرواہی برتنا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۵۲۲ تا ۵۲۴)

ارشاد فرمایا کہ اس وقت اہم بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

''تمہارے لیے ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے''

لہٰذا ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نقل جتنی بھی ہو سکے اتنی کرنی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ہر بات بتلا دی ہے کہ اس طرح کرو اور ہمارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ بچہ کی پیدائش، عقیقہ، ختنہ، بسم اللہ، ناک و کان چھیدنا، ختم قرآن شریف، منگنی، نکاح، رخصتی، ولیمہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا بتلایا ہوا طریقہ معلوم کریں اور اس پر عمل کریں۔ جس طرح ہم نماز اور روزہ اللہ کے رسول ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ اس طرح ان باتوں کو بھی کریں اور اپنی مستورات کو ہدایت کر دیں کہ محلّہ برادری اور غیر مسلموں کی رسموں سے اس موقع پر بھی اجتناب کریں۔ جس طرح ایک ناپاک قطرۂ پیشاب اور خون کا پورے کنوئیں کو ناپاک کر دیتا ہے اسی طرح ان

تقریبات میں کوئی ایک رسم مل جانے سے ان تقریبات کو بے برکت کر دیتا ہے۔سو کتنی بڑی کوتاہی اور غلطی ہے کہ ہماری تقریب ایسی ہو جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر اگر ہم نہ چلیں گے تو قیامت کے دن ہم کیا منہ دکھلائیں گے۔بس اس میں ہمت کی ضرورت ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جو شخص میری سنت کو مضبوطی سے اختیار کرے اس وقت جبکہ لوگ غفلت میں مبتلا ہوں تو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے''۔سو ایسے بڑے درجہ پر رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہم عمل کر کے پہنچ سکتے ہیں اور اس میں کسی کی مخالفت سے گھبرانا نہ چاہئے اور ہمارا یہ حال ہونا چاہیے۔

سارا جہاں خلاف ہو ، پرواہ نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جانانہ چاہیے
اب اس نظر سے سوچ تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

(مجذوبؔ) (مجالس ابرار صفحہ ۵۳۲۔۵۳۳)

نکاح موافقِ سنّت میں نورانیت یقینی ہے

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ سنت کے موافق نکاح میں نورانیت ضرور ہوتی ہے اور یہ بھی بات ہے کہ جتنی سہولت ہوتی ہے اتنی ہی نورانیت قلب میں ہوتی ہے۔کیونکہ جھگڑا بکھیڑا نہیں ہوتا نہیں اس لیے انشراح رہتا ہے اور جہاں طوالت اور جھگڑے ہوتے ہیں وہاں ضرور قلب میں کدورت اور ظلمت ہوتی ہے۔''

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

شرعی پردہ

پردہ حیا کی شاخ ہے عفت کا پھول ہے
بے پردگی میں حسن فقط ایک بھول ہے
پردہ ہی پارسائی کا زرّیں اصول ہے
پردے کا اہتمام تو حکمِ رسولؐ ہے

(تائب)

قرآن حدیث میں پردے کے واضح احکام موجود ہیں لیکن اس کے باوجود اس قرآنی حکم سے جس طرح اعراض برتا جارہا ہے یہ طرزِ عمل نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ دنیا وآخرت میں شدید نقصانات اور ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔ زیرنظر ارشادات حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے ماخوذ ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس حکم کی اہمیت سمجھنے اور عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب)

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی بڑھتی جارہی ہے اس منکر کی اصلاح کی بڑی فکر کی ضرورت ہے۔ کیوں صاحب جب آپ لوگ ایک پاؤ گوشت خریدتے ہیں تو اس کو چھپا کر کیوں لے جاتے ہیں، تاکہ چیل نہ اُڑا لے جائے اور سوروپے کے نوٹ کو اندر کی جیب میں سینے کے ساتھ کیوں رکھتے ہیں، تاکہ جیب کترا نہ اڑا لے جائے۔ اور روٹی کو ڈھک کر کیوں رکھتے ہیں تاکہ چوہا نہ لے جائے۔ اچھا صاحب یہ بتایئے کہ گوشت اُڑ کر چیل کے پاس یا نوٹ اُڑ کر جیب سے جیب کترے کے پاس یا روٹی اُڑ کر چوہے کے بل میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ نہیں۔ اور اگر چیل گوشت اڑا کر لے جائے اور پھر آپ کے گھر پر گرا دے تو آپ اسے دھو کر کھالیں گے یا عیب دار سمجھ کر پھینک دیں

گے؟ ظاہر ہے کہ اس گوشت میں کیا عیب آیا اور شکر یہ بھی چیل کا ادا کیا کہ چلو گھر تک لانے سے بچے۔ خود پہنچا گئی اسی طرح چوہا روٹی لے گیا اور آپ نے اس کے بل میں دیکھا کہ روٹی کا ایک حصہ بل میں ہے اور تین حصے بل کے باہر ہیں، آپ نے ہاتھ سے کھینچ کر اس کے کترے ہوئے حصے کو کاٹ کر باقی حصے کو کھالیا تو کیا عیب ہوا۔ اسی طرح نوٹ سو روپے کا جیب کترا لے گیا۔ مگر تھانہ والوں نے اسے پکڑ کر پیٹا اور اس سے چھین کر آپ کو دے دیا تو اس نوٹ میں کیا عیب آیا، ظاہر ہے کہ وہ بے عیب رہا اور آپ کے کام کا اب بھی ہے۔ اب عورت کے معاملہ میں سنجیدہ ہو کر غور کیجئے اگر اس کو کوئی اُڑا لے جائے اور واپس کر دے یا آپ تھانے کی مدد سے یا عدالت کی مدد سے واپس کرا لائیں تو وہ عورت آپ کے لیے عیب دار ہو گئی یا نہیں؟ اور عورت میں خود اڑنے کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ آپ لوگ خود فیصلہ کیجئے۔ جو عقلائے زمانہ بنے ہوئے ہیں کہ کیا عورت کی قیمت آپ کے نزدیک ایک پاؤ گوشت، ایک سو کے نوٹ اور ایک روٹی سے بھی کمتر ہے کہ ان سب کو پردہ میں رکھیں اور عورت کو بے پردہ کر دیں اور جب کہ ان چیزوں میں خود اڑنے کی صلاحیت نہیں اور عورت جو خود بھی نفسیاتی طور پر متاثر ہو کر بھاگ سکتی ہے اس کے لیے پردہ کی ضرورت نہیں؟ ڈوب مرنے کی بات ہے اور کس قدر بے غیرتی کا مقام ہے۔ اس پر ناز ہے کہ ہم ترقی یافتہ ہیں اور عقلائے زمانہ ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۱-۳۲)

ارشاد فرمایا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ جب پیغمبر علیہ السّلام کی ازواج مطہرات سے کچھ بات کرنا ہو تو پردے میں سے پوچھو۔ یہ تو اُن پاکیزہ نفوس کے لیے حکم ہے تو ہمارا کیا حال ہے جو ہم اس حکم سے اپنے کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۲)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہسپتال میں جو نرسیں ہیں تو

حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں بھی عورتیں مرہم پٹی وغیرہ جہاد کے زخمیوں کی کیا کرتی تھیں اور جہاد میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں قبل نزول آیات حجاب ایسا تھا۔ چنانچہ بعد نزول احکام پردہ بعض عورتوں نے عورتوں کی طرف سے نمائندگی کے طور پر بارگاہ رسالت ﷺ سے جہاد کی شرکت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا جہاد اپنے گھروں میں اپنے شوہروں کی خدمت کرنا ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۳)

ارشاد فرمایا کہ پردہ شرعی آج کل صلحاء کے گھرانے میں بھی نہیں ہے۔ الا ماشاء اللہ، مثلاً چچی اور ممانی اور تائی امی سے پردہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح پھوپھی زاد، خالہ زاد، چچا زاد بہنوں سے پردہ واجب ہے اور اسی طرح وہ بوڑھی عورت جس کے چہرہ دیکھنے میں گنجائش ہے مگر اس کے بالوں کا دیکھنا اس وقت بھی حرام ہے۔ چھوٹا ملازم بچہ جوان ہو گیا، اب پردہ واجب ہو گیا، گھروں میں کہتی ہیں کہ یہ تو میرے سامنے کل بچہ تھا اس سے کیا پردہ۔ یہ تو بچپن سے ہمیں دیکھتا تھا یہ کیا نادانی ہے۔ علمائے کرام سے احکام معلوم کریں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۳۔۳۴)

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی کے مفاسد کو اہل فتاویٰ سے پوچھئے۔ ایک عورت نے خط لکھا کہ میری بہن بے پردہ آتی جاتی تھی، میرے شوہر کا دل اس پر آ گیا ہے، مجھے بھنگن کی طرح ذلیل رکھتا ہے، کوئی تعویذ دے دیجئے۔ بعض لوگ دل صاف اور نظر پاک یا نظر صاف دل پاک کا بہانہ کرتے ہیں، ان سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا دل اور ان کی نظر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہنے لگے کہ ارے صاحب کیا کہنا ہے۔ اُن کے دل تو پاک اور نظر بھی پاک تھی۔ میں نے کہا پھر حضور ﷺ نے اُن کو کیوں حکم دیا کہ اے علی! (رضی اللہ عنہ) پہلی اچانک نظر معاف ہے، مگر خبردار دوسری نظر مت ڈالنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کا دل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاف

اور پاک ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۳۵۔۴۳۶)

ارشاد فرمایا کہ شوہر کے حقیقی بھائی سے پردہ کے لیے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو موت ہے یعنی اس سے تو نہایت ہی احتیاط ضروری ہے (کیونکہ گھر میں آمد ورفت اس کی زیادہ ہوتی ہے، اس لیے محل فتنہ کے اعتبار سے زیادہ خطرناک ہے)۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۵)

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا پردہ کا حکم قرآن وحدیث میں موجود ہے؟ میں نے کہا کہ ارے بھائی قرآن وحدیث تو بڑی چیز ہے خود فطرۃ سلیمہ کا تقاضا بھی پردہ کا حکم دیتا ہے۔ بہت تعجب سے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا روٹی کی حفاظت چوہے بلی سے کرتے ہیں۔ چیل کے خوف سے گوشت چھپا کر لاتے ہیں۔ تنخواہ پاتے ہیں تو نوٹوں کو جیب کتروں کے خوف سے چھپا کر لاتے ہیں۔ حالانکہ روٹی، گوشت اور نوٹ میں خود اُن کے اچکنے والوں کے پاس کھنچ جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ برعکس عورت کے اچکنے والے بھی ہیں اور اس میں خود ان کی طرف کھنچ جانے کا مادہ بھی ہے۔ نیز روٹی، گوشت اور نوٹ اچکنے والوں سے واپس مل جانے کے بعد بھی قابل استعمال ہیں۔ برعکس عورت کے کہ اغوا ہونے کے بعد خاندان کی بھی گردن نیچا کر دیتی ہے اور کوئی شریف انسان اس کو نکاح کے لیے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حکم ہے کہ نامحرم مردوں سے نگاہ نیچی رکھیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۵)

ارشاد فرمایا کہ شرعی پردہ کا ہر ایک کو اہتمام کرنا چاہیے۔ شریعت نے اس کا حکم دیا ہے۔ یہ بڑی نافع اور مفید چیز ہے۔ اس سلسلہ میں لوگوں کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ کوئی اگر اس کا اہتمام کرتا ہے تو خوش ہونا چاہیے کہ ایک شخص شریعت پر عمل کر رہا ہے۔ بجائے اس کے اس سے ناراض ہوتے ہیں کہ

اس نے اس پر کیوں عمل کیا۔ کیا حال ہو رہا ہے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۴)

ارشاد فرمایا کہ اگر ہم اپنی بیویوں کو پردہ کرائیں اس پر ہمارے دوست واحباب کو شکایت ہو تو معلوم ہوا کہ ان کو ہم سے زیادہ ان سے تعلق ہے۔ وہ ہم سے ملنے نہیں آئے، ہماری بیوی سے ملنے آئے ہیں، ہم کو دیکھنے نہیں آئے ہماری بیوی کو دیکھنے آئے ہیں، یہ بات کتنی خطرناک ہے۔۔۔۔۔ لیکن انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں شریعت پر عمل کرے۔ بھائی پردہ شریعت کا حکم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اس پر عمل تو کرنا ہی ہے۔ آنا جانا بند ہو جائے، کوئی بات نہیں مگر شریعت کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ بات یہ ہے کہ انسان ہمت و ارادہ کرے پھر نصرت ہوتی ہے، راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لیے شرعی پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (حج کے خاص اور اہم حقوق صفحہ ۳۵)

ارشاد فرمایا کہ مدارس میں اس کا بھی خیال رہے کہ جو بچیاں عمر میں تو کم ہیں لیکن دیکھنے میں بڑی معلوم ہوتی ہیں، اُن سے بھی پردہ ضروری ہے۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ بعض گھرانے ایسے ہیں کہ چار بھائی ایک گھر میں رہتے ہیں مگر شرعی پردہ کا اہتمام ہے، آواز دے کر گھر داخل ہوتے ہیں تا کہ جو نامحرم ہو چہرہ چھپالے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۴۸۱)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے مولانا سعید احمد صاحب جب ۱۲ سال کے ہو گئے تو فرمایا کہ سعید احمد تم ۱۲ سال کے ہو گئے ہو۔ بتاؤ ممانی محرم ہے یا نامحرم۔ پس اسی وقت سے پردہ شروع کرادیا حالانکہ مولانا سعید احمد صاحب جب ڈھائی سال کے تھے اس وقت ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اسی وقت سے ممانی نے پرورش کی تھی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۷۵)

ارشاد فرمایا کہ پردہ کے سلسلہ میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ

صاحب اگر کوئی پاک دل ہو، پاک نگاہ ہو، کسی اجنبی پر نظر ڈالے اور دیکھے تو کیا حرج ہے۔ جب کہ نگاہ بھی پاک ہے، دل بھی پاک ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کی نگاہ میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کے متعلق آپ کا گمان ہے کہ ان کا دل اور ان کی نگاہ پاک ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں بہت سے لوگ ہیں۔ میں نے کہا اچھا نام لیجئے، انہوں نے بڑے بڑے بزرگان دین کے نام لینے شروع کیے۔ مثلاً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسی ہستیاں ہیں کہ جن کے دل بھی پاک ہیں اور نگاہیں بھی پاک ہیں۔ میں نے کہا کہ آئمہ اربعہ کیا یہ لوگ نہیں ہیں؟ کہا ارے صاحب ان کے متعلق پوچھنا ہی کیا ہے۔ میں نے کہا اور تابعین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سب سے بڑھ کر ازواج مطہرات کہ ان سے بڑھ کر تو کوئی ہے ہی نہیں جو کہ پاک دل اور پاک نگاہ ہو۔ کہنے لگے کہ نہیں۔ میں نے کہا اب سنیے حدیث میں ہے کہ ایک صحابی اعمیٰ (نابینا) تھے جو بہت بڑے متقی تھے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور ﷺ کے پاس تھیں اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ پردے کا حکم شریعت میں آچکا تھا تو فرماتی ہیں کہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے ہم دونوں سے فرمایا کہ اِحْتَجِبَا مِنْهُ۔ تم دونوں پردے میں ہو جاؤ تو ہم نے عرض کیا لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا کہ حضور ﷺ یہ تو اندھے ہیں نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں ان سے کیا پردہ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اَفَعُمْيَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ؟ ”تم دونوں تو اندھی نہیں ہو، کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھو گی؟“ تو جب ازواج مطہرات سے بڑھ کر کوئی پاک نگاہ پاک دل نہیں ہو

سکتا اور وہ ساری امت کی مائیں ہیں۔۔۔۔۔۔تو اتنے سارے شرف کے باوجود پھر بھی اجازت ایک امتی کو دیکھنے کی نہیں ہے تو پھر ہما شما کی کیا حقیقت ہے۔ پیر و عالم، بزرگ کا کیا شمار کہ ان کے لیے کسی اجنبی کا دیکھنا مضر نہ ہو۔ وہاں تو معاملہ یہ ہے کہ وہ امت کی مائیں ہیں اور امتی کا نکاح ان سے حرام ہے۔ لیکن پھر بھی ایک اجنبی کو دیکھنے کی اجازت نہیں اور یہاں تو پیر کا مریدنی سے نکاح جائز، پیر و شیخ اور عالم کی بیوی سے نکاح جائز تو کیسے کسی اجنبی کو دیکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۲ تا ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ اس وقت توجہ دلانے کے لیے بتلا رہا ہوں کہ پردہ معاشرت کی چیز ہے۔ قرآن پاک میں اس کو بڑی توضیح و تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا اور اس کے اہتمام کا حکم دیا گیا، لیکن آج بے پردگی بڑھتی جارہی ہے، پردہ شرعی آج کل صلحاء کے گھرانوں میں بھی نہیں ہے، طاعات ماشاء اللہ ہم خوب کرتے ہیں، اشراق و اوّابین پڑھتے ہیں، چاشت پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ گھر میں کتنی دفعہ بے پردگی ہوتی ہے؟ کتنی دفعہ گناہ کے اندر مبتلا ہوتے ہیں؟ سوچو اس کا اثر کیا ہوگا؟ احساس بھی نہیں، حالانکہ مامورات کا تو ماشاء اللہ اہتمام ہے۔۔۔۔۔۔لیکن بے پردگی یہ کتنی دفعہ دن میں ہوتی ہے اور کتنی دفعہ یہ گناہ ہوتا ہے مگر اس کا احساس بھی نہیں اور فکر بھی نہیں، قابل فکر چیز ہے یہ۔ اس منکر کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

(خصائص مومن صفحہ ۲۴)

ارشاد فرمایا کہ شریعت میں ہر چیز کے آداب و حدود ہیں، ہر کام کے طریقے ہیں، ان کو معلوم کیا جائے اور اس کے موافق معاملہ کیا جائے تو اس سے بڑی آسانی اور سہولت ہو جائے گی، کسی کے گھر میں پردہ نہیں ہے اور وہ پردہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی حدود ہیں، اس کو معلوم کرے، شرعی پردہ کو بہشتی زیور میں

تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے اس کو دیکھا جائے، کچھ نہ کچھ مشقت تو ہوتی ہی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ اگر قانون لگا دیا جائے کہ جو شخص بے پردگی میں پکڑا جائے گا، اور بے پردگی ثابت ہو جائے گی تو زیادہ نہیں صرف چھ مہینہ کی سزا با مشقت ہوگی یا کچھ نہیں صرف پندرہ منٹ کے لیے مرغا بنا دیا جائے گا، پندرہ منٹ کے لیے گدھا بھی بنا دیا جائے گا۔ کیا معنی گدھا بنا دینے کے کہ گدھے کی شکل میں کھڑا کر کے دھوبی کے پرانے کپڑے لاد کر پچاس قدم چلوا دیا جائیگا۔ بس اتنی سزا مقرر کر دی جائے، زیادہ نہیں، تو پھر دیکھو پردہ ہونے لگ جائے گا یا نہیں جب دنیا کی سزا کے ڈر سے اس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے تو پھر آخرت کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ڈر اور خیال سے جو کہ بے پردگی کی وجہ سے ہوگی اس سے اور زیادہ بچنا چاہیے۔ (خصائص مومن صفحہ ۲۵۔۲۶)

ارشاد فرمایا کہ جس چیز کی اہمیت ذہن میں ہوتی ہے۔ اس کے لیے آدمی سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، چاہے اس میں کتنی مشقت ہو، اس لیے ضرورت ہے کہ پردہ کی اہمیت کو اور بے پردگی کے مفاسد اور اس کے نقصان کو بار بار بتلایا جاوے۔ تا کہ ذہن میں اس کی اہمیت بیٹھے، ایسے ہی عورتوں کو نرمی سے سمجھاؤ، سختی کی ضرورت نہیں۔ (خصائص مومن صفحہ ۲۶)

ارشاد فرمایا کہ اسی سلسلہ میں ایک بات اور مختصراً عرض کر دوں تا کہ اندازہ ہو جائے کہ یہ کتنی اہم چیز ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ﴾ (پارہ ۲۶، رکوع ۴)

”جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے“

اس آیت میں جن کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے ان میں مردوں میں صحابہ

کرام ہیں اور عورتوں میں ازواج مطہرات ہیں، صحابہ کرام کی شان کو دیکھو، مردوں میں ان سے بڑھ کر کوئی نیک اور پاکباز نہیں ہوسکتا، اور ادھر ازواج مطہرات کی شان عالیہ کو دیکھو کہ جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے خود لے لیا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴾ (پارہ ۲۲، رکوع ۴)

''اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے پیغمبر کے گھر والو کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک وصاف رکھے''

اور پھر امت کی مائیں ہیں، یہ شرف ہے ان کا، پھر بھی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ دیکھو کبھی کوئی ضرورت پڑا کرے کوئی چیز لینے کی، اور کوئی محرم نہیں، کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے تو ایسی حالت میں کوئی چیز مانگا کرو تو پردے اور آڑ سے مانگا کرو، فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم پاک دل ہو، صاف دل ہو، لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے دل زیادہ پاک وصاف ہو جائیں یا رہیں، جیسے اب تک دونوں جانبین کے دل پاک ہیں آئندہ بھی ہمیشہ کے لیے ایسے ہی رہیں:

﴿ ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَ قُلُوْبِھِنَّ ﴾ (پ ۲۲۔ رکوع ۴)

''یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے''

۔۔۔۔۔تو اتنے پاکباز جو لوگ ہیں ان کو دل کی صفائی اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ درمیان میں پردہ ہونا چاہیے تو ہما شما کے لیے تو اور زیادہ ضروری ہے کہ اس کا اہتمام اور پابندی کریں۔ (خصائص مومن صفحہ ۲۷۔ تا ۲۹)

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کا حال پردے کے سلسلے میں یہ ہے کہ ذرہ برابر بھی بے پردگی کو گوارہ نہیں کرتے، دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی ایک مریدنی تھی جو کہ گھریلو کاموں کو

پیرانی صاحبہ کے ہمراہ انجام دیا کرتی تھی۔ پیرانی صاحبہ بھی ضعیف ہو چکی تھیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت دنوں تک مسلسل بیمار رہنے کے سبب حد سے زیادہ کمزور ہو گئے تھے۔ تہجد وغیرہ کے لیے خود سے اٹھنا دشوار تھا اور کوئی خدمت کے لیے نہیں تھا، ایک مرتبہ تہجد کے لیے کھڑے ہوئے بسبب کمزوری اٹھنا دشوار ہو رہا تھا یہ دیکھ کر ان کی ایک مریدنی نے حضرت کو سہارا دے کر کھڑا کرنا چاہا مگر حضرت نے سختی سے منع فرمایا کہ خبردار ہاتھ نہ لگنے پائے تم نامحرم ہو۔ یہ ہے بزرگوں کی شان کہ پردے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔

(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۲۴۔۲۵)

پردے سے ہے حیا کا تعلق یہ جان لیں
للہ اس کو لازم و ملزوم مان لیں

(تائبؔ)
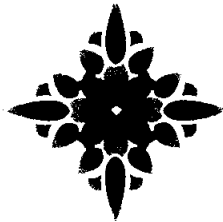
حُبّ دنیا (خرابیاں اور علاج)

بھر رہا ہے دل میں حبّ جاہ و مال
کب سماوے دل میں حبّ ذوالجلال

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے:

﴿حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ﴾ (الجامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۱۴۶)

''دنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے''

اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت تمام خرابیوں اور برائیوں کی جڑ کیسے ہے؟ تو بات یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں، ایک ہے دنیا اور ایک ہے آخرت، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی محبت ہوگی اسی کی فکر غالب ہوگی اور اسی کے لیے کام کرے گا اور اسی کا اہتمام کرے گا، دوسری طرف نہ توجہ ہوگی نہ ہی اس کے لیے فکر و کوشش ہوگی۔ حضرت وہب بن منبّہ رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

﴿مَثَلُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ كَمَثَلِ رَجُلٍ لَّهٗ ضَرَّتَانِ اِنْ اَرْضٰى اَحَدُهُمَا اَسْخَطَ الْاٰخِرَ﴾ (کتاب الزہد والرقان صفحہ ۲۱۰)

''دنیا اور آخرت کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کی دو سوکن ہوں اگر ایک کو راضی کرتا ہے تو دوسری کو ناراض کر دے گا۔''

اسی طرح دنیا و آخرت کا معاملہ ہے کہ دونوں میں سے ایک سے محبت دوسرے سے بے تعلق کر دیتی ہے تو جب دنیا کی محبت ہوگی تو آخرت کا اہتمام نہ ہوگا جس کی بنا پر نہ برائیوں سے بچے گا اور نہ ہی اچھے اعمال کرے گا کیونکہ آخرت کی فکر اور اس کا خوف یہ بنیاد ہے معصیت اور جرائم روکنے کی، اسی لیے فرمایا گیا کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی بنیاد ہے۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۸۔۹)

ارشاد فرمایا کہ یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ ایک طرف تو حکم ہے کہ دنیا سے دل نہ لگائے اور اس سے محبت اور تعلق نہ رکھے، دوسری طرف یہ بھی ہے کہ انسان جب تک زندہ ہے اس وقت تک اس کے ساتھ یہاں کی ضروریات لگی ہوئی ہیں، اپنے اور اپنے متعلقین، اعزہ واقرباء کے حقوق ہیں، جن کی ادائیگی اس کے ذمہ ضروری ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ روپیہ پیسہ ہو مال کمائے تاکہ ضروریات زندگی پوری ہوسکیں اور ہر ایک کے حقوق ادا ہو سکیں تو بات یہ ہے کہ اس کے دو درجے ہیں، ایک درجہ ہے ضرورت کا اور ایک درجہ ہے محبت کا۔ بقدر ضرورت دنیا کا کمانا، اس کی تو اجازت ہے بلکہ حلال طریقہ پر حاصل کرنا یہ طاعت ہے اور اس کا حکم بھی ہے، البتہ اس سے دلچسپی لینا، اس میں دل لگانا اور اس سلسلہ میں حد سے بڑھ جانا کہ ہمہ وقت اسی کی فکر اور اس کی دھن میں رہے اس سے منع کیا گیا ہے، اس درجہ تعلق نقصان دہ ہے۔اور ہلاکت کا ذریعہ ہے۔(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۹۔۱۰)

ارشاد فرمایا کہ جس طرح کشتی کے چلنے کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے بغیر اس کے کشتی نہیں چل سکتی، لیکن پانی کشتی کے لیے اس وقت تک مفید ہے جب تک پانی کشتی سے باہر رہے اور کشتی اس کے اوپر رہے۔اگر کہیں پانی کشتی میں آجائے تو ظاہر ہے کہ یہ معاملہ کشتی کے لیے نقصان دہ ہے کہ وہ ڈوب جائے گی۔ یہی معاملہ انسان کے دل اور دنیا کا ہے۔جب اس کی محبت دل میں نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ۔جہاں اس کی محبت دل میں آئی تو بس سارا معاملہ بگڑ گیا۔۔۔۔۔تو مقصود بالکل دنیا کا ترک نہیں ہے بلکہ اس میں انہماک منع ہے۔

(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۰۔۱۱)

ارشاد فرمایا کہ دنیا سے تعلق بھی کم ہو ساتھ میں معاش کے لیے کوشش بھی ہو یہ دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں۔ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔اس

کی مثال حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بیان فرمائی ہے کہ کسی کا بیٹا مر گیا ہو تو اس کا کوئی کام بند نہیں ہوتا مگر ایسا مضمحل ہو جاتا ہے کہ کسی کام کو دل نہیں چاہتا، گویا بالکل ڈھیلا ہو جاتا ہے، کھاتا پیتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، ہنستا بھی ہے مگر سب تلخ، پہلے کی حالت میں اور اس حالت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کھل کر بات نہیں کرتا۔ کوئی زیادہ بات کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ارے بھائی کیوں دق کرتے ہو؟ چھوٹوں اور بڑوں سب کو بابا بناتا ہے تو دیکھئے دنیا کے سب کام ہوتے ہیں۔ کونسا ضروری کام نہ رہا؟ کیا سردی گرمی کی حس باقی نہ رہی یا کھانے پینے کی حاجت کا احساس باقی نہ رہا؟ مگر یہ ضرور ہو جاتا ہے کہ یہ پروا نہیں رہتی کہ کون سا لحاف ہو، اس کی گوٹ بدصورت ہے یا کس قدر میلا ہے، یا یہ لحاف اوڑھنا خلاف شان ہے، کھانا کھاتے وقت یہ اہتمام نہیں رہتا کہ چینی کے برتنوں میں ہو اور اقسام اقسام کے کھانے ہوں، جیسے الٹا سیدھا مل جائے پیٹ بھر لیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ نخرے نہیں رہے، باقی سب کام بدستور ہیں۔ دنیا میں زندگی ایسی ہی ہونی چاہیے کہ دنیا کے سارے کام کرے، زندگی کی ضروریات پوری کرے، مگر مغموم اور مرجھائے ہوئے دل کے ساتھ۔

(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۱۔۱۲)

ارشاد فرمایا کہ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ طریقہ تو ایسا ہے کہ اگر اس کو اختیار کیا جائے تو اس سے دنیا کے کام بند ہو جائیں گے اور ہماری حاجتیں وضرورتیں بھی پوری نہیں ہو پائیں گی۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور نہ کوئی نقصان ہوگا بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے۔ اس لیے کہ تمام خرابیوں اور برائیوں کی بنیاد مال کی محبت اور دنیا کی محبت ہے۔ جب اس میں انہماک کم ہو جائیگا اور تعلق کم ہوگا تو اس کی وجہ سے جتنی آفتیں و مصیبتیں آئی تھیں وہ سب کم ہو جائیں گی۔ آرام و اطمینان سے زندگی

بسر ہوگی کہ نہ چوری کا خوف ہوگا نہ ڈاکہ کا خطرہ ہوگا نہ حق تلفی کا اندیشہ ہوگا، یہ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ غرضیکہ دنیا کی محبت دل کی بڑی بیماری ہے اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ جی بھر کر دنیا میں لگ کر خوب مال و دولت جمع کر لیا جائے، روپیہ، پیسہ کا ڈھیر لگا لیا جائے تو پھر اس کے بعد اس کی خواہش ختم ہو جائے گی سکون حاصل ہو جائے گا۔ ایسا سمجھنا غلطی کی بات ہے اس لیے کہ ایسا کرنے سے بظاہر عارضی طور پر سکون ہو جائے گا مگر حقیقت میں دنیا کی محبت اور زیادہ پختہ ہو جائے گی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جیسے درخت کی جڑ میں پانی دیا جاتا ہے تو وہ تھوڑی دیر میں زمین میں جذب ہو کر نظروں سے غائب ہو جاتا ہے مگر واقع میں وہ غائب نہیں ہوا بلکہ جڑ کو پہلے سے زیادہ مضبوط کر کے اس کی شاخوں اور پتیوں میں تازگی پہنچائے گا۔ اس لیے جو لوگ دنیا کی محبت کے تقاضے پر عمل کرتے ہیں تو درحقیقت وہ اس میں کمی نہیں کر رہے ہیں بلکہ الٹا اسی مرض کو اور زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تقویت دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

﴿ لَوْكَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّابْتَغٰى ثَالِثًا ﴾

(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

''اگر انسان کو مال سے بھرے ہوئے دو جنگل بھی مل جائیں تب بھی تیسرے کی آرزو کرے گا۔'' (اصلاح ظاہر و باطن ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ مال کی محبت اور اس کی حرص کا علاج یہ نہیں ہے کہ خوب جی بھر کر مال و دولت کو کمایا جائے، کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا اور مرض میں اضافہ ہوگا، بلکہ اس کا علاج بھی اسی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ﴾ (مشکوٰۃ جلد۲ صفحہ ۴۵۰)

''اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول فرماتے ہیں جو شخص کہ توبہ کرے''

اسی حدیث کی تشریح میں حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں توبہ کو علاجِ حرص بتلایا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں توجہ الی اللہ اور اس کا علاج ہونا ایک قاعدۂ فلسفہ سے سمجھ میں آجائیگا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ

﴿ اَلنَّفسُ لَا تَتَوَجَّهُ اِلٰى شَيْئَيْنِ فِي اٰنٍ وَّاحِدٍ ﴾

''نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔''

ظاہر ہے کہ حرص کی حقیقت توجہ اور میلان الی الدنیا ہے اب توجہ کو کسی دوسری طرف پھیر دیا جائے تو توجہ الی الدنیا باقی نہ رہے گی پھر جس کی طرف توجہ کو پھیرا جائے۔ اگر طبعاً بھی محبوب ہو تو اس صورت میں یہ توجہ اشد ہوگی اور اس سے توجہ الی الدنیا کا ازالہ بھی قوی ہوگا اور اگر ایسی شئے کی طرف توجہ پھیری جائے جو طبعاً محبوب نہ ہو اس صورت میں یہ توجہ کمزور ہوگی اب سمجھو کہ حق تعالیٰ سے ہر شخص کو فطری تعلق ہے اور ذات حق کی طرف ہر ایک کو میلان طبعی ہے۔ فقط مسلمان ہی کو نہیں بلکہ کافر کو بھی، کیونکہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو کسی سبب سے ہوتی ہے اور وہ اسباب یہ ہیں، حسن و جمال، جود و نوال یا فضل و احسان، جس میں یہ کمال قوی ہونگے اس سے محبت بھی قوی ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ یہ اوصاف ذاتی اعتبار سے حق تعالیٰ کے اندر ہیں اور دوسری اشیاء میں بالواسطہ ہیں۔۔۔۔۔ تو اس وقت ہر شخص حق تعالیٰ ہی کی طرف مائل و متوجہ ہوگا پس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ اپنی توجہ کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دو۔ چونکہ حق تعالیٰ سے طبعی تعلق ہے اس لیے یہ توجہ اشد و اکمل ہوگی۔ تو جتنی توجہ الی اللہ ہوگی اتنی ہی دنیا سے توجہ ہٹے گی۔ کیونکہ دو چیزوں کی طرف نفس متوجہ نہیں ہوتا۔

(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۳۔۱۴)

ارشاد فرمایا کہ مال و دولت کا ہونا یہ برا نہیں ہے بلکہ شریعت میں اس کا ہونا بھی مطلوب ہے۔ اس لیے کہ روپیہ پیسہ پاس نہ ہو تو پھر زکوٰۃ کہاں سے ادا کرے گا، اللہ کے راستہ میں خرچ کہاں سے کرے گا، یہ اس وقت ہوگا جب کہ آدمی کے پاس مال ہو، روپیہ ہو۔ تو دنیا کمانے کی اجازت ہے اور اس کا حکم ہے جو مال اس لیے کمائے کہ اس سے بال بچوں کی کفالت کرے، ضروریات پوری کرے، سوال سے بچے، امور خیر میں خرچ کرے، اس نیّت سے کمانا یہ باعث اجر و ثواب ہے جہاں یہ ہے وہاں یہ بھی ہے کہ:

﴿ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾

(ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ۲۴۳)

''سچ بولنے والے امانت دار تاجر کا حشر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا''

اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:

﴿ اَلتُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَ بَرَّ وَ صَدَّقَ ﴾

(ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ۲۴۴)

''تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر (نافرمان) اٹھائے جائیں گے مگر وہ تاجر جس نے تقویٰ اختیار کیا، نیکی کی اور اور سچ بولا۔'' (منصب مومن صفحہ ۱۶)

ارشاد فرمایا کہ دنیا کمانے کی ممانعت نہیں ہے، اس کی محبت منع ہے، اس سے دل لگانا اور دل میں اسے جگہ دینا منع ہے، اس کے حقوق نہ ادا کرنا یہ برا ہے۔ جس طرح پانی کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی، کشتی کے چلنے کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ضروریات کے لیے بقدر ضرورت دنیا ہونا چاہیے، پانی کشتی کے باہر رہے تب تو کشتی چلے گی۔ اگر پانی کشتی میں آنے لگ جائے تو وہی ڈبو دے گا۔ اسی طرح دنیا ہاتھ میں رہے اور دین دل میں رہے، ترقی کرتا چلا جائے گا۔۔۔۔۔۔ تو دنیا کماؤ مگر دل میں اس کی محبت نہ ہو، دل میں جگہ نہ ہو

اگر ناجائز کاموں میں گناہوں میں خرچ کرتا ہے تو محبّ الدنیا ہو جائے گا اور اگر جائز کاموں میں خرچ کرتا ہے تو وہی محبّ اللہ ہو جائے گا، اسی کو خواجہ صاحب نے فرمایا ہے ؎

کسب دنیا تو کر ہوس کم رکھ
اس پہ تو دین کو مقدّم رکھ
دینے لگتا ہے پھر دھواں یہ چراغ
اس کی لو کو تو ذرا مدھم رکھ

(منصب مومن صفحہ ۱۷)

ارشاد فرمایا کہ چراغ کی لو کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ چھپر پھونک دے۔ دنیا کماؤ قاعدہ سے کماؤ، قاعدہ سے خرچ کرو، شریعت نے اس کے طریقے بتلائے ہیں احکامات بتلائے ہیں، ان کی پابندی کرتے ہوئے کماؤ اس طرح کمانے سے ایک انسان اللہ کا خاص بندہ بھی بن سکتا ہے اور ساتھ ہی دولت مند بھی ہوسکتا ہے، جب نبوت اور بادشاہت جمع ہوسکتی ہے تو ولایت اور امارت کیوں نہیں جمع ہوسکتی ہے، اس طرح کے لوگ ہوئے ہیں اور ہیں، علمائے سلف میں لکھا ہے کہ خراسان میں ایک عالم تھے دینی اعتبار سے ان کا مقام یہ تھا کہ وہ سب سے بڑے عالم تھے انہیں کا فتوٰی مانا جاتا تھا دینی لحاظ سے تو یہ مقام تھا۔ دوسری طرف مالدار اتنے تھے کہ کہ ملک التجّار تھے، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو تین دفعہ سونے سے تول کر سارا سونا خیرات کیا، اندازہ لگایئے کہ کتنے دولت مند تھے ان کے پاس دونوں چیزیں تھیں۔

(منصب مومن صفحہ ۱۵)

ارشاد فرمایا کہ جب تک دل میں اللہ کی محبت غالب نہ ہو جائے اس وقت تک معاملہ مشکل معلوم ہوتا ہے، پھر دنیا کی محبت یہ تو بڑی خطرناک چیز

ہے حدیث میں فرمایا گیا:

﴿حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ﴾ (الجامع الصغیر ۱/۱۴۶)

''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔''

کسی کا ترکہ کیوں مارتا ہے؟ مال کی محبت کی بنا پر، رشوت لیتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے اور مال کی محبت کی وجہ سے چوری کرتا ہے۔ یہ سب چیزیں دل کے بگڑنے کی وجہ سے ہیں۔ میرے عزیز دوستو! اگر دل بگڑا ہوا ہے تو ساری زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۲۴۔۲۵)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ مال کا نشہ برا ہوتا ہے، مال کی محبت سے بہت نقصان ہوتا ہے، مال دار دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، یہ تکبر کی علامت ہے، روپیہ کو لوگ خدا جانے کیا خیال کرتے ہیں۔

(ملفوظات ابرار صفحہ ۵۱)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا کی محبت، ایمان کی حلاوت کو دل سے نکال دیتی ہے۔ اب یہ کہ اس کو کیسے حاصل کیا جائے تو اس کا طریقہ ایک مثال سے سمجھو کہ دل ایک حوض کی طرح ہے اور دنیا کی محبت گندی چیز کی طرح ہے جو کہ دل کے حوض میں پڑی ہے، اب اس کو کیسے نکالا جائے اور دل کو کیسے صاف کیا جائے، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا صاف پانی ڈالا جائے تو دھیرے دھیرے گندگی نکل جائے گی، اسی طرح روزانہ پابندی کے ساتھ ذکر کیا جائے تو دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور صالح ماحول میں رہے، اس سے قوت پہنچتی رہے گی۔ اس کے اہتمام سے انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ جس طرح مکان خالی ہو تو اس میں کوڑا کرکٹ، کیڑے مکوڑے وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس میں اگر لوگ رہنے لگیں

تو پھر یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ذکر کرنے سے دل کا بھی یہی حال ہو جاتا ہے اس لیے ذکر کی عادت ڈالیے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۹۔۴۰)

ارشاد فرمایا کہ کسب مال میں حدود پر نہ رہنے کی بیماری دنیا اور مال کی محبت سے پیدا ہوتی ہے، ایسے شخص کو حلال اور حرام کا فرق نظر نہیں آتا، قلب کی بصیرت خراب ہونے سے بصارت بھی صحیح کام نہیں کرتی، رشوت، انشورنس، سٹہ انعامی بانڈ، جوا اور تمام ناجائز سودی ملازمتوں سے بچنے کی فکر زائل ہو جاتی ہے اس بیماری کے علاج کو مجلس اشاعت الحق سے احقر نے طبع کرا دیا ہے، وہی پرچہ یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔

دنیا اور مال کی محبت کی برائی اور اس کا علاج

(از افادات: حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مال کی محبت ایسی بری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو حق تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی۔ کیونکہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی ادھیڑ بن رہے گی کہ روپیہ کس طرح آئے اور کیونکر جمع ہو، زیور کپڑا ایسا ہونا چاہیے اس کا سامان کس طرح کرنا چاہیے۔ اتنے برتن ہونے چاہئیں۔ اتنی چیزیں ہونی چاہییں، ایسا گھر بنانا چاہئے، باغ لگانا چاہیے، جائیداد خریدنا چاہیے، جب رات دن دل اسی میں رہا پھر خدائے تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی؟

ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر خدا کے پاس جانا اس کو برا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی سارا عیش جاتا رہے گا اور کبھی خاص مرتے وقت دنیا کا چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے اور جب اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے چھڑایا ہے تو توبہ توبہ، اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہو جاتی ہے اور خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔

ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو پھر اس کو حلال وحرام کا کچھ خیال نہیں رہتا، نہ اپنا اور پرایا حق سوجھتا ہے نہ جھوٹ اور دغا کی پرواہوتی ہے۔ بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے آئے لے کر بھرلو۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ جب یہ ایسی بری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہیے کہ اس بلا سے بچے اور اپنے دل سے اس کی محبت باہر کرے۔

سو علاج اس کا ایک تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان ایک دن چھوڑنا ہے۔ پھر اس میں جی لگانا، کیا فائدہ، بلکہ جس قدر زیادہ جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔

دوسرے بہت سے علاقے نہ بڑھائے۔ یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول نہ بڑھائے۔ ضرورت سے زیادہ سامان، چیز، مکان، جائیداد جمع نہ کرے۔ کاروبار، روزگار، تجارت حد سے زیادہ نہ پھیلائے۔ ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے، غرض سب سامان مختصر رکھے۔

تیسرے فضول خرچی نہ کرے۔ کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

چوتھے موٹے کھانے، کپڑے کی عادت رکھے۔

پانچویں غریبوں میں زیادہ بیٹھے، امیروں سے بہت کم ملے کیونکہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔

چھٹے جن بزرگوں نے دنیا چھوڑی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے

ساتویں جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو اس کی خیرات کردے یا بیچ ڈالے۔

ان شاء اللہ ان تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور

دل میں جو دور کی امنگیں پیدا ہوتی ہیں کہ یوں جمع کریں، یوں سامان خریدیں، یوں اولاد کے لیے مکان اور گاؤں چھوڑ جائیں، جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی تو یہ امنگیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۶۹۔۱۷۰)

عیش دنیا ہیچ ہے، دنیائے فانی ہیچ ہے
ہیچ ہے وہ چیز جو ہو آنی جانی ہیچ ہے
ذکر فانی بھی عبث ہے یہ کہانی ہیچ ہے
جس کا ہو انجام غم وہ شادمانی ہیچ ہے
عیش میں ہے بس وہی دنیا سے جو آزاد ہے

(کشکول مجذوب)

دنیائے مذموم کی مثال

ازافادات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

''فرمایا کہ دنیائے مذموم وملعون کی مثال ایسی ہے جیسے کوڑے پر سبزہ جما ہوا ہو جس کو کوئی دیکھنے والا سمجھے کہ یہ ایک چمن ہے اور اس کے ظاہر رنگ و روپ کو دیکھ کر فریفتہ ہو جاوے اور جب وہاں پہنچے تو پاخانہ بھر جاوے یہی حال دنیا کا ہے کہ ظاہر اس کا بہت بھلا ہوتا ہے مگر اندر نجاست بھری ہوئی ہے یا خوبصورت سانپ کی سی مثال ہے جس کا ظاہر تو اچھا ہے، نقش و نگار سے آراستہ ہے مگر اندر زہر بھرا ہوا ہے۔

زہرِ ایں مارِ منقش قاتل است　　باشد از وے دور ہر کہ عاقل است

ہم دنیا کی ظاہری آب وتاب اور نقش ونگار اور رنگ ورُوپ پر فریفتہ ہیں اور اندر کی خبر نہیں۔ یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جتنا خوبصورت ہوتا ہے اسی قدر زہریلا ہوتا ہے۔اسی لیئے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے۔''

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

چند مزید روحانی امراض اور ان کا علاج

بد گمانی:

ارشاد فرمایا کہ بدگمانی سے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے۔ بدگمانی سے بچنے کے لیے اکابر کا یہ ملفوظ یاد رکھیے کہ ہر نیک گمان پر بدوں دلیل ثواب ملے گا، کیونکہ مومن کے ساتھ نیک گمان کا حکم شریعت میں موجود ہے اور ہر بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل پیش کرنا پڑے گی، تو خواہ مخواہ کیوں مواخذہ کی آفت خریدیے اور حسن ظن سے محبت اور تعلقات میں مضبوطی رہتی ہے۔ جس سے اجتماعی کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے اور بدگمانی سے افتراق اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اجتماعی طاقت پاش پاش ہو جاتی ہے اور ناقابل تلافی نقصان بدوں کسی حقیقت کے محض بدگمانی سے دین کو پہنچ جاتا ہے۔ اور تمام وبال بدگمانی کرنے والے کی گردن پر ہوگا۔

(اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۳۰)

ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کے ساتھ سوء ظن رکھے اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھے ۔مگر معاملہ آج برعکس ہے کہ اپنے ساتھ حسن ظن اور دوسروں کے ساتھ سوء ظن رکھتے ہیں۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۳)

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کوئی رقم کسی سے لے تو دوبارہ گن لے۔ مگر اس نیت سے کہ کہیں شاید زیادہ نہ دے دیے ہوں۔ کیونکہ کم دینے کا گمان کرنا بدگمانی ہے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۸۲)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا فیض قریب والوں کو نہیں پہنچتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ بات یہ ہے کہ سورج میں کتنی روشنی ہوتی ہے کوئی اس کا اندازہ کر سکتا ہے؟ لیکن جب بادل آجاتا ہے تو پھر اس کا فیض

رک جاتا ہے۔اسی طرح اللہ والوں کی برکات اوران کی روحانیت وانوار سے دور کے لوگ مستفیض ہوتے ہیں،ان کا فیض حاصل کرتے ہیں،لیکن جولوگ قریب ہوتے ہیں ان میں بدگمانی واعتراض ہوتا ہے۔تو یہ چیزیں ان کو فیض سے محروم کردیتی ہیں۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۳۸)

ارشاد فرمایا کہ حضرت ملا جامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی خدمت میں گئے۔جب اس شہر میں پہنچے تو دیکھا کہ ان بزرگ کا محل عالی شان ہے،دروازے پر پہرہ دینے والا بھی ہے،یہ دیکھ کر اُنہوں نے کہا یہ بزرگ تو دنیادار معلوم ہوتے ہیں اتنے ٹھاٹ سے رہتے ہیں۔یہ سوچ کر فارسی میں ایک مصرع پڑھا۔

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

یہ کہہ کر وہاں سے واپس چل دیے۔قریب ہی مسجد تھی۔تھکان تھا ہی،وہاں آرام کیا،نیند آگئی۔خواب میں دیکھا کہ میدان حشر قائم ہے۔ایک شخص اُن سے کہہ رہا ہے کہ میرا قرض ادا کرو،یہ بہت پریشان ہیں کہ کہاں سے ادا کروں،اسی پریشانی کے عالم میں دیکھا کہ وہی بزرگ گھوڑے پر سوار ہوکر تشریف لارہے ہیں،اُنہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تو اُنہوں نے پوری صورت حال ان کو بتلائی تو ان بزرگ نے خزانچی سے فرمایا کہ اس کا قرض ہمارے خزانہ سے ادا کردو۔اسی خواب کے متصل اذان ہوگئی۔وہ فوراً اُٹھے تو دیکھا کہ حضرت عبید اللہ احرار تشریف لارہے ہیں اور صورت وہی ہے جو خواب میں دیکھی تھی۔فوراً اُن کے قدموں میں گر پڑے اور کہا کہ میری غلطی معاف کردیجئے اور درخواست کی کہ مجھے بیعت کرلیجئے،فرمایا کہ ایسے بیعت نہیں کروں گا،پہلے وہ مصرع سناؤ جورات تم نے کہا ہے،مجبوراً سنادیا:

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

ان بزرگ نے فرمایا کہ اس میں یہ مصرع بھی بڑھا دو:

اگر دارد برائے دوست دارد

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے ظاہری حالات کو دیکھ کر کوئی فیصلہ جلد نہیں کرنا چاہیے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۵۲، ۵۳)

ارشاد فرمایا کہ بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اپنے سے کسی بڑے کو دیکھو تو اس کی تعظیم کرو اور یقین کرو کہ تم سے پہلے ایمان لایا اور تم سے پہلے نیک عمل کیے، اور جب اپنے سے چھوٹے کو دیکھو تو اس کی تعظیم کرو اور یقین کرو کہ تم اس سے پہلے گناہ کرنے لگے، حاصل یہی ہے کہ ایک دوسرے سے حسن ظن رکھے، بڑوں سے اُس طرح اور چھوٹوں سے اِس طرح، ظاہر ہے کہ جب ایک دوسرے سے اس طرح حسن ظن قائم ہوگا تو پھر آپس میں دوستی و تعلق ہوگا اور یہ بڑی چیز ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۵۷)

ارشاد فرمایا کہ آپس میں بدوں شرعی دلیل ہرگز بدگمانی اور غیبت نہ کرنی چاہیے۔ اس سے نہایت راحت اور پُرسکون زندگی عطا ہوتی ہے اور فراغ قلب سے دین کی خدمت کا موقع ملتا ہے۔ (اصلاح باطن کی اہمیت صفحہ ۳۰)

حسد:

ارشاد فرمایا کہ حسد کی بیماری آجانے سے ہر وقت دل جلتا رہتا ہے۔ جس کے ساتھ حسد ہوتا ہے اس کو دیکھتے ہی دل کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بیماری آپ ایکسرے سے نہیں معلوم کر سکتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ٦٧)

ارشاد فرمایا کہ انسان اپنی نیکی اور صلاحیت میں چاہے تو اس میں بھی ترقی کر سکتا ہے بس اس کی فکر کرنی چاہیے کہ نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھیں اور اگر کوئی کر رہا ہے تو اس کی نیکی کو دیکھ کر اگر تکلیف ہوتی ہے، جلن ہوتی ہے تو اسے یہ بیماری حسد کی ہے، دینی ترقی، مالی ترقی، دنیا کی ترقی، بہرحال اس

کی کسی قسم کی ترقی سے دل میں جلن ہوتو یہ حسد ہے، اس کو آپ جانتے ہیں، اس کا علاج کیا ہے؟ اس کے لیے بہت عمدہ نسخہ ہے کہ اس پر اگر ہمت کر کے عمل کرے تو پھر ان شاء اللہ بہت جلد نفع ہوگا۔ زیادہ نہیں صرف سات باتوں کا اہتمام کرے۔

۱......جس سے حسد ہے اس سے سلام میں سبقت کرے۔

۲......جب کہیں سفر میں جائے آئے تو اس سے مل کر جائے۔

۳......جب سفر سے واپس آئے تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ بھی لائے۔ (ہدیہ سے محبت بڑھتی ہے)

۴......کبھی کبھی اس کی دعوت کر دیا کرے اور کبھی چائے اور ناشتہ کرا دیا کرے۔

۵......اس کے لیے دعا کرے کہ اس کی نعمت میں ترقی ہو۔

۶......اس کی تعریف بیان کرے۔

۷......اپنے دل میں یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نعمتیں دی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اس سے یہ نعمت چلی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہوا، ظاہر ہے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ حسد سے بچے، حسد نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھالیتی ہے، بڑی خطرناک بیماری ہے، اس کا جو علاج ہے اس پر ہمت کر کے عمل کرے تو ان شاء اللہ تھوڑے ہی دن میں نفع ہونا شروع ہو جائے گا۔ (مجالس محی السنہ صفحہ ۳۳، مجالس ابرار صفحہ ۶۸)

اوھام پرستی:

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دین نہیں سیکھتے اوہام پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ایک صاحب نے جمعرات کو سیاہ کتا مسجد میں جاتے دیکھا ،اُنہوں نے بجائے مسجد سے بھگانے کے اس کو جھک کر ادب سے سلام کیا۔ کسی

نے کہا، ارے بھائی یہ کیا؟ جواب دیا کہ جمعرات کے دن سیاہ کتوں کی شکل میں جنّات نکلتے ہیں تو شاید یہ بھی کوئی جن ہو اور شاید یہ جنوں کا بادشاہ ہو اور میرے سلام کرنے سے شاید خوش ہوکر مجھے کوئی خزانہ عطا کردے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ۔ یہ وہم پرستی اہل علم سے دوری کے سبب ہے۔ کوئی علماء کا صحبت یافتہ ایسی حماقت نہیں کرسکتا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۲۸۔۲۹)

وساوس کا علاج:

ارشاد فرمایا کہ وساوس کا آنا مطلق مضر نہیں بلکہ وساوس سے جو حیرانی اور پریشانی ہوتی ہے۔ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں عُجب و کبر کے جراثیم ہلاک ہوتے ہیں۔ البتہ وساوس کا لانا مضر ہے۔ پس اپنے اختیار سے وساوس کو نہ لائے اور نہ مشغول ہو، پھر بھی آئیں تو اس طرف التفات نہ کرے اور فوراً کسی دینی یا جائز دنیاوی خیال وفکر میں اپنے کو مشغول کرلے۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے۔ اَلنَّفْسُ لَا تَتَوَجَّہُ اِلٰی شَیْئَیْنِ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ ''نفس ایک وقت میں دو شئے کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا'' پس عموماً مصروف لوگوں کو وساوس کم آتے ہیں، نیز وساوس کو نہ دفع کرنے کی کوشش کرے نہ ان کو باقی رکھنے کی کوشش کرے۔ بس ان کی طرف التفات ہی نہ کرے۔ جیسے بجلی کا تار کہ اس کو ہٹاؤ تو بھی مضر اور اگر پکڑو تو بھی مضر۔ نیز بوقت ہجوم وساوس یہ سوچے کہ حق تعالیٰ کی کیا قدرت ہے کہ چھوٹے سے قلب میں خیالات کا سمندر موج مار رہا ہے۔ اور ہم کس قدر بے بس و عاجز ہیں کہ ان خیالات کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔ اس طرح جب یہ وساوس معرفت کا سبب بن جاویں گے تو شیطان بڑا ہی مایوس ہوگا اور حدیث پاک کی یہ دعا بھی کرلیں

﴿ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ ذِکْرِکَ وَ خَشْیَتَکَ ﴾

''اے اللہ ہمارے دل کے وساوس کو اپنا ذکر اور اپنی خشیت بنا دیجیے''۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات مذکورہ کو نظم میں بھی فرمایا دیا ہے۔ جن کو یاد کر لینا بڑا نفع بخش ہے۔

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں
عبث اپنے جی کو جلا نا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے
وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

(مجالس ابرار صفحہ ۱۷۔۱۸)

ارشاد فرمایا کہ وساوس کا علاج عدم التفات اور علم سے جواب نہ دینا اور کسی کام میں لگ جانا ہے۔ اور جب تک وساوس کو مکروہ اور نا گوار سمجھتا رہے گا کچھ گناہ نہیں اور نہ کچھ ضرر ہے البتہ جسمانی کلفت ہوگی، اس کو برداشت کر لے اور اس مجاہدہ پر ثواب اور انعام لے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۸)

ارشاد فرمایا کہ برے خیالات سے دین کو کوئی ضرر و نقصان نہیں ہے۔ برے برے خیالات اور وسوسے آتے ہیں تو آنے دو۔ شیطان تو اپنا کام کرتا رہے گا۔ غلط مشورے دیتا رہے گا۔ بس اس کے مشورے پر عمل نہ کرے۔ بعض لوگوں کو نماز میں وسوسے آتے ہیں، خیالات آتے ہیں، آنے دو۔ اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ اس کو دور کرنے کی فکر نہ کرو، ورنہ وسوسے اور آنے لگیں گے۔ اس کا معاملہ بالکل کتے کی طرح ہے کہ وہ بھونکتا ہے، اسے بھونکنے دو، تم چلتے چلے جاؤ، اپنے کام میں لگے رہو۔ اگر اس کی طرف متوجہ ہو گئے، اس کو بھگانے لگے تو وہ اور بھونکنے لگے گا، پیچھے لگ جائے گا۔ یہی معاملہ وسوسہ کا ہے، اس کو ختم کرنے کی فکر میں نہ لگے بلکہ نماز اگر پڑھ رہا ہے تو نماز کے ارکان و اجزاء کی طرف متوجہ ہو جائے۔ امام کے پیچھے ہے تو یہ سوچنے

لگے کہ امام نے اب یہ پڑھا ہوگا۔ اگر نماز کے باہر ہے تو اللہ کے ذکر میں لگ جائے یا کوئی دینی کتاب پڑھنے لگ جائے یا کسی اور کام میں لگ جائے۔ وسوسے کا علاج یہی ہے کہ اس کو نہ چھیڑے، جہاں چھیڑا بس وہیں پیچھے لگ جائے گا۔۔۔۔۔اس کو ختم کرنے کی فکر نہ کرے بس اپنے کام میں لگا رہے یہی اس کا اصل علاج ہے۔

(خطبات ابرار صفحہ ۵۶۔۵۷)

نفسانی خواہش:

ارشاد فرمایا کہ کوئی خواہش پیدا ہوئی، بس اس کا اتباع کر لیا، وہ خواہش ٹھیک ہے یا نہیں ہے اس کی فکر نہ ہو، بری خواہش کا ہونا یہ بری بات نہیں ہے، خواہشات تو پیدا ہوتی رہتی ہیں، یہ تو غیر اختیاری چیز ہے، اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے، کسی کو گناہ کی خواہش ہوئی تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے، کسی گناہ کی رغبت ہو تو یہ بھی گناہ نہیں ہے اس کو ایک کھلی ہوئی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ روزہ میں پانی پینے کی خواہش ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے، کھانے کی خواہش ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے، تو کیا اس سے گناہ ہوتا ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ نہیں روزہ نہیں ٹوٹتا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ گناہ کی خواہش پیدا ہو، بری خواہش پیدا ہو تو یہ گناہ نہیں ہے۔ خواہش اگر خواہش کے درجہ میں ہو تو یہ مضر نہیں ہے، ہاں مضر کیا چیز ہے؟ گناہ کیا چیز ہے؟ اس بری اور نا جائز خواہش پر عمل کرنا۔ یہ مضر ہے، ویسے کسی کو خواہش پیدا ہوئی کہ فلاں کی چیز بکس سے نکال کر کھا لو کسی کے پیسے چرا لو، لیکن اس خواہش کو دبا لیا، اس پر عمل نہیں کیا۔ تو اس پر اجر ملے گا کیونکہ گناہ سے رک گیا، گناہ سے رکنے میں تو اجر ہے، روزہ کی حالت میں پیاس لگ رہی ہے، پانی کی خواہش ہو رہی ہے، اگر پانی پی لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذ پیاس کو ضبط کرتا ہے پیاس کو دباتا ہے اس پر اجر ملے گا۔ اسی لیے

حدیث پاک میں فرمایا کہ مہلکات میں سے بری خواہش کا پیدا ہونا نہیں ہے بلکہ مہلکات میں سے جو چیز ہے وہ بری خواہش ناجائز خواہش کہ جس کی اتباع کی جائے، خواہش کے مقتضاء پر عمل کرلیا جائے۔ اگر اس ناجائز خواہش کے مقتضاء پر عمل کرلیا جائے تو وہ مہلکات میں سے ہے اور اگر ناجائز خواہش کو دبا یا جائے تو پھر وہ مہلکات میں سے نہیں ہے بلکہ اس پر اس کو انعام واجر ملے گا۔

(منجیات ومہلکات صفحہ ۱۱۔۱۲)

بُخل:

ارشاد فرمایا کہ بخل بھی مہلکات میں سے ہے، اللہ کے راستے میں جہاں خرچ کرنا ضروری ہے وہاں خرچ نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں نکالتا، صدقہ فطر نہیں ادا کرتا، قربانی کا زمانہ آگیا، قربانی واجب ہے، قربانی نہیں کرتا، تو اس شخص کو کہا جائے گا کہ اس کے اندر بخل ہے۔ ایک شخص ہمارے پاس آتا ہے، سوال کرتا ہے، قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ ضرورت مند ہے ہم اسے کچھ دے دیں، روپیہ دو روپیہ ہم اسے دے دیں تو ہم کو کوئی خاص تکلیف نہ ہوگی، لیکن ایسی حالت میں ہم اسے نہیں دیتے تو یہ حالت بھی بخل کہلائے گی، بخیل کے لیے حدیث میں آتا ہے کہ:

﴿ لَایَدْ خُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَ بَخِیْلٌ وَ مَنَّانٌ ﴾ (مشکوٰۃ ۱/۱۶۵)

''جنت میں داخل نہیں ہوگا فتنہ وفساد کرنے والا اور بخل کرنے والا اور احسان جتلانے والا''۔

اتنی خراب اور گندی چیز ہے کہ جس کے قلب میں بخل ہوگا جب تک وہ جہنم کی بھٹی سے صاف نہیں کردیا جائے گا جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ یا اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرما کر اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔

تو بخل بھی مہلکات میں سے ہے لیکن ہر بخل مہلکات میں سے

نہیں ہے۔ مہلکات میں سے وہ بخل ہے جو مطاع ہو، جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ شریعت نے جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں خرچ نہ کرنا یہ بخل مہلکات میں سے ہے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا، خرچ کرنے سے دل پر آرا چلتا ہے لیکن جب قربانی کر دیتا ہے، صدقہ فطر نکالتا ہے، زکوٰۃ حساب سے نکالتا ہے تو یہ بخل اس کے لیے مضر نہ ہوگا، گرانی کی حالت میں خرچ کر رہا ہے، ناگواری قلب کو ہو رہی ہے ایسی حالت میں اگر خرچ کر رہا ہے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔ (منجیات و مہلکات صفحہ ۱۲۔۱۳)

حرص تمام برائیوں کی جڑ ہے:

ارشاد فرمایا کہ اگر انسان میں قناعت ہو تو سکون ہو جائے اور اگر بجائے قناعت کے مال کی محبت اور اس کی لالچ ہو تو سکون کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ ہر وقت اسی کی فکر و کوشش میں رہے گا کہ کسی طرح سے مال حاصل ہو اس میں اضافہ ہو اور مال کی محبت یہ دل کی بڑی بیماری ہے۔ اسی کا دوسرا نام حرص ہے، اس کو اُم الامراض کہنا چاہیے کہ تمام بیماریوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حبّ دنیا ہی کا نام تو حرص ہے اور حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں میں حرص مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔ پھر ان فسادات کی نوبت بھی نہ آئے، بدکاری اور چوری وغیرہ کا منشاء بھی ایک گونہ حرص ہے۔ کیونکہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاق رزیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر کا منشا بھی ایک گونہ حرص ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ بھی حرص کی ایک فرد ہے کیونکہ تکبر طلب جاہ کا نام ہے تو اس میں جاہ کی ہوس ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو مال کی بھی حرص ہے۔ کیونکہ طلب جاہ اس واسطے کی جاتی ہے کہ طالب جاہ کو ضروریات معاش سہولت سے مل جاتی ہیں اس

کی حاجتیں بآسانی پوری ہو جاتی ہیں۔ جو کام دوسرے شخص کو سینکڑوں روپیہ خرچ کرنے سے نکلتا ہے وہ صاحبِ جاہ کی زبان ہلنے سے ہو جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تکبر کا منشا بھی حرص ہوا اور کبر تمام رذائل کی جڑ ہے تو حرص منشاء ہوا تمام معاصی کا، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ نااتفاقی کا منشاء بھی حرص ہے اور تفاخر کا منشا بھی یہی ہے۔ کیونکہ مال و دولت کا دکھانا جمع مال ہی کے بعد ہو سکتا ہے اور وہ جمع ہوتا ہے حرص سے تو حرص کا ام الامراض ہونا اور اصلِ معاصی ہونا ثابت ہو گیا۔

(اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۷۔۸)

ارشاد فرمایا کہ بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ جی بھر کر دنیا میں لگ کر خوب مال و دولت جمع کر لیا جائے، روپیہ پیسہ کا ڈھیر لگا لیا جائے تو پھر اس کے بعد اس کی خواہش ختم ہو جائے گی، سکون حاصل ہو جائے گا ایسا سمجھنا غلطی کی بات ہے اس لیے کہ ایسا کرنے سے بظاہر عارضی طور پر سکون ہو جائے گا مگر حقیقت میں دنیا کی محبت اور زیادہ پختہ ہو جائے گی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے درخت کی جڑ میں پانی دیا جاتا ہے تو وہ تھوڑی دیر میں زمین میں جذب ہو کر نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ مگر واقع میں وہ غائب نہیں ہوا بلکہ جڑ کو پہلے سے زیادہ مضبوط کر کے اس کی شاخوں اور پتیوں میں تازگی پہنچائے گا اس لیے جو لوگ دنیا کی محبت کے تقاضے پر عمل کرتے ہیں تو درحقیقت وہ اس میں کمی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اُلٹا اسی مرض کو اور زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تقویت دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا:

﴿ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّا بْتَغٰى ثَالِثًا ﴾ (مشکوٰۃ ۲/۴۵۰)

''اگر انسان کو مال سے بھرے ہوئے دو جنگل بھی مل جائیں تب بھی تیسرے کی آرزو کرے گا''۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۲۔۱۳)

ارشاد فرمایا کہ مال کی محبت اور اس کی حرص کا علاج یہ نہیں ہے کہ

خوب جی بھر کر مال و دولت کو کمایا جائے، کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا اور مرض میں اضافہ ہوگا، بلکہ اس کا علاج بھی اسی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ﴾ (مشکوٰۃ ۲/۴۵۰)

''اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتے ہیں جو شخص کہ توبہ کرے''۔

اسی حدیث کی تشریح میں حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں توبہ کو علاج حرص بتلایا گیا ہے۔ جس کے معنٰی ہیں توجہ الی اللہ۔ اور اس کا علاج ہونا ایک قاعدۂ فلسفہ سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ۔ اَلنَّفْسُ لَا تَتَوَجَّهُ اِلٰى شَيْئَيْنِ فِي اٰنٍ وَاحِدٍ۔ ''نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ ظاہر ہے کہ حرص کی حقیقت توجہ اور میلان الی الدّنیا ہے۔ اب توجہ کو کسی دوسری شے کی طرف پھیر دیا جائے تو توجہ الی الدّنیا باقی نہ رہے گی۔ پھر جس چیز کی طرف توجہ کو پھیرا جائے اگر وہ طبعاً بھی محبوب ہو تو اس صورت میں یہ توجہ اشد ہوگی اور اس سے توجہ الی الدّنیا کا ازالہ بھی قوی ہوگا اور اگر ایسی شے کی طرف توجہ پھیری جائے جو طبعاً محبوب نہ ہو تو اس صورت میں یہ توجہ کمزور ہوگی۔ اب سمجھو کہ حق تعالیٰ سے ہر شخص کو فطری تعلق ہے اور ذات حق کی طرف ہر ایک کو میلان طبعی ہے۔ فقط مسلمان ہی کو نہیں بلکہ کافر کو بھی۔ کیونکہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو کسی سبب سے ہوتی ہے اور وہ اسباب یہ ہیں، حسن و جمال، جود و نوال، یا فضل و احسان۔ جس میں یہ کمال قوی ہونگے اس سے یہ محبت بھی قوی ہوگی اور معلوم ہے کہ یہ اوصاف ذاتی اعتبار سے حق تعالیٰ ہی میں ہیں اور دوسری اشیاء میں بالواسطہ ہیں۔ جب معلوم ہوا کہ یہ اوصاف حقیقت میں حق تعالیٰ کے اندر ہیں تو اس وقت ہر شخص حق تعالیٰ ہی کی طرف مائل و متوجہ ہوگا۔ پس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ اپنی توجہ کو حق تعالیٰ کی

طرف متوجہ کر دو۔ چونکہ حق تعالیٰ سے طبعی تعلق ہے اس لیے یہ توجہ اشد و اکمل ہوگی، تو جتنی توجہ الی اللہ ہوگی اتنی ہی دنیا سے توجہ ہٹے گی۔ کیونکہ دو چیزوں کی طرف نفس متوجہ نہیں ہوتا۔ (اصلاح ظاہر و باطن صفحہ ۱۳۔۱۴)

غصہ:

ارشاد فرمایا کہ غصہ کا آنا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ غصہ کی بات پر غصہ نہ آئے یہ عیب کی بات ہے، غصہ کی بات پر غصہ آنا چاہیے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کبھی کبھی غصہ آیا کرتا تھا۔ آپ کے غصہ ہونے کی حالت میں جو کیفیت ہوتی تھی اس کو حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ "گویا کہ نچوڑ دیا گیا ہے انار کو دونوں رخساروں پر"۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کا آنا کوئی نامناسب بات ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ نہ آیا کرتا۔ پھر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خاص بندوں کی جو تعریف کی ہے اس میں یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے بندوں کو غصہ آتا ہی نہیں ہے بلکہ یہ فرمایا کہ ہمارے نیک بندوں کی پہچان یہ ہے کہ:

﴿وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (پ۴۔ع۵)

"اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں"۔

جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔ غصہ آیا مگر اس کو ضبط کر لیا، اس سے معلوم ہو گیا کہ غصہ آنا یہ عیب کی بات نہیں، غصہ کی بات پر غصہ آنا ہی چاہیے۔ ایسے موقع پر غصہ جس کو نہیں آتا وہ بے حس ہے، البتہ غصہ میں بے قابو ہو جانا، جذبات سے مغلوب ہو جانا یہ مناسب نہیں ہے۔ غصہ میں یہ حالت نہ ہو کہ نامناسب کلمات نکلنے لگیں۔ غصہ پر قابو حاصل کیا جائے۔ اپنے نفس کو ایسے موقع پر قابو میں رکھا جائے۔ یہ انسان کا کمال اور اس کی بہادری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ﴾ (مسلم شریف ۳۲۶/۲)

''بہادر وہ شخص نہیں جو کسی پہلوان کو پچھاڑ دے، بلکہ حقیقی بہادر کہلانے کا مستحق تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے''۔

تو حاصل یہ ہے کہ صحیح اور سچی بات کہے ہر حال میں، خوشی میں بھی اور غصہ میں بھی، یہ نجات دینے والی چیز ہے۔ (منجیات و مہلکات صفحہ ۸۔۹)

ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ غصہ کا علاج نہیں کراتے۔ جس سے طرح طرح کے نقصان ہوتے ہیں۔ گھر میں گئے، مزاج کے خلاف کوئی بات ہوگئی تو اتنا غصہ آتا ہے کہ بس پوچھیے نہیں۔ میں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ گھر میں گئے، برتن اور روٹی کی ڈلیا پٹکنے لگے، یہ سب کیا ہے۔ وہی غصہ کا فساد، اسی کی وجہ سے کہیں بیٹا باپ پر غصہ کرتا ہے، کہیں ماں پر غصہ ہوتا ہے۔ انہیں سب بدعنوانیوں کی وجہ سے گھر دوزخ کا نمونہ ہو رہا ہے۔ اِس لیے اِس کا علاج کرانا چاہیے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۵۲)

ارشاد فرمایا کہ غصہ خطرناک بیماری ہے۔ اس کے علاج کی جلد فکر کرنا چاہیے۔ اس کے نقصانات بہت ہیں، جس طرح پانی کو جتنا ہی جوش دیا جائے گا اور اُبالا جائے گا اتنا ہی وہ کم ہوگا۔ اسی طرح غصہ کا بھی معاملہ ہے کہ اس سے انسان کی عزت و وقعت دھیرے دھیرے لوگوں میں کم ہوتی جائے گی، انسان نظروں سے گر جاتا ہے۔ (ملفوظات ابرار صفحہ ۴۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کو غصہ کی بیماری تھی، مجھے اپنا حال لکھا۔ میں نے لکھا کہ بہشتی زیور کے ساتویں حصّے میں غصہ کا جو علاج مذکور ہے آپ اس کے ہر نمبر پر عمل کریں اور بوقت غصہ جتنے نمبروں پر عمل نہ ہو ہر نمبر پر دو روپیہ جرمانہ اپنے نفس پر کریں اور خود نہ صرف کریں، مجھے وکیل بنائیں، یہاں بھیج دیں،

خود صرف کرنے میں بھی کچھ حظ اور خوشی ہوتی ہے اور علاجاً نفس کو پوری مشقت میں مبتلا کرنا ہے۔ چنانچہ اس تدبیر سے ان کو بہت نفع ہوا۔ (مجالس ابرار صفحہ ۳۵۴۔۳۵۵)

ارشاد فرمایا کہ غصے کے وقت حدود سے بڑھ جانے اور عقل ٹھکانے نہ رہنے اور انجام سوچنے کا ہوش باقی نہ رہنے کا علاج یہ ہے کہ سب سے پہلے جس پر غصہ آیا ہے۔

۱......اس کو فوراً اپنے سامنے سے ہٹا دے، اگر وہ نہ ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے۔

۲......پھر یہ سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں خدائے تعالیٰ کا قصور وار ہوں اور میں جس طرح یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کر دیں ایسے ہی مجھ کو بھی چاہیے کہ میں اس کا قصور معاف کر دوں۔

۳......اور زبان سے کئی بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھے اور پانی پی لے یا وضو کر لے، اس سے غصہ جاتا رہے گا۔ پھر جب عقل ٹھکانے ہو جاوے۔ اس وقت بھی اگر اس کو سزا دینی مناسب معلوم ہو اور سزا دینے میں اس کی بھلائی معلوم ہو، جیسے اپنی اولاد ہے یا شاگرد ہے یا مرید ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے۔ جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا۔ اب مظلوم کی مدد کرنا اور اس کے واسطہ بدلہ لینا ضروری ہے اس لیے سزا کی ضرورت ہے تو پہلے خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہیے۔ جب ہر طرح شریعت کے مطابق اس بات میں تسلی اور اطمینان ہو جائے تو اسی قدر سزا دے دے۔ چند روز اس طرح غصہ روکنے سے پھر خود بخود قابو میں آجائے گا۔ تیزی نہ رہے گی۔

۴......ایک حدیث میں ہے کہ غصہ کے وقت خاموش ہو جائے اور دوسری روایت میں ہے کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور تیسری روایت میں ہے کہ کئی بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۶۷۔۱۶۸)

مراجع و مصادر

نمبر شمار	نام کتب	سالِ اشاعت	ناشر
1	مجالس ابرار		کتب خانہ مظہری کراچی
2	معین الحجاج	جولائی 1985ء	کتب خانہ مظہری کراچی
3	اصلاح ظاہر و باطن	جمادی الثانی 1421ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
4	اصلاحِ باطن کی اہمیت	محرم الحرام 1424ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
5	خصائص مومن	ربیع الثانی 1423ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
6	اصول الفلاح	ذی الحجہ 1414ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
7	فیض الحرم		انجمن احیاء السنہ لاہور
8	ہماری تباہی اور اس کا حل	ربیع الاول 1420ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
9	تعلیم السّنہ	محرم الحرام 1416ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
10	طریق الصّبر		انجمن احیاء السنہ لاہور
11	سبیل النجاۃ	صفر المظفر 1421ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
12	منجیات و مہلکات		انجمن احیاء السنہ لاہور
13	مصائب و پریشانیوں کا آسان حل	رجب المرجب 1428ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
14	تعمیم الاصلاح	جمادی الاول 1416ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
15	ملفوظاتِ ابرار		انجمن احیاء السنہ لاہور
16	مومن کی پہچان	شعبان المعظم 1422ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
17	منصبِ مومن	1418ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
18	شکر کی ضرورت اور اسکا طریقہ		انجمن احیاء السنہ لاہور
19	مجالس محی السّنہ	1419ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور

20	سبیل الفلاح	شعبان المعظم 1422ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
21	اصولِ زرّیں		انجمن احیاء السنہ لاہور
22	تحفۃ الحرم		انجمن احیاء السنہ لاہور
23	آئینہ ارشادات	شوال المکرّم 1422ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
24	دافع الافکار	رمضان المبارک 1419ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
25	دافع الغم	رمضان المبارک 1419ھ	انجمن احیاء السنہ لاہور
26	حج کے خاص اور اہم حقوق	ذی الحجہ 1421ھ	لاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل کراچی
27	خطبات ابرار	2006ء	مجلس نشریات اسلام کراچی